تحریک پاکستان میں

علماء و مشائخ کا کردار

محمد صادق قصوری

تحریک پاکستان
میں
علماء و مشائخ کا کردار

محمد صادق قصوری

PAKISTAN MOVEMENT WORKERS TRUST

تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ

کتاب کے مندرجات کی ذمہ داری مصنف پر ہے

کتاب	:	تحریکِ پاکستان میں علماء ومشائخ کا کردار
مصنف	:	محمد صادق قصوری
نگران	:	نصیر احمد ملک (سیکرٹری تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ)
ناشر	:	تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ
طابع	:	نظریۂ پاکستان پرنٹرز-لاہور
مہتمم اشاعت	:	رفاقت ریاض
اشاعت اول	:	2008ء
تعداد اشاعت	:	500

Published by

Pakistan Movement Workers Trust

Madar-i-Millat Park, Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.

Ph. 9201215-16-17

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,
10-Mutlan Road, Lahore.Ph: 7466975

فہرست

حصہ اول ''علمائے کرام''

حصہ دوم "مشائخ عظام"

اِنتساب

1- سرپرستِ تحریکِ پاکستان مربیٔ قائداعظمؒ سنوسیٔ ہند قبلۂ عالم ابوالعرب سیّدی وسندی مُرشدی ومولائی حضرت امیر ملّت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ صاحب محدّث اعظم علی پوری قدس سرّہ،

2- مجاہد تحریکِ پاکستان، شیدائی قائداعظمؒ، سیّدی و مُرشدی بطلِ حریّت مجاہدِ ملّت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نوراللہ مرقدہ،

3- محقّقِ عصر سیوطیٔ دہر مبلّغِ نظریۂ پاکستان حکیمِ ملّت اُستاذی ومَلاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے نام۔

سجا کے لختِ دل کو کشتیٔ چشمِ تمنّا میں
چلا ہوں بارگاہِ عشق میں لے کے یہ نذرانہ

نگاہِ لُطف وکرم کا اُمیدوار
محمد صادق قصوری

پیش لفظ

علمائے دین کی ایک بڑی جماعت نے ہر دور میں دین اسلام کے تحفظ اور ملت کی آبرو کیلئے گراں قدر قربانیاں دی ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے علمائے دین کو بھی یہ فکر لاحق رہی کہ اس خطے میں بسنے والے ملت اسلامی کے افراد پر ہندو تہذیب وتمدن اثر انداز نہ ہو اور معاشرے میں اسلامی تشخص اور اقدار کا امتیاز قائم رہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے کردار سے واضح ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران جمعیت علماء ہند نے انگریز استعمار سے خطرہ محسوس کیا اور اس مقصد کے لئے ہندو اکثریت کا ساتھ دیا۔ لیکن علماء ومشائخ کی ایک بڑی جماعت یہ محسوس کر رہی تھی کہ برطانوی استعمار سے آزادی کے بعد برصغیر کے ہندو اکثریت کا تسلط مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ان صبر آزما حالات میں علمائے دین کی ایک بڑی جماعت نے مسلمانان برصغیر کے لئے الگ مملکت کے حصول کے لئے جدوجہد کی اور حضرت قائداعظمؒ کا ساتھ دیتے ہوئے قیام پاکستان کی مخالف قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جدوجہد آزادی میں نئی روح پھونک دی۔ حضرت قائداعظمؒ نے متعدد مرتبہ اپنے ساتھی علمائے کرام اور مشائخ عظام کے اس جذبہ اور خدمات کا اعتراف کیا تھا اور وہ خود قرآن حکیم کو مسلمانوں کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات مانتے تھے۔ انہوں نے پاکستان کا مطالبہ محض زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ وہ اس ملک کو اسلام کی تجربہ گاہ بنا کر اسلام کے آفاقی اصولوں کے تحت صحیح معنوں میں ایک آزاد اسلامی جمہوری فلاحی معاشرہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ قائداعظمؒ نے اپنے ارشادات میں علماء ومشائخ کی حصول پاکستان کے لئے جدوجہد کا بارہا اعتراف کیا ہے۔ علماء ومشائخ کے تحریک پاکستان میں کردار پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور متعدد تصانیف پہلے سے موجود ہیں۔ جناب محمد صادق قصوری نے نہایت عرق ریزی سے ان قابل احترام شخصیات کے حالات وواقعات قلمبند کئے ہیں اور اس موضوع کے ان تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جن سے پاکستانی قوم ابھی تک ناواقف تھی۔ ان کی اس کاوش کی بدولت اس کتاب کا شمار تحریک پاکستان کی ایک تاریخی دستاویز کے طور کیا جا سکتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب محمد صادق قصوری کے زور قلم میں مزید اضافہ فرمائے اور وہ اسی طرح قلمی جہاد پر کاربند رہیں۔

مجید نظامی

ارضِ پاکستان

مِرے وطن! تری تخلیق معجزہ ہی سہی
وہ معجزہ جو بڑے عزم سے عبارت ہے
مرا ہر ایک نفس تیرے پیار کا ضامن
کہ تُجھ سے میری محبت مِری عبادت ہے

O

سَدا بہار رہے تیرا گُلستان یُونہی
ہوائے اَمن چلے ، دل کی ہر کلی کھِل جائے
جو لوگ تیری بقا کے لیے ہیں سرگرداں
مری دُعا ہے اُنہیں میری زندگی مل جائے

(سرؔور بارہ بنکوی)

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

(سرؔور بارہ بنکوی)

پیغام

(جناب خواجہ افتخار (مصنف ''جب امرتسر جل رہا تھا'')۔۔۔لاہور

مجھے یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی ہے کہ وطنِ عزیز کے نامور محقق، صاحبِ طرز مورخ اور ممتاز اہلِ قلم میاں محمد صادق قصوری صاحب کی تازہ تصنیف ''تحریکِ پاکستان میں علماء ومشائخ کا کردار'' زیورِ طبع سے عنقریب آراستہ ہو رہی ہے جس کے لئے میں اُن کی خدمت میں صدق دلانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس سے قبل وہ درجنوں کتابیں تصنیف کر کے وطن عزیز کے مذہبی، علمی اور ادبی حلقوں میں ایک عظیم محقق اور ممتاز مصنف کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ مجھے ان کی متعدد کتابوں کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے جس سے میرے دل میں اُن کے لئے بے پناہ محبت اور عقیدت پیدا ہوئی ہے۔ بلاشبہ قصوری صاحب جیسے لوگ روز بروز پیدا نہیں ہوتے۔ بقول میر تقی میرؔ

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

قصوری صاحب نے تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنماؤں کی خدماتِ جلیلہ کے بارے میں قلم اُٹھا کر ملک وقوم کی عظیم خدمت انجام دی ہے جس پر اُن کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ میری دلی دُعا ہے کہ خداوند کریم انہیں صحت، تندرستی اور خوشحالی جیسی نعمتوں سے مالا مال کرے جس سے وہ ملک وقوم کی خدمت کے اس سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔ (آمین)

دُعا گو

خواجہ افتخار

(افسوس کہ خواجہ افتخار صاحب 26 فروری 2007ء بروز منگل طویل علالت کے بعد اللہ کریم جلّ شانہٗ کو پیارے ہو گئے۔ قصوریؔ)

مقدمہ

(جناب ڈاکٹر شیر محمد زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد)

مُسلم تاریخ نویسی کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ مُسلم مورخین نے مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ مسلم اہل علم کی تاریخ پر بھی کما حقہ توجہ دی ہے اور ہر دور کے اہلِ علم کے سوانح حیات، افکار اور علمی خدمات پر کتابیں لکھی ہیں بالخصوص علمائے دین کی تاریخ ایک تسلسل کے ساتھ محفوظ اور دستیاب ہے۔ تاریخ نویسی کا یہ پہلو متقدمین میں اہلِ علم کی خدمات کا اعتراف بھی ہے، ان کی جناب کی میں ہدیہ تشکر بھی اوراُن کے افکار کی اشاعت کا ذریعہ بھی۔

تاریخ اسلام کے اس پہلو سے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ للہیت، خلوص، مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کے ساتھ خیر خواہی ہی علمائے دین کا مطلوب ومقصود تھا۔ منصب یا اقتدار کا لالچ علمائے دین کے خلوص پر کبھی اثر انداز نہ ہوسکا یہی وجہ تھی کہ حکام اور عوام ہمیشہ علمائے دین کا دل وجان سے احترام کرتے اوران کی نصیحت پر کان دھرتے تھے۔

برصغیر پاک وہند پر مسلم اقتدار کے زمانہ میں علمائے دین کو برابر فکر لاحق رہی کہ اسلامی اقدار اور مسلم معاشرت کے امتیازی اوصاف کہیں ہندو اکثریت کے ثقافتی سمندر میں گم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ جب کبھی علمائے دین کو ایسا خطرہ نظر آیا انہوں نے حکمرانوں کی توجہ بھی اس طرف مبذول کرائی اور عوام کی توجہ بھی، جیسا کہ شیخ مجدّد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے کردار سے واضح ہے۔ برصغیر کے مُسلم حکمران اور مسلم عوام بد قسمتی سے خوابِ غفلت کا کچھ اس طرح شکار ہوئے کہ جب آنکھ کھلی تو وہ تخت وتاج سے محروم ہو چکے تھے اوران کی اسلامی اقدار اور ثقافت ایک شدید خطرہ سے دوچار ہو چکی تھی۔

یہ خطرہ کہاں تھا اوراس کا دفاع کیونکر ممکن تھا؟ بعض کے نزدیک اسلام کو یہ خطرہ انگریزی استعمار سے لاحق تھا اور بعض کے نزدیک بدلتے ہوئے سیاسی نظام میں ہندو اکثریت سے۔ نتیجتاً بعض علماء مثلاً جمعیت علمائے ہند نے اپنی تمام تر توجہ برصغیر کو انگریزی استعمار سے نجات دلانے کے لئے جدوجہد پر مرکوز کر دی اوراس مقصد کے لئے ہندو اکثریت کا ساتھ دیا۔ لیکن مسلم عوام اور علماء کی ایک بڑی جماعت یہ محسوس کر رہی تھی کہ برطانوی استعمار سے آزادی کے بعد برصغیر کی ہندو اکثریت کا تسلّط مسلمانوں کے لئے سب سے

بڑا خطرہ ہے اور برصغیر میں اسلام اور اسلامی اقدار کا تحفظ اسی طرح ممکن ہے کہ مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک علیحدہ ریاست قائم کی جائے۔ اسی مقصد کے لئے علماء کرام اور مشائخ عظام کی ایک بڑی تعداد نے تحریکِ پاکستان کے لئے پوری سرگرمی کے ساتھ کام کیا اور بحمد اللہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی مدبّرانہ اور پرخلوص قیادت میں یہ تحریک کامیاب ہوئی۔

بے شک قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک نہایت باصلاحیت قائد تھے۔ اُن کی سیاسی بصیرت اور جرأت و دیانت ضرب المثل تھی۔ اُن کے خلوص، نصب العین پر ارتکاز اور عزمِ راسخ کی وجہ سے انہیں عوام میں بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ لیکن یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ مُسلم عوام، علمائے کرام کو جس احترام اور عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے اس کے باعث تحریکِ پاکستان میں علمائے دین کی جدوجہد نے عوام کو ایک ولولۂ تازہ اور عزمِ راسخ عطا کیا۔ پاکستان کے عوام قیامِ پاکستان کے لئے جہاں آل انڈیا مسلم لیگ کے قائدین بالخصوص محمد علی جناحؒ کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں، وہاں وہ علمائے کرام اور مشائخ عظام کے بھی سپاس گزار ہیں۔

جناب محمد صادق قصوری نے اسی نقطۂ نظر سے برصغیر کے علمائے دین اور مشائخ طریقت کی تاریخ مرتب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس کوشش پر اجرِ جلیل عطا فرمائے۔ آمین

تحریکِ پاکستان کے لئے علماء کا ذکر بعض دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے مثلاً محمد علی چراغ کی کتاب ''اکابرینِ تحریکِ پاکستان''، چوہدری حبیب احمد کی کتاب ''تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' (اگرچہ اس کا بنیادی مقصد نیشنلسٹ علماء کے موقف پر تنقید ہے)، Leonard Binder کی کتاب ''Religion and politics in Pakistan'' (جو برصغیر کی سیاسی تاریخ میں علماء کے کردار پر ایک نہایت وقیع کتاب ہے) تاہم جناب محمد صادق قصوری نے تحریکِ پاکستان کے حوالے سے خاص طور پر برصغیر کے علمائے دین اور مشائخ طریقت کا تفصیلی تذکرہ مرتب کیا ہے۔ اس موضوع پر اتنا مواد کسی دوسری کتاب میں دستیاب نہیں۔

تذکرہ نگاری اور طبقات وتراجم کے ادب کی قدیم روایت میں جناب قصوری کی یہ تازہ ترین تصنیف، اپنے موضوع پر خاص جامعیت کے باعث ایک ممتاز مقام کی حامل قرار دی جائے گی۔ کسی بھی انسانی کاوش کی طرح یہ قابلِ قدر تصنیف بھی خامیوں سے خالی نہیں ہے اور اس موضوع پر نگاہ رکھنے والے قاری کو اس میں بعض اہم خلاء بھی نظر آئیں گے تاہم اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھیں کہ قصوری صاحب نے اپنی متعدد گزشتہ

تصانیف کی طرح یہ وقیع کتاب بھی قارئین و محققین کے لئے اُن وسائل و ذرائع کے بغیر مرتب کی ہے جو ایسی کتابوں کے لئے ناگزیر سمجھے جاتے ہیں تو مصنف کی فضیلت کے ساتھ اُن کی خدمت وجرأت اور علم و تحقیق سے مجنونانہ وابستگی کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کی نصف صدی پر محیط علمی وادبی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح نظر آتی ہے کہ اس قسم کی کتابیں جو مؤرخ اور محقق کے لئے بنیادی مواد کی حیثیت رکھتی ہیں، موقر تحقیقی ادارے بھی کم کم ہی پیش کر سکے۔ جناب محمد صادق قصوری اپنی اس ممتاز خدمت کے لئے لائقِ تبریک ہیں اور اُن کے علمی جہاد میں اُن سے ہر طرح کا تعاون ایک موثر علمی خدمت کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر شیر محمد زمان
چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل
اسلام آباد

تاثرات

(جناب حکیم محمد سعید دہلوی، چانسلر ہمدرد یونیورسٹی مدینۃ الحکمہ، کراچی)

علماء ومشائخ نے تاریخ کے ہر دور میں تعمیرِ اذہانِ ملّت کا نہایت مخلصانہ فریضہ سرانجام دیا ہے اور ملّت کے افراد کو صراطِ مستقیم سے آگاہ کیا ہے اور راہِ حق میں جہاد کی دعوت دی ہے۔ یہ جہاد ثبات کا پہلو رکھتا ہے۔ اس میں نفس کشی کو مقامِ اہمیت حاصل ہے اور خواہشات پر عبور اور قابو اس کا جلی عنوان ہے۔ اتباعِ سنتِ نبوی ﷺ سے یہ جہاد عبارت ہے۔ ''تحریک پاکستان میں علماء مشائخ کا کردار'' میں جن شخصیاتِ مبارکہ کا ذکرِ خیر ہے اُن سب نے راہِ حق میں جہاد کو عنوانِ زندگی بنایا ہے اور افرادِ ملّت کے فکر و ذہن کو بالیدگیاں دی ہیں۔

جناب محترم میاں محمد صادق قصوری صاحب نے ان علماء و مشائخ کے حالاتِ زندگی اور تحریکِ پاکستان کے لئے اُن کی رابطہ اور بلا رابطہ شرکت کو قلمبند کیا ہے اور نہایت خوبی اور سنجیدگی کے ساتھ اُن کا تعارف کروایا ہے۔ یہ خدمت قابلِ قدر ہے اور سزاوارِ تحسین ہے۔

حکیم محمد سعید

(افسوس کہ حکیم محمد سعید صاحب 17-اکتوبر 1998ء کو رحلت فرما گئے۔ قصوری)

تعارف

(علامہ عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان، کراچی)

تحریکِ پاکستان درحقیقت جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی تحریکِ آزادی سے عبارت ہوئی ہے۔ 1857ء میں مغلیہ حکومت کے اختتام پر مسلمان ہی زیرِعتاب آئے۔ استعمار پسند برطانوی حکمرانوں نے بھی ظلم ڈھائے اور یارانِ وطن نے بھی برصغیر ہند سے مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنائے۔ اس دورِ ابتلاء میں مسلمانوں پر معاشی ضرب کاری بھی لگائی گئی اور ان کے قائدین علمائے کرام اور مشائخین کو تہ تیغ بھی کیا گیا۔ یہ تمام حقائق ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔

1906ء میں آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت بن کر میدانِ سیاست میں آئی۔ اُس نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لئے جدوجہد کی لیکن اس تحریک کو توانائی علماء ومشائخ اہلسنت کی کاوشوں سے ملی۔ یہ انہی کی سعیِ جلیلہ کا فیضان تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے قلوب میں حُبِ مصطفیٰ ﷺ کے جذبات نہ صرف تروتازہ رہے بلکہ انہی جذبات کے تحت وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریزاں نہ ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ضروری تھا کہ تحریکِ پاکستان کے ان مجاہدین کی کاوشوں اور قربانیوں کو ملّتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا جائے لیکن افسوس! اس کام کو اس طرح نہ کیا گیا جو اس کا تقاضا تھا۔

محمد صادق قصوری کی یہ کتاب اسی سمت ایک کاوش ہے۔ انہوں نے جذبۂ صادق کے ساتھ قلم اُٹھایا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اہل سنت کی خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

عبدالعزیز عُرفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دریچہ سخن

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ علماؤ مشائخ کے قدسی گروہ نے ہر دور میں مذہب وملت کی عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے جابر سے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنے اور حق وصداقت کا علم بلند کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ حالانکہ انہیں اس کی پاداش میں تن من دھن کی بازی لگانی پڑی چنانچہ انہوں نے ہنسی خوشی تختۂ دار پر لٹک جانا قبول کرلیا مگر اپنے آقا ومولا حضور پرنور سید عالم ﷺ کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔

امام اعظم سیّدنا ابوحنیفہ، آفتابِ ہند حضرت مجدّد الف ثانی، مجاہد کبیر علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ احمد سعید دہلوی، شاہ احمد اللہ شاہ مدراسی، مفتی کفایت علی کافی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا امام بخش صہبائی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، قیام الملت والدّین مولانا عبدالباری فرنگی محلی، سنوسیٔ ہند امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری، فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہم ودیگر بے شمار نفوسِ قدسیہ کے کارناموں سے کون واقف نہیں ہے۔ ان سب حضرات نے اپنے اپنے دور میں مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ تاریخ کے صفحات ان کے روشن کارناموں سے مزین ہیں۔

جو کام جذبِ شوق میں دیوانے کر گئے
وہ زندگیٔ عشق کے افسانے بن گئے

حضرت امام ابوحنیفہ نوراللہ مرقدہ نے عباسی خلفاء کے جبر واستبداد کے خلاف نعرۂ حق بلند کیا تو ایوانِ خلافت میں لرزہ طاری ہوگیا اور انہیں قید وبند سے نبرد آزما ہونا پڑا اور اسی حالت میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے مگر باطل کی بیخ کنی کے لئے کسی لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرّہ النورانی نے دورِ اکبری وجہانگیری میں اُن کے خود ساختہ ''دین الٰہی'' کے تاروپود بکھیرنے کیلئے جس جرأت ومردانگی کا مظاہرہ کیا، تاریخ اُس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت مجدّد علیہ الرحمہ نے ''دوقومی نظریہ'' کا دفاع کرکے یہ واضح کیا کہ ہندو، ہندو ہے اور مسلمان، مسلمان ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے رات اور دن کی طرح علیحدہ ہیں اور اپنا تشخص رکھتے ہیں۔

حضرت مجدّد قدس سرّہ العزیز نے اکبری دور کے حالات کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے!

''اسلام ضعیف گشتہ کفار ہند بے تحاشا مساجد منہدم می نمائت در آنجا تکیہ پائے خود می سازند۔''
(مکتوبات شریف)

ترجمہ :''اسلام اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ کفار بے کھٹکے مسجدوں کو گرا رہے ہیں اور اُن کی جگہ مندر بنا رہے ہیں۔''

مکتوبات شریف کی جلد اوّل میں ایک جگہ فرماتے ہیں!

''کفر والے صرف اسی پر راضی نہیں کہ اسلامی حکومت میں اُن کے کافرانہ قوانین نافذ ہو جائیں بلکہ اُن کی منشا تو یہ ہے کہ اسلامی احکام اور قوانین سرے سے نابود کر دیئے جائیں اور اُن کو اتنا مٹا دیا جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کا کوئی اثر اور نشان باقی نہ رہے۔''

اِن حالات میں حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرّہ العزیز نے اکبری دین، ہندوؤں کی اسلام دشمن تحریکوں اور گوناگوں فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام تر مساعی صرف کر دیں۔ انہیں جلال الدین اکبر کا جاہ و جلال اور رُعب و دبدبہ مرعوب نہ کر سکا، نہ ہندوؤں کی منظّم طاقت صراطِ مستقیم سے متزلزل کر سکی اور نہ ہی گوالیار کے قلعے کی صعوبتیں جادۂ حق سے بھٹکا سکیں۔ حکیم الامّت ترجمانِ حقیقت اقبالؔ رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے!

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

1857ء کی جنگ آزادی کا مرحلہ آیا تو ہمارے علماء ومشائخ نے اپنے خون سے تاریخ رقم کی۔ مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ اور اُن کے شیر دل ساتھیوں نے انگریزی سامراج کا تختہ اُلٹنے کے لئے جو بیش بہا قربانیاں دیں، اُن کے ذکر کے بغیر جنگِ آزادی کا تصور تک ممکن نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی سرفروشانہ خدمات پر بھی ایک جامع کتاب معرضِ وجود میں لائی جائے گی۔

اس جنگ آزادی کے بعد ''تحریکِ خلافت'' وہ پہلی منظم تحریک تھی جس میں مسلمانوں نے کھل کر اور ڈٹ کر انگریز سامراج کے خلاف اعلانِ بیزاری کیا اور کفن بردوش ہو کر میدانِ عمل میں نکلے۔ اس تحریک کی سرپرستی و قیادت سنوسیٔ ہند امیر ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور قیام الملّت والدّین حضرت مولانا محمد عبد الباری فرنگی محلی رحمتہ اللہ علیہم نے فرمائی۔ علی برادران نے اس تحریک میں تنظیم، عمل اور جوش وخروش کا رنگ

ابھرا۔ پیر غلام مجدّد سرہندی، مولانا نثار احمد کانپوری اور مولانا عبدالماجد بدایونی رحمتہ اللہ علیھم جیسے سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء ومشائخ نے جس سرفروشی کا مظاہرہ کیا اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔

اس تحریک نے اکناف واطراف مک میں ایک ایسی آگ لگادی جس کے نتائج تحریکِ پاکستان کی شکل میں نمودار ہوئے اور بابائے قوم حضرت قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت اسلامیانِ برصغیر کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے 14 اگست 1947ء کو ایک علیحدہ اسلامی ملک ''پاکستان'' کی شکل میں حاصل کرلیا گیا۔

حصولِ پاکستان کی جنگ میں ہمارے علماء ومشائخ نے سب سے زیادہ کردار ادا کیا۔ 1925ء میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد'' منعقد کی گئی جس میں حضرت امیرِ ملت سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرّہ کو بلامقابلہ صدر چنا گیا۔ پھر دس سال بعد 1935ء میں یہ کانفرنس بدایوں میں اس وقت انعقاد پذیر ہوئی جبکہ شہید گنج کے مسئلہ کی وجہ سے مسلمانانِ ہند کے سینے فگار تھے۔ اس کانفرنس میں حضرت امیر ملت کو دوبارہ صدر چن لیا گیا اور اُن کی قیادت میں تن من دھن کی بازی لگانے کا عزم بالجزم کیا گیا۔

1946ء میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس'' میں تحریک پاکستان کو ساحلِ کامرانی سے ہمکنار کرنے کے لئے علماء ومشائخ کے عظیم الشان بلکہ عدیم المثال اجتماع نے حضرت امیر ملت قدس سرّہ العزیز کی زیرِ قیادت سر دھڑ کی بازی لگادینے کا اعلان کیا۔ اس کانفرنس نے پاکستان کو ایک زندہ وپائندہ حقیقت بنادیا اور حضرت امیرِ ملتؒ کی رہنمائی میں اسلامیانِ برصغیر نے جو تاریخی کردار ادا کیا، زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہمارے علماء ومشائخ تحریکِ پاکستان کی حمایت نہ کرتے تو پاکستان کا حصول آج تک ناممکن ہوتا۔ آج وطنِ عزیز کے نوجوانوں کو کیا معلوم کہ ہمیں اس مملکت کے حصول کے لئے کیا کچھ کرنا پڑا ہے۔

تحریک پاکستان کی اس جنگ میں ہمیں چومکھی لڑائی لڑنا پڑی۔ انگریز اور ہندو نے تو پاکستان کی مخالفت کرنا ہی تھی کیونکہ اُن کا تو خمیر ہی اسلام دشمنی ہے لیکن ستم یہ ہے کہ بعض مسلمان کہلوانے والوں نے اُن سے بھی بڑھ کر اسلام دشمنی اور ملت فروشی کا شرمناک مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ان نام نہاد مسلمان علماء نے گاندھی کی لنگوٹی تھام کر کانگرس کے سنہری سکوں کے عوض دوقومی نظریہ، قیامِ پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی اُس کا ذکر کرنے سے سینہ شق ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے اشک بہنے لگتے ہیں کہ کہاں یہ جبہ ودستار پوش علماء اور کہاں ہندوؤں کی ہمنوائی۔ زبان سے تو یہ لوگ قال اللہ کی صدائیں بلند کرتے تھے مگر ان کے دل کانگرس کے روپے پیسے سے سیاہ ہو چکے تھے۔ یہ لوگ قائداعظمؒ کو کافر، فاسق و فاجر اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کہتے تھے۔ ان حالات میں ہمارے علماء ومشائخ نے مسلم لیگ کی جان ودل سے مکمل تائید وحمایت کی۔ ایک طرف ہندو اور انگریز

مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے غلام بنانے کی فکر میں تھے تو دوسری طرف ہندو کانگرس کے نمک خوار مسلمان اس منحوس کوشش میں اُن کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہمارے علماء و مشائخ نے ہر قسم کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر قیامِ پاکستان کی راہ ہموار کی۔ ان کو کانگرس کا روپیہ پیسہ نہ خرید سکا، نہ ٹاٹا اور برلا کے لعل و جواہران کی آنکھوں کو خیرہ کر سکے اور نہ ہی انگریزی حکومت کی جیلیں اور جبر و استبداد اُن کے ایمان کو چھین سکا اور نہ ہی جبہ و دستار پوش قشقہ لگانے والے علماء کی ہرزہ سرائی اور ناشائستہ و ناگفتہ بہ سازشیں انہیں اس راہ حق سے متزلزل کر سکیں۔ حتیٰ کہ اُن کی شبانہ روز کاوشوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان ایک روشن حقیقت بن کر 27 رمضان المبارک 1366ء بمطابق 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔

ضرورت تھی کہ ان قدسی صفات علماء و مشائخ کے کارناموں کو منظرِ عام پر لایا جائے تاکہ نئی نسل اپنے ان بزرگوں، محسنوں اور رہنماؤں کی خدماتِ جلیلہ سے واقف و آگاہ ہو کر اپنے اندر مذہب و ملت کے درد کی کسک محسوس کرے کیونکہ تحریک پاکستان کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے نژادِ نو کی ذہنی، فکری، نظریاتی اور روحانی تربیت کی اشد ضرورت ہے کہ ابھی ہمیں قائد اعظمؒ کے تصوّرِ پاکستان کے حصول کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔ سب سے پہلے تو پاکستان کو پاکستان اور قائد اعظمؒ کے اصل پیروکاروں کے حوالے کرنے کی جدوجہد کرنا ہے اور اس کے بعد قائد اعظمؒ کے تصورِ پاکستان پر کام کرنا ہے کیونکہ:

ابھی گرانیِ شب میں کمی نہیں آئی
نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

قائد اعظمؒ کا تصور پاکستان یہ تھا کہ اس ملک میں نفاذِ شریعت ہو، اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا ہو، امن و آشتی کی حیات افروز ہوائیں مہکیں اور مسلم اُمہ کے شعور کی بلبلیں چہکیں مگر افسوس کہ ہم اپنے اس مقصد کو فراموش کر کے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہو گئے۔ آج عیّار سامراج اور مکار ہندو ہمیں زیر کرنے کے لئے بے قرار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر گروہی اختلافات ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ آج ہم میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اندرونی سازشوں کو ناکام نہ بنایا تو آنے والا کل کسی اور کا ہوگا۔ اب نہ تو دوبارہ علامہ اقبالؒ جیسا عظیم مدبّر، قائد اعظمؒ جیسا با اصول رہنما اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازیؒ جیسا سیاسی مفکر پیدا ہوگا اور نہ ہی قربانیاں دینے والے علماء و مشائخ و قومی کارکنان۔ لہٰذا آئیں سب مل کر عہد کریں کہ وطن

عزیز کو اسلام کا نا قابل تسخیر قلعہ بنا دیں کہ اسی میں ہی ہماری بقا کا راز مضمر ہے۔

لہو برسا بہے آنسو لٹے راہرو کٹے رشتے
ابھی تک نا مکمل ہے مگر تکمیلِ آزادی !

مجھے ہرگز ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے کہ یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ علمی مراکز سے بہت دور ایک گاؤں میں بیٹھ کر جو کچھ کر سکا حاضر ہے۔ لیکن اس بات پر فخر ضرور ہے کہ اس موضوع پر کام کرنے میں مجھے سبقت حاصل ہوئی ہے جو میرے اللہ کریم جل جلالہ اور میرے آقا حضور خاتم النبیین ﷺ کا بے پایاں کرم ہے اور بس!

میں کہاں تھا اس کرم کے قابل
حضورؐ آپ کی بندہ پروری ہے

اُمید ہے کہ اہلِ علم، اہلِ نظر اور اہلِ محبت میری اس ادنیٰ کاوش کو بنظرِ استحسان دیکھیں گے۔

آخر میں اُن میں تمام محسنین کا شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں جن کی شفقت، محبت اور عنایت کی بدولت یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اُستاذی حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری (ف 1999ء) اور مرشد عالی مقام مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نقشبندی مجدّدی (ف 2001ء) قُدس اسرارہم کی بزرگانہ شفقت اور رہنمائی میرا سرمایۂ حیات ہے کہ اگر ان ہر دو بزرگوں کی نظرِ کرم میسر نہ ہوتی تو شاید میں عشق کے اس بھاری پتھر کو چُوم کر رکھ دیتا۔ اللہ کریم اان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ عارف نوجوان پیر طریقت شبیہہ امیر ملتؒ حضرت صاحبزادہ پیر سیّد منور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم عالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیّداں شریف ضلع نارووال کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ موصوف کی نوازشات اس قدر ہیں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ کریم اُن کا سایہ ہما پایہ تا دیر سلامت رکھے۔

جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر کوئٹہ، علامہ عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ کراچی، نامور مورخ خواجہ افتخار لاہور، بزرگ محترم ڈاکٹر شیر محمد زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، حضرت قبلہ سیّد وجاہت رسول قادری صاحب کراچی، حضرت اقدس پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کراچی، جناب محترم محمد عالم مختار حق لاہور، جناب خلیل احمد رانا آف جہانیاں منڈی ضلع خانیوال اور دیگر حضرات کا شکرگزار ہوں کہ جن کی نوازشات، عنایات اور توجہات کی بدولت یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ عظیم دانشور حکیم محمد سعید شہید کو اللہ کریم کروٹ کروٹ جنت

نصیب فرمائے کہ انہوں نے ''تاثرات'' لکھ کر کرم فرمایا تھا۔حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی دامت برکاتہم عالیہ نے قطعۂ تاریخِ تکمیل مرحمت فرمایا۔اللہ کریم اُنہیں سلامت رکھے۔

آخر میں اہلِ علم سے بصد احترام گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی خامی،کوتاہی اور غلطی پائی جائے تو مجھے مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کی جاسکے۔

محمد صادق قصوری

بُرج کلاں ضلع قصور۔55051

قائداعظمؒ کا نظریہ ءپاکستان

نوابزادہ محمود علی خان

کسی نظریاتی مملکت کے نظامِ حکومت کا تصور اُس کے بانی کے رہنما اصولوں اور اساسی نظریات کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ روس سے لینن، چین سے ماؤزے تنگ اور امریکہ سے لنکن کے اساسی نظریات کو نکال دیجئے تو ان ممالک کا نظریاتی آئینی ڈھانچہ ایک جسد بے جان ہو کر رہ جائے گا۔ آیئے ہم دیکھیں کہ بانی ٔپاکستان بابائے قوم محمد علی جناحؒ کا تصورِ پاکستان کیا تھا اور اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کے کارکنوں نے اللہ تعالیٰ اور اپنی قوم سے کیا وعدے کئے تھے اور ان پر کتنا عمل ہوا ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ'' کے پُرکشش نعرے نے کوہِ ہمالیہ سے راس کماری اور چاٹگام سے درّہ خیبر تک برصغیر ہند کے تمام مسلمان کو تحریک پاکستان کا گرویدہ اور جاں نثار بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ ہندو اکثریتی علاقوں کے مسلمانوں نے جن کی بہت بڑی واضح اکثریت کو عملی طور پر قیامِ پاکستان سے کوئی سیاسی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تھا، محض مذہبی شیفتگی اور اسلامی اخوت کی بنا پر حصولِ پاکستان کے لئے یہ عظیم الشان قربانیاں دیں جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی اس تحریک کے ضمن میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، نصرتِ ایزدی، قائداعظمؒ کی فراست اور مسلمانانِ ہند کی جدوجہد اور قربانیوں سے ہم نے انگریز اور ہندو کی مخالفت کے باوجود پاکستان حاصل کر لیا۔

پاکستان وہ خطۂ زمین جو اسلامی ممالک میں سب سے بڑا اور دنیا کا پانچواں بڑا ملک تھا جہاں آزادی کی نعمت کے علاوہ دنیاوی ترقی کیلئے تمام مادی وسائل بہ افراط موجود ہیں اور جس کے حصول کیلئے قائداعظمؒ نے 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے جلسہ میں حصولِ پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے قوم کو یاددہانی فرمائی تھی!

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''

اسلامی نظام کے متعلق قائداعظمؒ کے فرمودات کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

1- نومبر 1939ء عیدالفطر بمبئی

''مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔''

2- خطاب اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء

''وہ کونسا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں، وہ کونسی چٹان ہے جس پر اُن کی ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کونسا لنگر ہے جس سے اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک اُمت۔''

3- صدارتی تقریر جالندھر بموقع اجلاس آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن 1943ء

''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کے طرزِ حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوں؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے۔ اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرزِ حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے فیصل کر دیا تھا۔''

4- خطاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ 8 مارچ 1944ء

آپ نے غور فرمایا کہ ''پاکستان کے مطالبے کا جذبہ متحرکہ کیا ہے؟ مسلمانوں کے لئے ایک جُداگانہ مملکت کی وجہ ء جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی، اسکی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے، نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔ رہنمائی کے لئے ہمارے پاس اسلام کی عظیم الشان شریعت موجود ہے۔ درخشاں کارنامے، تاریخی کامیابیاں اور روائتیں موجود ہیں۔ اسلام ہر شخص سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض بجالائے۔''

5- خط بنام گاندھی جی 1944ء

''قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرض سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک، ہر ایک قول، فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات و مابعد کے ہر معیار اور مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔''

6- پیغامِ عید 1945ء

میرے پچھلی عید کے پیغام کے بعد مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین وایمان اور قانونِ حیات ہے یعنی مذہبی اور معاشرتی، تمدنی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کا بغور وخوض مطالعہ کرے تا کہ یہ اس کی انفرادی واجتماعی ہدایت کا بھی باعث ہو۔"

7- خطاب کراچی بار ایسوسی ایشن 25 جنوری 1948ء

"میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا، جو دیدہ ودانستہ اور شرارت سے پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اُسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ صرف مسلمانوں کو بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف نہیں ہونا چاہیئے۔"

8- خطاب سبی (بلوچستان) 4 فروری 1948ء

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطۂ حیات پر ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون پیغمبرِ اسلام ﷺ نے ہمارے لئے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے امور ومسائل کے بارے میں یہ فیصلے باہمی بحث وتمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔" (وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ) سورہ الشوریٰ:38

9- خطاب کراچی 1948ء

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے، جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام واصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست ومعاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی احکام واصول کی حکومت ہے۔"

10- خطاب سٹیٹ بینک آف پاکستان کا اِفتتاح یکم جولائی 1948ء

''میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ''مجلس تحقیق'' بینکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع و اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے جو کہ مغرب کی وجہ سے دُنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام افرادِ انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور ٹیکنالوجی کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے۔ اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پُرسکون خوشحالی حاصل کرنے کے لئے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔

اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت سے اپنا فرض انجام دیں گے۔ انسانیت کے سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امین و محافظ ہو سکتا ہے''۔

محولہ بالا تحریروں کی روشنی میں یہ صاف عیاں ہے کہ قائداعظمؒ مغرب کے ہر نظام کو روئے زمین کے انسانوں کے لئے عام طور پر اور مسلمانوں کے لئے خاص طور پر مہلک سمجھتے تھے۔ عصرِ حاضر کا نوجوان قائداعظمؒ کے ان افکار و نظریات سے بالکل ناواقف ہے اور یہ بڑا المیہ ہے۔ اس خطۂ پاک میں جو لوگ نظریہء پاکستان کی حقیقی بنیاد پر ملک کی آراستگی اور تنظیمِ نو کے خواہاں ہیں، اُن کو چاہیئے کہ بانیٔ پاکستان کی تقریروں کو نظر انداز نہ کریں

ہمیں سوچنا یہ ہے کہ آج پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا یہی قائداعظمؒ کا تصورِ پاکستان تھا؟ کیا یہی وہ خواب ہے جو علامہ اقبالؒ نے دیکھا تھا؟ کیا یہ وہی ملک ہے جس کی آرزو ملّت اسلامیہ نے کی تھی؟ کیا ہم مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دیگر حصوں کے دس لاکھ سے زائد شہیدوں کو بھول گئے جو اپنے بنائے ہوئے ملک کو دیکھنے کی تمنا لئے چل بسے؟ کیا ہم اُن 35 ہزار بہنوں کی آہ و بکا کو بھول گئے جو آج بھی غیروں کے قبضے میں ہیں؟ پاکستان کے حصول کی خاطر کیا کیا قربانیاں نہیں دی گئیں۔ ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں کو

اپنے صدیوں کے گھر بار اور مال و اسباب مجبوراً چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ کروڑوں مسلمان، بھارت میں آج بھی قیامِ پاکستان کی قیمت چُکا رہے ہیں اور ہندو کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ آج ہمیں خود غرضی، ہوس، اقتدار و دولت اور عیش و عشرت کے علاوہ کچھ بھی یاد نہیں۔ افسوس ہم اس عظیم ورثہ کو سنبھالنے کے اہل ثابت نہ ہوئے۔ جس ملک نے ہمیں دولت و عزت سب کچھ دیا، اسے اپنے ہاتھوں برباد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ جب کوئی قوم کُفرانِ نعمت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی اور اپنے نظریہ سے رُوگردان ہو جاتی ہے تو اسے آزمائش و آلام میں ڈال دیا جاتا ہے اور نتیجتاً اُس کے لئے پریشانیوں اور مصیبتوں کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ باہمی اختلافات، لڑائی جھگڑے، عدم اعتمادی، بے چینی، نفرت، غربت و افلاس، غفلت و خود بینی، خود غرضی اور غلط خواہشات اس مقہور معاشرہ میں عام ہو جاتی ہیں اور اچھے بُرے کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ مشیّتِ خداوندی اس طرح کے حالات میں ایسی قوم کو تنبیہہ کے طور پر بار بار جھنجھوڑتی ہے کہ شاید وہ راہِ راست پر آ جائے۔ اور اگر اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو وہ قوم دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ مشرقی پاکستان کا سانحہ ہمارے لئے زبردست تنبیہہ تھی لیکن اس سے ہم نے کیا سبق لیا؟ ملک دو ٹکڑے ہو جانے اور تمام دُنیا میں اپنی ذلّت و رسوائی کے باوجود ہم نے اپنی غلط روش نہیں چھوڑی۔ آج بھی ہم عدم استحکام، بے چینی اور پریشانیوں کا شکار ہیں۔ ہمارا معاشرہ ہر روز بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے۔

آیئے! اب بھی وقت ہے کہ ہم دوسروں کا احتساب کرنے سے پہلے خود اپنا احتساب کریں کہ ہم نے ملک کی بھلائی یا برائی کے کام کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور درِ توبہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اللہ اور اس کی مخلوق سے کئے ہوئے وعدہ کو ایفا کرنے کی انفرادی اور اجتماعی کوشش میں دل و جان سے لگ جائیں۔ اس وعدہ کی تکمیل ہی پر ہم اللہ تعالیٰ، نبی اکرم ﷺ، قائداعظمؒ اور شہیدوں کی رُوحوں کے سامنے سرخرو ہو سکتے ہیں اور اس عمل میں انفرادی طور پر دنیا و آخرت کی بھلائی اور اجتماعی طور پر قوم و ملک کی خوشحالی، یکجہتی اور عظمت کا انحصار ہے ورنہ خدانخواستہ ہماری اپنی بداعمالیوں سے ہمارا جو حشر ہوگا، وہ تحریکِ پاکستان کے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

رہے گا تُو جہاں میں یگانہ و یکتا
اُتر گیا جو تیرے دل میں لا شریک لا

ماخذ:-

"عظیم قائد" از نوابزادہ محمود علی خان، مطبوعہ لاہور 1982ص 93تا101

حصہ اوّل

عُلمائے کرام

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حسن تو بسیار
گلچینِ تو از تنگیٔ داماں گلہ دارد

(1878-1926ء)

قدوہ الخلف بقیہ السلف قیام الملّت والدین مولانا محمد عبدالباری ابن مولانا شاہ عبدالوہاب (1846-1903ء) ابن شاہ محمد عبدالرزاق (1822-1889ء) ابن شاہ محمد جمال الدین (ف 1859ء) ابنِ ملاّ علاؤالدین (ف 1827ء) ابن ملا احمد انوارالحق (ف 1821ء) ابن مولانا شاہ احمد عبدالحق فرنگی محلی (ف 1754ء) ابن ملاّ محمد سعید سہالوی، ابن ملا قطب الدین شہید سہالوی (ف 1692ء) کی ولادت باسعادت 10 ربیع الثانی 1295ھ/ 14 اپریل 1878ء بروز اتوار فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب خواجہ عبداللہ انصاری (مدفون ہرات 1088ء) کے واسطہ سے سیّدنا ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حفظ قرآن کے بعد مولانا عبدالباقی فرنگی محلی (1869-1945ء)، مولانا غلام احمد پنجابی، مولانا احمد اللہ سندیلویؒ، مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنوی (ف 1925ء) اور مولانا غلام یحییٰ سے اکتساب علم کیا۔ ختم کتب کے بعد مولانا عبدالباقی نے اپنے مرویات کی مع مسلسلات وغیرہ کے اپنے سامنے پڑھوا کر اجازت عنایت فرمائی۔ علاوہ ازیں سیّد علی بن سیّد ظاہر وتریؒ مدنی، شیخ الدلائل علامہ سیّد امین رضوان، علامہ سیّد احمد برزنجی مدنی، سیّد محمد باشلی حریریؒ سے اجازت کتب حدیث اور دلائل حاصل ہوئی۔ نانا جان مولانا نورالحسنین بن ملک العماء مولانا حیدر نے بھی اجازت حدیث بسلسلۂ سیّد عابد سندھی اور سیّد احمد دحلان عطا فرمائی تھی۔

1321ھ/ 1903ء میں حرمین شریفین اور عراق کا سفر اختیار فرمایا۔ رمضان المبارک میں بغداد شریف پہنچے اور بصرہ و بغداد کے تمام متبرک مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد شریف کے صاحبزادے نہایت عزت و احترام سے پیش آئے اور حضرت نقیب الاشراف سیّد عبدالرحمٰنؒ نے سلاسلِ طریقت کے علاوہ سندِ حدیث بھی مرحمت فرمائی۔

آپ آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلیؒ (1731-1820ء) کے بعد اربابِ فرنگی محل میں کسی کو ایسی شہرت کہ جو برصغیر پاک و ہند کے عوام و خواص، علماء و امراء، شہروں اور دیہاتوں سے گزر کر بیرونِ ہند، عرب و عجم تک پہنچی ہو، نصیب نہیں ہوئی۔ آپ کی شہرت کا ڈنکا دنیائے اسلام ہی میں نہیں بلکہ یورپ کے قصورِ سلاطین اور اربابِ سیاست میں بھی بجتا تھا۔ آپ کے علم وفضل کا لوہا ہر کسی نے مانا۔ آپ کو تمام علومِ ظاہری و باطنی میں تبحرِ تام حاصل تھا، فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ (1856-1921ء) آپ کو "فاضلِ اکمل" کہتے تھے۔

آپ نے درس و تدریس کا پیشہ اختیار فرمایا اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کو شہرتِ عام اور بقائے دوام تک پہنچایا۔ ایک زمانہ تک آپ کی توجہ مبارک صرف مدرسے پر ہی مرکوز رہی لیکن جب آپ کو مدرسہ کی جانب سے بڑی حد تک اطمینان ہو گیا تو آپ نے سیاسی امور میں بھی پوری دلجمعی سے حصہ لیا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ عالمِ دین میدانِ سیاست میں بھی شہسوار ہو سکتا ہے۔ آپ سب سے پہلے عالمِ دین تھے جنہوں نے میدانِ سیاست میں قدم رکھ کر علماء کو اس طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ آپ نے مولانا حسرت موہانی (1878-1951ء) اور علی برادران یعنی مولانا شوکت علی (1872-1938ء) اور مولانا محمد علی جوہر (1878-1931ء) کی سیاسی و روحانی تربیت کر کے تحریکِ آزادی کو جلا بخشی۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اگر مولانا عبدالباری، اُن کا خاندان اور اُن کے روحانی و سیاسی مرید سیاسیاتِ ہند میں دخیل کار نہ ہوتے تو حصولِ پاکستان کی منزل ابھی بہت دور ہوتی۔

13-اگست 1913ء کو کانپور کی مسجد مچھلی بازار کا واقعہ پیش آیا جس میں ایک سڑک نکالنے کے لئے مسجد کا ایک حصہ گرایا گیا تھا۔ جب مسلمان اس سلسلے میں مسجد کی اینٹیں جمع کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (1882-1957ء) کی پرجوش تقریر سے متاثر ہو کر تعمیر کا سلسلہ شروع کیا تو حکومت کی طرف سے گولی چلا دی گئی۔ مسٹر بٹلر ڈپٹی کمشنر کانپور کے حکم پر سکھ فوج نے نہایت بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے برچھے مارے۔ شہیدوں اور زخمیوں میں ننھے ننھے بچے بھی شامل تھے۔ اس خونین سانحے نے تمام ہندوستان میں آگ لگا دی۔ مولانا آزاد سبحانی اور دیگر بہت سے علماء کرام اور راہنما گرفتار کر لئے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہو گئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اُس حصے کو جو شہید کیا گیا ہے، قائم رکھا جائے مگر حکومت نے اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا۔

اس موقع پر مولانا عبدالباری دیوانہ وار میدان میں کود ے اور مسجد کے شہید شدہ حصے کی تعمیر اور بازیابی

کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر حکومت نے آپ سے صلح کرنا ہی مناسب جانا۔ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر، مشہور ماہر آئین و قانون سر سیّد علی امام (1869-1932ء) نے مولانا محمد علی جوہر اوران کے ذریعے مولانا عبدالباری کو پیغامِ صلح بھیجا۔ حکومتِ ہند نے صوبائی حکومت سے قطع نظر بطور خود اس مسئلے کا فیصلہ یوں کرنا چاہا تھا کہ!

1- قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔

2- زیرِ سماعت ملزموں سے مقدمہ اُٹھالیا جائے گا۔

3- مظلوموں کی مالی مدد کی جائے گی۔

4- مسجد کا جو حصہ منہدم کیا جاچکا ہے وہ علیٰ حالہ رہے گا۔

5- مسلمان از سرِ نو تعمیر کا مطالبہ نہ کریں۔

یہ شرائط حد درجہ نا معقول تھیں۔ نہ مولانا محمد علی جوہر نے انہیں منظور کیا اور نہ ہی مولانا عبدالباریؒ کی دینی حمیت اسے قبول کرسکتی تھی۔ ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے اس بے غیرت تجویز کو نہ صرف رد کر دیا بلکہ حکومت کے خلاف محاذ قائم کرلیا۔ حکومت حواس باختہ ہوگئی اور ایک مرتبہ پھر وہ اپنے طے شدہ اور نا قابل تنسیخ فیصلے کو بدلنے پر آمادہ ہوگئی۔ ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈ ہارڈنگ (عہد حکومت 1910-1916ء) بہ نفسِ نفیس کانپور آئے۔ سر علی امام نے حکومتِ ہند کی طرف سے اور مولانا عبدالباری نے مسلمانانِ ہند کی طرف سے گفت وشنید شروع کی جس کا نتیجہ نکلا کہ!

1- جملہ قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے گا۔

2- جن لوگوں کے خلاف مقدمات چل رہے ہیں وہ واپس لے لئے جائیں گے۔

3- مسجد جو بلندی پر واقع تھی اس کے منہدم شدہ حصے کی تعمیر از سرِ نو اس طرح کی جائے گی کہ اوپر چھت دے کر وضوخانہ پھر سے قائم کر دیا جائے گا اور چھت کے نیچے سے آمد ورفت کا راستہ رکھا جائے گا۔

یہ ایسا فیصلہ تھا جسے فریقین سے خوش دلی اور مسرت کے ساتھ منظور کیا، اس فیصلے کا اعلان بذاتِ خود وائسرائے نے کیا اور اس کی مدح وستائش سرکار پرستوں نے بھی کی اور حکومت کے باغیوں اور حریت مآبوں نے بھی کی۔ مسلمانوں کی لاج رہ گئی اور ایک بہت بڑا فتنہ دب گیا اور پہلی مرتبہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ بھی ایک طاقت ہیں اور اپنے قومی و دینی مطالبات حکومت سے منوانے کی سکت رکھتے ہیں۔ 1857ء کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں نے خود اعتمادی اور خودنگری کا مظاہرہ کیا اور اس میں وہ پورے

طور پر کامیاب ہوئے تھے۔

ہندوستان کے علماء میں سب سے پہلے جو علمائے کرام زاویہ خانقاہ وحلقۂ درس وافتاء کو ترک کر کے فرنگی استعمار کے مقابلے میں سدِ سکندری بن کر حائل ہوئے اُن میں سب سے پہلا نام مولانا عبدالباری کا ہے۔ دوسرے علماء کرام انہی کی دعوتِ تحریک، تلقین اور تبلیغ سے مسجد وخانقاہ سے اُٹھ کر میدان میں اترے اور بلاشبہ عظیم اور وقیع اور عہد آفریں کارنامے انجام دیئے۔

6 مئی 1913ء کو آپ نے مقاماتِ مقدسہ کے تحفظ کے لئے ''انجمن خدام کعبہ'' کی بنیاد ڈالی۔ اس انجمن نے جو کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ یہ انجمن دہلی میں آپ کی سربراہی اور مولانا شوکت علی کی معتمدی میں قائم ہوئی۔ اس انجمن کی کارگزاری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نصف سال کی کم مدت میں اس کے ممبروں کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے لگ بھگ پہنچ گئی۔

واضح رہے کہ ''انجمن خدام کعبہ'' کوئی سیاسی جماعت نہیں تھی جس کی بنیاد ہنگامہ آرائیوں پر ہو، یہ ایک خالص ملی تنظیم تھی اور اُن لوگوں پر مشتمل تھی جو خدا کے نام پر اور حضور سیّد عالم ﷺ کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار تھے۔ ممبری کی شرط یہ تھی کہ حرمین شریفین کی تحریم اور ناموس پر قربان ہو جانے اور جان فدا کرنے کا فیصلہ کر کے ممبری کے فارم پر دستخط کئے جائیں۔''

دسمبر 1918ء میں مسلم لیگ کا گیارہواں سالانہ اجلاس دہلی میں زیرِ صدارت شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (1873-1962ء) منعقد ہوا۔ کانگرس کا اجلاس بھی اُسی وقت دہلی میں ہو رہا تھا۔ مسلم لیگ کے جلسے کے صدر استقبالیہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری (1880-1936ء) تھے۔ یہ اجلاس اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے تاریخی اجلاس تھا۔ مسلمانوں کے عام اضطراب اور حکومت کے خلاف عام ناراضگی کا پتہ اس اجلاس کی جوشیلی کارروائی سے چلتا ہے۔ اسی سال کلکتہ میں ''انڈین ڈیلی نیوز'' نے حضور پرنور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر حملہ کیا تھا جس کے خلاف بے شمار احتجاجی جلسے کیئے گئے۔ ان جلسوں کو سرکاری حکام نے روکنے کی کوشش کی اور مسلمانوں پر گولیاں برسائی گئیں جس سے سینکڑوں مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمان ان واقعات سے نہایت برہم تھے۔

اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ پہلی بار مولانا عبدالباری نے کثیر التعداد علماء مثلاً مولانا عبدالماجد بدایونی (1887-1931ء) اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (1882-1957ء) وغیرہ کے ساتھ شرکت فرمائی اور اپنی شعلہ بیاں تقریر سے سامعین کے قلب وجگر کو گرمایا۔ اس زمانے میں کانگرس اور مسلم

لیگ کے اجلاسوں میں ''یونین جیک'' کے جھنڈے لگائے جاتے تھے۔ کانگرس میں تو ''ملک معظم'' کی وفاداری کا ریزولیشن ہمیشہ پاس ہوتا تھا۔ مولانا عبدالباری جب اس اجلاس میں بہ اصرار صدر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو آپ نے جب ''یونین جیک'' کو ہال میں دیکھا تو غصہ کی شدّت سے چہرہ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا!

''اس ہال میں کسی مذہبی مسئلہ پر ایمانداری کے ساتھ ایک لفظ کہنا بھی حرام ہے جب تک کہ انگریزی جھنڈوں کی لعنت یہاں موجود ہے۔''

آپ کے ان الفاظ کے ساتھ تمام ایوان میں سناٹا چھا گیا اور مولوی فضل الحق نے ایک دم میز پر کھڑے ہوکر ان جھنڈوں کو اپنے ہاتھ سے اتار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ اقدام اُس زمانے کی سیاست میں بڑی زبردست سزا کا مستوجب تھا اور آخر کار ڈاکٹر انصاری کا خطبہ مجلسِ استقبالیہ ضبط کرلیا گیا۔

اس اجلاس میں علمائے کرام بالخصوص مولانا عبدالباری کی شرکت کی خوشی میں کرسئ صدارت سے ایک تجویز پیش کی گئی جس میں علمائے کرام کی شرکت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ اجلاس کی تجاویز میں خلافت، بیت المقدس اور اسلامی سلطنتوں کی تقسیم مذہبی نطقۂ نظر سے اہم تھیں۔ ایک تجویز یہ تھی کہ جنگ کے بعد ''حق خود ارادیت'' کا جو مسئلہ لیگ آف نیشنز (مجلسِ اقوام) نے طے کیا ہے، اس پر عملدرآمد ہندوستان پر بھی کیا جائے۔

اوائل دسمبر 1919ء میں امرتسر میں مسلم لیگ کا اجلاس زیرِ صدارت حکیم اجمل خان دہلوی (1863-1928ء) منعقد ہوا تو علی برادران قید سے رہائی کے بعد سیّدھے امرتسر پہنچے۔ علی برادران، صدر اجلاس کے دائیں بائیں سٹیج پر بیٹھے تھے جبکہ مولانا عبدالباری، مولانا حسرت موہانی اور مولانا آزاد سبحانی بھی ساتھ جلوہ گر تھے۔ اسی موقع پر حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے ''بلبلانِ اسیر کی رہائی'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل اشعار سنا کر علی برادران کو خراجِ تحسین پیش کیا!

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مُشکِ ازفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مُشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر

کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام وقفس سے بہرہ مند

شہپر زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست

ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

جمعیت علمائے ہند کے آپ بانی تھے۔ اس کا پہلا اجلاس 28 دسمبر 1919ء کو امرتسر میں منعقد ہوا۔ اسی زمانے میں امرتسر میں کانگرس، مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کے اجلاس ہورہے تھے۔ اس اجلاس میں آپ کو جمعیت علماء ہند کا مستقل صدر چنا گیا۔ اجلاس میں یہ قرار پایا کہ مساجد میں سلطان المعظم کا خطبہ پڑھا جائے اور مسائلِ خلافت طے کرنے کیلئے صلح کانفرنس میں لائیڈ جارج وزیراعظم کے ساتھ وزیر ہند، مسٹر ابوالحسن اصفہانی (1981-1902ء) مسٹر غلام محمد بھرگڑی (1924-1850ء) اور مسٹر رفیع احمد قدوائی (1954-1894ء) کو جانے کی اجازت دی جائے۔ جمعیت کے مقاصد میں حسب ذیل امور شامل کئے گئے۔

1- غیر مسلم برادران کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق۔

2- مذہبی حقوق کی نگہداشت اور مسلمانوں کی رہنمائی۔

مولانا عبدالباری نے تحریکِ خلافت میں جو کردار ادا کیا، قلم اُس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس تحریک کو ہندوستان کے تمام اہلِ اسلام میں عام تحریک واشاعت کرنے میں آپ کا قدم سب سے آگے تھا اور اس کے تمام ابتدائی انتظامات ومصارفِ قیام آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائے۔ تحریک خلافت اور دوسری تمام تحریکوں میں آپ نے دامے، درمے، قدمے، سخنے اور قلمے جو سعی وکاوش کی وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ چالیس پچاس ہزار روپے اپنی جیب خاص سے ان تحریکوں میں خرچ کئے۔ یہ رقم اُس زمانے میں بڑی اہمیت کی حامل تھی۔

تحریکِ خلافت کی کامیابی وکامرانی کے لئے آپ بہت منہمک رہتے تھے۔ اکثر دن بھر اور رات کے دو ثلث حصوں میں انہیں امور پر توجہ رہتی۔ آپ نے خلافت کمیٹی کی امداد کے لئے اپنے ذاتی مصارف سے تمام ہندوستان کا یا تو خود سفر فرمایا یا اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کو بھیجا۔ خود تقریباً ہر دوسرے مہینے بمبئی کا سفر فرماتے۔ بہرحال عمر کا آخری حصہ اسی جہاد میں بسر فرمایا۔

آپ نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے بڑے خلوص سے کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں انہیں اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کفر کے فتوے بھی برداشت کئے مگر حصولِ منزل کے لئے جادہ پیا

رہے۔ لیکن ہندوؤں کی مفاد پرستی، مسلم دشمنی اور ابن الوقتی سے تنگ آ کر بدظن ہو گئے اور پھر ہندو مسلم اتحاد کا خیال حرفِ غلط کی طرح دل سے نکال دیا اور اپنی اس کوشش پر تادمِ زیست نادم و پریشان رہے۔

''ہندو مسلم اتحاد'' کا ذکر کرتے وقت مولانا عبدالباری کو جس طرح ہدفِ تنقید بنایا جاتا ہے اور اُن کے ساتھ نہایت توہین آمیز رویہ اختیار کیا جاتا ہے، یہ کسی لحاظ سے بھی جائز، مستحسن اور درست نہیں ہے۔ اُنہوں نے اپنے اس فعل پر سخت ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا اور بوقت آخر بھی وصیت نامے میں اپنی غلطیوں پر معذرت چاہی۔ اُن کی وفات کے دوسرے روز اُن کے وصیت نامے کی وہ دفعہ پڑھی گئی جس میں مخلصین سے خصوصاً عامتہ المسلمین سے عموماً اپنی غلطیوں کی معافی چاہی گئی۔ یہ دفعہ مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی (ف 1928ء) نے بلند مگر گلوگیر آواز سے سنائی۔ حاضرین کے دل فگار اور آنکھیں اشکبار تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر تو خون کے آنسو رو رہے تھے۔

مذہبی اور سیاسی تحریکات میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ آپ نے تعلیمی اداروں سے بھی تعلق رکھا اور مقدور بھر معاونت فرماتے رہے۔ چنانچہ 16 صفر 1339ھ بمطابق 29۔ اکتوبر 1920ء بروز جمعتہ المبارک علی گڑھ کالج کے جلسے کی صدارت فرمائی جس سے کالج کی ترقی و بہبود پر اچھا خاصا اثر پڑا۔

آپ بہت بڑے عاشقِ رسول ﷺ اور پابندِ شریعت تھے۔ مدت العمر سفر و حضر میں کبھی بھی نماز باجماعت کا ناغہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ سفر میں محض ضرورتِ نماز کے لئے دو آدمی ہمراہ لے جاتے۔ رمضان المبارک میں شب و روز میں کبھی دو اور کبھی کچھ کم و بیش قرآن شریف ختم فرماتے اور سوائے دو تین گھنٹوں کے بالکل آرام نہ فرماتے۔ مولانا حسرت موہانی آپ کے والد گرامی سے بیعت تھے اور آپ سے خلافت یافتہ۔ علی برادران بھی آپ سے شرفِ بیعت رکھتے تھے۔ ان سب کی روحانی و سیاسی تربیت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے اور یہ حضرات فنافی الشیخ کی کی منزل پر پہنچ چکے تھے۔

وفات سے چند سال پیشتر آپ کو زہر دے دیا گیا۔ بروقت معلوم ہو جانے پر فوراً مداوا کیا گیا مگر مکمل فائدہ نہ ہوا۔ اس کے بعد مزاج میں حدّت بہت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر روز بروز صحت گرتی چلی گئی یہاں تک کہ 2 رجب المرجب 1344ھ بمطابق 17 جنوری 1926ء بروز اتوار پونے چار بجے سہ پہر جبکہ آپ نماز عصر کی ادائیگی کا ارادہ فرما رہے تھے، دفعتہً داہنے جانب فالج کا شدید حملہ ہوا، فوراً علاج شروع کیا گیا مگر افسوس کہ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اگر چہ آپ کے ظاہری حواس پر فالج کا اثر تھا مگر اس پر بھی نماز کے اوقات میں آخر وقت تک قبلہ رُخ ہو کر بایاں ہاتھ اُٹھا کر نماز میں مشغول ہو جاتے۔ آخری وقت اپنے بھتیجے مولانا قطب

الدین عبدالوالیؒ المعروف قطب میاں کو سینے سے لگا کر پیٹھ پر دو تین مرتبہ تھپتھپایا۔

4 رجب المرجب 1344ھ بمطابق 19 جنوری 1926ء بروز منگل تقریباً سوا گیارہ بجے شب آپ نے رحلت فرمائی۔ تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ ملک کے اطراف واکناف میں رحلت کی خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ صبح بعد نماز فجر غسل شروع ہوا اور دس بجے جنازہ تیار ہو کر مزار مبارک حضرت مخدوم شاہ مینا (1479-1398ء) پہنچا جہاں قطب میاں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد باغ مولانا انوارالحق (ف 1821ء) کے متصل سڑک پر دوبارہ حکیم مولوی وہاج الحق نے جنازہ پڑھایا۔ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد 30 ہزار سے زائد تھی۔ باغ مولانا انوارالحق میں مزار مقدس بنا۔ چوکھٹ پر لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادیؒ (1921-1846ء) کا یہ شعر کندہ ہے!

اے چرخ ہوائے شوق چلے، اے شاخِ گُل گلباری کر

کچھ کام کریں، کچھ سعی کریں، ہر شیخ کو عبدالباری کر

مولانا عبدالباری کی وفات حسرت آیات پر ہندوستان کے تمام اسلامی اور قومی اخبارات نے تعزیتی مضمون لکھے اور اکثر شعراء نے مرثیے اور تاریخیں کہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم صرف ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر بابت 28 جنوری 1926ء کا ''اداریہ'' نقل کر رہے ہیں:

''نہایت رنج اور قلق سے یہ خبر حوالۂ قلم کی جاتی ہے کہ آفتابِ علم غروب ہو گیا یعنی حضرت مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی 20-19 جنوری کی درمیانی رات کو بوقت گیارہ بجے اس دارِ ناپائیدار سے ملک جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ اِنا للہ وَ اِنا اِلیہ راجعون!

حضرت مولانا مرحوم کی مقدس شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ لکھنؤ کے اُس علمی خاندان کے روشن چراغ تھے جو فرنگی محل کے نام سے موسوم ہے اور جو اپنی خداداد علمی قابلیت کے سبب سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام اسلامی دنیا میں شہرۂ آفاق ہے۔ آپ بڑے جید عالم تھے۔ اسلام کے سچے شیدائی اور ہمدرد تھے۔ آپ کے کام اور اعمال میں خلوصِ نیت اور ہمدردیٔ اسلام علل غائیہ ہوتی تھیں۔

خلافت کمیٹی کے قیام سے کچھ عرصہ تک اُن کے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو کسی قدر نقصان پہنچا خصوصاً تحریکِ ہجرت سے مسلمان برباد ہوئے۔ مگر مولانا مرحوم کی نیت نیک تھی اگرچہ عمل میں غلطی تھی۔ لیکن موجودہ حالاتِ حجاز کے پیدا ہوتے ہی ان کو خدائے عز وجل نے حمایت حق کی جو توفیق عطا فرمائی وہ تلافی مافات سے صد بادرجہ بڑھ کر ثابت ہوئی۔ مرحوم نے نجدی غدارِ اسلام کے خلاف علمِ جہاد بلند فرما کر اور اُس

کی تکمیل کے لئے ''انجمن خدام الحرمین'' کی بنیاد رکھ کروہ اسلامی کام کیا جس کے مقابلہ میں اور کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کو ایک صحیح رستہ پر چلایا جس کے لئے نہ صرف مسلمانانِ ہندوستان بلکہ دنیا کے کل مسلمان اُن کے ممنونِ احسان ہیں۔ اور یقین کامل ہے کہ مرحوم نے اس کارِثواب کے عوض میں بارگاہِ ایزدی سے اعلیٰ انعامات حاصل کئے ہوں گے۔ ان اللہ لایضیع اجر المحسنین O

مرحوم کی نماز جنازہ کی دو جماعتیں ہوئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلی جمات میں تقریباً 20 ہزار اور دوسری میں تخمیناً 10 ہزار نمازی تھے۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگ آپ کے جنازے میں شریک تھے جو آپ کی ہردلعزیزی کا بین ثبوت ہے۔ آپ کی وفات سے مسلمانوں کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا۔

مرحوم کی کرامت ہے کہ اخبار ''زمیندار'' جواُن کو گالیاں دینا اپنے لئے باعثِ فخر وناز خیال کرتا تھا، وہ بھی آپ کی وفات پر متاثر ہوا اور یہ مصرعہ صادق آیا!

یاد آئے گی اُنہیں میری وفا میرے بعد

امرتسر میں ''انجمن خدام الحرمین''، ''انجمن نصرۃ الحق حنفیہ'' نے مرحوم کی وفات پر اظہار افسوس اور وابستگانِ دامنِ مقدس سے اظہار ہمدردی میں جلسے کئے۔ پیر کے دن ''مدرسہ انجمن نصرۃ الحق حنفیہ'' میں تعطیل رہی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور تمام متعلقین اور اراکین خاندان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔'' (خاکسار مدیر)

اسی پرچہ کے صفحہ 11 پر خانوادۂ بریلی کے فرد فرید حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں رضوی (1907-1988ء) نے ''آہ صد آہ! کہ بُرجِ علم کا نیرِ اعظم غرقِ بحرِ فنا ہوگیا۔'' کے زیرِ عنوان یوں خراجِ تحسین پیش کیا!

''خبر وفات حسرت آیات حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری رحمتہ اللہ علیہ سے ایک ہلچل مچ رہی ہے۔ آج دارالعلوم منظرِ اسلام اہلسنت وجماعت بریلی کے ہر فرد کا قلب مجروح اور ہر قلبِ مجروح میں ایک بے چین کن درد ہے اور کیوں نہ ہو کہ اسلام کے رکن اعظم کا دُنیا سے اُٹھ جانا حقیقتاً ایک ایسا حادثۂ کبریٰ ہے کہ جس سے اہلسنت کے قلوب پر جس قدر بھی غم والم کی بجلیاں گریں وہ کم ہیں۔ اس حادثہ کے اظہار تاسف میں ہماری زبان وقلم قاصر ہے۔ آج بتاریخ 8 رجب حضرت مولانا مرحوم کا عرس سوم کیا گیا۔ تمام دارالعلوم میں تعطیل کردی گئی۔ نمازِ فجر کے بعد دس بجے تک قرآن خوانی ہوئی جس میں دارالعلوم کے علماء کرام وجملہ طلباء شریک تھے۔ دس بجے حضرت مولانا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہدایائے ثواب کا

ایصال کیا گیا اور شیرینی تقسیم ہوئی۔ ہماری دُعا ہے کہ رب عزّ وجل حضرت مولانا کو مدارج عالیہ پر فائز فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جملہ اہلسنت اور آپ کے متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ (تقدس علی خاں رضوی نائب مہتمم مدرسہ منظر اسلام اہلسنت و جماعت بریلی)

ماہنامہ ''پیشوا'' دہلی جلد 1 شمارہ 2 بابت فروری 1926ء نے صفحہ 3 پر آپ کی رحلت پر یوں اظہارِ رنج وغم کیا!

''گزشتہ مہینہ کا سب سے زیادہ المناک واندوہ گیں حادثہ امام الہند مولانا عبدالباری صاحبؒ کی وفات ہے۔ جماعت علماء میں بلحاظ علم وفضل، زہد وتقویٰ، حمیّت اسلامی، شرافت انسانی کے اگر کسی شخص پر نظر پڑتی تھی تو وہ حضرت مولانا محترم کی ذات تھی۔ مسلمانانِ ہندوستان کی اس سے زیادہ اور کیا بدنصیبی ہوگی کہ ان میں سے ایسی محترم ہستیاں اُٹھتی جاتی ہیں اور کمینہ خصلت نام نہاد مسلمانوں کی رسی دراز ہے۔ بہر حال ہمیں خاندانِ فرنگی محل سے اس مصیبتِ کبریٰ میں عموماً اور مولانا قطب میاں صاحب سے خصوصاً دلی ہمدردی ہے، خدا تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کی نیکیوں کے عوض اُن کے معاندین کو راہِ ہدایت دکھائے۔ آمین۔''

مولانا آزاد سبحانی (1882-1957ء) نے رنج والم کے عالم میں آپ کی روح کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا!

تری وداع پہ ہے خلق اشکبار بہت
کہ تھی تو خادمِ خلق اور وفار شعار بہت
تو ذی کمال تھی اور تیرے عزم اعلیٰ تھے
ترے عمل سے تھے آباد کاروبار بہت
تو فتح و خوبی و انجام پر بھی قابض تھی
زمانہ یعنی رہا تجھ سے سازگار بہت
تو بے قرار تھی اور بے قرار رکھتی تھی
تری روش میں تھا اندازِ روزگار بہت
شہود میں ترے تھوڑے ہی عزم اُبھرے ہیں

دبے ہوئے ہیں بہ حسرت تہ مزار بہت

تھی معرفت تری دشوار مثل رمزِ عمیق

زبسکہ تھی تری تعمیرِ کہنہ دار بہت

کریں گے قدر تری آگے چل کے اہلِ زماں

ترے ارادوں کے جب ہوں گے رازدار بہت

مٹی نہیں ہے تو دنیا سے بھی کسی صورت

کہ تونے چھوڑی ہیں اشکال یادگار بہت

رکھے گا زندہ انہیں ، ہے یہ عزمِ سبحانیؔ

وہ اپنے دوش پہ رکھتا ہے گرچہ بار بہت

مولانا محمد روح اللہ ادیبؔ فرنگی محلی لکھنویؒ نے مندرجہ ذیل تاریخِ وفات کہی!

عبدِ باری مُرشد و مولائے من

روحِ پاکش شد بجنّاتِ النعیم

طالبِ حق بُود واصل شد بحق

گفت ہاتف "ذالک الفوزالعظیم"

...... 1926ء ......

دیگر

قیام الملتہ والدّین امام الوقت مولانا

محمد عبد باری ناگہاں رُو تافت زیں عالم

دلِ محزوں بمن پُرسیّد. چُوں تاریخ ترحیلش

"نگینِ خاتم دینِ محمدؐ بودہ" من گفتم

...... 1344ھ ......

حضرت صابرؔ براری ثم کراچوی (1928-2006ء) نے یوں تاریخ وفات کہی!

''وسیع الاخلاق مولانا عبدلباری فرنگی محلی لکھنوی''

...... 1926ء ......

عالمِ دیں وہ بھی رُخصت ہو گئے
تھے فرنگی محل میں جو ضو فشاں
کیا بیاں ہو اُن کے عِلم و فضل کا
سارے عالم میں تھے اُن کے قدر داں
اُن کی تُربت نُور سے معمور ہو
ہو عطا یارب اُنہیں قصرِ جناں
کہہ دو صابر اُن کی تاریخِ وفات
''عبد باری نعمتِ حق خوش بیاں''

......1926ء......

مولانا عبدالباری نے ایک سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ طوالت کے خوف سے تفصیل نہیں دی جا رہی۔ خواہشمند حضرات ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' ملاحظہ فرمالیں۔

ماخذ:۔

1- ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، مطبوعہ لکھنؤ 1930ء ص 106 تا 117
2- ''تذکرہ علمائے اہلسنت'' از شاہ محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور 1391ھ ص 173
3- ''حیاتِ شبلی'' از سیّد سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ 1943ء ص 601، 602
4- ''دید وشنید'' از سیّد رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور 1948ء ص 58، 60
5- ''اعمال نامہ'' از سر رضا علی، مطبوعہ لاہور 1995ء ص 125، 278، 280 تا 282، 287، 291
6- ''داستانِ پاکستان'' از چوہدری نذیر احمد خاں، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 31
7- ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' از سیّد طفیل احمد منگلوری، مطبوعہ بدایوں 1940ء ص 373، 389
8- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 120
9- ''کاروانِ گم گشتہ'' از رئیس احمد جعفری، مطبوعہ کراچی 1971ء ص 247، 412 تا 414
10- مجلّہ ''علم وآگہی''، گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی ''مولانا محمد علی نمبر'' 79-1978 ص 28

11- ماہنامہ ''جامعہ دہلی''، ''مولانا محمد علی نمبر'' حصہ دوم جنوری فروری 1980ء ص 111، 126
12- مجلّہ ''عِلم و آگہی'' گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، ''تحریکاتِ ملّی نمبر'' 83-1982ص 55 تا 106
13- ''مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ'' ازعبدالوحید خاں، مطبوعہ لکھنؤ 1938ء ص 92، 93، 416
14- ''رُوحِ روشن مستقبل'' از سیّد طفیل احمد منگلوری، مطبوعہ بدایوں 1946ء ص 75، 85
15- ''بیس بڑے مسلمان'' از عبدالرشید ارشد، مطبوعہ لاہور 1975ء ص 428
16- ''حیاتِ امیرِ شریعت'' از جانباز مرزا، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 42
17- ''شاہراہِ پاکستان'' از چوہدری خلیق الزمان، مطبوعہ کراچی 1967ء ص 28-327، 354، 457
18- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی، مطبوعہ لاہور 1984ء ص 221، 222
19- ''جمعیت علماء ہند'' از پروین روزینہ، مطبوعہ اسلام آباد 1980ء ص 31 تا 36
20- ''تحریکِ خلافت'' از قاضی محمد عدیل عباسی، مطبوعہ دہلی 1978ء ص 168
21- ''مشاہیر جنگ آزادی'' از مفتی انتظام اللہ شہابی، مطبوعہ کراچی 1957ء ص 277
22- ''پاکستان ناگزیر تھا'' از سیّد حسن ریاض، مطبوعہ کراچی طبع سوم 1982ء ص 86
23- ''تاریخ ہندوپاک'' از مولانا قاری احمد، مطبوعہ کراچی 1974ء ص 351
24- ''حیاتِ شیخ الہند'' از سیّد اصغر حسین مطبوعہ لاہور 1977ء ص 181
25- ''محمد علی۔ ذاتی ڈائری کے چند اوراق'' حصہ اوّل از مولانا عبدالماجد دریا بادی، مطبوعہ اعظم گڑھ 1954ء ص 311 تا 321
26- ''معاصرین'' از مولانا عبدالماجد دریابادی، مطبوعہ کراچی 1980ء ص 86
27- مجلّہ ''برگ گل''، اردو کالج کراچی مولانا محمد علی جوہر نمبر 1401ھ ص 333
28- ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر جلد 9 شمارہ 4 بابت 28 جنوری 1926ء ص 1، 11
29- ماہنامہ ''سب رس'' کراچی جنوری 1981ء ص 36 تا 48
30- ماہنامہ ''السعید'' ملتان بابت نومبر 1996ء ص 32 تا 36، 49
31- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور مارچ 1996ء ص 77 تا 86
32- ''میرے زمانے کی دِلّی'' از ملّا واحدی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص 274
33- ماہنامہ ''پیشوا'' دہلی فروری 1926ء ص 3

34- سہ ماہی ''العلم'' کراچی بابت اپریل تا جون 1997ء ص 33، 34
35- ''دانائے راز'' از سیّد نذیر نیازی، مطبوعہ لاہور 1979ء ص 171، 270،
36- ''سفرنامہ ہند'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1995ء ص 227
37- ماہنامہ ''تہذیب الاخلاق'' لاہور بابت جنوری 1998ء ص 16، 17
38- ''قائداعظم اور اُن کے سیاسی رفقاء'' از اقبال احمد صدیقی، مطبوعہ کراچی 1990ء ص 188
39- ''تحریکِ آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل، مطبوعہ کراچی 1976ء ص 350، 807
40- '' برصغیر میں اسلام'' از این میری شمل (مترجم محمد ارشد رازی)، مطبوعہ لاہور 2000ء ص 192-93، 243
41- ''قیامِ پاکستان کی غایت'' از عبدالعزیز عرفی، مطبوعہ کراچی 1997ء ص 85
42- ''انسائیکلو پیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 323 ، 647، 832-33

مولانا عبدالماجد بدایونیؒ

(1887-1931ء)

مولانا عبدالماجد بن مولانا حکیم عبدالقیوم قادری (1900-1867ء) بن حافظ مرید جیلانی (1880-1848ء) بن مولانا محی الدین قاری (1854-1827ء) بن سیف المسول مولانا شاہ محمد فضل رسول بدایونی قادری (1873-1798ء) بن مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قادری عثمانی (1847-1763ء) کی ولادت با سعادت 4 شعبان المکرّم 1304ھ/ 28 اپریل 1887ء بروز جمعرات بدایوں کے مشہور عثمانی خاندان میں ہوئی۔ بچپن ہی میں والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

مولانا شاہ عبدالمجید قادری مقتدریؒ، مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونیؒ اور مولانا شاہ محبّ احمد بدایونیؒ سے ابتدائی درسیات اور درس نظامی کی تکمیل کر کے 1320ھ/ 1902ء میں سند فراغت حاصل کی۔ 22-1321ھ/ 4-1903ء میں دہلی میں رہ کر حکیم غلام رضا خاں اور حکیم عبدالرشید سے علمِ طب میں تلمذ کر کے 1322ھ/ 1903ء میں سند حاصل کی جس پر حکیم محمد اجمل خان دہلویؒ (1863-1928ء) نے مہر تصدیق ثبت کی۔

مولانا عبدالماجد بدایونی جادو بیان مقرر تھے۔ آپ کی تقریر سن کر بڑے بڑے مخالفین بھی گرویدہ ہو جاتے تھے۔ آپ کے برادرِ اصغر مولانا عبدالحامد بدایونی (1970-1898ء) بھی آپ کی طرح نامور خطیب تھے۔ تحریکِ آزادی اور انگریز دشمنی میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ انجمن خدام کعبہ اور تحریکِ خلافت میں شامل ہو کر اپنی بے لوث خدمات کی بنا پر تمام ہندوستان میں چھا گئے۔ تحریک مسجد کانپور میں اپنے بے مثال کارناموں کی وجہ سے ہر دل کی دھڑکن بن گئے اور فتنہ ارتداد میں تو اُن کی خدمات کا احاطہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا محمد علی جوہر کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔

آپ ایک عالمِ بے بدل ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر طبیب، خوش فکر شاعر اور سنجیدہ مصنف بھی تھے۔ حب الوطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسلام کا درد تو اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب انگریز حکومت نے جشنِ صلح منانے کا اعلان کیا تو آپ نے نہایت جرأت کے ساتھ یہ اعلان فرمایا کہ!

''جشن صلح دراصل صلح نہیں بلکہ ترکوں پر فتح پانے کی خوشی ہے، یہی نہیں بلکہ حکومت برطانیہ نے اپنے

سابقہ عہد ومواعید کے باوجود مقاماتِ مقدسہ پر ناجائز قبضہ کررکھا ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو اجتماعِ مذکورہ میں شریک ہونا حرام ہے۔''

یہ اعلان ہونا تھا کہ گردونواح میں ایک تہلکہ مچ گیا اور برطانوی حکومت کو مولانا سے سخت پرخاش ہوگئی جو آخر تک باقی رہی۔

آپ نے سب سے پہلے دسمبر 1918ء میں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا آزاد سبحانی کے ساتھ شرکت کی اور اپنی تقریر میں انگریزی حکومت کے خلاف منظم ہونے اور اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کی تلقین کی۔ اوائل 1919ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے خلافت کے مسئلہ پر علماء کرام سے فتاوے حاصل کر کے بہت بڑی خدمت انجام دی اور تمام فتاوے وائسرائے ہند کے پاس بھیج دیئے گئے۔ ان فتووں پر مولانا عبدالقدیر بدایونی (1960-1893ء)، مولانا آزاد سبحانی (1957-1882ء)، شاہ محمد سلیمان پھلواروی (1935-1859ء)، مولانا معین الدین اجمیری (1940-1880ء) اور مولانا عبدالکافی الہ آبادی (1930-1858ء) کے علاوہ آپ کے بھی دستخط تھے۔

یکم جنوری 1929ء کو سر آغا خاں (1973-1877ء) کی صدارت میں دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا جلسہ ہوا جس میں پانچ ہزار نمائندہ مسلمانوں نے شمولیت کی۔ اس جلسہ میں ''نہرو رپورٹ'' کی بڑی سخت اور شدید مذمت کی گئی اور دیگر مسلم مفاد قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔ تائید کرنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی (1957-1882ء) اور مولانا محمد شفیع داؤدی (1949-1879ء) کے علاوہ مولانا عبدالماجد بدایونی بھی شامل تھے۔

1929ء ہی میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی گود میں جاگری اور مسلم مفادات کو بالکل نظرانداز کردیا تو علمائے حق جن میں مولانا محمد علی جوہر (1931-1878ء) مولانا نثار احمد کانپوری (1934-1880ء) مولانا عبدالکافی الہ آبادی (1930-1858ء) مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (ف1930ء) مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (1954-1896ء)، شاہ محمد سلیمان پھلواروی (1935-1859ء)، میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی (1952-1876ء)، مولانا مظہرالدین شیرکوٹی (1939-1888ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (1941-1888ء)، مولانا سید حبیب ایڈیٹر ''سیاست'' لاہور (1951-1891ء)، پیر غلام مجدد سرہندی (1958-1883ء)، مولانا حسرت

موہانی (1878-1951ء) مولانا محمد شفیع داؤدی (1879-1949ء) مولانا عبدالرؤف دانا پوری (1856-1948ء)، مولانا نذیر احمد خجندی میرٹھی (ف 1936ء)، مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (1893-1954ء) وغیرہم کے ساتھ مولانا عبدالماجد بدایونی نے بھی جمعیت علماء ہند کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا اور جمعیت علماء کانپور کی تشکیل کی جس کے صدر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر اور سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیرکوٹی منتخب ہوئے۔

29-30 دسمبر 1930ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد کی صدارت حکیم الامت علامہ اقبالؒ (1877-1938ء) نے فرمائی، میں سیّد حسین امام (1897-1985ء)، سیّد حبیب ایڈیٹر ''سیاست'' لاہور (1891-1951ء)، حاجی عبداللہ ہارون (1872-1942ء)، نواب محمد اسماعیل خان میرٹھی (1883-1958ء)، شیخ عبدالمجید سندھی (1889-1978ء) کے ساتھ مولانا عبدالماجد بدایونی بھی شریک تھے۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ 1- خلاصۃ العقائد 2- خلاصۃ المنطق 3- خطباتِ عربیہ (جمعہ وعیدین) 4- خلافت الٰہیہ 5- خلافت نبویہ 6- فلاح دارین 7- عورت وقرآن 8- الاظہار 9- المکتوب 10- دربارِ علم 11- فضل الحطاب 12- درسِ خلافت 13- جذبات الصداقت 14- اعلانِ حق 15- سمرنا کی خونی داستان 16- رپورٹ مالابار 17- التمہید 18- القول السدید 19- خلاصۃ الفلسفہ 20- جوازِ عُرس۔

شعروشاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ برجستہ شعر کہتے تھے۔ نعت، منقبت اور غزل کے میدان کے شہسوار تھے مگر زیادہ تر وقت مذہبی، ملّی اور سیاسی خدمات ہی میں صرف ہوا۔

دسمبر 1931ء میں ''مسلم کانفرنس'' کے جلسہ میں شرکت کے لئے لکھنؤ گئے تو اچانک طبیعت خراب ہوگئی۔ دست وقے کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ 14 دسمبر 1931ء مطابق 3 شعبان 1350ھ بروز پیر تین بجے صبح ''یاغفور، یااللہ'' کے ذکرِ جہر کے ساتھ تیسری ضرب ''اللہ'' لگاتے ہی واصل بحق ہو گئے۔ جسدِ انور بذریعہ موٹر کار لکھنؤ سے بدایوں لایا گیا اور 15 دسمبر 1931ء بروز منگل کو گیارہ بجے دن آستانہ قادریہ میں تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ شاہ عبدالقدیر بدایونیؒ (1893-1960ء) نے پڑھائی۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (1896-1954ء) نواب محمد اسماعیل خان میرٹھی، مولانا حسرت موہانی و دیگر مشاہیر نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر برصغیر کے تمام قومی اخبارات، ہفتہ روزوں اور ماہناموں نے اپنے اپنے اداریوں میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اختصار کے طور پر صرف سیّد سلمان ندوی (1884-1953ء) کے ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ بابت جنوری 1932ء کا اداریہ نقل کیا جارہا ہے جو خاصے کی چیز ہے۔

''افسوس ہے کہ اس سال کا خاتمہ بھی ماتم پر ہوتا ہے، خطیب الامت مولانا عبدالماجد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ کا ناگہانی سانحۂ ارتحال ہمارے لئے ذاتی اور قومی دونوں حیثیتوں سے وہ غم ہے جو بھلائے نہیں بھولا جاتا۔

14! دسمبر 1931ء کی نصف شب کو یہ واقعہ لکھنؤ صدر میں پیش آیا تو میں وہاں اس صبح کو موجود تھا، 8 بجے صبح کو خبر ہوئی جب 9 بجے کے بعد وہاں پہنچا تو مرحوم کی زندہ روح خدا کے پاس اور وہ لاش بدایوں کو منتقل ہو چکی تھی۔

مولانا عبدالماجد بدایونی کون تھے؟ لکھنے والے اُن کے محامد و اوصاف صفحوں میں لکھیں گے، اور بیان کرنے والے گھنٹوں بیان کریں گے، لیکن اس سارے دفتر کو صرف ایک لفظ میں اگر ادا کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں وہ ہستی جو سرتا پا محبت تھی، خدا سے محبت، رسولؐ سے محبت، آلِ رسولؐ سے محبت، اکابر سے محبت، دوستوں سے محبت، کارکنوں سے محبت، عزیزوں سے محبت۔ حضرات علماء کے طبقہ میں اُن کی ذات ہر حیثیت سے قابلِ فخر تھی، اُن تمام لوگوں پر جنہوں نے طرابلس کے زمانہ سے اسلامی جدوجہد میں شرکت کی، ان بیس برسوں میں مختلف دور گذرے، یعنی کچھ آرام و سکون، پھر کچھ سعی و محنت، کچھ عزلت گزینی اور پھر ہنگامہ آرائی، کچھ توقف، پھر تیز رفتاری، اس طرح اُن کی زندگی کے ایام وقتاً فوقتاً گزرتے رہے، مگر جماعت علماء میں یہی ایک ہستی تھی جس کی زندگی ایک لحہ کو بھی اس وقت سے چین نصیب نہ ہوا، ہر وقت ہر نفس اُن کو کام کی ایک دُھن لگی ہوئی تھی، جس کے پیچھے اُن کا آرام چین خانگی سکون، اہل وعیال اور جان و مال ہر چیز قربان تھی، یہ بھی سماں گزرا ہے کہ اُن کے گھر میں کفن و دفن کا سامان ہو رہا ہے، اور وہ مُردہ قوم کی مسیحائی کے لئے کانپور و لکھنؤ کی تگ و دو میں مصروف ہیں، خدام کعبہ، طرابلس، بلقان، کانپور، خلافت، کانگریس، تبلیغ، تنظیم، مسلم کانفرنس، یہ تمام وہ مجالس ہیں جو اُن کی خدمات سے گراں بار ہیں۔ ان مشغولیتوں میں اپنے مدرسہ شمس العلوم کو جس کی خود انہوں

نے بنیاد ڈالی تھی، ناتمام چھوڑا، اس کے لئے کتب خانہ کی عمارت بنوائی، کتابیں جمع کیں، وہ بھی نامکمل رہا، یہاں تک کہ اُن کی زندگی کی منزلیں دفعتہً پوری ہوگئیں۔

مرحوم کی قوت خطابت غیر معمولی تھی، اُن کی تقریر جذباتِ اسلامی کی ترجمان ہوتی تھی۔ اُن کی شاعری وسخنوری گومختتی تھی مگر شاندار تھی۔ ان کی عالمانہ شان اور معقول ومنقول سے پرانی دل آویزی اس عالم میں بھی نمایاں رہتی تھی۔ اُن کا دراز قد، بڑی داڑھی، سیاہ عمامہ، بڑا کرتہ، اُس پر جُبہ، گلے میں بڑا کالا رُومال یا چادر، مست چال، جھوم جھوم کر متانت سے چلنا، اب تک نگاہوں کے سامنے اُن کی تصویر بنا کر کھڑی کر دیتا ہے۔

مرحوم نے عراق کا سفر اپنے بزرگوں کے ساتھ کیا تھا اور حجاز ومصر کا سفر میرے ساتھ 1924ء میں کیا۔ بے گوش تو وہ تھے ہی مگر اُن جیسا بے زبان رفیقِ سفر ملنا بھی ممکن نہیں۔ وہ بہت کچھ تھے مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے ہر دوست، ہر ہمعصر، ہر رفیق کے محبوب وحبیب تھے، ان کا ہر ملنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ اُسی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اُن کی ہستی محبت کا آئینہ خانہ تھی، ہر آئینۂ دل میں وہی ہر طرف چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔

سال کا آغاز تھا کہ میں نے اپنے رفیق یورپ (مولانا محمد علی مرحوم) کا ماتم کیا تھا، آج سال کا اختتام ہے کہ اپنے رفیقِ حجاز ومصر کا ماتم کرتا ہوں۔ رفیقو! رخصت، اب تم وہاں ہو جہاں تمہارے رفیق ملائکۃ اللہ اور عباد الرحمٰن ہیں اور سب سے بڑھ کر وہ رفیقِ اعلیٰ ہے جس کی رفاقت سب رفاقتوں سے بڑھ کر ہے۔ (عربی کے یہ چند شعر بے اختیار نظم ہوگئے)۔

رحمة اللـه عليك خيراخلاف الكرام

نم قرير العين فى قبر ك الى يوم القيام

كنت فى الدنيا سلاماً صرت فى دارالسلام

اسكت الموت خطيب القوم حسان السكلام

بزرگوں کے بہترین خلف تم پر اللہ کی رحمت ہو

قیامت تک اپنی قبر میں میٹھی نیند سوتے رہو

تم دنیا میں باعثِ سلامتی تھے اب تم دارلسلام میں پہنچ گئے۔

افسوس! موت نے قوم کے خطاب اور حسانِ زمانہ کو خاموش کر دیا۔

بہت سے شعراء نے آپ کی رحلت پر قطعاتِ تاریخِ وفات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

مولانا شاہ ضیاء القادری بدایونی ثم کراچوی (1974-1883ء) نے قطعہ کہا۔

صاحبِ علم و صاحب تصنیف — ماجد حق نگار اہلِ قلم
اے ضیاءؔ ایسے با کمال کا سال — کہیئے "ماجد مصنف الاعظم"
......1350ھ......

دیگر

بلاشبہ تھے حضرت عبد ماجدؒ — "وحیدِ وطن رونقِ شہر واعظ"
......1931ء......
ضیاء کہیئے مرحوم کا سالِ رحلت — "ولئی زماں ہادئ دہر واعظ"
......1350ھ......

معروف شاعر شکیل بدایونیؒ (1970-1916ء) کے والد مولانا جمیل احمد سوختہؒ نے یہ تاریخ کہی!

شیخِ کُل حضرتِ عبدالماجد — مقتدر عالمِ دیں ، نیک مزاج
یک بیک ہو گئے واصل بخدا — ہو ، گئی علم کی دُنیا تاراج
رہبرِ دین ، شہِ دیں تھے حضور — آپ تھے ملّتِ حق کے سرتاج
کہیئے یہ آپ کی تاریخ جمیلؔ — "گُل ہوا ہائے چراغِ دین" آج
......1350ھ......

جناب طارقؔ سلطان پوری نے بھی قطعہء تاریخ یوں کہا!

صاحب مجد و فضیلت پیکر علم و عمل — بالیقین تھا آفتابِ آسمانِ فیضِ فقر
ابرِ نیساں کشتِ ملّت کے لئے اُس کا وجود — اہتزاد آور بہارِ بوستانِ فیضِ فقر
پاکبازانِ دیار معرفت کا نغمہ خواں — ترجمانِ کشورِ روشن دلاں فیضِ فقر
اُس کا تحریکِ خلافت میں رہا کردار خوب — بطلِ حریت ، نقیبِ کاروانِ فیضِ فقر
لیگ کی سرگرمیوں میں بھی رہا وہ پیش پیش — حق سرشت و پاک طنیت ، وہ نشانِ فیضِ فقر
مرکزِ عرفاں ، بدایوں سے تعلق اُس کا تھا — اہلِ دل کا شہر ، زیبِ داستانِ فیضِ فقر
برمحل مجھ سے سروشِ غیب نے طارقؔ کہا — اُس کا سالِ وصل "یمنِ گلستانِ فیضِ فقر"
......1931ء......

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 155 تا 156
2- ''تذکرہ علمائے اہلسنت'' از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (انڈیا) 1391ھ ص 146 تا 149
3- ''یادِ رفتگاں'' از سیّد سلیمان ندوی مطبوعہ کراچی 1956ء ص 162 تا 164
4- ''تاریخِ کانپور'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54
5- ''شاہراہ پاکستان'' از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی 1967ء ص 332
6- ''......صرف مسٹر جناح'' از سیّد شمس الحسن (اُردو ترجمہ منیر احمد منیر) مطبوعہ لاہور 1995ء ص 64
7- ''تذکرۃ الواصلین'' از مولوی رضی الدین بدایونی مطبوعہ بدایوں (انڈیا) 1945ء ص 259 تا 260
8- ''تذکرہ طیبہ'' از مولانا شاہ ضیاء القادری بدایونی مطبوعہ بدایوں 1351ھ متعدد صفحات
9- اقبال اور علمائے پاک وہند'' از اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ لاہور 1977ء ص 239 تا 10-243
10- ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 354، 365
11- ''تحریک پاکستان'' (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں) (1944ء تا 1947ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور 1987ء ص 305
12- مجلّہ ''علم وآگہی'' گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، خصوصی شمارہ 75-1974ء ص 95
13- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 13 جنوری 1977ء
14- ''کتاب زیست'' از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی 1982ء ص 202
15- ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 354، 365، 368
16- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی مطبوعہ کراچی 1996ء ص 45، 88
17- ''مولانا ابوالکلام آزاد اور قوم پرست مسلمانوں کی سیاست'' از محمد فاروق قریشی مطبوعہ لاہور 1997ء ص 89
18- ''اقبال کا آخری معرکہ'' از سیّد نور محمد قادری مطبوعہ لاہور 1987ء ص 52، 53، 55

مولانا محمد علی جوہرؒ

(1878-1931ء)

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر بن عبدالعلی (1880-1848ء) بن علی بخش (1867-1813ء) بن محبوب بخش (1828-1770ء) بن امان اللہ (ف 86-1785ء) بن طفیل محمد بن فیض محمد بن مدرار بخش بن محمد اعظم اللہ بن حیات اللہ کی ولادت 15 ذوالحجہ 1295ھ مطابق 10 دسمبر 1878ء بروز منگل رام پور (یوپی، بھارت) کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر دو سال سے بھی کم تھی کہ والد گرامی کی رحلت ہوگئی۔ والدہ ماجدہ آبادی بیگم المعروف بی اماں (1924-1852ء) کی عمر اس وقت صرف 27 برس کی تھی مگر انہوں نے اپنی باقی عمر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔

مولانا محمد علی نے ابتدائی تعلیم رام پور اور بریلی میں حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں علی گڑھ بھیج دیا گیا۔ علی گڑھ کالج میں آپ ''باغی طالب علم'' شمار ہوتے تھے۔ انگریز سٹاف پر تنقید کرتے اور لڑکوں کو اُن کے خلاف منظم کرتے۔ 1898ء میں انہوں نے بی اے کا امتحان اوّل نمبر میں پاس کیا۔ آپ کی اس غیر معمولی کامیابی نے آپ کے عزیزوں کو چونکا دیا۔ کالج کے پرنسپل نے آپ سے نجات پاکر خوشی محسوس کی۔ بڑے بھائی مولانا شوکت علی (1938-1872ء) نے معاشی حالات نامساعد ہونے کے باوجود آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا۔ 1902ء میں آکسفورڈ سے تاریخ میں آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ سول سروس کا امتحان دیا لیکن ناکام رہے۔

انگلستان سے واپسی پر پہلے رام پور اور بڑودہ میں ملازم رہے لیکن آپ ملازمت کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے، جلد ہی اُن کے ادبی مزاج نے انہیں صحافت کی طرف کھینچ لیا۔ آپ نے ''ٹائمز آف انڈیا'' میں '' آج کا علی گڑھ'' کے زیرعنوان مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جو علی گڑھ کے طلباء میں بہت مقبول ہوا۔ 1907ء میں علی گڑھ میں انگریزی سٹاف کے خلاف ہڑتال ہوگئی جو بالآخر اس کی علیحدگی پر منتج ہوئی۔ انگریزی استعمار کے خلاف یہ آپ کی پہلی بھرپور ضرب تھی۔

دسمبر 1906ء میں مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت آپ موجود تھے۔ نواب وقارالملک (1917-1839ء) کے کہنے پر آپ نے اس اوّلین اجلاس کی کارروائی بھی مرتب کی تھی جو بعد میں

''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے تعارف کے طور پر ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوئی۔ آپ لیگی اور کانگرسی دونوں حلقوں میں مقبول تھے۔ مئی 1915ء میں جنگ عظیم چھڑ جانے کی وجہ سے آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ 1917ء میں جب آپ قیدِ فرنگ میں تھے، آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا اور اس کے سالانہ اجلاس میں کرسی صدارت پر آپ کی تصویر رکھ دی گئی۔ اس قومی اعزاز نے آپ کو ملک کا سب سے بڑا لیڈر بنا دیا۔ مگر آپ کی نگاہ میں ان دنیوی اعزازات کی کوئی اہمیت نہ تھی کیونکہ آپ کی محبت، آپ کی عداوت، آپ کا جینا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ اپنے ذاتی مفاد یا وجاہت، وقار کیلئے نہ تھا اس لئے اس قومی اعزاز پر آپ نے فرمایا کہ!

''میں اس عزت افزائی کیلئے ملّت کا شکر گزار ہوں مگر میری نظر میں اسکی اتنی زیادہ وقعت نہیں''

خود فرماتے ہیں!

یہ صدر نشینی ہو مبارک تمہیں جوہر
لیکن صلۂ روزِ جزا اور ہی کچھ ہے

14 جنوری 1910ء کو کلکتہ سے ''کامریڈ'' اخبار جاری کیا۔ 1913ء میں اس کے ساتھ ''ہمدرد'' کے نام سے ایک اُردو روزنامہ بھی لے آئے۔ یہ دور عالمی سیاسی بحران کا دور تھا۔ برصغیر کے اندر اور باہر مسلمانوں پر خاص ابتلاء کا دور تھا۔ عالمِ اسلام میں انگریزوں کے استعماری عزائم تباہی مچا رہے تھے۔ ترکی کے حصے بخرے کرنے کے لئے اٹلی اور یونان کو اُبھارا جا رہا تھا۔ ملک کے اندر تقسیمِ بنگال کی تنسیخ کی تحریک، مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا عناد، انگریز حکومت کا کانپور کی مسجد کے ایک حصے کو شہید کرنا، علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ، غرضیکہ اتنے مسائل تھے کہ برصغیر کی سیاست ایک اہم موڑ مڑتی نظر آ رہی تھی۔ اس اہم دور میں ''کامریڈ'' اور ''ہمدرد'' کے مضامین، تنقیدی نوٹ اور حقائق کے انکشافات نے برصغیر کے لوگوں کو بیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ ''کامریڈ'' کی زبان اتنی پیاری تھی کہ انگریز اُس کو پڑھ کر چٹخارہ لیتے تھے۔

آپ صحافت کے ساتھ ساتھ قومی مسائل میں بھی قوم کی قیادت کرتے تھے۔ تقسیمِ بنگال کی تنسیخ پر اُن کا ردِ عمل بہت شدید تھا۔ 1912ء کے اجلاس مسلم لیگ میں اس کا انہوں نے بھرپور اظہار کیا۔ مسجد کانپور کے مسئلہ پر ایک وفد لے کر انگلستان گئے اور مذہبی امور میں حکومت کی مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ وہیں محمد علی جناح کو مسلم لیگ کا کارکن بنایا۔ واپس لوٹے تو جنگ چھڑ گئی۔ انگریزوں نے ترکی

کے حامی مسلمانوں کو لیڈر شپ سے محروم کرنے کے لئے علی برادران کو جیل بھیج دیا اور پونے پانچ سال جیل میں رہے۔

دسمبر 1919ء میں رہائی کے بعد کانگرس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے سید ھے امرتسر پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جلیانوالہ باغ کا رُوح فرسا اور المناک واقعہ رونما ہو چکا تھا اور ہندوستان کی فضا آزادی کے نعروں سے معمور تھی۔ امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر آزادی کے ہزاروں پرستاروں نے اُن کا فقید المثال استقبال کیا۔ کانگرس کے اجلاس میں پنڈت موتی لعل نہرو (1861-1931ء) نے علی برادران کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ وہاں سے مسلم لیگ کے اجلاس میں تشریف لے گئے جہاں حکیم الامت علامہ اقبالؒ (1877-1938ء) اور نواب شاہنواز ممدوٹ (1873-1942ء) نے انہیں خوش آمدید کہا اور اس اجتماع میں حکیم الامت نے یوں منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا!

ہے اسیری اعتبارافزا جو ہو فطرت بلند ‏ قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند

مشک از فر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے ‏ مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر ‏ کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام وقفس سے بہرہ مند

"شہپرزاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست ‏ ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند"

تحریکِ خلافت کا دور آیا تو علی برادران رہا ہو چکے تھے۔ اب خلافت کو آپ جیسے نڈر قائد کی حمایت حاصل ہو گئی۔ آپ خلافت کا وفد لے کر انگلستان گئے مگر ناکامی ہوئی۔ قوم کو تحریک کے لئے تیار کیا گیا اور کئی سال تک تحریک نے برصغیر کے نظم وضبط کو درہم برہم کئے رکھا اور انگریزوں کے اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ 11 جولائی 1921ء کو آپ نے "کراچی خلافت کانفرنس" کی صدارت کی۔ آپ کے خطبۂ صدارت کو باغیانہ قرار دے کر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ پر یہ جُرم عائد کیا گیا کہ آپ نے مسلم سپاہیوں میں سرکار انگریزی کے خلاف بددلی اور ناراضی پھیلائی ہے۔ اس ریزولیشن کی تائید میں تقریر کرنے والے پیر غلام مجدد سرہندی (1883-1958ء) مولانا شوکت علی (1872-1938ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (1880-1934ء)، ڈاکٹر سیف الدین کچلو (1884-1963ء) وغیرہم بھی گرفتار کر لئے گئے۔ خالق دینا ہال کراچی میں کیس چلا۔ 26 نومبر 1921ء کو آپ نے ایک طویل بیان دیا اور عدالت کو للکارتے ہوئے کہا:

"ایک ہندوستانی، ایک انسان اور ایک مسلمان کی حیثیت میں برطانوی حکومت کا ساتھ دینا

اور اس کی غلامی پر رضا مند ہونا ضمیر کی موت اور ایمان کی جان کنی ہے۔''

اس مقدمہ میں آپ کو دو سال قید ہوئی۔ دورانِ جیل اپنی صاحبزادی آمنہ کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ نے اُسے خط لکھا جس سے آپ کی ایمانی کیفیت کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔

تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

چنانچہ بیٹی نے عجیب کشمکش میں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

آپ کو انگریزوں سے حد درجہ نفرت تھی۔ آپ نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ انگریزوں کو ملک سے نکال کر دم لیں گے۔ ایک دفعہ بمبئی کے محلّہ مدن پورہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''گلیڈ سٹون'' ترکوں کو یورپ سے بوریا بستر سمیت نکال دینے کا حامی تھا لیکن ہم انہیں نکالتے وقت اُن سے بوریا بستر یہاں رکھوالیں گے کہ یہ ہمارا مال ہے۔''

اسی طرح ایک دفعہ پھر فرمایا!

''ہم بھی کوئی مسلمان ہیں جو حکومت سے ڈر رہے ہیں، اِس سے ڈر رہے ہیں، اُس سے ڈر رہے ہیں۔ مسلمان کے لئے مخلوق بھی کوئی چیز ڈرنے اور خوف کھانے کی ہے۔ مسلمان کو تو صرف ایک اور اکیلے خالقِ ذوالجلال سے ڈرنا چاہیئے نہ کہ اُس کی مخلوق سے اور مخلوق بھی کون؟ اُس کی باغی، اُس کی نافرمان، اُس کی اطاعت سے خارج۔''

پہلی نظر بندی کے اختتام پر رہا کرتے وقت انگریز گورنمنٹ نے آپ کو اس امر کے ایک عہد نامہ پر دستخط کرنے کو کہا کہ آپ آئندہ غیر آئینی اور متشددانہ طریقوں سے اجتناب کریں گے تو آپ نے اس عہد نامہ میں ان الفاظ کا بھی اضافہ کر دیا کہ:

''سب سے پہلے مجھ پر اللہ کی اطاعت فرض ہے اور بادشاہِ وقت سے میری وفاداری اس شرط سے مشروط ہوگی کہ اگر دُنیاوی قوانین خدائی احکام سے ٹکرائیں گے تو اُس صورت میں، مَیں صرف احکامِ الٰہی کی اطاعت کروں گا۔''

حکومت نے یہ عہد نامہ نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ دونوں بھائیوں کو حکومت کے احکام پر خدا کے احکام کو ترجیح دینے کی پاداش میں دو سال کے لئے پھر جیل بھیج دیا۔

آپ کو دارالعلوم فرنگی محل، لکھنؤ سے سندِ فراغت ملی ہوئی تھی اور قیام الدین والملت حضرت مولانا

محمد عبدالباری فرنگی محلی (1878-1926ء) کے دستِ حق پر بیعت تھے۔ پیر ومرشد کے دل وجان سے شیدائی تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اتباع رسول اللہ ﷺ میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے ''خلافت کمیٹی'' کی ممبری کی شرط ہی نماز باجماعت تجویز کی تھی کہ آئندہ اس کے وہی مسلمان ممبر بن سکیں گے جو نماز باجماعت کے پابند ہوں گے۔ ہر وقت درود پاک آپ کی زبان مبارک سے جاری رہتا۔ ذیل کے اشعار آپ نے جیل میں کہے۔ خیال رہے کہ یہ اشعار حضور سیدِ عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہیں۔

اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
بھیجی ہیں ہم نے بھی دُرودوں کی سوغاتیں بے مایہ سہی شاید وہ بُلا بھیجیں

آپ کا زیادہ تر کلام دورِ زنداں کی یادگار ہے جہاں رات کے طویل حصے دُرود شریف کے وِرد میں گزر جاتے تھے اور آسی غازی پوری (1834-1917ء) کا یہ شعر اکثر وِردِ زبان رہتا!

وہاں پہنچ کے یہ کہیو صبا سلام کے بعد
تمہارے نام کی رَٹ ہے خدا کے نام کے بعد

آپ کی ساری زندگی عشقِ رسول ﷺ کا پرتو تھی۔ جوں ہی آنحضرت ﷺ کا نامی اسمِ گرامی آتا، آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ جب لاہور کے ایک متعصب اور دشمنِ اسلام راجپال نے رُسوائے زمانہ کتاب ...... شائع کی جس میں حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نہایت رکیک و بے ہودہ حملے کیئے گئے تھے۔ ادھر ہائی کورٹ نے بھی جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرم کو صاف بری کر دیا تو آپ نے ایک ایسا قانون پاس کرانے کی تحریک شروع کر دی جس کی رو سے کسی ایسے شخص کو جو انبیائے کرام اور دیگر مذہبی رہنماؤں کی توہین کا مرتکب ہو سزا دی جا سکے۔ چنانچہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی اور آپ کا تیار کردہ مسودہ حاجی عبداللہ ہارون (1872-1942ء) نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا جو غیر معمولی اکثریت سے منظور ہوگیا۔

ساردا ایکٹ کا دور آیا (جس کی رو سے کم سنی کی شادی ممنوع قرار دے دی گئی) تو آپ نے مسلمانوں کے لئے بعض استثنائی صورتوں میں اس کے قانونی جواز کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ بل، ایکٹ بن گیا۔ آپ ایک وفد لے کر وائسرائے ہند لارڈ اروِن (1881-1959ء) کے پاس پہنچے اور اپنا مطالبہ دہرایا۔

وائسرائے نے جواب دیا:

''ہندوستان میں ہر مذہب کو آزادی حاصل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مفادِ عمومی سے نہ ٹکرائے۔ اس صورت میں حکومت کے قانون کو بالادستی حاصل ہوگی اور اس کا نفاذ بہرحال کیا جائے گا۔''

آپ نے جواب دیا:

''میں قانون پر ہر مذہب کی بالادستی کا قائل ہوں، لہٰذا اسے بجنسہٖ، اسی صورت میں مسلمانوں پر نافذ نہیں ہونے دوں گا۔''

وائسرائے نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا!

''مجھے یقین ہے اس سے آپ کی مُراد قانون شکنی نہیں ہے۔''

آپ نے جواب دیا:

''میں اس یقین میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوں کیونکہ میری مراد قانون شکنی ہی ہے۔''

اور پھر اس کے بعد اخبارات میں اعلان کر کے آپ نے قانون شکنی کی مگر حکومت آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرسکی۔

1923ء میں آپ نے کانگرس کے اجلاس کوکناڈا کی صدارت کی اور اتحاد کا اصول یہ بتایا کہ:

''سوراج کا مطلب ہے، سب کا راج۔''

لیکن اب کانگرس وہ پہلی کانگرس نہیں تھی جو ''سب'' میں مسلمانوں کو اپنے پورے حقوق دینے پر آمادہ ہو۔ اب کانگرس، ہندو مہاسبھا کے زیرِ اثر آگئی تھی، شُدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چل پڑی تھیں۔ آپ اتحاد چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے مفادات کو قربان کر کے نہیں۔ آپ مسلم لیگ میں بھی شامل تھے اور کانگرس میں بھی اور جمعیت علماء ہند میں بھی، خلافت کمیٹی اُن کا اصل پلیٹ فارم تھا۔ جب ضرورت ہوئی ''آل انڈیا مسلم کانفرنس'' کے زیرِ اہتمام تمام مسلمانوں کو جمع کر لیتے۔ آپ اب ''درجہ نو آبادیات'' (Dominion-States) نہیں ''کامل آزادی'' طلب کر رہے تھے اس مقصد کے لئے ہندوؤں سے اتحاد چاہتے تھے۔

آپ نے کانگرس کو اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کی، جناح کے ساتھ مل کر سائمن کمشن کا بائیکاٹ کیا بلکہ اُس کے لئے بھرپور مہم چلائی۔ آل پارٹیز کانفرنس میں شریک ہوئے۔ نہرو کمیٹی کی رپورٹ آئی تو آپ لندن میں زیرِ علاج تھے، فوراً لوٹے۔ اس نازک دور میں بھی ''علاج'' کو بھی چنداں اہمیت نہ دی۔ آل

پارٹیز کانفرنس میں جناح کے ساتھ مل کر شرکت کی۔ تجاویز دہلی اور جناحؒ کی ترامیم کی حمایت کی۔ لیکن جب کانگرسی اور مہا سبھائی ایک بھی ماننے کو تیار نہ ہوئے تو اجلاس سے واک آوٹ کیا اور کانگرس کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔ ذاتی اختلافات اور مختلف مزاج رکھنے کے باوجود سر میاں محمد شفیع (1869-1932ء) سے مل کر ''آل پارٹیز مسلم کانفرنس'' طلب کی۔ سر آغا خاں (1877-1973ء) کو اس کی صدارت کے لئے فرانس سے بلایا اور جداگانہ انتخاب کے اصول کو پوری قوت سے دوبارہ پیش کیا۔ آپ نے ''ہندوستانی قومیت'' کے تصور کو مسترد کر دیا اور گاندھی جی کی ستیہ گری کی کُھل کر مذمت کی۔

گول میز کانفرنس میں آپ کو شرکت کی دعوت دی گئی تو خلافت کمیٹی کے کانگرسی ممبروں نے آپ کے خلاف سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کرنے کی سعیٔ مذموم کی لیکن مولانا شوکت علی (1872-1938ء) اُن کو بھگا دینے میں کامیاب ہو گئے۔ کانفرنس میں پہنچ کر آپ نے اعلان کیا کہ:

''میں ایک لمحے کے لئے بھی تصور نہیں کر سکتا کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر مسلمان...... میں یقیناً پہلے مسلمان ہوں اور کچھ بعد میں۔''

دوسری گول میز کانفرنس میں مہاتما گاندھی (1869-1948ء) بھی شریک تھے جو وائسرائے اِرون کے ساتھ معاہدہ کر گئے تھے کہ ان کے سوراج کا مطلب مکمل آزادی نہیں بلکہ درجۂ نوآبادیات ہی ہوگا۔ تاہم آپ نے وہاں اعلان کیا کہ:

''میں درجۂ نوآبادیات کا قائل نہیں ہوں، میں تو آزادیٔ کامل کو اپنا مسلک قرار دے چکا ہوں۔ میں اُس وقت تک اپنے غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک آزادی کا پروانہ میرے ہاتھ میں نہ دے دیا جائے گا۔ اگر تم نے ہمیں ہندوستان میں آزادی نہ دی تو تمہیں یہاں مجھے قبر کی جگہ دینی پڑے گی۔''

اس تقریر کے بعد آپ کی حالت سنبھل نہ سکی اور بے ہوش ہو گئے اور اسی قومی وملّی درد کی کسک میں 4 جنوری 1931ء بروز اتوار دارِفانی سے کُوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلمان قائدین نے آپ کو غسل دیا۔ شام کو پیڈنگٹن ہال لندن میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں گول میز کانفرنس کے تمام اراکین، وزیرِ ہند اور دیگر معززین نے شرکت کی۔ بعد ازاں آپ کا جسدِ خاکی بیت المقدس لے جایا گیا جہاں مسجد اقصیٰ اور مسجد عمرؓ کے قریب دفن کر دیا گیا۔ اور یوں آپ کا یہ شعر حرف بحرف صحیح ثابت ہوا!

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دُور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے بسی کی شرم
ہے رشک ایک خلق کو جوہرؔ کی موت پر
یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشیؒ (1889-1974ء) راوی ہیں کہ:

''جب آپ کی وفات ہوئی تو فلسطین کے عرب رہنماؤں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ محمد علی جوہر کو بیت المقدس میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ مولانا کی نعش بذریعہ ہوائی جہاز ''پورٹ سعید'' پہنچی تو حکومتِ مصر کی جانب سے وزیر اعظم اور علماء نے استقبال کیا۔ جب یہ جنازہ بیت المقدس پہنچا تو ہزاروں لوگ جمع تھے۔ جلوس کی رہنمائی مفتی اعظم فلسطین مرحوم سیّد امین الحسینی کر رہے تھے۔ قاہرہ، عمان اور تیونس کے عرب شعراء نے روح پرور مرثیوں سے فضا کو مسحور کیا۔ مصر کے شاعر مشرقی پاشا نے ایک بلند پایہ مرثیہ میں مولانا محمد علی جوہرؔ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔''

یہ مرثیہ مولانا جوہرؒ مرحوم کی تاریخی خدمات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ مرثیہ ملاحظہ فرمائیں:

''آج میں اُس کی ملاقات سے سرفراز ہوا، نبی اکرم ﷺ نے جس کے لئے اپنی براق کے بیٹھنے کی جگہ کھول دی اور اُس کے آنے کا مقام وہ ہے جہاں نبی اکرم ﷺ رات کو گئے تھے۔ مشرق کے حقوق کے لئے لڑنا اُس کا کام تھا۔ مشرق کے لئے جو اُس کی تڑپ تھی یا ہندوستان کے واقعات کے لئے اُس کی بے خوابی، اسے ہندوستان بھلا نہیں سکتا۔ اپنی مصیبتوں میں اُس کی آواز کو یاد کرے گا اور مرحوم کی رہنمائی، سچی تڑپ کو فراموش نہیں کریں گے۔ اُس نے زندگی میں وہاں کے باشندوں کی مدد واعانت کی۔ وہ وہاں کے لئے اجنبی کیسے ہو سکتا ہے۔''

وفات سے قبل اپنے وصیت نامے میں لکھوایا:

''میں شاید ہر ہندوستانی سے زیادہ اس کا خواہش مند ہوں کہ غیر ملکی اقتدار ختم ہو جائے جو ایک دکانداروں کی قوم نے ہماری قسمتوں پر حاصل کر لیا ہے، لیکن جیسا کہ میں نے گول میز کانفرنس کے دعوت نامہ کے جواب میں ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو لکھا تھا کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ غیر ملکی دکانداروں کے بجائے خود اپنے ملک میں دکانداروں کے ایک ملکی فرقہ کو اپنی قسمتوں پر حاوی کر دیا جائے۔''

دُنیا بھر کے دانشوروں، ممتاز شخصیتوں اور علماء وفضلاء نے آپ کو بھر پور خراجِ تحسین پیش کیا۔
حکیم الامت علامہ اقبالؒ (1938-1877ء) نے فرمایا!

خاکِ قُدس اُو را بہ آغوشِ تمنا در گرفت
سُوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گزشت

برصغیر کے نامور عالمِ دین مولانا مناظر احسن گیلانی (1956-1892ء) نے یوں عقیدت کے پھول نچھاور کئے:-

بدینِ مصطفیٰؐ دیوانہ بُودی	فدائے ملّتِ جانانہ بُودی
بہ بزمِ ما رئیسِ عشق بازاں	بہ رزمِ دشمناں فرزانہ بُودی
بدل بُودی فقیر بے نوائی	بہ قالب پیکرِ شاہانہ بُودی
سیاست را نقابِ چہرہ کر دی	وگرنہ عاشق مستانہ بُودی
سیاست تہمتی بر حُسنِ پاکت	ز آئینِ خرد بے گانہ بُودی
چہ دانستی کجا سوزم، نہ سوزم	تو شمع دین را پروانہ بُودی
بایمانہا زتُو زورے و شورے	بجانہا ہمت مردانہ بُودی
رسیدی از رہِ اغیار نایار	عجب مستے عجب دیوانہ بُودی

یورپ کے عظیم فلاسفر برنارڈ شاہ (1950-1856ء) نے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا:

''وہ نپولین کا دل، برک کی زبان اور میکالے کا قلم رکھتے تھے۔''

بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخ وصال لکھے۔ بطور اختصار چند ایک درج ذیل ہیں:-
الحاج سیّد مسعود حسن مسعودؔ لکھیم پوری ثم الہ آبادی نے یہ قطعہ تاریخ کہا!

جوہرؔ تخلص اور محمد علی تھا نام	بعد وفات پائی جگہ جنت النعیم
تھی ذات اُن کی فخر علی گڑھ کے واسطے	اور شہر رام پور کے باشندۂ قدیم

لندن میں موت بیت مقدس ہے جائے دفن
مسعودؔ ہے وفات کا سن ''فاضل عظیم''
1931ء

خان شاہد اکبر آبادی ثم کراچوی مرحوم نے بھی تاریخ کہی!

صاف گو شعلہ بیاں معجز رقم شیریں مقال　　اُن کی تقریروں میں تھا سیل کہستاں کا جلال
کس بلا کا اُن کو حاصل تھا خطابت میں کمال　　لفظ دلکش، دلنشیں انداز، سحر بے مثال

اُن کے لہجے کی کھنک، بجتا ہو جیسے جل ترنگ
اُن کی مینا میں تھی صہبائے بہا در یار جنگ

اس قدر بے لوث، سطح آب پر جیسے حباب　　اس قدر ہمدردِ ملت جیسے گردوں پر سحاب
سر میں آزادی کا سودا لب پہ شورِ انقلاب　　کیوں نہ گرتی اُن پہ پھر انگریز کی برقِ عتاب

وہ سراپا مردِ حُر تھے حریّت کی جان تھے
فکر حیراں ہے کہ وہ کتنے عظیم انسان تھے

کُھل گیا سب پر یہ اُن کی رُوح کی پرواز سے　　مردِ مومن تھے وہ ہر پہلو سے ہر انداز سے
موت اُٹھا دیتی ہے پردہ زیست کے ہر راز سے　　اُن کے جانے پر کہا اقبالؔ نے کس ناز سے

خاکِ قُدس اورا بہ آغوشِ تمنا در گرفت
رفت در فردوس زاں راہے کہ پیغمبر گزشت

وہ علیگ و آکسن بھی قوم کے لیڈر بھی وہ　　کامریڈ اخبار انگریزی کے ایڈیٹر بھی وہ
بندۂ حق بھی، غلامِ ساقیٔ کوثر بھی وہ　　محفلِ شعر و سخن میں حضرتِ جوہرؔ بھی وہ

ہیں دلِ تاریخ پر ثبت اُن کی عظمت کے نشاں
''دفن خاکِ قُدس میں ہیں جوہرؔ شیریں بیاں''

1931ء

ماخذ:-

1- ''تاریخ پاکستان'' از شیخ محمد رفیق وغیرہ مطبوعہ لاہور 1973ء ص 344، 345، 346، 348

2- ''مشاہیر جنگِ آزادی'' از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی 1957ء ص 285

3- ''ہمارے محمد علی جوہرؒ'' از کلیم نشتر مطبوعہ لاہور سن ندارد ص 6، 10، 38، 53، 54

4- ''جلوۂ خورشیدِ حرم'' از خان شاہد اکبر آبادی مطبوعہ کراچی 1993ء ص 363

5- ''مولانا محمد علی کی یاد میں'' از سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) 1977ء متعدد صفحات

6- ''تاریخ ہند و پاکستان'' از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی 1974ء ص 332، 345

7- ''رُوح روشن مستقبل'' از سیّد طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) 1946ء ص 70، 93

8- ''مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ'' از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ (بھارت) 1938ء ص 90، 92، 134، 138، 139، 202، 216

9- ''سیّدی وابی'' (سوانح مولانا داؤد غزنوی) از پروفیسر سیّد ابوبکر غزنوی مطبوعہ لاہور 1974ء ص 95

10- ''کاروانِ گم گشتہ'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی 1971ء ص 16، 20، 21

11- ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' از سیّد طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) 1940ء ص 409

12- ''حصولِ پاکستان'' از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور 1975ء ص 322

13- ''جنگ آزادی کے مُسلم مجاہدین'' حصہ سوم از عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی مطبوعہ 1975ء دہلی 169، 170

14- ''عندلیبِ تواریخ'' از سید مسعود حسن لکھیم پوری مطبوعہ الہ آباد (بھارت) 1963ء ص 53

15- ''مقدمات و بیانات اکابر'' از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور 1975ء متعدد صفحات

16- ''مولانا محمد علی جوہر'' از ثناء الحق صدیقی مطبوعہ کراچی 1975ء متعدد صفحات

17- ''خطباتِ محمد علی'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی 1950ء متعدد صفحات

18- ''حیاتِ جوہر'' از سید آزاد محمود مطبوعہ لاہور 1978ء متعدد صفحات

19- ''مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر'' از پروفیسر محمد سرور مطبوعہ لاہور 1941ء متعدد صفحات

20- ''مقدمۂ کراچی'' مطبوعہ مکتبۂ دانش گنپت روڈ لاہور سن ندارد متعدد صفحات

21- ''علی برادران اور اُن کا زمانہ'' از سید محمد ہادی مطبوعہ دہلی 1978ء متعدد صفحات

22- ''انجمن خدام کعبہ'' از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی 1988ء متعدد صفحات

23- مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی 79-1978ء ''جوہر نمبر'' متعدد صفحات

24- مجلہ ''علم و آگہی'' گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی 79-1978ء ''جوہر نمبر'' متعدد صفحات

25- ''تحریکِ خلافت'' از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی (بھارت) 1978ء متعدد صفحات

26- ''محمد علی'' (ذاتی ڈائری کے چند اوراق) از مولانا عبدالماجد دریابادی اعظم گڑھ (بھارت) جلد اوّل 1954ء جلد دوم 1956ء متعدد صفحات

27- مجلّہ ''برگِ گل''، گورنمنٹ اُردو کالج کراچی ''جوہر نمبر'' 1401ھ متعدد صفحات

28- ''علی برادران'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1963ء متعدد صفحات

29- ''سیرت محمد علی'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ دہلی (بھارت) 1932ء متعدد صفحات

30- سہ ماہی ''العلم کراچی'' جوہر نمبر بابت اکتوبر تا دسمبر 1978ء متعدد صفحات

31- ماہنامہ ''الجامعہ دہلی'' مولانا محمد علی نمبر جلد اوّل 1979ء جلد دوم جنوری، فروری 1980ء متعدد صفحات

32- ماہنامہ ''ریاض'' کراچی ''مولانا شوکت علی نمبر'' جنوری 1954ء متعدد صفحات

33- ''تذکرہ کاملانِ رامپور'' از حافظ احمد علی خان شوقؔ مطبوعہ دہلی 1929ء ص459 تا 538

34- ''فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا'' مطبوعہ لاہور 1987ء ص391

35- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1979ء ص351 تا 362

36- مجلّہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی ''پاکستان نمبر'' حصہ اول 1983ء ص209 تا 220

37- ''تاریخ نظریۂ پاکستان'' از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور 1970ء ص202، 215، 279

38- ''قائداعظم اور اُن کا عہد'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1966ء ص53، 473

39- ''قائداعظمؒ اور اُن کے سیاسی رفقاء'' از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی 1990ء ص202 تا 218

40- ''آہنگ بازگشت'' از محمد سعید مطبوعہ لاہور 1979ء ص39، 41، 76

41- ''خطباتِ قائداعظمؒ'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1966ء ص29 ج47، 141، 501، 537

42- مجلّہ ''کائنات'' وفاقی گورنمنٹ اُردو سائنس کالج کراچی 98-1997ء ''جشنِ طلائی پاکستان نمبر'' حصہ دوم ص153

مولانا شوکت علیؒ

(1872-1938ء)

مولانا صبغتہ اللہ شہید فرنگی محلی (ف 1964ء) نے ایک نوجوان کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

''بھاری بھرکم لمبا قد، متاثر کرنے والا بُشرہ، پیشانی درخشاں، آنکھیں چمکدار، سر پر بالوں والی ٹوپی، داڑھی بالکل صاف، مونچھیں بڑی جن کی نوکیں اوپر کو بلند، قیمتی سوٹ اور اعلیٰ درجہ کا بوٹ پہنے ہوئے، نہایت چُست چُوڑی دار پاجامہ، تیز رفتار، ہاتھ میں سگار، چہرے پر عجیب دلکشی اور علی گڑھ انداز سے زبان پر السلام علیکم۔''

یہ نوجوان مولانا محمد علی جوہر کا بڑا بھائی شوکت علی تھا جو امام الہند قیام الدین والملّت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلیؒ (1926-1878ء) کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ سے ''مولانا'' کی سند پا کر مولانا شوکت علی بن گیا۔

ضیغمِ اسلام مولانا شوکت علی بن عبدالعلی (1880-1848ء) بن علی بخش (1867-1813ء) بن محبوب بخش (1828-1770ء) بن امان اللہ (ف 86-1785ء) بن طفیل محمد بن فیض محمد بن مدرار بخش بن محمد اعظم اللہ بن حیات اللہ کی ولادت 1872ء میں رام پور (یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ بی اماں (1924-1852ء) نے تعلیم وتربیت کا بار اُٹھایا۔ علی گڑھ سے بی اے کیا۔ دورانِ تعلیم کرکٹ کے نامور کھلاڑی اور بہترین باؤلر تھے۔ تیز وطرار گفتگو کرتے۔ فطری لیڈر تھے۔ مزاجاً نڈر اور بیباک تھے۔ گریجوایشن کے بعد ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ سر آغا خاں کے ساتھ مل کر علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی بنانے کے لئے چندہ جمع کیا اور سر آغا خاں کے خاص معتمد سیکرٹری رہے۔ مولانا محمد علی جوہر (1931-1878ء) نے میدانِ سیاست میں قدم رکھا تو آپ نے اُن کا دل کھول کر ساتھ دیا اور بی اماں نے ان دونوں کی رہنمائی کی۔ دونوں بھائیوں کی ایک یادگار تصویر جس میں بی اماں کرسی پر بیٹھی ہیں، اور اُن کے پیچھے محمد علی اور شوکت علی کھڑے ہیں، کے نیچے جو الفاظ درج ہیں وہ ان تینوں شخصیتوں کے کردار کا موزوں ترین عکس ہیں۔ تصویر کے نیچے لکھا ہے ''شیرنی اور اُس کے بچے''۔

مولانا شوکت علی بہت اچھے منتظم تھے۔ تقریریں کم کرتے تھے اور کام زیادہ۔ تحریک شروع کرنا، اس کے لئے دلائل وخطابت کا زور استعمال کرنا اور عوام میں آگ لگا دینا، محمد علی جوہر کا کام تھا۔ لیکن اُسے منظم کرنا، ایک خاص ڈھب پر جذبات کو چلانا، تحریک کے لئے مالیات فراہم کرنا اور مختلف الخیال لوگوں کو جوڑنا، شوکت علی کا حصہ تھا۔

پہلی تحریک جو آپ نے منظم کی ''انجمن خدام الکعبہ'' تھی جو 1913ء میں آپ کے پیر ومرشد مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلیؒ کے دولت خانہ پر قائم ہوئی۔ اس تحریک کا مقصد مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور برطانوی عزائم (جو ترکی کیخلاف سرد جنگ کی وجہ سے صاف نظر آ رہے تھے) کا سدِ باب تھا۔ یہی وہ پہلی انجمن ہے جس نے حکومتِ برطانیہ کے خلاف برملا تحریک شروع کی اور ممالک اسلامیہ کی طرف مسلمانانِ ہند کو متوجہ کیا۔ خلافت کی تحریک کے لئے فضا تیار کی، ہندو مسلم اتحاد کا بیج بویا۔ آپ اس کے معتمد (سیکرٹری) تھے اور مولانا عبدالباریؒ، خادم الخدام (صدر)، اسی انجمن کے نام پر آپ عمر بھر اپنے نام کے ساتھ ''خادمِ کعبہ'' لکھتے رہے اور آپ کی ٹوپی پر بھی ''خادمِ کعبہ'' کا بیج لگا ہوتا تھا۔

جنگ عظیم کے زمانے میں ترکی کی حمایت کی پاداش میں اپنے بھائی محمد علی جوہر کے ساتھ پونے پانچ سال قید رہے۔ واپس لوٹے تو ''تحریک خلافت'' کے لئے وقف ہو گئے۔ ملک بھر کا دورہ کیا۔ بمبئی سے اخبار ''خلافت'' جاری کیا۔ کراچی کے معروف خالق دینا ہال کیس میں آپ نے عدالت میں گرج کر کہا کہ:

''اگر حکومت، مسئلہ خلافت کے متعلق ہمیں مطمئن نہ کر سکی یا پنجاب (جلیانوالہ باغ امرتسر) کے بارے میں انصاف سے کام نہ لیا اور ہمیں مکمل آزادی نہ دی تو میرا فرض ہے کہ بحیثیت ہندوستانی مسلمان اس حکومت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کروں۔''

اس کیس کی بنا پر آپ کو دو سال قید بامشقت ہوئی جو آپ نے نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کی۔

زندگی میں آپ نے فاقہ کشی بھی دیکھی مگر آپ کے عزمِ صمیم میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ اس سلسلہ میں رئیس احمد جعفری (1968-1912ء) لکھتے ہیں:

''شوکت صاحب خوش خوراک تھے، خوش لباس تھے، خوش اوقات تھے۔ لیکن اُس وقت تک جب تک ان کے پاس دَھن تھا، پنشن ضبط ہوئی، جائیداد بک گئی، وہ قلندرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ہفتے گزر جاتے تھے گوشت کی صورت دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔ یہ واقعہ ہے بلیوں نے مایوس ہو کر خلافت ہاؤس کی اقامت ترک کر دی تھی لیکن شوکت صاحب کی شادمانی کوئی چھین نہ

سکا۔ دال روٹی اس شوق اور تعریفیں کر کر کھاتے تھے جیسے من وسلویٰ کھا رہے ہوں۔ دن میں دو مرتبہ غسل کرنا اور لباس تبدیل کرنا اُن کا معمول تھا۔ وہ کہا کرتے تھے، غربت کسی آدمی کو میلا کچیلا رہنے پر مجبور نہیں کرتی، پیسے نہ ہوں تو آدمی خود اپنے کپڑے روز دھو سکتا ہے، لباس پھٹا ہو تو پیوند لگا سکتا ہے اور اُجلا رہ سکتا ہے اور خود اُن کا عمل بھی یہی تھا۔ اُن کا جامہ تار تار کئی مرتبہ میں نے پیوند اور رفو ہوتے دیکھا ہے، دوستوں کی جیب پر ڈاکہ مارنے میں وہ کمال رکھتے تھے۔ لوگ ''خلافت'' کو چندہ دیتے کتراتے تھے لیکن شوکت صاحب کا مطالبہ رد کر دیں یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بابائے اُردو (مولوی عبدالحق) ایک مرتبہ اورنگ آباد سے انجمن کے لئے چندہ وصول کرنے کا پروگرام لے کر حیدر آباد (دکن) تشریف لائے۔ اُن کی وجاہت، اُن کا اثر ورسوخ، چھوٹوں اور بڑوں پر اُن کا دباؤ اس امر کا غماز تھا کہ جھولی بھر کر واپس آئیں گے لیکن حیدر آباد پہنچے تو شوکت صاحب کی صورت میں ایک قدر آور حریف موجود تھا اور قبل اس کے کہ مولوی صاحب حرفِ مطلب زبان پر لائیں، یہ حریف بے درنگ مُشترک دوستوں کی جیبیں خالی کرا لیتا تھا، بڑی بے بسی کے ساتھ سیّد ہاشمی فرید آبادی کو مولوی صاحب نے شوکت صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:
''یہ شخص تو ڈاکہ ڈال رہا ہے، میں کیا کروں؟'' لیکن ڈاکے کی رقمیں اس ڈاکو نے کبھی اپنی ذات پر یا اپنے اہل وعیال پر خرچ نہیں کیں۔ اس کا ایک بیٹا، کلکتے کی ایک مِل میں کام کرتا رہا اور یہ رقمیں لا لا کر خلافت فنڈ میں جمع کرتا رہا۔ فقر وفاقے کے اس عالم میں بھی علی گڑھ کا کوئی دوست آ جائے، علی گڑھ کی کوئی ٹیم آ جائے، علی گڑھ کا کوئی وفد آ جائے تو خلافت ہاؤس ان مہمانوں کے لئے وقف۔ قرض لے لے کر خاطر تواضع کا حق ادا کیا جا رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ''اولڈ بوائز ایسوسی ایشن''، علی گڑھ سے ''خلافت ہاؤس'' منتقل ہو گئی ہے۔ چہچہے، قہقہے، پرانی داستانیں، دوستوں کا ذکر، یاروں کا تذکرہ، محفل آرائیوں کی داستان، بلا سے ان مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد فاقہ مستی رنگ لائے، لیکن اب تو آرام سے گزرتی ہے۔''

1920ء میں جب مولانا محمد علی جوہر وفدِ خلافت کے ساتھ لندن گئے ہوئے تھے، مسلم لیگ کونسل کا ایک اجلاس الہ آباد میں سر سید رضا علی (1880-1949ء) کے مکان پر ہوا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو (1889-1964ء) کا بیان ہے کہ ''اجلاس میں ترک موالات کا جو نقشہ گاندھی (1869-1948ء) نے پیش کیا، اُس کو سن کر سب گھبرائے ہوئے تھے لیکن مولانا شوکت علی وہاں موجود تھے تاکہ قدم نہ اکھڑنے

دیں۔'' انہوں نے ترکِ موالات کی قرارداد پاس کرادی۔ تحریک میں دونوں بھائی ساتھ ساتھ رہے۔ دونوں اکٹھے قید ہوئے، اکٹھے رہا ہوئے، آخر میں کانگرس کے طرزِ عمل سے دونوں بھائی مایوس ہو گئے۔

1924ء میں کوہاٹ میں ہندو مسلم فساد ہوا تو گاندھی کے ساتھ وہاں تحقیقات کے لئے گئے۔ گاندھی نے جس طرح ہندوؤں کی طرف داری کی اور مسلمانوں کو فساد کا ذمہ دار قرار دیا، اس پر آپ نے گاندھی کو بالکل بے نقاب کیا۔ اُس کی ہندوانہ ذہنیت کی وجہ سے پھر اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہ ہوئے اور جب 1928ء میں ''نہرو رپورٹ'' پر اُن کی پیش کردہ ترامیم کو منظور نہ کیا گیا تو انہوں نے کانگرس سے قطع تعلق کر کے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

مولانا محمد علی جوہرؔ کے انتقال کے بعد مولانا شوکت علی نے خلافت کمیٹی کے اندر کانگرسی مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی جن کا حال یہ تھا کہ 1930ء میں مجلس خلافت کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری (1891-1961ء) نے باقاعدہ ایک قرارداد پیش کی کہ کانگرس میں غیر مشروط طور پر شمولیت اختیار کر لی جائے۔ مولانا شوکت علی نے مسلمانوں کو اس اجتماعی خودکشی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

آپ نے جس خلوص کے ساتھ مسلم لیگ خدمت کی، اسے ہر دلعزیز اور مقبول بنایا، اسے عوامی جماعت کے درجے تک پہنچایا۔ اس کے قائداعظمؒ (1876-1948ء) بھی معترف تھے۔ قائداعظمؒ ہمیشہ نازک مواقع پر اُن کے تعاون اور رفاقت کے جویا ہوئے۔ 1934ء میں مرکزی لیجسلیٹو کونسل کے انتخابات کا مرحلہ آیا تو آپ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر الیکشن لڑنے سے معذوری ظاہر کی لیکن قائداعظمؒ کے کہنے پر سرِ تسلیم خم کر دیا اور یو پی کے شہری حلقہ (بریلی وغیرہ) سے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ پھر کونسل کے اندر اور باہر مسلم لیگ کی ڈھال اور کانگرس کیلئے برہنہ تلوار بنے رہے۔ کونسل میں فوجی بھرتی کے قانون کے مسئلہ پر بحث کے دوران صوبہ سرحد کے خان عبدالقیوم خان (1901-1981ء) (جو اس وقت کانگرسی تھے) کی جیسے گت بنائی وہ اُن کی ظرافت، بذلہ سنجی اور خوش طبعی کی عُمدہ مثال ہے۔

1935ء میں انڈیا ایکٹ کے ماتحت جب صوبائی مجالسِ قانون ساز کا انتخاب ہوا تو جھانسی کے الیکشن کو کانگرس اور لیگ نے معیار بنا لیا تھا، جواہر لعل نہرو (1889-1964ء) نے بار بار اعلان کیا کہ ہم مسلم لیگ کو شکست دے کر رہیں گے، قائداعظمؒ نے یہ مہم آپ کے سپرد کی۔ آپ بمبئی سے سیدھے جھانسی روانہ ہو گئے۔ کانگرسی اُمیدوار کے لئے رفیع احمد قدوائی (1894-1954ء) کی سرکردگی میں جمعیت

علماء ہند، مسلم مجلس، مسلم نیشنلسٹ پارٹی کے اکابر اور کارکنوں کا قافلہ تھا۔ کانگرس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی، مسلم لیگ اب اُبھرنا شروع ہوئی تھی اور قائد اعظمؒ عام چندے کے خلاف تھے لہٰذا لیگ کے ذرائع اور وسائل حد درجہ محدود تھے مگر آپ کی جواں ہمتی اور اولوالعزمی نے یہ مرحلہ آسانی کے ساتھ طے کر لیا۔ گو اُن کی جان پر بن گئی۔ گرمی کا موسم تھا وہ بھی بندیل کھنڈ کی گرمی جہاں آفتاب سوا نیزے پر آ جاتا ہے، ووٹروں کو منظم اور متحد کرنے کے لئے دور دراز کے دیہاتوں اور قصبوں کا دورہ بھی ضروری تھا، سواری کہیں یکہ، کہیں تانگہ، کہیں بیل گاڑی جو مل جائے، چلچلاتی ہوئی دھوپ میں ایک روز کئی میل کا سفر بیل گاڑی پر کرنا پڑا۔

آپ لحیم و شحیم بھی اور ذیابیطس کے مریض بھی تھے۔ سفر ختم ہوا تو خون کا پیشاب کئی مرتبہ آیا لیکن اُن کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہی زندہ دلی، وہی بذلہ سنجی، وہی حاضر جوابی، وہی جوش وخروش۔ لوگوں نے اصرار کیا ''آج آرام کر لیجئے، جلسہ کل سہی'' لیکن آپ کہاں ماننے والے تھے، اسی حالت میں جلسہ گاہ تک پہنچے اور ایک زوردار تقریر کی۔ کانگرس یہاں عرصے سے کام کر رہی تھی اور بہت پُر اُمید تھی لیکن آپ نے پانسہ پلٹ دیا۔ یہ معرکے کا انتخاب تھا، اس میں مسلم لیگ کو ''فتح مبین'' حاصل ہوئی اور کانگرس کو ''شکستِ فاش۔''

اس الیکشن میں آپ کی ناقابل فراموش خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خاں (1872-1956ء) نے کانگرسیوں کو یوں مخاطب کیا اور للکارتے ہوئے کہا!

لیا شوکت علی نے ہاتھ میں اسلام کا ڈنڈا
میں جب جانوں کہیں اک چوٹ بھی اس ہٹے کٹے کی

19۔ اپریل 1938ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک شاندار جلسۂ عام آپ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں آپ کی خدماتِ جلیلہ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا!

''میری زندگی اسلام اور قوم کے لئے وقف ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی راہ میں جان دے دوں گا۔''

جولائی 1938ء میں ہزارہ (صوبہ سرحد) کی دو نشستوں پر مسلم لیگ اور کانگرس میں کانٹے دار مقابلہ ہوا۔ یہ مہم بھی آپ کے سپرد تھی۔ آپ کے ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے مختلف مقامات پر جلسے کر کے رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ایبٹ آباد میں مسلم لیگ کے ایک تاریخ ساز جلسے سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا!

''اس صوبہ پر میرا بھی حق ہے کیونکہ یہ پٹھانوں کا صوبہ ہے اور میں بھی پٹھان ہوں۔ میں پٹھان بھائیوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے میں بھی کانگرس میں تھا۔ ہم دونوں بھائیوں نے کانگرس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن جدوجہد کی۔ ہم نے گاندھی جی کو عوام سے روشناس کرایا لیکن جب ہم نے دیکھا کہ گاندھی اور ہندو لیڈروں کی نگاہیں صرف ہندو مفاد پر لگی ہوئی ہیں تو ہم نے کانگرس کو چھوڑ دیا۔''

کانگرس کو اِن دونوں نشستوں پر شکست فاش ہوئی اور مسلم لیگ کے اُمیدواران راجہ منو چہر اور عبدالرشید ساحل کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خان نے یہ اشعار موزوں کیئے!

جب جیت لیگ کی ہوئی اور کانگرس کی ہار — روتی تھی سر پکڑ کے گورنمنٹ ''خان'' کی
گاندھی بھی رورہے تھے یہ کہہ کر ہائے ہائے — سرحد میں ناک کٹ گئی ہندوستان کی
جتنی بھی دھوتیاں تھیں وہ سب ڈھیلی ہوگئیں — کیا بات ہے پھٹے ہوئے تہمد کی شان کی
شوکتؔ علی کے جاتے ہی آیا اک انقلاب — رنگت معاً بدلنے لگی آسمان کی
میداں میں جم سکا نہ قدم سُرخپوش کا — جس وقت سر پر آئی گھڑی امتحان کی
اسلام نے ہزارہ میں اعلان کر دیا — فطرت کبھی بدل نہیں سکتی پٹھان کی

نومبر 1938ء کے آخری ہفتے میں آپ پر برنکائیٹس کا شدید حملہ ہوا۔ اسی حالت میں مسلم لیگ کے کام کیلئے آسام کے شہر شیلانگ کے دورے کا پروگرام بنایا اور یکم دسمبر تاریخ روانگی طے پائی۔ 28 نومبر کو بیگم مولانا محمد علی جوہرؔ (1947-1885ء) کی قیام گاہ دہلی کے صحن میں لیٹے دھوپ کھارہے تھے کہ تمازت ناگوار محسوس ہوئی، جا کر اپنے کمرے میں لیٹ رہے۔ ذرا دیر کے بعد بیگم مولانا محمد علی جوہرؔ کچھ دریافت کرنے کے لئے کمرے میں پہنچیں تو آپ اس دُنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

سبک بار مردم سبک تر روند!

آپ کی آخری آرام گاہ دہلی میں درگاہ سرمد شہیدؒ (1070ھ/1659ء) کے جوار میں بنی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سیّد مسعود حسن مسعود سلکھیم پوری الہ آبادی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا!

رہنمائے قومِ مُسلم خوش خصال — دہر میں تھے آپ اپنی خود مثال

موجزن دل میں خلافت کا خیال چل دیئے شوکت علی با حال وقال
کہہ دیا مسعودؔ نے باپائے ''اوج''
10
صاف ہے ''دارالخلافت'' بہر سال
1347ھ
1357=1347+10ھ

خان شاہد اکبرآبادی (ف 1994ء) کراچی نے بھی تاریخ کہی!

وہ کہ تحریکِ خلافت اُن سے تھی کتنے تھے بالا نشیں شوکت علی
خادمِ کعبہ تھے کیوں ہوتے نہ پھر زینتِ خُلدِ بریں شوکت علی
مستحق ہیں مطلعٔ تاریخ کے آفریں صد آفریں شوکت علی
'' قلعۂ علم و یقیں شوکت علی ''
1357ھ
''شوکتِ پُرکیف دیں شوکت علی''
1938ء

آپ کی وفاتِ حسرت آیات پر پورے عالم اسلام میں رنج والم کی لہر دوڑ گئی۔ برصغیر کے ہر مسلمان نے خون کے آنسو بہائے۔ ملکی اور غیر ملکی پریس نے آپ کی خدماتِ جلیلہ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ سیاسی اکابرین نے بھرپور ہدیۂ عقیدت نذر کیا۔ ذیل میں چند ایک تعزیتی پیغامات درج کئے جارہے ہیں جس سے آپ کی عظمت وسطوت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت قائد اعظمؒ نے فرمایا!

''مولانا شوکت علی کے انتقال سے مسلمانانِ ہند ایک ایسے بلند پایہ لیڈر سے محروم ہو گئے ہیں جو اپنی قوم کا ایک جانباز سپاہی تھا۔ انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا اور ہر مصیبت کے وقت قوم کے لئے سینہ سپر ہو کر آگے آجاتے تھے۔ مسلمان اگر اُن سے جان کی قربانی مانگتے تو اُس کیلئے بھی آمادہ تھے۔ اُن کی گذشتہ ربع صدی کی سیاسی زندگی کا یہی بنیادی اصول تھا۔

جہاں تک میرے اور اُن کے ذاتی مراسم کا تعلق ہے، مرحوم میرے نہایت عزیز دوست تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ اُن کی وفاداری غیر متزلزل تھی اور مسلم لیگ کے

صدر کی حیثیت سے جو تعلق انہیں میری ذات سے تھا وہ بھی نہایت مستحکم تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک چٹان کی طرح ہماری پُشت پناہی کرتے تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جو مثال وہ قائم کر گئے ہیں اُس کی نظیر مشکل ہی سے کہیں ملے گی۔''

پنڈت جواہر لعل نہرو کانگرسی اور ہندو بلکہ متعصب ہندو ہونے کے باوجود اپنے رنج وغم کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے:۔

''ہماری جنگِ آزادی کے بہادر سپاہی ایک ایک کر کے اُٹھتے جا رہے ہیں اور کون نہیں جانتا کہ مولانا شوکت علی کا شمار ہمارے سب سے بہادر اور بے باک سپاہیوں میں ہوتا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں آزادی کی جو نئی تڑپ پیدا ہوئی ہے اس کے بہترین مظہر مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی تھے۔ اٹھارہ سال ہوئے جب ترکِ موالات کی تحریک جاری تھی تو مولانا شوکت علی کی بلند بالا شخصیت ہندوستان کے دُور دراز گوشوں میں ہر جگہ مقبول و محبوب بن گئی تھی۔

سالہا سال تک مجھے اُن سے قریب رہ کر، ایک رفیق کی حیثیت سے کام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اگرچہ گذشتہ چند سال سے ہمارے درمیان بعض سیاسی اختلافات پیدا ہوگئے لیکن ان اختلافات کے باعث ماضی کی خوشگوار یادیں کبھی ذہن سے محو نہیں ہوسکتیں اور نہ اس غم کا بار ہلکا ہوسکتا ہے جو اس شخص کے انتقال سے طاری ہوا ہے جس نے ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ مولانا شوکت علی صحیح معنوں میں ایک سپاہی تھے اور سپاہی کی طرح انہوں نے گھوڑے کی پُشت پر جان دی۔ اہلِ ہند کا فرض ہے کہ آج اس سپاہی کی یاد میں ادب واحترام سے اپنی گردنیں خم کر دیں۔''

ماخذ:

1- تاریخِ پاکستان'' از شیخ محمد رفیق وغیرہ مطبوعہ لاہور 1973ء ص 349، 350

2- ''مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ'' از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ 1938ء ص 70، 168

3- ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' از سیّد طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں 1940ء ص 373، 381

4- ''کاروانِ گم گشتہ'' از سیّد رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی 1971ء ص 32، 33، 35، 36

5- ''طالب علم کی ڈائری'' از سیّد الطاف علی بریلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص 72، 167

6- ''ہماری قومی جدوجہد'' از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور 1966 ص 52
7- ''بے تیغ سپاہی'' از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی 1971ء ص 103
8- ''عندلیبِ تواریخ'' از سیّد مسعود حسن مسعود سلکھیم پوری مطبوعہ الہ آباد (بھارت) 1963ء ص 56
9- ''جلوۂ خورشید حرم'' از خان شاہد اکبر آبادی مطبوعہ کراچی 1993ء ص 364
10- ''شخصیاتِ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر مطبوعہ پشاور 1990ء ص 577
11- ''تاریخِ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر مطبوعہ پشاور 1986ء ص 949
12- ''عظمتِ رفتہ'' از سیّد آل احمد رضوی مطبوعہ ایبٹ آباد (سرحد) 1994ء ص 305ء
13- ''تاریخِ ہندوپاک'' از قاری احمد پیلی بھیتی مطبوعہ کراچی 1974ء ص 336، 337
14- ''چمنستان'' از مولانا ظفر علی خاں مطبوعہ لاہور 1944ء ص 158، 165، 166، 167، 176، 194
15- ''سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار'' از ابوسلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی 1978ء متعدد صفحات
16- ''علی برادران اور اُن کا زمانہ'' از سیّد محمد ہادی مطبوعہ دہلی 1978ء متعدد صفحات
17- ''تذکرہ کاملانِ رامپور'' از حافظ احمد علی خان شوق مطبوعہ دہلی 1929ء ص 459 تا 538
18- ''علی برادران'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1963ء متعدد صفحات
19- ''انجمن خدّامِ کعبہ'' از ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی 1988ء متعدد صفحات
20- ''مقدمۂ کراچی'' مطبوعہ مکتبۂ دانش، گنپت روڈ لاہور سن ندارد متعدد صفحات
21- ''مقدمات و بیاناتِ اکابر'' از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور 1975ء متعدد صفحات
22- ''مشاہیر جنگِ آزادی'' از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی 1957ء ص 293
23- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد اوّل مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1987ء ص 861
24- ''شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا'' از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور 1987ء ص 404
25- ماہنامہ ''ریاض'' کراچی، ''مولانا شوکت علی نمبر'' جنوری 1954ء متعدد صفحات
26- ''اکابر تحریکِ پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1976ء ص 122 تا 131
27- ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور بابت 12 جنوری 1979ء ص 6
28- ''یادوں کے چراغ'' از واحد ندوی جام پوری مطبوعہ ڈیرہ غازی خاں 1967ء ص 95، 102 تا 104
29- ''تاریخ نظریۂ پاکستان'' از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور 1970ء ص 214

30- ''قائداعظمؒ اوراُن کا عہد'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1966ء ص86، 225، 611
31- ''قائداعظمؒ اوراُن کے سیاسی رفقاء'' از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی 1990ء ص214
32- ''آہنگ بازگشت'' از محمد سعید مطبوعہ لاہور 1979ء ص57
33- ''خطباتِ قائداعظمؒ'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1966ء ص148، 158

مولانا محمد مظہر الدین شیر کوٹیؒ

(1888-1939ء)

شہیدِ ملّت مولانا محمد مظہر الدین بن شیخ علی بخش 1305ھ/ 1888ء میں شیر کوٹ ضلع بجنور (بھارت) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابھی عمر عزیز کی چند کلیاں ہی توڑی تھیں کہ سایۂ پدری سے محروم ہوگئے۔ برادرِ اکبر میاں رحیم الدین نے آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ دار العلوم دیو بند میں داخل ہوگئے اور 1326ء/ 1909ء میں سند فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ دار العلوم دیو بند میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد ''مدرسہ الٰہیات کانپور'' میں بھی درس وتدریس کے گوہر لٹائے۔ دیو بند میں قیام کے دوران ہی آپ کا ذہن ملکی سیاست کی طرف ملتفت ہوگیا۔ چنانچہ مراد آباد، میرٹھ اور شملہ کے موتمر الانصار کے جلسوں میں شرکت کی۔

مولانا مظہر الدین کو صحافت سے خصوصی دلچسپی تھی۔ آپ کی طبیعت میں قومی خدمت کا جوش اور ولولہ قدرت نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ آپ نے صحافت کے ذریعے قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد (1888-1958ء) کے اخبار ''الہلال'' اور ''البلاغ'' میں بطور مدیر معاون کام کرتے رہے۔ بعدازاں قاضی عبدالغفار (1888-1956ء) کے اخبار ''جمہور'' کلکتہ میں کام کیا۔ وہاں سے اپنے وطن شیر کوٹ تشریف لے آئے اور حکیم انوار النبی کے اخبار ''دستور'' کی ایڈیٹری قبول کرکے اپنی قابلیت کے جوہر بکھیرنے لگے۔

تحریکِ خلافت کا دور آیا تو مولانا نے اس اخبار میں گورنمنٹ کے خلاف اداریئے لکھے جس کے نتیجے میں اخبار کی ضمانت ضبط ہوگئی اور ''دستور'' بند ہوگیا۔ یہاں سے آپ کو مجید حسن نے اپنے اخبار ''مدینہ'' بجنور میں بلالیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک آپ نے ''مدینہ'' میں خدمات انجام دیں۔ بعدازاں منشی نذیر احمد رئیس نگینہ نے نگینہ میں اقامت اختیار کرنے کی دعوت دی۔

1919ء میں مولانا نے ہفت روزہ اخبار ''الامان'' نگینہ سے جاری کیا۔ یہ پرچہ شاہ امان اللہ والئ کابل (1892-1960ء) سے منسوب کیا گیا کیونکہ شاہ امان اللہ نے برطانیہ سے جنگ کرکے اُن دنوں اپنا ملک آزاد کرایا تھا۔ ''الامان'' اخبار بڑا مقبول ہوا چنانچہ اس کو ہفتے میں دو بار کردیا گیا۔

1914ء سے 1918ء کی جنگ عظیم کے نتیجے میں ترکی کو شکست ہوئی اور خلافت کو زوال آ گیا۔ ٹرکی کو تین حصوں میں تقسیم کر کے روس، اٹلی اور برطانیہ نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس کی وجہ سے ہندوستان میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے 1919ء میں ''تحریک خلافت'' شروع کی۔ یہ تحریک مسلمانوں میں ایک شعلہ جوالہ کی طرح بھڑک اُٹھی، آن کی آن میں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیل گئی اور ہر شہر اور ہر قصبے میں بے جھجک جلسے ہوئے اور انگریزوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

مولانا مظہر الدین اپنے دور کے جادو بیان مقرر تھے۔ انہوں نے تحریک خلافت کے بڑے بڑے جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کیں اور ان کی شعلہ نوائی کا سکہ بڑے بڑے لیڈروں پر بیٹھ گیا۔ ایک زبردست فعال آدمی دیکھ کر مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (1863-1928ء) نے انہیں دہلی بُلا لیا۔ چنانچہ 1922ء میں مولانا نے اپنا اخبار دہلی سے نکالنا شروع کر دیا۔ علی برادران، ڈاکٹر انصاری (1880-1936ء) اور حکیم اجمل خاں جیسے لوگوں کی جماعت میں مولانا کا اثر ورسوخ بڑھا۔ آپ ضلع بجنور خلافت کمیٹی کے صدر بھی تھے۔ چنانچہ تمام اضلاع سے زیادہ روپیہ آپ نے ضلع بجنور سے اکٹھا کر کے بھیجا جس کی مقدار 35 ہزار روپیہ تھی۔

آپ جمعیت علمائے ہند کے فعال رکن تھے۔ تحریک خلافت کے دور میں جب مولانا احمد سعید (1887-1959ء) گرفتار ہوئے تو آپ کو اُن کی جگہ جماعت کا سیکرٹری بنا دیا گیا تھا۔ آپ جمعیت کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے تھے اور بہت سی خدمات انجام دیں۔ لیکن جب جمعیت علمائے ہند، گاندھی کی لنگوٹی کی اسیر ہو گئی اور کانگرس کی مسلم دشمن پالیسیوں کی حمایت کرنے لگی تو آپ بھی دیگر علمائے حق مثلاً مولانا محمد علی جوہر (1878-1931ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (1859-1935ء)، میر غلام بھیک نیرنگ (1876-1952ء)، مولانا عبدالماجد بدایونی (1887-1931ء) وغیرہم کے ساتھ جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہو گئے اور 1929ء میں کانپور میں جمعیت علماء ہند کانپور کی بنا ڈالی۔ آپ اس جمعیت کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور تادمِ زیست دامے درمے قدمے سخنے اس کی خدمت کرتے رہے۔

1926ء میں آگرہ کے گردونواح میں شردھانند وغیرہ کی طرف سے ملکانہ مسلمان قوم میں شدھی کی تحریک چلی تو مولانا مظہر الدین نے اس مُسلم دشمن تحریک کو کچلنے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ اس مقام پر ہندو مسلم اتحاد کے نقصان کا بغور مشاہدہ کیا اور اس سے تائب ہو کر پھر اسلام اور مسلمین کی خدمت کیلئے اپنے آپ اور اپنے اخبارات کو وقف کر دیا۔ چنانچہ کفار وہنود کے مقابلے میں جو خدمات آپ نے انجام دیں اُن

کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

جے پور ریاست کے علاقے چوموں میں حکام نے باآواز بلند کلمہ پڑھنے اور اذان دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ مولانا گرمی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے رمضان المبارک کے مہینے میں وہاں پہنچے اور زبردست تقریر کرتے ہوئے دھمکی دی کہ اگر یہ حکم واپس نہ لیا گیا تو ریاست میں مسلمانوں کا تانتا بندھ جائے گا۔ چنانچہ مولانا کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اسی طرح جب نظام حیدر آباد دکن کے خلاف کانگریسیوں اور سبھائیوں نے پر پُرزے نکالے تو بھی مولانا شمشیر بے نیام ہو کر نکلے اور نظام کی زبردست حمایت کی۔

مولانا سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں اُن کی تقریریں عشق و محبت سے لبریز ہوتی تھیں۔ ہر سال ربیع الاوّل شریف کے مبارک مہینے میں اپنے اخبار کا ''میلاد نمبر'' نکالتے تھے۔ چنانچہ 1353ھ کے ربیع الاوّل کا استقبال یوں کرتے ہیں:

''یہ ماہ مبارک وہ مہینہ ہے جس میں خدا کی سرزمین نے آمنہؓ کے لال (روحی فداہ) کے قدموں کو چوما اور عرشِ الٰہی کا مقدس تارا اس عالم کی تاریک فضا میں چمکا۔ اگرچہ وہ خلیلؑ کی دعا اور مسیحؑ کی نوید تھا لیکن غافل دُنیا اسے فراموش کر چکی تھی۔ یہی ماہ سعید ہے جس میں یہ ماہِ سعادت مطلعِ انوار کے اُفق پر تولّد ہوا تا کہ دنیا کو فراموش شدہ سبق یاد دلائے۔ پر جاہل دُنیا نے اسے نہ پہچانا۔

وہ طوفانِ نوحؑ کا ناخدا تھا۔ وہ حضرت ذبیحؑ کا نغمۂ فداکاری تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا کی ضیاء تھا۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے رخساروں کی چمک تھا۔ چاند اُس کی بارگاہ میں نور کی بھیک مانگنے آتا تھا اور خورشید اس کی جلوہ گاہ ناز پر نثار ہوتا تھا۔ وہ آنے والا اسی ماہ مبارک میں آیا۔ قدوسیوں کے جھرمٹ میں آیا۔ خلوت نشینانِ عرش سے سرگوشیاں کرتا ہوا آیا اور ملائکہ کی پلکوں سے اپنی ننھی ننھی ایڑیاں رگڑتا ہوا آیا۔ بہر حال یہی وہ ماہِ مقدس ہے جب قندیل وحدت کی شمع آمنہؓ کے گھر میں اس طرح جلوہ ریز ہوئی کہ عالم لاہوت و ناسوت جگمگا اُٹھے۔''

تحریکِ شہید گنج میں آپ کا کردار بڑا جاندار ہے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ نے مسلمانوں کی وکالت کا حق ادا کر دیا۔ اس تحریک میں آپ کو سنوسیِ ہند امیر ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (1841-1951ء) کے زیر سایہ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ حضرت قدس سرہ العزیز سے بہت

متاثر ہوئے۔ چنانچہ 8 نومبر 1935ء کو جب حضرت امیر ملتؒ نے بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ ادا کی اور اُس کے بعد حسب پروگرام لاکھوں افراد پر مشتمل جلوس نکالا تو اس جلوس میں مولانا مظہر الدین بھی شامل تھے۔ جلوس کے اختتام اور نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں حضرت امیر ملتؒ کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا مظہر الدین نے بھی زوردار تقریر کی اور قرارداد پیش کی کہ ''مسجد شہید گنج'' کے سلسلہ میں گرفتار اور نظر بند کئے جانے والوں کو فوراً رہا کیا جائے۔'' ضیغم اسلام مولانا شوکت علی (1872-1938ء) اور مولانا عبدالقدیر بدایونی (1893-1960ء) نے آپ کی اس قرارداد کی بھرپور تائید کی۔

جیسا کہ ابتداء میں تحریر کیا جاچکا ہے مولانا مظہر الدین دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور کچھ عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں مدرس بھی رہے اور پھر جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ مگر جب انہوں نے اپنے دیوبندی اکابر کو ہندوؤں کی زلف گرہ گیر کا اسیر دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ جمعیت علماء ہند، کانگرس کے روپے پیسے پر پل رہی ہے اور گاندھی جی کی محبت میں اندھی ہو کر شعائر اسلام کی دھجیاں اُڑا رہی ہے تو وہ دیوبندی نظریات سے متنفر ہو گئے اور سواداعظم کے عقائد وافکار اُن کے قلوب وجگر کو جلا بخشتے گئے۔ علی برادران، مولانا حسرت موہانی، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی، مولانا نثار احمد کانپوری وغیرہم کی صحبت باا‌ثر نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور مولانا نے دیوبندیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔ جیسا کہ پاکستان کے نامور مؤرخ اور صاحب قلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (1926-1983ء) مولف کے نام اپنے ایک خط محررہ 31 دسمبر 1976ء از کراچی میں رقمطراز ہیں:

> ''مولانا مظہر الدین مرحوم دیوبند کے فارغ التحصیل، شیر کوٹ ضلع بجنور اُن کا وطن تھا۔ والد کا نام شیخ علی بخش تھا۔ لیکن دیوبندیت کے مبلغ نہ تھے، کٹر مسلم لیگی تھے اسی وجہ سے کسی کانگرسی نے اُن کو شہید کر دیا تھا۔''

مولانا مظہر الدین شروع ہی سے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ مسلم لیگ کی کامیابی وکامرانی کیلئے انہوں نے نہ صرف شب و روز محنت کی بلکہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ اپنے دونوں اخباروں ''الامان'' اور ''وحدت'' کو مسلم لیگ کی پبلسٹی کے لئے وقف کر دیا۔ لیکن اُن کی خدمات یہاں تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ انہوں نے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے مسلم لیگ کی خدمت کی۔ اس خدمت اور

خدمت کی اہمیت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے دو چیزیں خاص طور پر پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ مولانا شہید کوئی ایسے آدمی نہیں تھے جنہیں نفاذِ اصلاحات کے وقت مسلمان قوم کے ساتھ کانگرس کے اندوہناک طرز عمل کی بنا پر پیدا شدہ ہیجان نے میدان میں لا کھڑا کیا ہو اور لیڈر بنا دیا ہو بلکہ وہ ایک مسلمہ لیڈر تھے اور ملک کے طول و عرض میں اُن کا اور اُن کے اخبارات کا اثر تھا اس لئے مسلم لیگ میں شامل ہو جانے سے اُن کی وقعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا بلکہ مسلم لیگ کو ان کے اور ان کے اخبارات کے اثر سے فائدہ پہنچا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ مولانا شہید نے مسلم لیگ کا جو ساتھ دیا، کسی ذاتی منفعت کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ جل شانہ اور حضور سرور کائنات ﷺ کی رضا جوئی کے لئے دیا۔

اگر مسلم لیگ کے حق میں مولانا کی خدمات پر نظر ڈالی جائے جو انہوں نے ذاتی کوششوں سے مختلف طریقوں پر انجام دیں تو ان خدمات کی روداد تین عنوانات کے تحت بیان کی جا سکتی ہے۔ ایک عنوان تو یہ ہوگا کہ ان کے معتقدین نے جو طول و عرض ہند میں پھیلے ہوئے تھے، محض اپنی عقیدت کی بنا پر مختلف مواقع (مثلاً عید میلاد النبی ﷺ و محرم الحرام وغیرہ) پر بلایا، جیسے کہ وہ بلایا کرتے تھے۔ مولانا نے انہیں مسلم لیگ کا راستہ دکھایا اور مسلم لیگ کا بنا دیا۔ اس طرح نہ معلوم کتنی مسلم لیگ کمیٹیاں قائم ہوئیں جو مسلم لیگ کے نظام کی توسیع کے ساتھ ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کی شاخیں بن گئیں۔ دوسرا عنوان یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلم لیگ کے اثر و نفوذ کے پھیلنے میں سب سے زیادہ مدد مولانا کے اخبارات ''الامان'' اور ''وحدت'' نے دی۔ تیسرا عنوان یہ ہے کہ مسلم لیگ کے آل انڈیا اجتماعات ہی میں نہیں بلکہ بہت سے صوبائی، شہری اور دیہی اجتماعات میں تشریف لے گئے اور مسلم لیگ کی تقویت و استحکام میں میں حصہ لیا۔ لیکن یاد رہے کہ مولانا اخراجاتِ سفر کی سطح سے بہت بلند تھے۔ چنانچہ مسلم لیگ کے مندوب کی حیثیت سے عالمگیر مسلم کانگرس قاہرہ کی شرکت کے سلسلے میں انہیں اپنی جیب سے ایک ہزار روپے سے زیادہ خرچ کرنے پڑے۔

یہ تھے تین عنوانات جن کے تحت مسلم لیگ کے حق میں مولانا کی خدمات کا مختصر احاطہ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ مولانا کس خلوص اور کس ذوق کے ساتھ مسلم لیگ کا کام کر رہے تھے چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیے:

ایک مسلم نیشنلسٹ اخبار (الجمعیۃ) نے کانگرس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو کو اپنے دفتر میں بلایا اور ایک تھیلی پیش کی۔ اس خبر نے مولانا کے دل پر گویا ایک ڈنک کا کام کیا۔ فرمانے لگے! پنڈت جی تو عمل کے لحاظ سے مسلمانانِ ہند کی حیثیت کو مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں مگر کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ ایک

مسلمان اخبار انہیں اپنے دفتر میں بُلا کر تھیلی پیش کرتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دارالحکومت ہند کے اسلامی اخبارات ''الامان'' اور ''وحدت'' آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناحؒ کو اپنے ہاں بلائیں گے اور تھیلی پیش کریں گے۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کے دو لیڈروں کو بلا کر ایڈریس دیئے اور تھیلیاں بھی پیش کیں۔ ایک ضیغم اسلام مولانا شوکت علی کو جبکہ وہ ارض مقدس میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی تدفین سے فارغ ہو کر ہندوستان تشریف لائے تھے اور دوسرا 6 فروری 1938ء حضرت قائداعظمؒ کو صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی حیثیت سے۔ اس موقعہ پر قائداعظمؒ نے فرمایا:-

''قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔''

دہلی کے مخصوص حالات اور مخصوص فضا کے پیش نظر وہاں مسلم لیگ کی کسی زندہ اور عملی شاخ کا قیام اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ مولانا نے اپنی اور اپنے مخصوص رفقاء کی کوششوں سے دہلی میں مسلم لیگ کی ایک زندہ اور باعمل شاخ قائم کی لیکن خود کوئی عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں معمولی رکن بن کر ہی خدمات کرنا چاہتا ہوں۔

میونسپل بورڈ سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ کی عمارت پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہراتے ہوئے ایک پُر جوش اور بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا!

''یہ اسلامی جھنڈا ہے جس کے سایہ میں ہر شخص کے لئے امن وامان ہے۔ یہ پست اقوام اور مظلوموں کی حمایت کے لئے آج سے تیرہ سو برس قبل مکہ معظمہ میں بلند ہوا تھا اور اس کی حفاظت اور عزت کے لئے ہمیں اپنے آخری قطرۂ خون کی بھی اگر ضرورت پڑے تو اس سے دریغ نہ ہوگا۔''

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ 1938ء میں مولانا مظہر الدین نے آزادیٔ فلسطین کے لئے نعرہ مستانہ بلند کیا۔ اس سیشن کے تیسرے کھلے اجلاس میں تلاوت قرآن پاک اور چند نظموں کے بعد حضرت قائداعظمؒ کی صدارت میں آپ نے اپنی معرکتہ الآرا تقریر فرمائی۔ چنانچہ جونہی نوابزادہ لیاقت علی خاں (ف 1951ء) نے اعلان کیا کہ پہلا ریزولیشن فلسطین کے متعلق مولانا محمد مظہر الدین پیش کریں گے تو تمام پنڈال نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔ مولانا مائیک پر تشریف لائے اور فرمایا!

''جناب صدر اور معزز حضرات! اس وقت جو تجویز میرے ہاتھ میں ہے یہ اُس سرزمین سے تعلق رکھتی ہے جاں کے باشندے اپنے خون سے اُسے پاک کر رہے ہیں۔ فلسطین اسلام کا

قبلۂ اول ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ روح اللہ تک صدہا انبیاء نے اس کی طرف نماز پڑھی اور سیّد الانبیاء خاتم المرسلین ﷺ بھی تحویل قبلہ سے پہلے سالہا سال تک اور تمام مسلمان اس کی جانب نماز پڑھتے رہے۔

برطانوی دسائس کی مکروہ مثال: اس تجویز میں جس ''اعلانِ بالفور'' کا تذکرہ ہے یہ برطانوی دسائس کی نا قابل فراموش مکروہ مثال ہے۔ یہ کوئی اعلان نہ تھا بلکہ ایک پرائیویٹ چٹھی تھی جو ایک یہودی لیڈر مسٹر روتشیلڈ کو نومبر 1917ء میں لکھی گئی۔ کئی ماہ تک یہ خط کسی برطانوی الماری میں بند رہا اور کسی کو بھی اس زہریلے خط کی خبر نہیں ہوئی۔

یہ وہ وقت تھا کہ جب جنگِ عظیم میں برطانوی اقتدار مُرغ کے پر کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا تھا۔ کبھی وہ امریکہ کے سایہ میں چھپنا چاہتا تھا اور کبھی کسی دوسری طاقت کو تلاش کر رہا تھا۔ پھر یہی وہ وقت تھا کہ برطانوی اقدار کی حفاظت میں عرب اپنی قربانیاں کر چکے تھے اور اس اثنا میں وقتاً فوقتاً شریف حسین کے ذریعے 1915ء سے بار بار عربوں کی مکمل آزادی کے اعلانات ہو چکے تھے اور انہیں یقین دلا دیا گیا تھا کہ وہ سب ''متحدہ عرب اسٹیٹ'' کی شکل میں کاملاً آزاد ہوں گے۔ عربوں نے اپنی آزادی کے عشق میں سب کچھ کیا اور کئی بار برطانیہ کی عزت کو ڈوبنے سے بچایا۔ باوجودیکہ یہ وعدے برطانوی اعلانات اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود تھے مگر بالفور کی پرائیویٹ چٹھی کو اعلانِ بالفور کی شکل دے دی گئی اور اس کا کچھ خیال نہ آیا کہ اس سے برطانوی مواعید کا چہرہ اس قدر سیاہ ہو جائے گا کہ اسے قیامت تک آبنائے ڈوور کا پانی بھی نہیں مٹا سکتا۔ (نعرۂ تکبیر)

انگلستان میں یہودیوں کا قتلِ عام: حضرات! کیا یہ فریب وعہد شکنی یہودیوں کیلئے عمل میں آئی؟ ہرگز نہیں، ہمیں یورپ کی تاریخ معلوم ہے کہ اُس نے یہودیوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اسپین میں یہ یہودی کس طرح ذبح کیے گئے۔ اٹلی، فرانس اور جرمنی میں اُن کا کس طرح قتلِ عام ہوا۔ ہمیں پندرھویں صدی کے آخر کی تاریخ یاد ہے کہ جب ہسپانیہ اور اطالیہ کی سڑکوں پر انہیں جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا اور جو باقی رہ گئے تھے وہ نہایت ذلت ونامرادی کے ساتھ نکال دیئے گئے۔ روس میں اٹھارہویں صدی میں ان کے ساتھ یہی ہوا۔ اور انیسویں صدی کے آخر تک اسی قسم کے مظالم ہوتے رہے۔ آج مدراس میں اچھوت اس قدر ذلیل نہیں

جتنے ذلیل یہودی یورپ میں تھے۔ پندرھویں صدی میں برطانیہ کے اندر جو کچھ یہودیوں کے ساتھ ہوا وہ بھی تاریخ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اطالیہ، فرانس، جرمنی یا ہسپانیہ میں یہودیوں کا قتل عام ہوا اس کی ابتدا پہلے برطانیہ سے ہی ہوئی تھی۔ جو خونیں سبق یہاں پندرھویں صدی میں سکھایا گیا وہی بعد کی صدیوں میں جرمنی، اطالیہ، روس اور ہسپانیہ وغیرہ میں یہودیوں کے ساتھ دہرایا گیا۔ اس کا سبب وہی مسیحت اور یہودیت کی قدیم عداوت وکینہ پروری تھی۔ پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جو سرزمین یہودیوں کے لئے صدیوں تک خونخوار ڈائن تھی، وہ آج مادر مشفقہ کی گود بن گئی (نہیں نہیں کی آوازیں) تو کیا پھر یہودیوں نے اپنی خبیث فطرت بدل لی (آوازیں، ہرگز نہیں) اگر یہ بھی نہیں تو کیا برطانیہ نے اپنی سابقہ بداعمالیوں سے توبہ کرلی اور اب وہ پاکباز بن گئی (ہرگز نہیں) اگر ایسا ہے تو اسے عربوں کے سامنے اپنی پاکبازی کا ثبوت پیش کرنا چاہیئے اور اس وعدۂ آزادی کو پورا کرنا چاہیئے جو اعلانِ بالفور سے دو سال پہلے عربوں سے کیا گیا تھا۔ (نعرۂ تکبیر)

بحرِ روم میں برطانوی اغراض: اصل یہ ہے کہ فلسطین، بحرِ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ بحیرہ احمر اور بحر روم سے برطانوی اغراض جس قدر وابستہ ہیں وہ باخبر اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔ بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ملکہ بحر (برطانیہ) کے تاج کے تمام ہیرے بحرِ احمر اور بحرِ روم کے حاصل شدہ موتیوں اور قائم شدہ اقتدار کا نتیجہ ہیں۔ ان ہی میں ہندوستان کا چمکدار ہیرا بھی شامل ہے۔ اگر ان دونوں سمندروں میں برطانوی اقتدار خطرہ میں پڑ جائے تو ہندوستان آنے کا سہل ترین راستہ اور نہر سویز وغیرہ سب برطانیہ کے لئے بند ہوسکتی ہیں۔ پس برطانوی مدبرین نے خیال کیا ہوگا کہ اگر کبھی نہ کبھی انہیں ہوش آیا تو بحر روم میں برطانوی جہازوں کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس نے اعلانِ بالفور کے ماتحت تقسیم فلسطین کا ضمیمہ شامل کیا اور اس کی رُو سے عربوں کو پیچھے دھکیل دیا اور یہودی اسٹیٹ کے نام پر ''یافہ'' کے ماسوا وہ تمام بندرگاہ یہودیوں کو دے دیئے گئے جو مجدل سے شروع ہوکر ملہ تک ہیں۔ بنیامین، نصرانیہ، طنطورہ، ہرقلیہ اور حیفہ بھی یہودی اسٹیٹ میں شامل ہیں۔ میں نے فلسطین نمبر ''وحدت'' میں جو نقشہ شائع کیا ہے اس میں یہ دکھایا ہے کہ مذکورہ بالا تمام بندرگاہ اور زرخیز ساحلی مقامات عربوں سے چھین کر یہودیوں کو دے دیئے گئے اور صرف یافہ

عربوں کو دیا گیا۔ مگر اُس تک پہنچنے کے راستے برطانوی اسٹیٹ یا یہودی اسٹیٹ میں سے رکھے گئے تا کہ جب یہ دونوں چاہیں عربوں کا راستہ یافہ تک پہنچنے کا بند کر دیں۔ وہ دسیوں بندرگاہیں ہاتھ سے دینے کے بعد بھی اس بندرگاہ کو آزادی سے استعمال نہ کر سکیں اور ریگستانوں میں ایڑیاں رگڑ کر مر جائیں۔ عرب قوم بہادر قوم ہے۔ اس کی رگوں میں شجاعت کا خون ہے، اُس نے ذلّت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور وطن کی آزادی کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان میں آ گئی۔ (نعرہ تکبیر)

حضرات! جب تک ایک عرب بھی فلسطین میں زندہ ہے اور جب تک ساٹھ کروڑ مسلمانانِ عالم میں ایک حقیقی کلمہ گو بھی موجود ہے، وہ اس قسم کے ظالمانہ فیصلوں کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا تھا (نعرہ تکبیر) لہٰذا اس جابرانہ تقسیم کا حشر وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا کہ جس جگہ سے پیدا ہوئی تھی وہیں دفن کر دی گئی اور مجھے یقین ہے کہ قیامت تک کوئی مسیحا اسے زندہ نہ کر سکے گا۔

چھ لاکھ عرب اور 33 کروڑ ہندوستانی: حضرات آپ کو معلوم ہے کہ برطانوی اقتدار آسانی سے اپنے ارادوں پر خطِ تنسیخ نہیں پھیرتا۔ تقریباً پچاس سال سے کانگرس اپنے مطالبات منوانا چاہتی ہے مگر آج تک کامیابی نہیں ہوئی۔ ان کے مقابلہ میں فلسطین کی دس لاکھ آبادی میں چار لاکھ یہودی اور صرف چھ لاکھ عرب ہیں۔ ان میں وہ عیسائی بھی شریک ہیں جو مسلمانوں کی طرح یہودیوں کے سخت مخالف ہیں اور عربوں کے دوش بدوش برطانوی فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے لباس بھی وہی اختیار کر لیا ہے جو عربوں کا ہے۔ ترکی ٹوپی جو فلسطین میں یہودی اوڑھتے ہیں تمام عربوں نے اُتار دی ہے اور سفید رومال وعقال سر پر پہنتے ہیں اور مسئلہ آزادی پر اُن میں پورا اتحاد ہے۔ برطانیہ کو مُٹھی بھر یہودیوں کی خاطر مسیحیوں اور تمام عربوں اور ساٹھ کروڑ مسلمانانِ عالم کو چیلنج نہیں دینا چاہیئے۔ بہر حال تین سال کی مدت میں چھ لاکھ عربوں کی قربانیوں نے برطانوی مدبرین کو اس حد تک متاثر کر دیا ہے کہ کانگریس پچاس سال کے عرصہ میں بھی نہیں کر سکی۔ اور میرا خیال ہے کہ جو عرب تقسیم فلسطین کی تنسیخ کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں وہ آزادی کامل حاصل کرنے میں بھی ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور اگر فلسطین کے دس لاکھ افراد برطانوی حلق سے اپنی آزادی کا نگلا ہوا لقمہ واپس لے رہے ہیں تو ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان بھی اپنے مستقبل سے مایوس اور

اپنے فرض سے غافل نہیں ہیں۔(نعرۂ تکبیر)

فلسطین کے متعلق یہودیوں کے ناپاک منصوبے: المقطف وغیرہ بعض جرائد میں ایسی تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں جو یہودی مذہبی دیوانوں کی ناپاک آرزوؤں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ ارضِ مقدس فلسطین میں صرف سیاسی اقتدار ہی نہیں چاہتے بلکہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے متفقہ مقدس مقامات کو بگاڑ کر اور بدل کر اپنے مذہبی نشانات کی شکل دینا چاہتے ہیں۔ مسجد صخریٰ شریف کو جہاں آنحضور ﷺ نے شبِ معراج کو نماز پڑھی تھی، یہودی ہیکل میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسی شکل میں اسے تبدیل کرنا چاہا ہے کہ دونوں طرف شیروں کی تصاویر ہیں، وسط میں یہودی جھنڈا ہے اور اُس پر یہودی تاج ہے۔ اس طرح قبہ حضرت مسیح علیہ السلام، اولادِ داؤد علیہ السلام کے مقبرے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبر، حرم ابراہیمی، غارِ ابراہیمی، مقامِ براق شریف اور اُن دسیوں مقدس مقامات کو جنہیں عیسائی اور مسلمان دونوں مقدس و مشرف سمجھتے ہیں، یہ ذلیل قوم انہیں مٹانا اور بدلنا چاہتی ہے۔ اور اس قسم کے کاغذات اور تصاویر جرائد میں شائع ہوئی ہیں اور کمشن کے سامنے بھی پیش کی گئی ہیں۔ یاد رہے کہ دُنیا بدل سکتی ہے لیکن جب تک ہم مسلمان زندہ ہیں کوئی طاقت ہمارے قبلۂ اوّل کی ایک اینٹ اور حرمِ ثالث کے نشان کو بھی نہیں بدل سکتی۔ (نعرۂ تکبیر)

فلسطین سے مسلمانانِ عالم کا تعلق: آپ نے ارضِ مقدس فلسطین کے فضائل میں متعدد روایات واحادیث پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ: خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ الغضب من اللہ'' (آل عمران:112)۔ (یہودیوں پر ذلت و مسکینی تھوپ دی گئی اور وہ خدائی غضب کے ساتھ ہوئے) اسکے یہ معنی ہیں کہ ذلت و مسکینی کا عذاب قیامت تک مسلط کر دیا گیا کیونکہ آیت مطلق ہے اور

اس میں کسی وقت یا صدی کی قید نہیں۔ اسی حکم کو قیامت تک برقرار رکھنے کیلئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اخرجوالیھو دوالنصاریٰ من جزیرۃ العرب''۔ ظاہر ہے کہ فلسطین متفقہ طور پر جزیرۃ العرب کا حصہ ہے اور اس حدیث کے حکم میں داخل ہے۔ پس اگر کوئی طاقت یہودیوں کو فلسطین میں برسرِاقتدار لانے کے درپے ہے تو وہ یاد رکھے کہ قرآن کریم وحدیث کو چیلنج دیتی ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے چیلنج کو اپنے خون کا آخری قطرہ قربان کر کے

بھی قبول نہ کرے۔ (پُر جوش نعرۂ تکبیر)

برطانیہ کو تنبیہہ: اگر برطانوی مدبرین بحرِ روم میں برطانوی اقتدار کو اپنی قومی حیات کی شہ رگ سمجھتے ہیں، تو کیا ضرور ہے کہ وہ یہودیوں سے ساز باز کریں یا اُن کی حمایت کا نقاب ڈال کر سامنے آئیں۔ اُس کی ایک آسان شکل یہ بھی ہوسکتی تھی کہ عربوں سے دوستی کریں، اُن کے دل ہاتھ میں لیں، اپنے وعدے پورے کریں، انہیں آزادی دیں اور ایک دوستانہ معاہدے کے ذریعے اپنے مفاد کا تحفظ کرلیں۔ ورنہ مجھے شبہ ہے کہ یہودیوں کی حمایت میں بحرِ روم میں برطانوی اقتدار کے تحفظ کے لئے انگریز جو کچھ کر رہے ہیں، کہیں یہی برطانوی اقتدار کو بحرِ روم میں غرق کرنے کا باعث نہ بن جائے۔

جرمنوں اور اطالویوں کی امداد: اگر برطانیہ نے عربوں کی طرف جلد دوستی کا ہاتھ نہ بڑھایا تو بہت ممکن ہے کہ عرب، جرمنوں اور اطالویوں کی دوستی کے ہاتھ کر پکڑیں۔ جرمنی اور بالخصوص اطالیہ، بحرِ روم میں، نہر سویز میں اور بحرِ احمر میں جو خواہشات رکھتا ہے وہ مجھ سے زیادہ برطانوی مدبرین کو معلوم ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اب دونوں طاقتوں نے بحرِ روم میں اپنا اقتدار بڑھانے اور برطانیہ پر ضربِ کاری لگانے کے لئے برطانیہ سے اعلانیہ وخفیہ تیاریاں کر رکھی ہیں۔ اگر عرب، برطانیہ سے مایوس ہو گئے تو وہ زندہ رہنے کے لئے جرمنی اور اطالیہ سے مدد لینے کی طرف بھی مائل ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا انجام برطانیہ اچھی طرح سمجھ سکتی ہے۔ لہٰذا برطانوی مدبرین کا فرض ہے کہ وہ لندن کانفرنس میں عربوں کے مطالبات پورے کردیں۔ اور جو کچھ اب تک برطانوی تلوار، فلسطین میں نہیں کرسکی اور قیامت تک نہیں کرسکتی وہ برطانوی تدبر و مآل اندیشی کا سر قلم کردے۔ اس تقریر کے ساتھ میں اس تجویز کی تحریک کرتا ہوں۔ (اللہ اکبر کے زبردست و مسلسل نعرے)

مندرجہ بالا تقریر سے آپ نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ ارضِ مقدس کی حفاظت کے متعلق مولانا کے جذبات کیا تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ وہ کیا چیز تھی جو حضرت مولانا شہید کو کشاں کشاں قاہرہ لے گئی تھی، جہاں انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ڈیلیگیٹ کی حیثیت سے آل ورلڈ مسلم کانگرس میں شرکت فرمائی تھی اور جس سے فارغ ہوکر وہ شام تشریف لے گئے جہاں مسئلہ فلسطین پر انہوں نے حضرت مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی (1974-1897) سے گفتگو کی تھی اور کیوں انہوں نے ڈیڑھ ماہ تک اپنے

کاروبار کو چھوڑا تھا اور مصر، شام و عراق کے طویل سفر کی تکلیف برداشت کی تھی اور ایک ہزار سے زیادہ کی رق
اپنی جیب سے خرچ کی تھی۔

مولانا کو بزرگانِ دین سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ وہ بارہا اجمیر شریف حاضر ہوئے اور سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی (1235-1139ء) کے آستانہ مبارک پر اپنی جبین عقیدت جھکائی اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی پُر جوش تقریروں سے مسلمانوں میں جذبہ حریت و بیداری کی لہر پیدا کی۔ وہ آستانہ عالیہ اجمیر شریف کے مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں بھی شرکت فرما کر لوگوں کو مستفید و مستفیض فرماتے تھے۔

مولانا کو حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ (1938-1877ء) سے خصوصی عقیدت تھی۔ 1938ء میں جب کانگرسی لیڈر مولانا حسین احمد مدنی (1957-1879ء) نے پُل بنگش دہلی کے قریب رات کے وقت ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ''ملت از وطن است'' کا غیر اسلامی نغمہ الاپا تو مولانا کے اخبار ''الامان'' کے نامہ نگار نے پوری رپورٹ مولانا کو سنائی۔ مولانا نے حسین احمد مدنی کی یہ انوکھی منطق حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں عرض کی جو اُسی دن لاہور سے دہلی (غالبًا بسلسلہ علاج) تشریف لے گئے تھے۔ حضرت حکیم الامت یہ سن کر زار و قطار روئے اور پھر بعد میں یہ تاریخی قطعہ کہا جواب تک دیو بندی چھاتی کا قابوس بنا ہوا ہے۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ ز دیو بند حسین احمد، ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمدؐ عربی است
بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبی است

5،4،3 مارچ 1939ء کو دہلی میں جمعیت علماء ہند کا ایک اہم اجلاس دیو بند کے سات سولٹھ بردار طلباء کی فوج کے زیرِ سایہ منعقد ہوا جس کی خصوصیات میں سے ایک تو یہ تھی کہ اس کے صدر مولانا حسین احمد مدنی نے اپنے خطبہ صدارت میں مسلم لیگ اسمبلی پارٹی پر یہ جھوٹا الزام عائد کیا تھا کہ اسمبلی میں خلع بل کی بحث کے وقت مسلم لیگی ممبران غیر حاضر تھے۔ اور دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اس جلسہ میں بعض احراری لیڈروں نے مسلم لیگ پر شدید اور بعید از اخلاق حملے کیے تھے اور مسلم لیگیوں کو یزیدی تک کہا تھا۔ اسی جلسہ میں حضرت قائداعظمؒ پر احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری (1961-1891ء) نے فحش حملے کیے تھے

اور انہیں ابو جہل سے تشبیہہ دی تھی اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی (1892-1956ء) نے مرکزی جمعیت علماء ہند کانپور کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا!

''ان غداروں نے ہماری جمعیت کے مقابلہ میں علماء کی تنظیم کی ہے، چاہیئے تو یہ تھا کہ جو غلط آدمی میدان میں آئے اُس کو وہیں کچلا جائے، مگر دہلی کے مسلمانو! تم ان ہی کو پالتے پرورش کرتے ہو۔''

اس قسم کی تقریروں کے بعد غیر مشروط طور پر کانگرس میں شرکت کا فیصلہ کر کے مسلم رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی سعی کی گئی۔

کانگرسی نمک خوار مولویوں کے اس جلسے کے جواب میں اور مسلم اکثریت کے صحیح جذبات وخیالات کا اظہار کرنے کے لئے 12 مارچ کی شام کو ایک جلسہ عام ''مجلس اتحاد ملت'' کے زیر اہتمام محمد علی پارک (بالمقابل ہارڈنگ لائبریری) میں منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا ظفر علی خاں (1872-1956ء) نے کی۔ اس جلسہ میں دس ہزار کے قریب مسلمان شریک تھے اور سید حسین امام (1897-1985ء)، مولانا عبدالغنی ممبر مرکزی اسمبلی، شفاء الملک حکیم دلبر حسن خان بھٹی، مولانا حامد جلالی (1904-1973ء)، میاں عبدالکریم صدر مجلس اتحاد ملّت دہلی وغیرہم بھی شریک تھے۔

مولانا ظفر علی خاں نے صدارت کی طرف سے جمعیت علماء ہند کے فیصلہ کی تنسیخ کا ریزولیوشن پیش کیا۔ آپ کی تقریر میں چند معلومہ افراد نے شور وغُل کیا اور کہا کہ ''جمعیت کا فیصلہ درست ہے۔'' اس پر تمام جلسہ میں شدید برہمی پھیل گئی اور ہر طرف سے ''کانگرسی اجیروں کو باہر نکال دو'' کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مولانا ظفر علی خاں نے کہا کہ اس جلسۂ عام میں فیصلہ اکثریت کی رائے پر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے عوام سے پوچھا کہ کیا آپ کو جمعیت علماء ہند کا فیصلہ بلاشرط شرکتِ کانگرس منظور ہے؟ ہر طرف سے انکار کی آوازیں آئیں اور جمعیت علماء ہند کا بلاشرط شرکتِ کانگرس کا فیصلہ ایک آزاد و عام جلسہ میں مسلمانوں نے منسوخ کر دیا۔

اسی جلسہ میں دوسری تجویز جو حیدرآباد دکن میں کانگرس اور آریائی ومہاسبھائی سازشوں سے متعلق تھی، سید حسین امام نے پیش کی تھی۔ جس کی تائید میں مولانا مظہر الدین نے وہ معرکتہ الآراء تقریر کی جس کے بعد دو دن کے اندر آپؒ شہید کر دیئے گئے۔ یہ تقریر کیا تھی، دولتِ نظام، مسلم لیگ اور حضرت قائداعظمؒ کے طرزِ عمل کی صفائی میں ایک بحرِ مواج تھا جس کے تھپیڑوں سے کاغذی کشتیاں غرق ہو رہی تھیں۔ اللہ

تعالیٰ کو آپ کا خلوص پسند آ چکا تھا اور آپ کی شہادت منظور تھی۔ لہٰذا شہادت سے 48 گھنٹہ قبل جس طرح میدانِ کربلا میں امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخالفین سے آخری مرتبہ اتمام حُجت کیا، اسی طرح شہدائے کربلا کے اس محبِ صادق نے بھی دس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں آخری مرتبہ اتمام حُجت کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ بقول مولانا محمد علی جوہر:

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت مولانا کی تقریر درج کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجویز بھی درج کر دی جائے جس پر آپ کی آخری تقریر ہوئی تھی۔ تجویز کے الفاظ یہ ہیں۔

''مسلمانانِ دہلی کا یہ نمائندہ اجتماع ''دولتِ ابد مُدت آصفیہ'' کے خلاف ہندو مہا سبھائیوں اور آریہ سماجیوں کی چوطرفہ یورش کو جس کا مقصد اس ''دولت ابد مدت'' کے سیاسی ناموس کو تباہ کرنا ہے، انتہائی غم وغصہ اور تشویش واضطراب کے ساتھ دیکھتا ہے اور اپنے اس یقین کا واشگاف اظہار کر دینا وقت کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتا ہے کہ ممالکِ محروسہ سرکارِ نظام میں برطانوی ہند سے ہندو جتھوں کے لگاتار داخلہ کے خلاف مدافعانہ اقدام از بس ضروری ہے۔

یہ اجتماع ''مجلس مرکزیہ اتحاد ملّت'' کے اس فیصلہ کا جوش وخلوص کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہے کہ اس مدافعانہ اقدام کے لئے مناسب پروگرام کی تیاری کا کام مجلس کے صدر ظفر الملّت مولانا ظفر علی خاں کے سپرد کر دیا جائے اور اس بارے میں انہیں کامل اختیارات حاصل ہوں۔ یہ جلسہ مولانا موصوف سے توقع رکھتا ہے کہ وہ جلد سے جلد مدافعانہ اقدام کا کوئی موثر پروگرام تجویز کریں گے۔''

اس تجویز کے بعد مولانا نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

''حیدر آباد کے متعلق جو تجویز آنریبل سید حسین امام نے پیش کی ہے میں اُس کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔ ہندوستان میں ہماری شوکتِ ماضی کی ایک نشانی دولتِ نظام باقی ہے۔ آج ہمارے اختلافات ہیں کہ اغیار اس ''دولت ابد مدت'' کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں مگر میں بانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ حضور نظام کے وقار وعزت کی خاطر اگر ضرورت پڑی تو ہمارا بچہ بچہ میدان میں اتر آئے گا۔ (بے شک بے شک کی آوازیں) دولتِ نظام کو ہم اپنے دل وجگر کے ٹکڑوں سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ جب تک

ہندوستان میں نو کروڑ مسلمان موجود ہیں کوئی طاقت اس اسلامی سلطنت کو برباد نہیں کر سکتی۔ کوئی مسلمان جب تک کہ اس کی رگوں میں خون کا آخری قطرہ موجود ہے، سلطنتِ آصفیہ کی موت وتباہی نہیں دیکھ سکتا۔ بھائیو! میں تم سے پوچھتا ہوں، یہ سچ ہے یہ ٹھیک ہے؟ (آوازیں، یہ سچ ہے یہ درست ہے) اگر یہ درست ہے تو آؤ ہم حیدر آباد کو بچانے کے قربانِ گاہ امتحان کی طرف قدم بڑھائیں۔ مگر آج کیا ہو رہا ہے، ہم میں ہی سے ایک طبقہ ہے جو بدقسمتی سے ہم سے کٹ کر غیروں سے مل گیا ہے۔ وہ ''سوادِ اعظم'' سے علیحدہ ہو کر اُن جماعتوں کی حمایت کر رہا ہے جو خفیہ واعلانیہ ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کی یادگار اور نو کروڑ مسلمانوں کی اُمیدوں کے مرکز ''دولتِ نظام'' کو تباہ کرنے کے لئے ہر ممکن سعی کر رہی ہیں۔

حضرات! میں کچھ صاف صاف باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ جو مسلمان علماء حق کے لئے ناجائز کلمات استعمال کرتا ہے یا اُن سے سوءظنی رکھتا ہے وہ اسلام کا ملزم ہے۔ لیکن جو علماء ''سوادِ اعظم'' سے کٹ کر غیروں سے جا ملیں، اُن لوگوں سے اشتراکِ عمل کر لیں جو مسلمانوں اور اُن کی نمائندہ جماعتوں اور لیڈروں کو سب وشتم کریں، میں ان کا قائل نہیں ہوں۔ اگرچہ میری یہ خواہش ہے کہ خدا انہیں راہ راست پر لائے کیونکہ وہ پھر بھی ہمارے بھائی ہیں، ہمارا اُن سے اختلاف ہے مخالفت نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا میں نے اپنے اخبار میں یہ اعلان نہ کر دیا تھا کہ 3، 4، 5 مارچ کو جو علماء دہلی آنے والے ہیں، مسلمانانِ دہلی اُن کے خلاف کسی قسم کا مظاہرہ نہ کریں اور ان کے جلسوں میں کسی قسم کی ہنگامہ آرائی نہ کریں (آوازیں، لکھا تھا) مگر اب آپ نے اس کا جواب دیکھا۔ آج ہمارے جلسہ میں چار چار آنہ اور آٹھ آٹھ آنہ دے کر بعض ایمان فروشوں کو اُن کا ایمان خرید کر بھیجا جاتا ہے کہ وہ گڑبڑ پھیلائیں۔ ہم بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں مگر ہم ایک مسلمان کے ایمان کی قیمت چار آنے یا آٹھ آنے نہیں سمجھتے بلکہ نقد جان سمجھتے ہیں، جو تحفظ وسلامتی ایمان کے لئے تو دی جاسکتی ہے مگر ایمان فروشی کے لئے نہیں۔ ہم مسلمانوں کا چار آنے یا آٹھ آنے پر ایمان خریدنا نہیں چاہتے۔ (مظہر الدین زندہ باد، ظفر علی خان زندہ باد کے نعرے)

آج سات سو مسلح طلباء کے بل بوتے پر پنڈال کے اندر بیٹھ کر مسلم لیگیوں اور اُس کے لیڈروں مسٹر جناح وغیرہ کو گالیاں دی جاتی ہیں اور بلا شرط شرکتِ کانگرس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے جلسوں میں چونی اور اٹھنی والوں کو بھیج کر ہنگامہ آرائی کرائی جاتی ہے مگر اس کھلے جلسہ میں اسی آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر مسلم رائے عامہ کا فیصلۂ ناطق آپ کے سامنے ہے۔ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ ان چونی اور اٹھنی والوں کا جو غنڈہ ایکٹ سے بچنے کے لئے سیاسی پلیٹ فارم میں داخل ہو رہے ہیں کیا حشر ہوا؟ بھائیو! یہ

کشتی لڑنے ایک دوسرے کے سر پھوڑنے کا اکھاڑہ نہیں ہے۔ یہ خدائی اکھاڑہ ہے، یہاں چار آنے اور آٹھ آنے کی طاقت بے کار ثابت ہوئی۔ یہاں عملِ صالح کی طاقت کام کر رہی ہے اور سچے دل کی لگن۔ جس نے غنڈہ ازم کو کچل کر رکھ دیا۔ بھائیو! آج ہندوؤں کے جگت گرو سری شنکر آچاریہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے چھ لاکھ لنگوٹی بند سنیاسیوں کو لے کر حیدر آباد پر دھاوا بولیں گے۔ اس اعلان کے بعد میں منتظر تھا اور میری تمنا تھی کہ کوئی مفتی اعظم یا شیخ الاسلام میدان میں تشریف لائے اور دولتِ آصفیہ کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو جائے۔ یہ دولت نظام جس کے روپے سے علماء بن رہے ہیں، حضور نظام، جن کے ڈیڑھ ہزار روپے ماہوار عطیہ سے دار العلوم دیوبند کے اساتذہ کو تنخواہیں ملتی ہیں۔ اگر یہ دولتِ نظام برباد ہوگئی تو کیا دار العلوم زندہ رہ سکتا ہے؟ جمعیت علماء ہند کے جلسہ میں مسلم لیگ اور جناح کو کوسا جا سکتا ہے مگر اسلام اور ایک اسلامی بادشاہ کے لئے یہ لوگ سامنے نہیں آتے اور بلاشرط شرکتِ کانگرس کا فیصلہ تو کر سکتے ہیں مگر تحفظِ حقوق مسلمین کے لئے آوازیں بلند نہیں کرتے، اُن کے منہ سِل جاتے ہیں۔ (آوازیں کانگرس کی سنہری سوئی سے) البتہ کرائے کے ٹٹو بھیج اُن جلسوں کو برباد کرانے کی سعی کی جاتی ہے جو حمایتِ نظام و اسلام میں یا بلاشرط شرکتِ کانگرس کے فیصلوں کو مسترد کرنے کے لئے منعقد کئے جائیں۔ اگر انہیں ہماری رائے سے اختلاف ہے تو اظہارِ اختلاف کا یہ طریقہ نہیں۔ وہ خود ہمارے جلسوں میں تشریف لائیں۔ سامنے آئیں، مجھے اور مولانا ظفر علی خاں کو سمجھا دیں یا سمجھ لیں۔ یہی انسانیت و دیانت کا تقاضا ہے۔ (بے شک بے شک کی آوازیں)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ آج مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جو اسلام کا جھنڈا ہے، ننانوے فیصدی مسلمان جمع ہیں۔ (آوازیں 99 فیصدی) کیا نعوذ باللہ، رسول اکرم ﷺ کا فرمان غلط ہو گیا؟ (نہیں نہیں) تو پھر یہ ہمارے کرم فرما ''سوادِ اعظم'' سے کیوں علیحدہ ہیں؟ آج ریاستوں میں جمہوریت کے نام پر کانگرس کی ذیلی جماعتیں ہنگامہ آرا ہیں۔ جمعیتی اور احرار لوگ بھی اسی جمہوریت کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں مگر جب جے پور میں نہتے اور بے قصور مسلمانوں پر اندھا دھند گولیاں چلائی جاتی ہیں اور پچاس سے زائد مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا جاتا ہے، بیسیوں بچے یتیم کر دیئے جاتے ہیں، سہاگنوں کا سہاگ لُٹ جاتا ہے تو اُس وقت جمہوریت کی حامی کانگرس حرکت میں نہیں آتی، کانگرس اور گاندھی جی جو صرف جمنا لال بجاج کے داخلہ پر پابندی عائد کرنے کے سبب جے پور کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، چپ سادھ لیتے ہیں۔ اگر مہاراجہ راج

کوٹ مسلمانوں کو کچھ حقوق دیتے ہیں تو گاندھی اور پٹیل بگڑ کر ستیہ گری شروع کر دیتے ہیں۔ گاندھی جی مرن بھرت رکھتے ہیں مگر یہ مرن بھرت ہندو مسلم اتحاد کے لئے نہیں رکھا جاتا، دولتِ نظام کے خلاف شورش بند کرنے کے لئے نہیں رکھا جاتا، جہاں ہندوؤں کے ساتھ رواداارانہ سلوک کیا جاتا ہے جس کی مثال ہندو ریاستوں میں بھی نہیں ملتی۔ کیا حیدر آباد میں گائے کشی حکماً منع نہیں؟ حیدر آباد میں سال بھر میں ایک سو پچاس مندر بنائے گئے مگر مساجد نہیں۔ تقریباً150 مسجدیں ایسی ہیں جن کے متولی ہندو ہیں۔ کیا کسی ہندو ریاست جے پور، کشمیر وغیرہ میں ایسی مثال موجود ہے کہ کسی ایک مندر کا انتظام مسلمان کے سپرد ہو۔

دولتِ نظام کے تحفظ کے لئے ''مجلس اتحاد ملت اور مسلم لیگ کے اراکین ہر قربانی دیں گے۔ وہ مجاہد ملّت (مولانا ظفر علی خاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جس کی زندگی کا بیشتر حصہ جیلوں کی نذر ہوا، میدان میں آچکا ہے۔ مسلمانو! باہمی اختلافات مٹا کر مسلم لیگ کے واحد پلیٹ فارم پر متحد و منظم ہو جاؤ۔ جب تک مسلمان آپس میں متحد و منظم نہ ہوں گے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت و ناموس اور قومی زندگی محال ہے۔

میں ان الفاظ کیساتھ اس تجویز کی تائید کرتا ہوں جسے آنریبل سید حسین امام نے آپ کے سامنے پیش کیا۔ (تقریر کے اختتام پر تمام مجمع نے کئی منٹ تک 'مظہرالدین زندہ باد'' کے پُر جوش نعرے بلند کئے اور ایک جم غفیر نے انہیں گھیر کر پُر جوش نعروں کے درمیان موٹر تک پہنچایا جہاں سے آپ عربک کالج تشریف لے گئے اور مسئلہ شہادت پر آخری تقریر فرمائی)۔

آپ کی روز افزوں ملّی خدمات نے کانگرس، جمعیت علماء ہند، احرار پارٹی وغیرہ کی نیندیں حرام کر دیں۔ آپ کی محنت اور کوشش سے مسلم لیگ روز بروز مقبول اور ہردلعزیز جماعت بن رہی تھی جو مخالفین کی آنکھ میں خار بن کر کھٹک رہی تھی اس لئے تمام کانگرسی، جمعیتی، احراری اور دیگر مسلم لیگ دشمن طاقتیں آپ کے خلاف صف آراء ہوگئیں۔ اسی طرح 1938ء میں جب آپ فلسطین کانفرنس قاہرہ سے واپس دہلی تشریف لائے تو جامع مسجد فتح پوری دہلی کے پُشتے کا معاملہ چیلنج دے رہا تھا۔ مسجد کے پس پشت گڈوڈیہ سیٹھ کا عالی شان مکان تھا اور وہ پُشتے کو اپنی ملکیت بتاتا تھا۔ مسجد کمیٹی نے گڈوڈیہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا لیکن دہلی کے مسلمانوں میں ہیجان برپا تھا۔ مولانا نے مسجد کمیٹی اور سیٹھ گڈوڈیہ کی حامی جمعیت علماء ہند کے خلاف اپنے اخبار ''الامان'' اور ''وحدت'' میں زبردست مضامین لکھے جس سے تمام ہندو اور جمعیت علماء ہند آپ کی جانی دشمن ہوگئی۔

ب محمد

اسماعیل خاں، نوابزادہ لیاقت علی خاں، عزیز ملّت سید عبدالعزیز صدر مسلم لیگ صوبہ بہار، نواب صدیق علی خاں سالار آل انڈیا مسلم لیگ نیشنل گارڈ، مولانا سبحان اللہ رئیس گورکھپور، مولانا سید احمد امام، مسجد شاہی دہلی، حضرت پیر جی کرار حسین سجادہ نشین درگاہ صابریہ دہلی، مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلی، مولانا شاہ عبدالواحد عثمانی بدایونی، مولانا عبدالحامد قادری بدایونی، مولانا شاہ حسین میاں پھلواروی اور مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ امام شاہی مسجد فتح پوری دہلی وغیرہم۔

حضرت قائداعظمؒ نے آپ کے حادثۂ شہادت کی خبر سُن کر فوراً پریس کو یہ بیان دیا:

''مجھے مولانا مظہر الدین کے قتل ہو جانے کا بے حد صدمہ ہے۔ وہ مسلم لیگ کی اور اُن کے اخبارات ''وحدت'' اور ''الامان'' مسلم لیگ کے کاز کی بڑی پُرجوش حمایت کرتے رہے ہیں۔ اُن کے انتقال سے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ بحیثیت نمائندہ مسلم لیگ، ''فلسطین کانفرنس'' کی شرکت کے سلسلے میں انہوں نے بڑے ایثار سے کام لیا۔ مسلمانوں اور مسلم لیگ کمیٹیوں کو چاہیئے کہ اُن کی یادگاروں کو زندہ رکھیں جو ''وحدت'' اور ''الامان'' ہیں۔''

شہیدِ ملّت کے واقعۂ شہادت کی خبر پا کر حضرت اقدس مولانا قطب الدین عبدالوالی (1896-1954ء) (جانشین قیام الملّت والدین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ) کو جو قلبی تکلیف پہنچی، اس کی کیفیات حضرت ممدوح کے ذیل کے بیان سے ظاہر ہیں!

''شہید ملّت مولانا مظہر الدین رحمتہ اللہ علیہ جن ظالمانہ طریقوں سے اور جن انتقامانہ جذبات کے ماتحت شہید کئے گئے، وہ واقف کار مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں۔ جس ہمت و استقامت اور مجاہدانہ سرگرمی سے وہ خدمتِ اسلام کر رہے تھے اُس کی نظیر اس زمانہ میں نہیں ملتی۔ دہلی آیا اور میں نے مولانا کا فرش پر پڑا ہوا خونِ ناحق دیکھا۔ میرا دل پاش پاش ہو گیا۔ اُن کے پسماندگان اور احباب سے دلی تعزیت کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہوں۔ اور ان سب سے میری دلی تمنا ہے کہ وہ اپنی زندگیاں مولانا کے اُٹھائے ہوئے کاموں کے واسطے وقف کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سچے مسلمان اُن کا ساتھ دیں گے۔ اُن کے خاص مخالفین سے گزارش ہے!

قریب ہے یارو روزِ محشر چُھپے گا کُشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر تو لہو پکارے گا آستیں کا

مسلمان اللہ کے فضل سے اب بیدار ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ بہت سے مظہر الدین پیدا ہوں گے جو عزتِ اسلام کے مقابل میں تمہاری عزتوں کو جس کے بچانے کے واسطے تم بدترین حرکتوں پر آمادہ ہو چکے ہو، چشم زدن میں مٹادیں گے۔ وماذالک علی اللہ العزیز قطب الدین عبدالوالی۔''

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کے یارِ غار اور قائداعظمؒ کے معتمد ساتھی سیّد غلام بھیک نیرنگ انبالوی (1876-1952ء) ممبر اسمبلی نے اپنے رنج والم کا یوں اظہار کیا!

''مولانا محمد مظہر الدین کی شہادت سے جہاں قومی واسلامی جدوجہد کے دیگر متعدد شعبوں میں مولانا کا سوگ ہو رہا ہے وہاں ''تبلیغ اسلام'' بھی ایک قابل اور مخلص قوم کا ماتم کر رہی ہے۔ تبلیغ وحفاظتِ اسلام کے میدان میں مولانا کا کام نہایت مسلسل اور مرتب تھا۔ غور سے دیکھنے والے ''الامان'' کے اس مستقل کالم کو جس میں ہندو دنیا کا مرقع دکھایا جاتا تھا، حفاظت اسلام کے نقطۂ نظر سے نہایت موثر اور بیدار کن سمجھتے تھے۔ جس مقصد سے یہ کالم شائع کیا جاتا تھا (اور بحمد اللہ مرحوم کے بعد اب تک شائع ہو رہا ہے) اُسی مقصد سے راقم نے بھی ایک مستقل کتاب ''غبارِ اُفق'' شائع کی ہے۔ رسالہ ''الامان'' کی اشاعت بھی تبلیغ ہی کی خدمت تھی۔ 1925ء سے مرحوم نے ''جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا اور جب اس جمعیت نے رنگون کو اپنا وفد بھیجا تو آپ بھی مولانا معین الدین اجمیری اور سیّد محمد عبدالحی کے ساتھ شریکِ وفد ہوکر رنگون تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ آخری دم تک اس جمعیت کے نائب صدر رہے۔ طبقۂ علماء کے جو حضرات اس جمعیت کے نہایت قوی دست وبازو تھے، ایک ایک کر کے رخصت ہوتے گئے۔ مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا شاہ محمد فاخر بیخؔود الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری رخصت ہو چکے تھے۔ افسوس صد افسوس کہ مولانا مظہر الدین بھی چل بسے۔ مگر جو محبت آپ کو ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' سے تھی، اس کا ایک ثبوت مرتے مرتے بھی دے گئے یعنی مرحوم نے اپنی جائیداد سے متعلق جو دستاویز وقف الاولاد اپنی شہادت سے چند ماہ پیشتر لکھی اُس میں مصارفِ خیر کی ذیل میں اس جمعیت کے لئے بھی ایک رقم مقرر کی۔ افسوس ہے کہ میں اس وقت تفصیلات نہیں لکھ سکتا مگر اس موقع پر کہ مرحوم کے کارناموں کا تذکرہ ''الامان'' کے ''شہید ملت نمبر'' کی شکل میں شائع ہو رہا ہے، میرا بالکل خاموش رہنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سخت بے فرصتی کے عالم میں یہ چند الفاظ لکھے گئے۔''

القصہ مولانا کی شہادت پر پُورے عالمِ اسلام میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ درونِ ملک اور بیرون ملک سے پانچ سوتعزیتی تار اور اڑھائی ہزار تعزیتی خطوط موصول ہوئے، اس سے بڑھ کر اُن کی عظمت وسطوت کا کیا اظہار ہوسکتا ہے۔

بہت سے شعرائے کرام نے قطعاتِ تاریخِ وفات لکھے۔ طوالت کے خوف سے چند ایک پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ لسان الحسان مولانا ضیاء القادری بدایوانی (1883-1974ء) نے ''نوحہ تاریخِ عزا'' کے نام

1358ھ

سے طویل قطعہ لکھا جس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے!

سالِ مرحوم ضیاؔء کے پُرغم کہیئے ''ابوائے شہید اعظم''

1358ھ

محمد خلیل الدین نوشہؔ عباسی ہاشمی بدایونی نے یہ تاریخ نکالی!

اوس کا ہے چہلم جس کو کہیئے مظہر دین و شہید ملّت
فاتحہ کی تاریخ ہے نوشہؔ ''عرسِ شہید حق و صداقت''

1358ھ

مولانا مرحوم نے گوناگوں مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی اور صحافتی مصروفیات کے باوجود چند کتابیں بھی لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں بلکہ بعض کے تو کئی ایڈیشن چھپے۔

1- شیر دل خاتون: یہ کتاب حضرت فاروق اعظم رضی تعالیٰ عنہ کے زمانہ، سیف الاسلام حضرت خالدؓ بن ولید کے جنگی کارناموں اور حضرت خولہؓ کی بہادری کی داستانوں سے مزین ہے۔ اس کتاب کے چھ ایڈیشن مولانا کی حیاتِ مبارکہ ہی میں طبع ہو چکے تھے۔

2- مشہور ہندووالیٔ ریاست کی داستانِ عشق

3- سندھ کی راج کُماری

4- کامنی یارائے کی بیٹی

پاکستان کے معروف صحافی اور دانشور پروفیسر وارث میر (1938-1987ء) نے اپنے ایک مضمون ''تحریکِ پاکستان میں غیر معروف صحافیوں کا کردار'' مطبوعہ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور مورخہ

27 اگست 1982ء صفحہ 8 میں مولانا کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

''دہلی کے اُردو اخباروں میں ''الجمعیت''، ''ملت''، ''غریبوں کا اخبار'' اور ''منادی'' بہت مشہور ہوئے۔ ''الجمعیت''، ''ہمدرد'' کے اجراء کے ایک سال بعد، جمعیت علماء ہند نے شائع کیا تھا۔ الجمعیت قوم پرستانہ پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے مولوی مظہر الدین نے دہلی سے سہ روزہ ''الامان'' اور روزنامہ ''وحدت'' جاری کیے۔ مولوی مظہر الدین کے اخبارات کی پالیسی مسلم لیگ کی دوٹوک حمایت پر مبنی تھی۔ اُن کی اپنوں یعنی مسلمان نیشنلسٹوں سے بھی لڑائی تھی اور غیر تو اُن کے خون کے پیاسے تھے ہی۔ کسی لمبے چوڑے عملے کے بغیر مولوی صاحب نے ''الامان'' کا اجراء کیا۔ خود ہی مرتب تھے اور خود ہی دفتری تھے۔ نہایت عسرت کی زندگی گزارتے تھے۔ اُنہیں کسی جاگیردار کی اعانت حاصل نہیں تھی۔ ابوالکلام کے ''البلاغ'' میں کام کر چکے تھے اور ''الامان'' و ''وحدت'' تک پہنچتے پہنچتے اُن کے قلم کی کاٹ میں زیادہ گہرائی آ چکی تھی۔ مولانا مظہر الدین نیشنلسٹ مسلمانوں اور ہندوؤں کی سازش کے نتیجے میں شہید کر دیئے گئے تھے۔''

ممتاز محقق خواجہ ظفر نظامی (ولادت 1925ء) نے اپنے مضمون ''قائداعظمؒ، چند دلچسپ اور یادگار تحریریں'' مطبوعہ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور مورخہ 25 دسمبر 1976ء میں مولانا کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

''محمد علی جناحؒ کے لئے ''قائداعظم'' کا لقب سب سے پہلے مولانا مظہر الدین نے استعمال کیا۔ وہ دہلی سے سہ روزہ ''الامان'' شائع کرتے تھے۔ مولانا سیاسی پالیسی کے اعتبار سے کٹر مسلم لیگی تھے۔ آپ کے اخبارات کانگرسیوں اور نیشنلسٹ علماء کی مخالفت کے لئے ہمیشہ وقف رہتے تھے اور ان وجوہ کے باعث آپ کے مخالفین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ چنانچہ مارچ 1939ء میں کسی نے اُن کو شہید کر دیا۔

مولانا اپنے اخبار میں پٹنہ اجلاس (1938ء) سے کئی ماہ قبل محمد علی جناحؒ کے ساتھ ''قائداعظم'' کا لقب استعمال کر رہے تھے۔ اسی کے جواب ''محشرِ خیال'' (کانگرسی ماہنامہ دہلی) ستمبر 1938ء میں طنزاً ''قائداعظم'' کا لفظ شائع کیا گیا اور اس کے ایک ماہ بعد پٹنہ میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تو میاں فیروز الدین احمد نے ''قائداعظم زندہ باد'' کا نعرہ لگا کر اس ''لقب'' کو تمام برصغیر میں مشہور کر دیا۔''

ماخذ:-

1- سہ روزہ ''الامان'' دہلی، ''شہید ملت نمبر'' مئی 1939ء
2- ''کاروانِ احرار'' جلد دوم از جانباز مرزا، لاہور 1977ء ص 78
3- ماہنامہ ''سرحد'' کراچی بابت جون جولائی 1974ء ص 26
4- روزنامہ ''مشرق'' لاہور 14 مارچ 1971ء
5- ''سیرت امیر ملّت'' از سیّد اختر حسین علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی، علی پور سیداں، 1975ء ص 462 تا 464
6- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 13 دسمبر 1973ء، 25 دسمبر 1976ء، 27 اگست 1982ء
7- مکتوب گرامی ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم بنام مؤلف از کراچی محررہ 31 دسمبر 1976ء
8- ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی، ''اقبال نمبر'' جنوری 1978ء ص 181
9- مجلّہ ''برگِ گل'' اردو کالج کراچی، ''قائداعظم نمبر'' جنوری 1978ء ص 374
10- ''مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی'' از پروفیسر احمد سعید، راولپنڈی 1972ء ص 127، 128
11- ''فروغ صحافت میں اہلسنت کا کردار'' از شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی 1983ء ص 14
12- ''صحافت ہندو پاکستان میں'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور 1982ء ص 247
13- ''میرے زمانے کی دلّی'' از ملّا واحدی دہلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص 301، 302، 392
14- ''وادی جمنا سے وادی ہکلوہ تک'' از شہاب دہلوی مطبوعہ بہاولپور 1987ء ص 94
15- ہفت روزہ ''اُفق'' کراچی 23 اپریل 1980ء ص 15 تا 20، 58
16- ''پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ'' از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور 1989ء ص 58
17- ''نمودِ سحر'' مطبوعہ محکمہ قومی تعمیرِ نو حکومت مغربی پاکستان لاہور 1970ء ص 204
18- ''اقبال اور علمائے پاک و ہند'' از اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ لاہور 1977ء ص 267 تا 269
19- ''شعر و حکمت'' از حکیم نیّر واسطی مطبوعہ لاہور 1959ء ص 11
20- ''تاریخ کانپور'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54، 77، 192

21- ''خطباتِ قائدِ اعظمؒ'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1966ء ص 146

22- ''انسائیکلو پیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 1106

23- ''قائدِ اعظمؒ، تحریکِ پاکستان اور صحافتی محاذ'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 2001ء ص 57

24- ''قائدِ اعظمؒ، علی گڑھ تحریک اور بلوچستان'' مطبوعہ کوئٹہ 2001ء ص 3

25- مجلّہ ''کائنات'' وفاقی گورنمنٹ اردو سائنس کالج کراچی، ''جشن طلائی پاکستان نمبر'' حصہ دوم 1997-98ء ص 336

26- ''اوراقِ گم گشتہ'' از پروفیسر رحیم بخش شاہین مطبوعہ لاہور طبع دوئم 1979ء ص 276

مولانا عنایت اللہ فرنگی محلیؒ

(1888-1941ء)

مولانا محمد عنایت اللہ بن مولوی شرافت اللہ بن مولوی کرامت اللہ بن مولوی عبدالرب محمد مشائخ بن مولوی سعدالدین کی ولادت باسعادت 23 ربیع الاوّل 1306ھ/ 27 نومبر 1888ء بروز جمعۃ المبارک فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ قرآن پاک نواب ظہیرالدولہ کے نبیرہ نواب حافظ عبدالوہاب سے پڑھا۔ باقی تمام علوم منقول و معقول کا حصول مولوی عبدالعزیز فرنگی محلی، مولوی نجیب اللہ، خواجہ حسام الدین لکھنوی، منشی شمس الدین، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ہدایت اللہ (برادرِ بزرگ) مولانا عبدالباقی، مولانا عظمت اللہ، مولانا عین القضاۃ، مفتی محمد یوسف بن مولوی قاسم نبیرہ مفتی محمد یوسف، مولانا عبدالعزیز پنجابی شاگرد مولانا عبدالحق خیرآبادی، مولانا عبدالغفار (نبیرۂ ملا، بحرالعلوم)، حکیم حافظ عبدالولی بن حکیم حافظ عبدالعلی کشمیری وغیرہم سے کیا۔ کتب حدیث مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے پڑھ کر سند و اجازت حاصل کی۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (1926-1878ء) جب پہلی بار حج مبارک کی سعادت حاصل کرنے کے لئے گئے تو شیخ الدلائل سے اجازۂ دلائل اور سیّد احمد برزنجی سے اجازۂ حدیث آپ کے لئے لائے۔ 1345ھ/ 27-1926ء میں پیر سیّد عبدالقادر حموی گیلانی، لکھنؤ تشریف لائے تو آپ کو اجازتِ حدیث مرحمت فرمائی۔

محرم 1321ھ/ اپریل 1903ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ جب مولانا عبدالباریؒ کا آخری وقت نزدیک آیا تو اُن کے حکم کے مطابق مولانا عبدالرؤف بن مولانا عبدالوہاب سے تجدید بیعت کی۔ مولانا عبدالباری نے اپنے وصیّت نامے میں جن لوگوں کو اجازتِ ارشاد دینا تحریر فرمایا اُن میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔

1323ھ/ 1906ء میں مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعدازاں صدر مدرس بنا دیئے گئے اور پھر تازیست اسی منصب پر فائز رہ کر خدمت دین متین سرانجام دیتے رہے۔ درمیان میں ایک سال کے لئے مدرسہ حنفیہ جون پور میں صدر مدرس کے عہدہ پر متمکن رہے۔ لیکن 1334ھ/ 1916ء میں مولانا عبدالباریؒ کے حکم پر استعفیٰ دے کر واپس آ گئے۔ معقولات سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی۔ مولانا عبدالباریؒ کی رحلت (1926ء) کے بعد مدرسہ نظامیہ کی تمام تر علمی ذمہ داریاں آپ پر آ پڑیں اور آپ

نے خصوصی توجہ اور محنت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔

گوناگوں علمی مشاغل کے باوجود آپ نے مختلف سیاسی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ 23۔ اگست 1925ء کو جب یہ منحوس خبر آئی کہ سعودی فوجوں نے روضۂ اطہر کو بھی نقصان پہنچایا ہے تو آپ نے ایک جلسہ منعقد کر کے ابن سعود کے خلاف غیظ وغضب کا اظہار کیا۔ 24 ستمبر 1934ء کو مسلم یونٹی بورڈ نے اپنے اجلاس مراد آباد میں جمعیت علماء ہند (دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کرلیا کہ بورڈ، شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹیؒ نے اس کی تردید کردی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کرلیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونیؒ، شاہ محمد سلیمان پھلوارویؒ، حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ، مولانا سیّد حبیبؒ ایڈیٹر ''سیاست'' لاہور، مولانا محمد شفیع داؤدی اور دیگر بہت سے علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس اجلاس میں مسلم یونٹی بورڈ کی حمایت کا فیصلہ ہوا اور جمعیت علماء ہند سے علیحدگی ولاتعلقی کا اعلان کیا گیا۔ اسی سال ہی مسلم یونٹی بورڈ نے انتخابات میں اپنے نمائندوں کو ٹکٹ دینے کے لئے جو اجلاس طلب کیا اُس میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی خصوصی طور پر شامل تھے۔

جون 1936ء میں قائداعظمؒ نے لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کا پہلا اجلاس طلب کیا تو پہلا جلسہ 8 جون 1938ء کو میاں عبدالعزیز بیرسٹر (1971-1872ء) کے مکان پر ہوا اور باقی جلسے نیڈوز ہوٹل میں ہوئے۔ یہ جلسہ بہت اہم تھا کیونکہ اس میں مسلمانانِ ہند سے متعلق کئی فوری اور اہم معاملات زیرغور تھے جن میں نئے آئین کے تحت شروع جولائی 1936ء میں ہونے والے انتخابات کا مسئلہ بھی تھا۔

اس اجلاس میں سب سے بڑا جتھا یوپی سے آیا جس میں مولانا شوکت علی (1938-1872ء)، نواب محمد اسماعیل خاں (1958-1883ء)، نوابزادہ لیاقت علی خان (1951-1895ء)، راجہ صاحب محمود آباد، امیر احمد خاں (1973-1914ء) چوہدری خلیق الزمان (1973-1889ء)، راجہ صاحب سلیم پور سید احمد علی خاں (1964-1891ء) اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے شرکت کی۔

1937ء میں یوپی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلہ میں مسلم لیگ کے نمائندوں کی حمایت کے لئے مولانا شوکت علی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کیا۔ نتیجتاً مسلم لیگ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور کانگرس کی اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔

جون 1937ء میں جھانسی سے مسلم لیگ کے ممبر خان بہادر حبیب اللہ کا انتقال ہوگیا تو اس نشست

کیلئے مسلم لیگ نے ضمنی الیکشن لڑا۔ مولانا عنایت اللہ نے مولانا شوکت علی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا کرم علی ملیح آبادی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ ڈٹ کر جھانسی میں جمعیت علماء ہند کا مقابلہ کیا۔ جمعیت علماء ہند نے اپنی پوری طاقت صرف کردی مگر کامیابی مسلم لیگ کا ہی مقدر بنی۔

1937ء ہی میں جب کانگرس اور اور جمعیت علماء ہند نے مسلم لیگ کی کامیابی سے بوکھلا کر اپنی مذموم پروپیگنڈا مہم زور وشور سے جاری کی تو مولانا عنایت اللہ، مولانا جمال میاں اور دیگر حضرات نے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جا جا کر مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا جس سے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے اور کانگرسی اور جمعیتی مکروفریب کا جال تار تار ہوگیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ 1937ء کے موقعہ پر صوبہ یوپی کی نئی تنظیم کے صدر نواب محمد اسماعیل خان (1958-1883ء) منتخب ہوئے تو انہوں نے 21 ارکان پر مشتمل ورکنگ کمیٹی بنائی جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا کرم علی ملیح آبادی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی شامل تھے۔

1937ء ہی میں ممالک متحدہ آگرہ واودھ میں امروہہ و بلند شہر کی نشست پر کانگرس اور مسلم لیگ کا مقابلہ ہوا۔ مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے مسلم لیگ کے خلاف بڑا مذموم پروپیگنڈا کیا۔ اس سلسلے میں بلند شہر میں مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ ہوا جس سے مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اس کے بعد مولانا جمال میاں، مولانا شوکت علی اور چوہدری خلیق الزمان کے ساتھ بھرپور جدوجہد کر کے مسلم لیگ کو کامیاب وکامران کیا۔

اکتوبر 1937ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں کانگرس کی اقتصادی پالیسی پر سخت تنقید کی گئی کیونکہ اُس کی ضرب خصوصاً مسلم زمینداروں پر پڑتی تھی حالانکہ بنگال میں جہاں 95 فیصد کاشتکار مسلمان تھے، کانگرسی ہندو بنگال میں زمینداروں کی جن میں کثیر تعداد ہندوؤں کی تھی، پشت پناہی کرتے تھے مگر یوپی میں جہاں 95 فیصد آبادی ہندو کاشتکاروں کی تھی وہ زمینداریوں کو ختم کرانا چاہتے تھے کیونکہ زمینداروں میں مسلمانوں کی نسبتاً کافی نمائندگی تھی۔ کانگرسی اپنی اس پالیسی کے جواز میں مزارعین اور کاشتکاروں سے ہمدردی ظاہر کرتے تھے۔

مسلم لیگ کے اجلاس کے ایک دن بعد علمائے کرام کا ایک جلسہ طلب کیا گیا جس میں اُن علماء سے کہا گیا کہ وہ مزارعین اور کاشتکاروں کے حقوق کے متعلق شرعی نقطۂ نظر سے کوئی معقول حل پیش کریں تاکہ مسلم

لیگ اسے اپنا اقتصادی پروگرام قرار دے لے جو کانگرس کا جواب ہوگا۔ اس اجلاس میں دوسرے علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی شامل تھے۔

1938ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پٹنہ سیشن میں دیگر علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے بھی شرکت کی اور حضرت قائداعظمؒ سے بعض مسائل پر گفتگو کی۔

1939ء میں قائداعظمؒ نے جیکب آباد (سندھ) کا دورہ کیا۔ میر جعفر خان جمالی (1967-1901ء) نے شاندار استقبال کیا۔ عیدگاہ جیکب آباد میں قائداعظمؒ نے خطاب کیا جس سے سندھ میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس دورے میں سر عبداللہ ہارون (1942-1872ء)، محمد ہاشم گزدر (1968-1893ء)، راجہ امیر خان آف محمود آباد (1973-1914ء) کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی قائداعظمؒ کے ہمراہ تھے۔

مارچ 1940ء میں آپ نے قرارداد پاکستان لاہور والے اجلاس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی و دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر اجلاس کی رونق کو دوبالا کیا اور پھر قرارداد پاکستان کی نشرواشاعت کو حرزِ جاں بنالیا۔

درس وتدریس اور سیاسی مصروفیات کے باوجود مولانا عنایت اللہ نے تصنیف وتالیف پر بھی توجہ دی اور مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

1- زبدۃ المنطق: منطق کے ضروری مسائل کو بصورت متن عربی میں تحریر کیا گیا ہے۔
2- ہدایۃ المنطق: منطق سادہ کے تمام مسائل مع حل و وضاحت اردو میں لکھے گئے ہیں۔
3- اربعون حدیثاً: سلطنت وامارت کے متعلق چہل حدیث، سلطانِ افغانستان کی خدمت میں تحفہ بھیجنے کے لئے لکھی گئی تھی۔
4- الاقتصاد فی فسخ النکاح بالارتداد
5- زجر الاولیاء عن النکاح الصغائر فی الصباء
6- رسالہ تدوینِ حدیث
7- ترتیب مسند امام احمد بن حنبل مع اسماء الرجال
8- رسالہ احوال حضرت غوثیت
9- الفوائد المتفرقہ من الکتب المتشتۃ
10- تذکرہ علمائے فرنگی محل

11- شریقہ اور سلم العلوم کا اردو ترجمہ (نامکمل) سلّم کی شرح عربی میں کافی محنت سے لکھنا شروع کی تھی اور بحثِ تشکیک تک لکھا جا چکا تھا کہ ایک سعادت مند شاگرد نے دیکھنے کے لئے لی اور پھر واپس نہ لی۔ علاوہ ازیں بھی کچھ کتابیں اور رسالے لکھے مگر ہمیں اُن کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔

آپ کی وفات حسرت آیات 6 جولائی 1941ء/ 10 جمادی الثانی 1360ھ بروز اتوار فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ رحلت کی خبر پورے ملک میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔ ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی۔ مختلف اخبارات اور رسالوں نے زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ ذیل میں ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ کا اداریہ نقل کیا جا رہا ہے جس سے آپ کی علمی، ادبی اور سیاسی خدمات کا اظہار ہوتا ہے۔

''یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ فرنگی محل کے ممتاز عالم مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی نے 6 جولائی 1941ء کو دفعتہً وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مرحوم ابھی 24، 25، 26 جون کو ہمارے ساتھ بھوپال میں عربی مدارس کی اصلاح کے کام میں شریک تھے، وہیں دردِ شکم میں مبتلا ہوئے جس کے باعث وہ کئی دن تک وہاں علیل رہے۔ سوءِ ہضم، تسلسل بول اور ضعفِ قلب کے عوارض اُن کو پہلے سے لاحق تھے۔ بھوپال میں مرض کی تخفیف کے بعد وہ لکھنؤ روانہ ہوئے اور میں بھی اُنہی کی وجہ سے اُنہی کے ساتھ لکھنؤ تک آیا۔ لکھنؤ اسٹیشن پر پہنچ کر مرحوم نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کی زحمتوں اور خدمتوں کا شکریہ اس لئے نہیں ادا کروں گا کہ میں آپ کو اپنے سے علیحدہ نہیں سمجھتا۔ یہ کہہ سن کر سلام کے بعد ہم دونوں الگ ہو گئے۔ یہ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ سلامِ رخصت آخری ہے۔

مرحوم فرنگی محل کے خانوادہ میں تنہا جامع علوم وفنون ہستی باقی رہ گئے تھے۔ معقولات اور منقولات پر اُن کو یکساں دسترس حاصل تھی۔ مسائل پر وہ مبصرانہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے۔ اُردو میں تاریخ، حدیث و رجال پر کئی رسالے لکھے تھے۔ مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس اور اچھے مدرس تھے۔ سیاسیات سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ خلافت اور مسلم لیگ کے کاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ کل 54 برس کی عمر پائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی عنایتوں سے سرفراز فرمائے''۔

حضرتِ صابر براری ثم کراچویؒ (2006-1928ء) نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

بے شک فرنگی محلی علماء کے تذکرے سے روشن تھے مصنف حضرت عنایت اللہ
ہاتف نے یہ صدا دی صابر سنِ اَلم لکھ ''ہیں تیز فہم فردِ جنت عنایت اللہ''

........1941ء........

ماخذ:-

1- ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ 1930ء ص 152 تا 155

2- ''شاہراہِ پاکستان'' از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی 1967ء ص 138، 449، 575، 660،647،634،618

3- ''اقبال کا آخری معرکہ'' از سیّد نور محمد قادری مطبوعہ لاہور 1979ء ص 48

4- ''کاروانِ احرار'' جلد دوم از جانباز مرزا مطبوعہ لاہور 1977ء ص 79

5- ''قائداعظمؒ میری نظر میں'' از مرزا ابوالحسن اصفہانی (شاہکار ایڈیشن) لاہور 1976ء ص 8

6- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور 1984ء ص 54،53

7- ''چمنستان'' از مولانا ظفر علی خاں مطبوعہ لاہور (مکتبہ کارواں) 103،99

8- ''یادِ رفتگاں'' از سیّد سلیمان ندوی مطبوعہ کراچی 1955ء ص 254

9- ''سیاستِ ملّیہ'' از محمد امین زبیری مطبوعہ لاہور 1991ء ص 285

10- ماہنامہ ''سرحد'' کراچی فروری 1974ء ص 50 (حاشیہ)

11- ماہنامہ ''ریاض'' کراچی جنوری 1954ء ص 137

12- ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ اگست 1941ء

13- مجلّہ ''اقراء'' ایم اے او کالج لاہور ''قائداعظم نمبر 1976ء ص 146،143

14- روزنامہ ''جنگ'' لاہور 23 مارچ 1983ء

15- روزنامہ ''جنگ'' کراچی 21 اپریل 1968ء

16- ''دید و شنید'' از رئیس احمد جعفری کراچی 1987ء ص 176

17- ''تحریکِ آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 813،105

18- ''مولانا ظفر علی خاں'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1993ء ص 290،288

19- ''جدوجہدِ آزادی میں بلوچستان کا کردار'' از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور 1991ء ص 328

20- روزنامہ ''مشرق'' لاہور بابت 8 فروری 1980ء

21- ''تاریخ کانپور'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54

نواب بہادر یار جنگؒ
(1905-1944ء)

''اگر ہندوستان نے دوسرا محمد علی جوہرؔ پیدا کیا ہوتا تو وہ نواب بہادر یار جنگ کے سوا اور کوئی نہ ہوتا۔ دونوں میں بہت سی باتیں مشترک تھیں وہی خلوص، وہی مذہبی جوش، وہی بے پناہ جذبۂ خدمت، وہی دُور اندیشی، وہی قوتِ برداشت، وہی سوجھ بوجھ اور وہی شرافت۔''

یہ ہیں وہ الفاظ جو مولانا عبدالماجد دریا بادی (1892-1977ء) نے قائد ملّت لسان الامت نواب بہادر یار جنگؒ کے بارے میں کہے تھے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نواب بہادر یار جنگ نے سارے ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے قلوب میں ایسی ہی طمانیت پیدا کر دی تھی۔ اُن لوگوں نے یا تو بہادر یار جنگ کی تقریریں سنی تھیں یا اخبارات ورسائل میں اُن کے مضمون پڑھے تھے۔ اُن کے فکر وعمل کی بنیادیں اسلام اور عالمِ اسلام کی خدمت کے جذبے پر قائم تھیں۔ اس معاملے میں وہ کسی مفاہمت کے قائل نہ تھے اور نہ کسی اثر اور دباؤ کو قبول کرتے تھے۔ اس راستے میں وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے مستعد رہتے۔ انہوں نے کبھی اپنے ذاتی مفاد کو عوام کے مفاد پر ترجیح نہ دی۔ وہ اس راستے میں کسی کٹھن سے کٹھن آزمائش سے بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ وہ اسلام کے ایک جانباز سپاہی تھے اور اس میدان میں اُن کے کارنامے اُس ہیرے کی طرح ہیں جس کے کئی پہلو ہوں اور ہر پہلو ایک نئی تابنا کی دکھاتا ہو۔

محمد بہادر خان المخاطب نواب بہادر یار جنگ کی ولادت باسعادت 27 ذی الحجہ 1322ھ مطابق 3 فروری 1905ء بروز جمعتہ المبارک حیدر آباد دکن میں نواب نصیب یاور جنگ کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ اور مفید الانام میں ہوئی۔ پھر مدرسہ دارالعلوم بلدہ میں داخل کیئے گئے۔ ابھی میٹرک کا امتحان دینے نہ پائے تھے کہ والد گرامی کا انتقال ہوگیا اور ہر قسم کی ذمہ داریوں کا بوجھ اُن کے کندھوں پر پڑ گیا۔ مگر انہوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ مولوی سعد اللہ خاں مندوزئی اور مولوی سیّد اشرف شمسی (صاحب تفسیر شمسی) سے عربی ادب، تفسیر، حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ پھر آگے جو کچھ ہوئے وہ اُن کی ذاتی کاوش، ذہانت، وسعتِ مطالعہ کا رہین منت تھا۔ خود فرماتے تھے کہ!

''میں نے فارسی کی ابتدائی کتابیں تک کسی سے سبقاً سبقاً نہیں پڑھیں۔ صرف عربی ہی کی تعلیم ہوئی ہے۔''

مگر 35 برس کی عمر میں قرآن حکیم کے ایک غامض نظر طالب علم اور تاریخ اسلام کی اتھارٹی بن چکے تھے، اور اُردو زبان تو اُن کی تھی ہی۔ عربی، فارسی اور انگریزی پر بھی استفادۂ کتب اور اظہارِ مدعا کا پورا قابو رکھتے تھے۔

درسی تعلیم سے ہٹ کر نواب صاحب نے فنون سپہ گری میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ 1931ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ شریف حاضر ہو کر حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کئے۔ ابھی آپ مدینہ شریف سے باہر ہی تھے کہ مسجد نبوی اور گنبدی خضریٰ پر نظر پڑی۔ آنکھوں سے بے اختیار سیل اشک رواں ہو گیا اور زبان سے بے ساختہ ''السلام علیک یا رسولؐ اللہ'' کے نعرے نکلنے لگے۔ جنت البقیع کی بھی زیارت کی۔ مزارات کی شکستہ حالی سے بہت دلگیر ہوئے۔ اُسی روز شام کو نہر زرقاء اور اطرافِ مدینہ کے باغات کی سیر کی۔

نواب صاحب نے مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنیؒ (1945-1869ء) سے بھی ملاقات کی جو قیام الدین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ (1926-1878ء) کے اُستاد اور قرابتدار تھے اور چالیس برس سے مدینۃ الرسولؐ میں مقیم تھے۔ اس کے بعد آپ نے بیروت، فلسطین، مصر، شام، ترکی، عراق، ایران اور افغانستان کی سیاحت کی اور مزاراتِ مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

1927ء میں آپ نے ''مجلس انجمن تبلیغ الاسلام'' کی بنا ڈالی اور مسلسل تین سال تک حیدر آباد دکن کے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ میں گھوم کر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ 1933ء میں مجلس اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن معرض وجود میں آئی تو آپ نے اس میں شامل ہو کر پوری سرگرمی سے کام شروع کر دیا۔ 1939ء میں آپ اس انجمن کے صدر منتخب ہوئے اور پھر تادمِ واپسیں مسلمانانِ حیدر آباد دکن کے غیر متزلزل اعتماد کی وجہ سے اس منصب پر فائز رہے۔

نواب صاحب نے تحریکِ پاکستان میں عدیم النظیر کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کی تبلیغ و ترویج اور اُس کو مستحکم بنانے کے لئے شب روز کام کیا۔ آپ کی خدماتِ جلیلہ سے متاثر ہو کر حضرت قائد اعظمؒ آپ پر جان جان چھڑکتے تھے اور آپ بھی قائد اعظمؒ کے تدبر و فکر کی وجہ سے اُن کے گرویدہ تھے۔ قائد اعظمؒ سے اس طرح ملتے تھے جیسے ایک معمولی رضا کار اپنے سپہ سالار سے ملے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قائد اعظمؒ کا اتنا پر خلوص، قابلِ اعتماد اور جانباز سپاہی کوئی اور نہ تھا۔ وہ قائد اعظمؒ جن کی زبان اپنے ساتھیوں اور ملت کے خادموں کی تعریف میں کبھی نہیں کھلتی تھی، بہادر یار جنگ کی تعریف و تحسین میں یوں دُرفشاں ہوتی ہے!

''اعلیٰ حضرت حضور نظام کی رعایا کی حیثیت سے اگرچہ نواب بہادر یار جنگ کا کوئی دستوری تعلق

مسلم لیگ سے نہیں، لیکن بڑے بڑے نازک مواقع پر نواب صاحب میرے لئے معین اور رہبر ثابت ہوئے ہیں۔ نواب صاحب نے مسلمانانِ حیدر آباد کی تنظیم میں اپنی جس قابلیت کا ثبوت دیا ہے وہ ہم سب کے لئے باعثِ فخر ومسرت ہے۔ خدا انہیں عمر دراز عطا فرمائے، آمین۔''

یہ اظہارِ حقیقت تو اُن کی حیات میں ہوا، جب رحلت فرما گئے تو قائداعظم وفورِ غم سے بیخود ہو گئے۔ جب سنبھلے تو صرف اتنا فرمایا!

''وہ ایک مسلمان تھے قلب وروح کی مسلمانی کے ساتھ۔''

اور یہ بھی سنا ہے کہ جب مسلم لیگ کی عاملہ میں قرارداد تعزیت پیش ہو رہی تھی تو قائداعظمؒ کے ضبط کا جام پُر ہو چکا تھا اور حسرت آمیز محبت کی شراب ساغرِ چشم سے چھلک چھلک کر جا رہی تھی۔ قائداعظمؒ کی یہ کیفیت عمر میں صرف دو بار دیکھی گئی، ایک بار مولانا محمد علی جوہر (ف 1931ء) کی وفات پر، دوسرے اس مردِ مومن کی رحلت پر۔

نواب صاحب کو بھی قائداعظمؒ کی ذات سے ایسی ہی عقیدت ومحبت تھی۔ 1943ء میں جب قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو رات کے بارہ بجے نواب صاحب کو یہ منحوس خبر ملی۔ یہ خبر سنتے ہی دل ودماغ پر رنج وغم اور ساتھ ہی شکر وامتنان کی متضاد کیفیات چھا گئیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے سسکیاں بندھ گئیں۔ جب گھنٹہ بھر برس کر مطلع کچھ چھٹ گیا تو پاس بیٹھے ہوئے اپنے ایک نہایت ہی مخلص کارکن حبیب محمد خاں سے فرمانے لگے:

''خاں صاحب! آپ کیا جانیں قائداعظمؒ کو، ہمیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہیں۔ اگر آج خدانخواستہ کچھ ہو جاتا تو ملّت اسلامیہ ہند کی کشتی کو سنبھالنے والا تھا بھی کوئی اور؟''

اس کے بعد پھر رونے لگے۔ رات اسی طرح کٹی۔ صبح ہوئی تو پہلی ٹرین سے بمبئی چل پڑے۔ یہ تھا قائداعظمؒ سے محبت کا عالم۔ اکثر دفعہ آپ نے اپنے ملنے جلنے والوں کے سامنے اس امر کا اظہار کیا کہ!

''اگر میری دُعا مقبول ہوتی تو میں التجا کرتا کہ اے اللہ! تو میری عمر کو گھٹا کر قائداعظمؒ کو عمر طویل عطا فرما۔''

حضرت قائداعظمؒ پر سب سے بڑا حملہ اُن کے مغرب زدہ ظاہر پر کیا جاتا تھا۔ اس کے جواب میں نواب صاحب نے 1943ء میں راولپنڈی میں تقریر کرتے ہوئے (جبکہ وہ کشمیر سے نکالے گئے تھے) پہلے قائداعظمؒ کی قابلیت اور قائدانہ صلاحیتوں کو بہت سراہا، پھر فرمایا:

"مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں پر ایک وقت آئے گا جبکہ فاسق وفاجر اُٹھ کر اُن کی رہنمائی کریں گے۔ میں جناح کو اچھی طرح جانتا ہوں کیونکہ مجھے اُن کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ وہ افرنگ زدہ مغربیت میں رنگے ہوئے ہیں، مجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث (ان اللہ لیو یدھذ الذین باالرجل الفاجر) کی صداقت پر اب پورا یقین ہو چکا اور اس وقت کے مسلمانوں کی حالت اس کی پوری طرح تائید کر رہی ہے۔"

مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے نواب صاحب نے (1938ء تا 1944ء) گرانقدر خدمات انجام دیں۔ وہ آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے مرکزی قائدین میں سے تھے۔ انہوں نے قائداعظمؒ کے بڑے بڑے کام انجام دیئے۔ سرحد میں سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (1881-1988ء) کا سحر توڑا۔ جنوب میں راس کماری تک مسلم لیگ کا ڈنکا بجایا۔ لاہور کا وہ تاریخی جلسہ (مارچ 1940ء) جس میں "قرارداد پاکستان" پیش ہوئی اس کی کامیابی کا سہرا نواب صاحب کے سر ہے۔ آپ نے اس اجلاس کی آخری نشست سے خطاب فرماتے ہوئے واقعات اور تاریخ کی روشنی میں ان حقائق کی پوری وضاحت کے ساتھ نشاندہی کی تھی کہ اسلامیانِ ہند نے تقسیم ملک کی قرارداد کو کیوں اور کس لئے پیش کیا ہے۔ آپ کی تقریر کے دوران کامل سکوت تھا اور آپ تمام مجمع پر چھائے ہوئے تھے۔ آپ کی تقریر نے کچھ ایسا جادو کیا کہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوگئی۔ آپ کی اس تقریر کے بعد قائداعظمؒ نے کھڑے ہوئے اور فرمایا!

"بہادر یار جنگ کی تقریر کے بعد کسی اور شخص کا کچھ بولنا بہت بڑی غلطی ہے۔"

اور اجلاس فوراً ہی برخاست کر دیا گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی دسمبر 1943ء میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا!

"سُن لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ جس سیاست کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ پر نہیں ہے وہ شیطانی سیاست ہے۔ میرے دوست! جسمانی ناپاکی دور ہو سکتی ہے لیکن ذہن وفکر اور قول وعمل کی ناپاکی وہ گندگی ہے جس کو دھونے کے لئے خدا نے انبیاءؑ جیسی ہستیاں پیدا کی تھیں۔ کیا ان ناپاکیوں کا مرکز بن کر، جھوٹ کو روزمرہ کا شعار بنا کر، مکروفریب میں مبتلا رہ کر، ظلم واستبداد کو جاری رکھ کر ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ ہم پاک ہیں؟ اور اگر ہم ان گندگیوں سے پاک نہ ہوئے

اور ہمیں ہندوستان کے دونوں شمالی گوشوں میں خودمختار حکومتیں مل بھی گئیں تو کیا وہ پاکستان کہلانے کی مستحق ہوں گی؟

پاکستان بننے کی اس کوشش کو آج سے شروع کرو اور یاد رکھو کہ نہ صرف پاکستان میں رہنے کے لئے پاک بننے کی ضرورت ہے بلکہ پاکستان کے حصول کے لئے بھی پاک بننے کی ضرورت ہے۔ مکر وفریب کی سیاست، طالبانِ پاکستان کی سیاست نہیں ہوسکتی۔ آپ کی کونسل آف ایکشن کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہوگا کہ پاکستان کی جنگ لڑنے والے سپاہیوں کو آج سے پاک کرنا شروع کرے، مگر آہ! یہ ایک حقیقت ہے کہ سپاہی اس وقت تک پاک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ایک ایک سپہ سالار پاک نہ ہو جائے۔ سُن لو اور یاد رکھو! اسلام کے عہد آخر کا سب سے بڑا مفکر کیا کہہ رہا ہے۔

عطارؒ ہو، رومیؒ ہو، رازیؒ ہو، غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بُوئے اسداللّٰہی

اور ڈائس پر بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

نواب صاحب، حیدرآباد دکن کی رعایا ہونے کے سبب مسلم لیگ کے رکن نہ تھے اور نہ ہی جلسوں کے وقت اس کی کارروائیوں میں حصہ لیتے تھے لیکن مسلم لیگیوں میں غیر سرکاری طور پر شعور پیدا کرنے اور اُن میں عزم ویقین کو راسخ کرنے اور حصولِ پاکستان کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کا ولولہ آپ ہی پیدا فرمایا کرتے تھے اور سب کو تیار کر کے مسلم لیگ کے تاریخی جلسوں میں لاتے اور خود تماشائی بن کر پورے جلسہ کی کارروائی دیکھتے۔ اور جب پوری کارروائی ختم ہو جاتی اور قانونی حیثیت سے جلسہ برخاست ہو جاتا تو قائد اعظمؒ کے حکم سے خود اجلاسِ عام کو مخاطب کرتے تھے۔ لیکن عوام کے لئے تو کارروائی کا اختتام ہی جلسہ کا آغاز ہوتا تھا۔ آدھ پون گھنٹہ نہیں، تین تین گھنٹہ تقریر ہوتی اور مجمع میں کوئی شخص انگڑائی تک نہ لیتا۔ تاثیر کا وہ دریا بہتا کہ لوگ ان کے ہاتھ میں ایک آلۂ بے جان بن جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے مسلم لیگ کی

''دس لاکھ کی اپیل'' کے سلسلے میں مسلمانوں کو جھنجھوڑنا شروع کیا تو ایک گھنٹہ کے اندر (الہ آباد کے سالانہ جلسہ میں) ہزاروں روپیہ نقد، ہزاروں کے وعدے اور زیورات کا ڈھیر لگ گیا۔ یہی کیفیت کراچی کے جلسہ میں بھی دیکھی گئی۔

اسی طرح دہلی کے سالانہ جلسہ میں قائداعظمؒ نے نواب صاحب سے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس جلسہ کے اخراجات، جس کا تخمینہ ایک لاکھ روپے ہے، اسی جلسہ سے پورے ہو جائیں، میں نے اپیل کی تھی لیکن اب تک صرف چند ہزار روپے جمع ہوئے ہیں۔

جلسہ کا آخری روز ہے، کارروائی ختم ہو چکی، برخاست کا اعلان ہو چکا، لوگ بجائے اُٹھنے کے سنبھل کر بیٹھنے لگے۔ اشتیاق سے ڈائس کی طرف نظریں اُٹھنے لگیں، کس کا انتظار ہے؟ وہی قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کا! قائداعظمؒ نے اعلان کیا کہ ''نواب صاحب تقریر فرمائیں گے۔'' مسرت وحیات کی ایک لہر دوڑ گئی۔ قائداعظمؒ پہلے ہی اشارہ کر چکے تھے، پاکستان کی اہمیت وافادیت پر گفتگو ختم ہوئی اور نواب صاحب نے مسلمانوں کی عملی کمزوریوں کا شمار شروع کیا اور فرمایا کہ!

''جو مال کا ایثار نہیں کر سکتے وہ جان کیا دے سکیں گے۔''

یہ سننا تھا کہ روپوں اور چیزوں کی بارش ہونے لگی، قائداعظمؒ نے اعلان فرمایا کہ ''میں صرف نقد لوں گا۔'' صبح جب حساب لگایا گیا تو سوا لاکھ رقم وصول ہو چکی تھی۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے استحکام کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر کام کیا۔ سرحد مسلم لیگ کے صدر سردار اورنگ زیب خاں (1957-1892ء) اور قاضی محمد عیسیٰ صدر مسلم لیگ بلوچستان (1976-1913ء) ہمراہ تھے۔ سرحد میں فقیر اپی (1961-1901ء) کی ہولناک سرگرمیاں پوری دہشت انگیزی سے جاری تھیں، سرحد کی سڑکوں پر سفر کرنا موت کی راہ پر چلنے کے مترادف تھا، ایسی پُر خطر حالت میں تین عظیم مسلم لیگی موٹر پر چلے جا رہے تھے، قاضی محمد عیسیٰ موٹر چلا رہے تھے، کوئی دشمنِ لیگ گولی چلاتا تو اُس کا پہلا نشانہ قاضی عیسیٰ بنتے، شیر دل بہادر یار جنگ نے موقع کی نزاکت کو محسوس کر کے قاضی عیسیٰ کے ہاتھ سے اسٹیرنگ لینے کی کوشش کی، قاضی صاحب، نواب صاحب کی زندگی کو اپنی جان سے زیادہ عزیز اور گرانقدر سمجھتے تھے، اس لئے وہ اسٹیرنگ چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے، نواب صاحب کا کہنا تھا کہ قاضی صاحب کی جان زیادہ قابل قدر ہے، غرض باہمی ایثار کی اس کشمکش میں نواب بہادر یار جنگ غالب آ گئے اور اب موٹر اللہ کے ایک بہادر سپاہی کے ہاتھ میں تھی اور فراٹے بھرتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ ایک شخص نے

موٹر روکنے کا اشارہ کیا۔ موٹر رکی، وہ قریب آیا اور اس نے پوچھا ''آپ میں بہادر یار جنگ کون ہے؟'' نواب صاحب نے اپنے سینہ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا! ''میں۔'' اُس نے تنہائی میں چل کر بات کرنے کی خواہش کی اور بتایا کہ فقیر اپی کا پیام سنانا ہے، ساتھیوں نے بہادر یار جنگ کو منع کیا کہ ہرگز اس شخص کی بات کو نہ مانیں مگر بہادر یار جنگ بے خطر اُس شخص کے ساتھ چل دیئے، اُس شخص نے علیحدگی میں بڑے ادب واحترام سے عرض کیا!

''فقیر صاحب نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں آپ کی یہاں تشریف آوری کی اطلاع تھی، اس لئے آپ کے سفر کے انتظامات کردیئے گئے ہیں، آپ جہاں جہاں سفر کرنا چاہیں ہمیں اطلاع دے دیجئے تاکہ حفاظتی انتظامات کردیئے جائیں۔''

یہ تھی کرامت قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ کی۔ بقول جلیلؔ!

جو میں چلوں تو سایہ بھی میرا نہ ساتھ دے
جو تم چلو، زمین چلے، آسمان چلے

اب کیا تھا، آگ گلزار ہو چکی تھی۔ قائد ملّت کی زبان نے اہل سرحد کے دلوں کس مسخر کرلیا اور اُن پر مسلم لیگ کا نقش بٹھا دیا اور ایسا بٹھایا کہ جب انتخابات ہوئے اسی سرحد میں جہاں مسلم لیگ کا نام لینا جرم تھا، لیگ ہی لیگ کی کامیابی رہی۔

نواب صاحب کو عشق رسول ﷺ سے وافر حصہ ملا تھا بلکہ یہی اُن کی اصل پونجی تھی۔ علماء مشائخ کے ساتھ نہایت گہرے روابط تھے۔ مکاتیبِ بہادر یار جنگ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی (1878-1955ء)، میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی (1876-1952ء)، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (1896-1954ء)، مولانا نذیر احمد خجندی میرٹھی (ف 1936ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء)، مولانا کرم علی ملیح آبادی (1892-1972ء)، مولانا عبدالقدیر بدایونی (1893-1960ء)، مولانا آزاد سبحانی (1882-1957ء)، امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (1841-1951ء)، مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری (1892-1984ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (1915-2001ء) سے خصوصی تعلقات تھے۔ حضرت امیر ملّت قدس سرہ العزیز سے تو نواب صاحب کو خصوصی ارادت تھی، حضرت جب بھی حیدر آباد دکن تشریف لاتے، نواب صاحب بصد ادب واحترام حاضر خدمت ہو کر باطنی فیوض حاصل کرتے۔

نواب صاحب اپنی زیست کی آخری سانس تک مذہب وملّت کی خدمت میں منہمک رہے۔ 25 جون 1944ء اتوار کے دن ساڑھے گیارہ بجے آخری تقریر فرمائی۔ اسی شام آپ کے دولت کدے میں درس اقبالؒ کی محفل تھی۔ آپ ہمیشہ کی طرح اس مقدس محفل میں شریک رہے۔ البتہ دو چار روز سے یہ مصرعہ وردِ زباں تھا اور بار بار عجیب پُر اثر انداز میں پڑھتے جاتے تھے!

حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

غرض زبان سے اور اپنے حال سے تشریحِ اقبالؒ میں معاونت فرماتے رہے، اقبالؒ کی مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' کی جلال آفریں نظم ''حکمتِ کلیمی'' کا یہ شعر آیا ہے۔

مردِ حق افسوں ایں دیرِ کُہن

از دو حرف ربی الاعلیٰ شکن

شعر کی توضیح ہو چکی تو آپ نے فرمایا کہ یہ مقامات جلد گزرنے کے نہیں، آج یہیں ٹھہر جائیں۔ درس ختم ہو گیا۔

اسی رات نواب صاحب کی اپنے ایک قدیم دوست جسٹس ہاشم علی خاں کے ہاں دعوت تھی۔ کسے خبر تھی کہ یہ دراصل دعوتِ مرگ ثابت ہوگی۔ مغرب کی نماز پڑھ کر آپ اپنے دوست کے گھر ''بنجارہ ہل'' تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ گوالیاری نو وارد ایڈووکیٹ لیاقت اللہ قریشی تھے جو اسٹینس مسلم لیگ کے تعلق سے نوابصاحب سے قریب ہوئے اور بظاہر قریب تر ہونے کیلئے حیدرآباد ہی چلے آئے تھے اور یہیں رہ پڑے۔ مشہور عام روایت یہ ہے کہ قریشی صاحب نے دورانِ راہ موٹر میں ایک پان کا بیڑا نواب صاحب کو پیش کیا اور نواب صاحب نے کھا لیا۔ ہاشم علی خاں کے گھر پہنچے تو یہاں ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی (1905-1998ء) اور دیگر احباب پہلے ہی سے موجود تھے۔ نواب صاحب، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئے اور ابھی چونکہ درس اقبال کی محفل سے اُٹھ کر آرہے تھے اس لئے طبیعت پر وہی اثر تھا، اپنے پرکشش انداز میں کلام اقبالؒ کے محاسن بیان فرمانے لگے۔ کھانے میں ذرا دیر تھی، وہ پان جو موٹر پر کھلایا گیا تھا، اس میں نہ جانے کیا بلا تھی کہ اس کے اثر سے نواب صاحب کے معدہ میں بھوک کی ناقابل ضبط کھرچن پیدا ہوئی اور بے چین ہو کر بالکل خلافِ عادت ہاشم علی خاں سے کہا ''بھئی! آخر کھانا کب لگے گا، جلدی کرو۔'' ہاشم علی خاں اہتمام میں لگ گئے، اُدھر کسی نے ایک حقہ نواب صاحب کے آگے لا رکھا، ابھی ایک کش بھی پورا نہ لے سکے تھے کہ ایک زبردست جھٹکا لگا اور اس کے بعد معاً ایک تشنجی

دورہ پڑا کہ وہ منہ کے بل گر پڑے اور ابھی لوگ سنبھالنے بھی نہ پائے تھے کہ یہ ''مردِ حق دیرِ کہن کے افسوں'' کو توڑ کر ربی الاعلیٰ سے جاملا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بنجارہ ہل سے نعش گھر لائی گئی، تکفین کے بعد لاکھوں کے غمگسار مجمع نے دارالسلام کے وسیع میدان میں نماز جنازہ پڑھی اور یہاں سے اپنے محبوب قائد کی نعش کندھوں پر اٹھائے شہر سے چار میل دور مشیر آباد کے ایک گوشہ میں دفن کرنے لے آئے۔

کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر
ہمہ تن چشمِ انتظار ہے آج

جس وقت جنازہ گھر سے اُٹھایا گیا تو لوگوں نے دیکھا اور انتہائی تعجب سے دیکھا کہ پچاسوں بیوائیں، سینکڑوں بے یارو مددگار روتے روتے نیم مردہ ہو چکے تھے اور اُن کی سسکیوں کے ساتھ اگر کوئی آواز آتی تھی تو یہی کہ!

''اب ہم کس کے سہارے جئیں؟''

لوگ سمجھتے تھے کہ بہادر یار جنگ کی داد و دہش مجلس اتحاد المسلمین یا مسلم لیگ کے فنڈ ہی تک محدود تھی، آج یہ بھید کھلا کہ خفیہ ہاتھ سینکڑوں کا سہارا بنا ہوا تھا۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ چار میل کی طویل مسافت محمد بہادر خاںؒ کے جنازہ نے جن کندھوں پر طے کی وہ غریبوں ہی کے کندھے تھے، یہ غریب اس غریب نواز کی نعش سے کچھ اس طرح لپٹے رہے کہ دوسروں کو ہاتھ لگانے کا موقع ہی نہ دیا۔

غرض 3 رجب المرجب 1363ھ مطابق 25 جون 1944ء شب دوشنبہ (پیر وار) وہ مبارک ساعت تھی محمد بہادر خاں کے حق میں، جبکہ اُن کی بے تاب روح ہمیشہ کے لئے مطمئن ہوگئی۔ لیکن آہ ثم آہ، کتنی الم انگیز اور روح فرسا تھی یہ رات مسلمانانِ ہند کے حق میں جبکہ اُن سے اُن کا حقیقی میر کارواں چھن گیا، اُن کی متاع عزیز لٹ گئی۔

ہر طرف غُل اُٹھا۔ ایک شور بپا ہوا کہ یہ موت تھی یا شہادت؟ واقعی یکا یک حرکتِ قلب رک گئی یا اُس کے سامان فراہم کئے گئے؟ صاف اور بے غبار بات یہی ہے کہ یہ کام ایک منصوبہ کے تحت ہو، پان میں یا حقہ میں سنکھیا دیا گیا جس کے اثر سے اُن کے جسم پر بڑے بڑے سیاہ داغ پڑ گئے تھے، فوری طور پر ڈاکٹروں نے بھی زہر رسانی ہی کی تصدیق کی اور خود نظامِ دکن اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں (1967-1886ء) نے بھی (جو باضابطہ طب پڑھے ہوئے تھے) نعش دیکھ کر بے ساختہ یہی کہا!

''جس کسی نے کیا بہت بُرا کیا۔''

جس رات نواب صاحب نے وصال فرمایا، بہت سے صاحب دل اور نیک بزرگوں کو مختلف بشارتیں ہوئیں اور بعد بھی ہوتی رہیں۔ صرف ایک بشارت یہاں نقل کی جاتی ہے۔

مشہور صوفی منش رُباعی گو شاعر حضرت امجدؔ حیدر آبادی (1886-1961ء) نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے دونوں جانب حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف رکھتے ہیں، ایسے میں ایک جنازہ پیش ہوا، صحابہ نے عرض کیا!

''حضورؐ! یہ کس کا جنازہ ہے؟''

ارشاد مبارک ہوا:

''یہ میرے حبیب محمد بہادر خاں کا ہے۔''

اس کے بعد اور کچھ الفاظ نطق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکل رہے تھے کہ حضرت امجدؔ کی آنکھ کھل گئی۔ اللہ اللہ کیا شرف ہے اور ابدی زندگی کی کیسی روشن صبح ہے۔

نواب صاحب کا عشقِ نبوی ﷺ میں مچلنا، تڑپنا رائیگاں نہ گیا، خوب ہی داد ملی اور یقین ہے کہ جو بھی یہ شیوہ اختیار کرے گا، اس کو ایسا ہی اجر ملے گا!

میر عثمان علی خان نظامِ دکن نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا!

برائے حفظِ حق قوم نادر گرفتہ بخششے از دستِ قادر
''بہادر بُودو خود در جنگ ماہر'' بگفتہ کارِ اُو در گوشِ عثمانؔ

......1363ھ......

خان شاہدؔ اکبر آبادی ثم کراچوی (ف 1994ء) نے بھی تاریخ کہی۔

آسماں تھے عزم و ہمت کا بہادر یار جنگ کر گئے ہر قوتِ باطل کو پیوند زمیں
''آہ نطقِ ملتِ بیضا بہادر یار جنگ'' سانحہ ایسا کہ شاہدؔ چپ ہے یہ کہہ کر زباں

......1944ء......

تحریکِ پاکستان کے نامور رکن اور حضرت قائداعظمؒ کے معتمد ساتھی میاں بشیر احمد (1893-1971ء) مدیر ''ہمایوں'' لاہور نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا!

دریا فصاحتوں کے بہا کر چلا گیا نعرہ صداقتوں کا لگا کر چلا گیا
دُنیائے نو کی جس میں جھلک آشکار تھی انسان کو وہ نظارہ دکھا کر چلا گیا
اے قوم! حیف تو نے نہ کچھ اُس کی قدر کی وہ دل شکستہ منہ کو چھپا کر چلا گیا
منصب کو چھوڑ جاہ سے منہ اپنا موڑ کر ملّت کی رہ میں جان گنوا کر چلا گیا
خوشبو سے اُس کی باغِ محمدؐ مہک اُٹھا ایک پھول تھا بہار دکھا کر چلا گیا
فرصت ملی بس اتنی کہ اس درسگاہ میں اللہ کا کلام پڑھا کر چلا گیا
رحمت خدا کی اُس پہ جو اس عہدِ کفر میں اسلام کا پیام سُنا کر چلا گیا

ماخذ:-

1- ''حیاتِ بہادر یار جنگ'' ازمولانا غلام محمد، کراچی 1974ء ص 20 تا 56، 86، 139 تا 142، 150 تا 158
2- ''بہادر یار جنگ مشاہیر کی نظر میں'' کراچی 1976ء ص 73
3- ''نواب بہادر یار جنگ'' از سید احمد اللہ نصرت نوشاہی، لاہور 1971ء ص 46
4- ''مکاتیب بہادر یار جنگ'' مطبوعہ کراچی 1967ء ص 458، 517
5- ''تذکرہ شہ جماعت'' از سیّد حیدر حسین علی پوری، لاہور 1973ء ص 1973ء ص 100 تا 101
6- ''مشہور لیگی نظمیں'' از میاں بشیر احمد، لاہور 1972ء ص 7
7- ''نواب بہادر یار جنگ'' از پروفیسر محمد خلیل اللہ مطبوعہ کراچی 1983ء ص 100 تا 113
8- روزنامہ ''مشرق'' لاہور بابت 25 جون 1974ء
9- ''مجلّہ علم و آ گہی''، گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی ''تاریخ و تحریک پاکستان نمبر'' 84-1983ء ص 49 تا 58
10- مجلّہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی ''پاکستان نمبر'' حصہ اول 1983ء ص 231 تا 236
11- ''جلوۂ خورشید حرم'' از خان شاہد اکبر آبادی مطبوعہ کراچی 1993ء ص 365
12- ''قائد اعظمؒ اور اُن کے سیاسی رُفقاء'' از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی 1990ء ص 311 تا 317
13- ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 367، 769، 789

14- مجلہ ''تحقیق'' شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سندھ 97-1996ء ص 61
15- ''آدمی غنیمت ہے'' از سیّد انیس شاہ جیلانی مطبوعہ مبارک لائبریری محمد آباد ضلع رحیم یار خاں 1994ء ص 120

مولانا عبدالعلی خاں اخوندزادہؒ

(1872-1944ء)

مولانا علامہ عبدالعلی خاں اخوندزادہ بن ملاّ عبدالخالق اخوندزادہ بن ملاّ عبدالرحمن اخوندزادہ کی ولادت 1872ء میں خانوزئی تحصیل پشین ضلع کوئٹہ (بلوچستان) کے کاکڑ قبیلہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ اُن کی رحلت کے بعد اپنے چچا ملاّ عبدالقادر اخوندزادہ اور علمائے قندھار سے مزید استفادہ کیا۔ بعدازاں بوستاں کے مشہور علماء مولوی محمد صدیق اور مولوی دوست محمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے دستارِ فضیلت حاصل کی۔ پھر طب وحکمت میں دسترس حاصل کر کے نامور حکیم بھی بن گئے۔

آپ بلوچستان کے نامور عالم دین تھے۔ آپ کی ذہانت اور علم کا چرچا بلوچستان کے علاوہ قندھار، کابل اور ہندوستان میں بھی تھا۔ دور ونزدیک کے علماء آپ کے پاس آتے اور ہفتوں علمی مباحث میں مشغول رہتے۔ عربی، فارسی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ پشتو مادری زبان تھی۔ پشتو اور فارسی میں خوب شعر کہتے تھے۔ ذاتی کتب خانہ میں بہت سے قلمی نوادرات بھی موجود تھے۔ بلوچستان کے نواب، سردار اپنے علاج یا پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کے لئے آپ کے پاس آتے۔ 1930ء کے لگ بھگ خان قلات نے آپ کو اپنی ریاست قلات کا ''وزیر معارف'' اور ''قاضی القضاء'' مقرر کیا۔ دو تین سال تک بحسن وخوبی فراوض سرانجام دینے کے بعد مستعفی ہو کر خانگی امور، طب اور زمینداری کی جانب متوجہ ہو گئے۔

1911ء میں ''پشتو لغت'' تیار کرنا شروع کی مگر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ آپ کے فارسی کلام میں معرفت وعرفانِ الٰہی کے نئے نئے باب کھلتے ہیں اور پند ونصائح میں سعدیؒ اور حافظ شیرازیؒ کا تتبع پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے آپ کے کلام پر ان ہر دو کی شاعری کا گمان ہوتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں!

سیاہ زلفان برخسارت کہ چوں شام است چوں شام است

مئے لعلِ لبت مارا کہ بر کام است در کام است

نگار و مطرب و ساقیست در بوستاں بر بوستاں

بہارِ بادِ نو روزیست ایام است ایام است

کہ اشکِ عبدالعلی از دیدہ می ریزد چومی ریزد !

کہ از ہجرِ پری پیکر نہ ادھام است اسلام است

عشقِ رسول ﷺ آپ کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔ آپ کی ایک پشتو نعت کا ترجمہ ہمارے دعوے کی تصدیق کے لئے شاہد عادل ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

''وہ جو شفیع محشر ہیں اُن پر خدائے کبیر کا درود و سلام ہو۔

تمام دُنیا اُن کے نُور سے پیدا ہوئی اور تمام جہان اُن کے چہرے سے منور ہوا۔

اُمت اُن کی خیر الامم ہے اور خدا تعالیٰ نے انہیں خیر البشر کہا ہے۔

لولاک کی حدیثِ قدسی کی رو سے وہ اوّلین ہیں۔

اور آیت خاتم کی رو سے وہ مؤخر ہیں۔ آخر (میں پیدا ہوئے)۔

اُن کا لقب سید المرسلینؐ ہے۔ ان کے نام پر مکرر صلوٰۃ ہو۔ اُن کے چہار یار دین کے چار ستون ہیں اور ان میں سے ہر ایک شرع انور کا ستارا ہے۔ اے نبی ﷺ آپ پر درود و سلام ہو اور اے شفیع محشر! آپؐ پر سلام ہو۔

عبدالعلی کا ہاتھ اور آپ کا گریبان ہے (یعنی دامن گیر ہوں) کہ اسے سخت سفرِ آخرت در پیش ہے اور زادِ راہ مفقود ہے۔''

علامہ عبدالعلی خاں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ بلوچستان میں مسلم لیگ کا قیام 1939ء میں ہوا۔ قاضی محمد عیسیٰ (1976-1913ء) نے حضرت قائداعظمؒ کے ارشاد پر مسلم لیگ بلوچستان کی باگ ڈور سنبھالی تو مولانا عبدالعلی نے سب سے پہلے فارم رکنیت پُر کیا۔ چنانچہ قاضی محمد عیسیٰ کا بیان ہے کہ!

''میرے ہاتھوں پہلا شخص جس نے بلوچستان میں مسلم لیگ کی ممبری قبول کی وہ مرحوم اخوند زادہ عبدالعلی خاں تھے۔ علاوہ ازیں جد و جہد میں جو دورہ میں نے مسلم لیگ کے قیام کے لئے کیا، مرحوم اخوندزادہ نے میرا ساتھ دیا۔''

10-11 جون 1939ء کو کوئٹہ میں پہلی مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی تو اخوندزادہ نے اس کی کامیابی و کامرانی کے لئے بھرپور کام کیا۔ اپریل 1940ء میں قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ کی دعوت پر مجاہد تحریک پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی نے بلوچستان کا دورہ کیا تاکہ مسلم لیگ کے کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔ 19۔ اپریل کو جب مولانا بدایونی کوئٹہ پہنچے تو بلوچستان کے مشہور مسلم لیگی لیڈروں اور کارکنوں نے ریلوے اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا۔ اخوندزادہ عبدالعلی خاں بھی پیش پیش تھے۔

26 جون 1943ء کو حضرت قائداعظمؒ نے کوئٹہ کا دورہ فرمایا تو اخوندزادہ نے کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر

ان کا زبردست استقبال کیا۔ ہزاروں لوگوں نے فلک شگاف نعرے لگائے۔ سب سے پہلے اخوندزادہ نے بڑھ کر قائداعظمؒ کو خوش آمدید کہا اور چند اشعار بھی پیش کئے۔ افسوس کہ وہ اشعار دستیاب نہیں ہو سکے۔ اُن کے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے!

''میرے وطن کا ہر کانٹا میرے لئے پھول کی طرح نرم و نازک ہے لیکن اس کا ہر پھول وطن دشمنوں کے لئے خارزار کی مانند ہے۔''

اس کے بعد جب قائداعظمؒ کا شاہانہ جلوس جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا تو اخوندزادہ صاحب، قائداعظمؒ کی موٹر کے ساتھ ساتھ پیدل جلسہ گاہ پہنچے۔ پھر جب قائدؒ تاریخ ساز اجتماع سے انگریزی میں خطاب فرما رہے تھے تو اخوندزادہ رونے لگے۔ ان کے ساتھی سردار محمد عثمان خان جوگیزئی (1996-1912ء) نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا، ''آپ انگریزی تو سمجھتے نہیں، روتے کیوں ہیں؟'' جواب ملا ''اس شخص کی آواز سے اس کے دل کا درد عیاں ہے اور اسی نے مجھے مضطرب کر دیا ہے۔'' مسلم لیگ سے آپ کی محبت آپ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے!

''مسلم لیگ اتفاق واتحاد کی علامت ہے اور اس لحاظ سے یہ جماعت ہمارا دین اور ہمارا ایمان ہے۔''

آپ کی رحلت ایک سال کی علالت کے بعد 16 شوال 1363ھ بمطابق 3۔اکتوبر 1944ء بروز منگل ہوئی۔ حضرت صابر براری ثم کراچوی (2006-1928ء) نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ کہا!

جو شاعر بھی تھے عالمِ دیں بھی ذیشاں	ہوئے آہ وہ آج دُنیا سے رخصت
'' ہیں جنت میں پُرنور عبدالعلی خاں ''	کہو مصرع سالِ غم اُن کا صابرؔ

......1944ء......

ماخذ:۔

1- ''جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور 1991ء ص 24، 25، 49، 50، 101، 313

2- ''بلوچستان میں فارسی شاعری'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1968 ص 203 تا 208

3- ''جوئے کوثر'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1976ء ص 273

4- ''نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان میں'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور 1983ء ص 43، 208، 215

5- ''پشتو میں سیرت نگاری'' از پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ مطبوعہ کوئٹہ 1987ء ص 141

6- ''سرورِ کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1997ء ص 23، 154 تا 158

7- ''تقویم ہجری وعیسوی'' از ابوالنصر محمد خالدی، محمود احمد خان مطبوعہ کراچی طبع سوم 1974ء ص

8- ششماہی مجلّہ ''تاریخ وثقافت پاکستان'' اسلام آباد بابت جنوری تا جون 1990ء ص 22،25،26،27

9- ''بلوچستان آزادی کے بعد'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1997ء ص 88،90

10- ''قائداعظمؒ اور بلوچستان'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 2001 ص 17، 18، 20،28

مولانا یار محمد بندیالویؒ

(1887-1947ء)

فقیہء العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد بن میاں محمد سلطان بن میاں شاہنواز کی ولادت 1304ھ/1887ء میں بندیال ضلع سرگودھا (حال ضلع خوشاب) میں ہوئی۔ چھ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ بعدازاں مختلف اساتذہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد جامع مسجد فتح پوری دہلی کی درس گاہ میں داخلہ لیا۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ کا شہرہ سن کر بریلی شریف حاضر ہوئے مگر اعلیٰ حضرتؒ کی علالت کے باعث علمی استفادہ نہ کر سکے۔ پھر مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری (ف 1908ء) کی خدمت میں رہ کر اکتسابِ علم کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد استاذ گرامی کے مدرسہ ہی میں تعلیمی خدمات سرانجام دینے لگے اور استاذ گرامی کی رحلت کے بعد اُن کے جانشین مقرر ہو گئے۔

علومِ ظاہری کی تحصیل کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (1999-1817ء) کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی (1904-1853ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی اور پھر خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ الہ آباد، رام پور، بھوپال اور نواب ٹانک اور دیگر مقامات پر 22 سال درس وتدریس کی خدمت سرانجام دینے کے بعد اپنے وطن بندیال تشریف لا کر ''جامعہ امدادیہ مظہریہ'' کی بنیاد رکھی اور تازیست علم وفضل کے خزانے لٹائے۔

تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو آپ نے بھی دیگر علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ بھرپور جدوجہد کی۔ اس وقت ضلع سرگودھا کے اکثر اُمراء یونینسٹ تحریک کے حامی تھے۔ آپ کے رہائشی قصبہ بندیال میں بندیال (ملک) فیملی کے سرداری نظام کا طوطی بولتا تھا۔ وہ خود کو سیاہ وسفید کے مالک سمجھتے تھے۔ ان کے خلاف بات کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ان حالات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ پھر اس علاقہ کے دیوبندی مولوی بھی کانگرسی ذہنیت رکھنے نیز ملک خضر حیات خاں ٹوانہ (1975-1900ء) کے ریزہ خوار ہونے کی وجہ سے پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیا کرتے اور قائد اعظمؒ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔

اس نازک موقع پر آپ نے بانگِ دہل اعلان فرمایا کہ ''مسلم لیگ کی امداد کرنا نہایت ضروری

ہے۔'' اس پر امراء بہت برانگیختہ ہوئے لیکن آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ!

''مسلم لیگ کو ووٹ دینا مسجد کو ووٹ دینا ہے اور کانگرس کو ووٹ دینا مندر کو ووٹ دینا ہے۔ ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے جبکہ دوسری طرف کُفر کا۔ چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے، اس لئے اس سے کٹنا اسلام سے کٹنا ہے۔''

آپ ہر جمعہ پر اسی سلسلہ میں تقاریر کرتے جس کا علاقہ میں خاطر خواہ اثر ہوا اور ہزار ہا لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اس پر یونینسٹ امراء کے ایک وفد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ مسلم لیگ کی حمایت ترک کر دیں۔ جواباً آپ نے ارشاد فرمایا!

''یہ مذہبی معاملہ ہے فقیر اپنا جھونپڑا کہیں اور بنالے گا مگر مسلم لیگ کی حمایت ترک نہیں کرے گا۔''

مزید فرمایا!

''میں اعلان کرتا ہوں کہ میں تم سے دور رہوں اور تم مجھ سے دور ہو جاؤ، مجھے اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔''

یہ سن کر تمام امراء دم بخود رہ گئے اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔

آپ کی وفات حسرت آیات 22 محرم الحرام 1367ھ/ 6 دسمبر 1947ء بروز ہفتہ ہوئی۔ مزار مقدس بندیال ضلع سرگودھا میں ہے۔ ہر سال ماہ محرم میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

خُلد میں شاداں رہے وہ کملیؐ والے کے طفیل
اس کے مرقد پہ ہو اجملؔ رحمتِ ربِّ غفور

حضرت طارقؔ سلطان پوری نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا!

''معرفت وہُدا کا خورشید''

1947ء

قائدِ اہلِ خبر ، رہبرِ اربابِ نظر
صاحبِ فہم و ذکا ، پیکرِ علم و حکمت

قلزمِ دانش و خورشیدِ جہانِ عرفاں
دُور وہ کرتا رہا جہل و جنوں کی ظلمت

عظمتِ دینِ نبیؐ کیلئے کوشاں وہ رہا
حق تعالیٰ نے عطا کی بڑی اُس کو عزت

رزگاہِ حق و باطل میں اسے حاصل تھی
اپنے ''اللہ کی امداد'' ''حسینی نُصرت''

کشورِ پاک کی تحصیل کی تھی جو تحریک
اُس میں بھرپور کی اس بندۂ حق نے شرکت

راست گوئی ، عمل و جہد و جسارت کا نشاں — کر سکی خوفزدہ اُس کو نہ کوئی طاقت
دینوی جاہ و تموّل اسے مرغوب نہ تھا — صعت حالات میں کی دین کی اس نے خدمت
سنگ ریزوں کو دُرِ نایاب بنایا اُس نے — کی عطا بادیوں کو اُس نے چمن کی زینت
حق فراموشوں کو حق دان و خود آگاہ کیا — دشتِ غفلت میں تھا وہ شخص خضر کی صورت
ابرِ فیضانِ نظر دُور تک اُس کا برسا — سبز و شاداب ہوئی چار سو کشتِ ملت
ہو لحد مطلعِ انوارِ الٰہی اُس کی — منظرِ روضۂ فردوس ہو اُس کی تُربت

صابری سلسلۂ چشت کے اُس عارف کا
'' مرکزِ دائرۂ فیض '' ہے سالِ رحلت

1367ھ

حضرت صابرؔ براری آف کراچی (ف 2006ء) نے بھی تاریخ کہی!

یوں تو بظاہر ہو گئے رخصت بزمِ جہاں سے پیر طریقت — دل میں ہمارے اب بھی مکیں ہیں یار محمد یار محمد
عالم و فاضل ، واعظ و قاری اور اہلِ حق کے مناظر — عاملِ شرح دینِ مبیں ہیں یار محمد یار محمد
اُن کا چہرہ جس نے دیکھا شاداں ہو کر دل میں بولا — مستِ ولائے سرورِ دیں ہیں یار محمد یار محمد
آئی صدائے ہاتفِ غیبی سالِ رحلت کہہ دے صابرؔ — '' نیک فکرِ خُلدِ بریں ہیں یار محمد یار محمد''

......1947ء......

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریکِ پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 275 تا 277
2- ''انگریز کا ایجنٹ کون؟'' از پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی مطبوعہ جوہر آباد (خوشاب) طبع اول ص 80 تا 84
3- ''حیاتِ اُستاذ العلماء'' از مولانا غلام رسول سعیدی مطبوعہ بندیال شریف (سرگودھا) 1389ھ متعدد صفحات
4- ''تذکرہ علماء اہلسنت'' از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) 1971ء ص 264
5- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 311
6- ماہنامہ ''ترجمانِ اہلسنت'' کراچی بابت مارچ 1975ء ص 64،65

مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ

(1856-1948ء)

مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف قادری کی ولادت 1856ء میں داناپور نزد پٹنہ (صوبہ بہار، بھارت) میں ہوئی۔علومِ دینیہ میں پوری طرح دسترس رکھتے تھے اور زمانہ کی ضروریات اور عصری خیالات و افکار سے پوری طرح باخبر تھے۔اُن علماء میں سے تھے جو قدیم علوم و اعتقاداتِ فقہ کو جدید خیالات و افکار سے تطبیق دینے کی قدرت رکھتے تھے۔ایک ممتاز طبیب، مشہور عالم دین، خوش بیان خطیب اور بلند پایہ مصنف تھے۔ایک مدت تک طبیب کی حیثیت سے کلکتہ میں اپنی عظمت کالوہا منوایا اور گویا کہ کلکتہ اُن کا وطن ثانی بن گیا تھا۔

1916ء میں مولانا ابوالکلام آزاد (1888-1958ء) نے فاضل اجل مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ (1850-1920ء) کے ایک فتویٰ کی بلاجواز اور بغرض سستی شہرت تردید کی تو مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری نے مولانا آزاد کے فتویٰ کی تغلیط اس انداز سے کی کہ مولانا آزاد کو سوائے خاموشی کے اور کوئی راستہ دکھائی نہ دیا اور تازیست جواب دینے کی جرأت نہ کرسکے۔

مولانا عبدالرؤف نے تحریکِ خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔علی برادران کے ساتھ نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔سیاسی طور پر پہلے جمعیت علماء ہند کے ساتھ تھے۔24 تا 26 دسمبر 1922ء کو جمعیت علماء ہند کا چوتھا سالانہ اجلاس ''گیا'' میں ہوا تو مولانا عبدالرؤف اس اجلاس کی استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ اس موقعہ پر انہوں نے مندرجہ ذیل خطبہ پڑھا۔

''آج صلیب کا مقابلہ ہلال سے ہے اور یورپ اس کوشش میں ہے کہ ترکی کو اس کے یورپی مقبوضات سے محروم کردے۔ برطانیہ نے ہندوستان کو اس کی جنگی قوت سے محروم کردیا ہے اور برطانیہ کی پالیسی رہی ہے کہ ہندوستانیوں کو ہمیشہ جنگ سے نفرت کی تعلیم دے۔اس کے برعکس امن قائم رکھنے کے بہانے وہ خود نہ صرف زبردست جنگی تیاریاں کرتا رہا ہے بلکہ قانون فوجداری کی شقوں کو خدا کے قانون پر افضل سمجھتا آیا ہے۔حکمران ہندوستانی عوام کو وفادار رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کو ختم کرنے کی کوششوں سے لگے

رہے۔ایسے حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داری واضح ہے۔ ان کو کمالسٹوں (Kamalists) کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اسلام کو مٹنے سے بچالیا۔
خلافت کے مسئلے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ خلیفہ چنایا نامزد کیا جا سکتا ہے اور اسے ہٹایا بھی جا سکتا ہے۔ جو شخص خلیفہ بنے، اس میں دنیاوی اور روحانی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے۔ خلافت کسی ایک خاندان کا ورثہ نہیں اور اسے حضرت عثمان کے خاندان تک محدود کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ مولانا نے انگورہ کے اس فیصلہ سے جس میں نئے خلیفہ کو اس کی دنیاوی طاقت سے محروم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، لاعلمی کا اظہار کیا۔ اگر ایسا فیصلہ کیا گیا تو انہوں نے اس کا سخت نوٹس لیا۔ مولانا نے فرمایا کہ خلافت ایک مثالی طاقت ہونی چاہیئے اور تمام اسلامی ممالک مثلاً ترکی، افغانستان، ایران، بخارا، کینیا، عرب اور عراق کو خلافت سے اپنی وفاداری کا یقین دلانا چاہیئے۔ خلافت اُن کو اندرونی خودمختاری کا یقین دلائے اور اُن کی خارجہ پالیسی کنٹرول کرے تاکہ لڑائی کے موقعہ پر ان تمام ممالک کی قوت اسلام کے دفاع کے لئے یکجا ہو سکے۔
شریعت کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ہندوستان جیسے ممالک جو اسلام کے کنٹرول سے نکل چکے ہیں ان ممالک میں خلیفہ کو اپنے نمائندے بھیجنے چاہئیں جو انہیں صحیح راستہ دکھا سکیں۔ انہوں نے اُمید ظاہر کی کہ جمعیت العماء اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرے گی۔
ہندوستان کے سیاسی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ترکِ موالات نے ہندوستانیوں کو کافی بیدار کر دیا ہے۔ انہوں نے کونسل پر قابو پانے کے تخیل کا تمسخر اڑایا اور کہا کہ یہ ملک وقوم کے پیسہ کو ضائع کرنا ہے۔ کانگرس کے امیدوار کونسلوں میں موجودہ عہدیداروں سے زیادہ کچھ حاصل نہ کر پائیں گے اور گورنمنٹ کو کونسل کے ذریعے مفلوج کر دینے کی گفتگو اتنی ہی بے معنی ہے جتنی کہ سوراج کو تین مہینے میں حاصل کرنے کا وعدہ۔''

اگست 1928ء میں نہرو رپورٹ سامنے آئی جس میں مسلمانوں کے حقوق کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا تھا۔ پنجاب اور بنگال کے ہندوؤں نے اس رپورٹ کی دل وجان سے حمایت کیا ور مسلمانوں کی مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا۔ رپورٹ میں سفارش کی گئی تھی کہ ایک مضبوط مرکزی حکومت ہو اور جسے صوبوں کے دستور کالعدم کرنے کا پورا اختیار ہو اور جداگانہ انتخابات کو سخت مضر قرار دیا گیا۔ یہ رپورٹ دسمبر 1928ء میں ''آل پارٹیز'' کے تیسرے اجلاس کلکتہ میں پیش ہوئی۔ مسلم لیگ بحیثیت اسلامی سیاسی جماعت کے شریک

ہوئی۔ قائداعظمؒ کی ہدایت پر مسلم لیگ کے نمائندوں نے ترمیمات پیش کیں مگر ہندومہاسبھا کے دباؤ سے کانگرس نے کان بھی نہیں دھرے۔ اب مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ مسلم لیگ نے زبردست مخالفت کی۔ دیگر رہنماؤں کے ساتھ مولانا عبدالرؤف نے بھی نہرو رپورٹ کے بخیئے اکھیڑ کر رکھ دیئے۔ نیز اسی سال ''آل انڈیا خلاف کانفرنس'' کلکتہ کی مجلس استقبالیہ کے چیئرمین بھی بنے۔

1929ء میں جمعیت علماء ہند نے نہرو رپورٹ کے مسئلے پر کانگرس کی حمایت کی تو مولانا عبدالرؤف پر اس جماعت کی اسلام دشمنی اور ہندونوازی پوری طرح عیاں ہوگئی۔ ملّی وجود کو خطرے میں دیکھ کر آپ نے بھی دیگر اکابرین اہلسنت مثلاً شاہ محمد سلیمان پھلواروی (1859-1935ء)، مولانا محمد علی جوہر (1878-1931ء)، پیر غلام مجدد سرہندی (1883-1958ء)، مولانا حسرت موہانی (1878-1951ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (1880-1934ء)، مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (ف 1930ء)، مولانا عبدالماجد بدایونی (1887-1931ء)، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (1896-1954ء)، مولانا غلام بھیک نیرنگ (1876-1952ء)، مولانا نذیر احمد خجندی (ف 1936ء)، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (1893-1954ء)، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (1888-1941ء)، مولانا مظہر الدین شیرکوٹی (1888-1939ء)، مولانا عبدالکافی الہ آبادی (1858-1930ء) اور مولانا محمد شفیع داؤدی (1879-1949ء) وغیرہم کے ساتھ جمعیت علماء ہند کو خیر باد کہہ دیا۔

جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہونے کے بعد مولانا عبدالرؤف نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی اور پھر بعدازاں جمعیت علمائے اسلام کی رکنیت بھی اختیار کرلی اور اس طرح وہ بنگال کی اسلامی سیاست پر بہت اثر انداز ہوگئے۔ انہوں نے جمعیت علماء ہند کے موقف کی خوب تردید کی اور رائے عامہ کو مسلم لیگ کے لئے ہموار کیا۔ جولائی 1937ء میں کلکتہ ہوڑا ضلع مسلم لیگ کے صدر چنے گئے اور تازیست (فروری 1948ء تک) اس عہدہ پر فائز رہے۔

1940ء میں کلکتہ کارپوریشن کے الیکشن میں آپ نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی ڈٹ کر حمایت کی۔

23مارچ 1940ء کو اخبار ''عصر جدید'' میں آپ کا ایک بیان شائع ہوا جس کی سرخیاں ملاحظہ ہوں!

''قوم وملّت کے دل اور آنکھ میں جگہ حاصل کرنا کارپوریشن کی کرسی سے بدرجہا بہتر ہے۔ حضرت مولانا عبدالرؤف کا پیغام، مسلمانانِ کلکتہ کے نام۔ مسلم لیگ اور جماعت مسلمین کے تین قسم کے مخالفین اور اُن کی شرعی حیثیت۔ شریعت اسلام میں عہد شکنی گناہِ کبیرہ ہے اور عہد توڑنے والا منافق ہے۔ جو آج ہی

اپنے عہد سے پھر گیا کل بعد انتخاب اس کا کیا اعتبار ہے۔ اگر مسلم لیگ کے تمام اُمیدوار کامیاب ہو جائیں تو کارپوریشن میں انقلاب پیدا ہو سکتا ہے۔ برادرانِ اسلام مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنائیں۔''

نومبر 1945ء میں کلکتہ میں ایک عظیم الشان علماء کانفرنس ہوئی جس میں مولانا آزاد سبحانی (1957-1883ء) اور دوسرے مقتدر علماء نے ایک قرارداد کے ذریعے مسلم ووٹروں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے نمائندے کے سوا کسی دوسرے نمائندے کو ووٹ دینا اتحادِ ملت، مفادِ ملت اور وقارِ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ پاکستان کے سوال کا یہ فیصلہ بڑی حد تک انتخابات کے نتائج پر مبنی ہے۔ اس قرارداد کو منظور کرانے میں مولانا عبدالرؤف پیش پیش تھے۔

دسمبر 1945ء کے انتخابات میں بنگال میں مرکزی اسمبلی کی کل چھ مسلم نشستیں تھیں جو سب کی سب مسلم لیگ نے حاصل کر لیں۔ فروری 1946ء میں بنگال اسمبلی کی 119 مسلم نشستوں میں سے 112 نشستیں مسلم لیگ نے جیت کر 94 فیصد کامیابی حاصل کر کے کانگرس کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ ان انتخابات میں مولانا عبدالرؤف نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی حمایت میں تن من دھن کی بازی لگا دی۔ اُن کی یہ سرفروشانہ اور مخلصانہ خدمت کبھی بھی فراموش نہیں کی جائے گی۔

سیاسی ذوق رکھنے اور بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ مولانا عبدالرؤف اعلیٰ پائے کے مصنف بھی تھے۔ اُن کی تصنیفات میں سب سے اہم کتاب ''اصح السیر فی ہدیٰ خیر البشر ﷺ'' ہے جس کا پہلا ایڈیشن ستمبر 1923ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا ایڈیشن 1982ء میں کراچی سے طبع ہوا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم لکھنے کی انہیں مہلت نہ مل سکی۔ 20 فروری 1948ء / 1367ھ بروز جمعتہ المبارک یہ متواضع، سادہ مزاج اور خلیق شخص اپنی رہائش گاہ چونا منڈی کلکتہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔

مٹے ناميوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جناب طارقؔ سلطان پوری نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا!

''بابِ عزیمت وعظمت''
......1948ء......

پائے گا اجرِ جزیل اُن کا خدا سے بعد مرگ
کر گیا ہے زیست میں جو کارہائے خوب وہ

اُس کا سوالِ وصل یوں ہاتف نے طارقؔ سے کہا
"پیکرِ تعلیم و حکمت ، والہٗ محبوب وہ"

......1367ھ......

راقم الحروف محمد صادق قصوری نے بھی اُن کی تاریخ کہی!

"علم پرور شخصیت"

......1948ء......

نامِ نامی، حکیم عبدالرؤف
دانا پوری وہ عالِم ذی شاں
شاہ بطحاؐ کا عاشقِ صادق
کس قدر خوش نصیب تھا انساں
قوم کے دردمند نے آخر
زندگی کر دی قوم پر قرباں
سال رحلت کا یوں کہو صادقؔ
"غنچۂ فیض"، صاحب ایماں

1948ء

ماخذ:-

1- "یادرفتگاں" از سیّد سلیمان ندوی مطبوعہ کراچی 1955ء ص410 تا 413
2- "سیاسی مکتوباتِ رئیس الاحرار" (مولانا محمد علی جوہرؔ) مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی 1978ء ص286 تا 287
3- "تاریخ ہندوپاک" از مولانا قاری احمد پیلی بھیتی مطبوعہ کراچی 1974ء ص169
4- "جمعیت علماء ہند" جلد اوّل از پروین روزینہ مطبوعہ اسلام آباد 1980ء ص138 تا 139
5- "جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص961
6- "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص374 تا 375، 398 تا 408

7- مکتوب گرامی جناب پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی محررہ از لاہور مورخہ 17 فروری 1998ء

8- ''تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور 1966ء ص 493

9- ''تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا کردار'' از پروفیسر محمد شفیع صابرؔ مطبوعہ پشاور 1990ء ص 168، 169

10- ''قائد اعظمؒ، تحریک پاکستان اور صحافتی محاذ'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، کوئٹہ 2001ء ص 96

مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُرادآبادیؒ
(1883-1948ء)

صدرالافاضل مولانا حکیم سیّد محمد نعیم الدین بن مولانا سید محمد معین الدین نُزہتؔ (1843-1921ء) بن مولانا سیّد محمد امین الدین راسخؔ بن مولانا سیّد محمد کریم الدین آرزوؔ کی ولادت مبارک 21 صفر المظفر 1300ھ مطابق یکم جنوری 1883ء بروز پیر مرادآباد (یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کے بعد اُردو اور فارسی کی کتابیں والد بزرگوار اور مولانا شاہ فضل احمد سے پڑھ کر مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں مولانا سیّد گل محمد رحمتہ اللہ علیہ سے درسِ نظامی اور دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے 1320ھ/ 1902ء میں دستارِفضیلت حاصل کی۔

اپنے اُستادِگرامی مولانا سیّد گل محمد رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلویؒ (1856-1921ء) سے خلافت پائی۔ 1328ھ/ 1910ء میں مرادآباد میں ''مدرسہ انجمن اہلِ سنت وجماعت'' کی بنیاد رکھی جس میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم کا اعلیٰ پیانے پر بندوبست کیا گیا تھا۔ 1352ھ/ 1933ء میں آپ کی نسبت سے اس کا نام ''جامعہ نعیمیہ'' رکھا گیا۔ جلد ہی مدرسہ یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا اور غیر ممالک کے طلباء بھی یہاں آکر مستفیض ہوئے۔

آپ ممتاز عالم دین، نامور شیخ طریقت، صفِ اوّل کے مقرر، بہترین ادیب، شعلہ بیان خطیب، خوش نوا شاعر اور بہت بڑے مناظر تھے۔ تحریکِ خلافت، شدھی تحریک، فتنۂ ارتداد اور تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تحریکِ خلافت (1919-1923ء) کے دوران مشترکہ ہندو مسلم جدوجہد کا آغاز ہوا تو ہندو مسلم تعلقات اس حد تک پہنچ گئے کہ ہندو مقتدا اور مسلمان لیڈر مقتدی بن گئے۔ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر شعائر اسلام کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ ایسے موقعہ پر صدرالافاضل خاموش نہ رہ سکے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ آپ نے اس موقعہ پر ارشاد کیا!

''سلطنتِ اسلامیہ کی تباہی وبربادی اور مقاماتِ مقدسہ بلکہ مقبوضاتِ اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی وبربادی سے زیادہ اور بدرجہا

زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو، کم ہے۔ سلطنتِ اسلامیہ کی اعانت وحمایت، خادم الحرمین کی نصرت ومدد مسلمانوں پر فرض ہے لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقتدا بنایا جائے اور دین وایمان کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو اُن کے ساتھ متفق ہوکر ''بجا ہے، درست ہے'' پکارتے، مسلمان آگے ہوتے اور ہندو اُن کے ساتھ ہوکر اُن کی موافقت کرتے تو بے جا نہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، اُن پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے۔ کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے، کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں مگر دین کو کسی سلطنت کی طمع پر برباد نہیں کیا جا سکتا۔''

1343ھ/ 1924ء میں آپ نے مراد آباد سے ماہنامہ ''السواد الاعظم'' جاری کیا۔ اس پرچے میں ''دوقومی نظریہ'' کی بھرپور حمایت اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولی۔ ربیع آخر 1347ھ/ستمبر اکتوبر 1928ء کے شمارہ میں مدرسہ اہل سنت مراد آباد میں 18 ستمبر 1928ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں پاس ہونے والی قرارداد کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ!

''یہ جلسہ ''نہرو کمیٹی رپورٹ'' کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھ کر اس سے ناراضی کا اظہار کرتا ہے۔''

1930ء میں حکیم الامت علامہ اقبال (1938-1877ء) نے خطبۂ الہ آباد میں اُن افکار کا اظہار کیا جو ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے اور اسی موڑ سے تحریک کا قافلہ اس شاہراہ پر آ گیا جس پر گامزن ہو کر یہ قافلہ قیامِ پاکستان کی منزل تک پہنچ گیا، تاہم اس دور میں جب علامہ اقبال اپنے افکار کا اظہار کر رہے تھے، اُن کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزمان (1973-1889ء) ''خود الہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رُخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی۔'' تاہم علماء اہلسنت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی ضمانت چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے اقبالؔ کی واضح طور پر تائید کی۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبے میں کہا تھا!

''ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام

بحیثیت تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں دینی مرکزیت قائم کر سکے۔ اس طرح نہ صرف ہندوؤں کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساساتِ ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبۂ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔''

حضرت حکیم الامت کے انہی افکار پر جہاں دیگر مسلمان لیڈر بے تعلق اور خاموش تھے وہاں دوسری طرف ہندو لیڈروں اور اخبارات نے اقبال کے خلاف اپنے بغض کا اظہار شروع کر دیا۔ اس وقت صدرالافاضل نے ''السواد الاعظم'' شعبان المعظم 1349ھ/ جنوری 1931ء کے شمارے میں اقبالؒ کے افکار کی تائید کرتے ہوئے لکھا!

''ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، ایک حصہ ہندوؤں کے زیرِ اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا، یہ ہندو اخبارات دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا...... اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوگا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا؟ لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی نوکِ زبان پر لانے کو تیار نہیں ہیں، جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو۔ اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اُس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس! کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں۔''

تقسیمِ ہند کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے اسی ماہنامے میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں!

''جب ہندو اپنی حفاظت اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنی حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً اُن کے محلوں میں جانے اور اُن کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیئے۔ دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اس نقطہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں، یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنالیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے۔ ہر علاقے میں اسی علاقے والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقہ میں مسلمانوں اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی۔''

1940ء میں اقبال پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو علماء اہلسنت نے اس کی پرزور تائید

وحمایت کی۔ ان میں سے ایک حضرت صدر الافاضل بھی تھے۔ آپ نے تقریری اور تحریری میدان میں تحریک پاکستان کی زبردست خدمت کی اور کانگرسی مولویوں کے چھکے چھڑا دیئے۔

1946ء میں بنارس میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی تو آپ اس کے ناظم اعلیٰ تھے جبکہ صدارت کے عہدۂ جلیلہ پر حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء) فائز تھے۔ اس کانفرنس میں چھ سات ہزار علماء ومشائخ کا اجتماع اور دو لاکھ سے زائد حاضرین کا جمگھٹا تھا۔ اس میں آپ کی یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی:

''آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیثِ نبوی کی صورت کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔''

اس کانفرنس کے بعد اس کی غرض وغایت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور نظریۂ پاکستان کی اہمیت واضح کرنے کے لئے آپ نے صوبہ جات مدراس، گجرات، کاٹھیاواڑ، جونا گڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، کلکتہ، ہگلی، چوبیس پرگنہ، ڈھاکہ، کرنافلی، چٹاگانگ اور سہلٹ کے مسلسل دورے کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔ تحریکِ پاکستان سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا، چنانچہ مولانا ابوالحسنات قادری لاہوری (1896-1961ء) کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں، خود جناحؒ اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔''

تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں ایک اور جگہ فرمایا!

''ہم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آنا علماء کی شایانِ شان نہ سمجھا لیکن علماء نے مسلم لیگ کے حریفوں کا سرگرمی کے ساتھ مقابلہ کیا اور یہ مسلم لیگ پر کوئی احسان نہیں بلکہ ہمارا نقطۂ نظر شروع ہی سے اسلامی تعلیمات کے ماتحت تھا۔ اس جماعت نے ہر دور میں کبھی غیر مسلموں پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا۔ اب جو ایک قدم مسلم لیگ نے قرآن وسنت اور اس کے اسلامی احکام کی ترویج کا ذمہ اٹھایا تو علماء نے اسلام کی سربلندی کے لئے مسلم لیگ کے حریفوں کا مقابلہ کیا اور ان تمام بذلہ خواروں کا پردہ فاش کیا جنہوں نے پہلے سلطنتِ مغلیہ کے دور میں انگریزوں کی

ہمنوائی میں بڑی بڑی رشوتیں لیں جس کے صلے میں ''شمس العلماء'' اور '' خان بہادر'' کے خطابات پائے، جاگیریں لیں اور وہی سب ہندوؤں کے ٹکڑوں پر بک کر مسلمانوں کی پشت پر چھرا مارنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔''

بالآخر علماء اہلسنت کی مساعی سے پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا اور 1948ء میں آپ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی دعوت پر محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھویؒ (1894-1961ء)، مولانا محمد عمر نعیمی (1893-1966ء) اور مفتی غلام معین الدین نعیمیؒ (1923-1971ء) کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے لاہور پہنچے۔ مقامی علماء زعماء سے اسلامی دستور کے بارے میں گفتگو کے بعد کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں علماء سے گفتگو کرنے کے بعد اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مگر آپ کراچی ہی میں علیل ہو گئے اور اپنے قیام کو مختصر کر کے براہِ لاہور، مراد آباد پہنچے اور علالت کے باوجود خاکہ کی تیاری شروع کر دی۔ ابھی چند دفعات ہی تیار کی تھیں کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں ہم سے جدا کر دیا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

اگر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو خاکہ مرتب کرنے کی مہلت مل جاتی تو پاکستان میں دستور سازی کا کام کبھی کا مکمل ہو چکا ہوتا اور ارضِ پاک پر لادینیت، سوشلزم اور کمیونزم کے نعرے بلند نہ ہوتے۔ یہ صورت علماء اہلسنت کے لئے ایک زبردست چیلنج ہے کہ اگر یہاں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ نہ ہوا اور وہ اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو پھر!

نہ ہوگی داستاں تک بھی تمہاری داستانوں میں

آپ کی مندرجہ ذیل کتب یادگار ہیں:-

1- تفسیر خزائن العرفان
2- طبیب البیان ردتقویۃ الایمان
3- زاد الحرمین
4- آداب الاخیار
5- الکلمۃ العلیاء
6- سیرتِ صحابہ

7- سوانح کربلا
8- التحقیقات ارفع التلبیسات
9- کتاب العقائد
10- کشف الحجاب
11- اسواط العذاب
12- گلبنِ غریب نواز
13- ہدایت کاملہ برقنوت نازلہ
14- دیوانِ اُردو وغیرہم

18 ذوالحجہ 1367ھ/ 22 اکتوبر 1948ء بروز جمعۃ المبارک بارہ بج کر پچیس منٹ پر آپ کی رُوح مقدس قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ مزار مبارک مسجد جامعہ نعیمہ مرادآباد کے بائیں گوشے میں مرجعِ خواص وعام ہے۔

بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے، چند ایک درج ذیل ہیں۔

1- حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن قادری آگروی ثم کراچوی (1964-1887ء) مصنف ''داستانِ اُردو''۔

بے سرو پا ہو گئے ایسا تھا مولانا کا غم
اے قادری خستہ جگر تاریخِ رحلت کر رقم
''فضل وسخا، رُشد وہُدیٰ، حلم وحیا، عدل و
کرم''

1948ء

ہیں رونما اب درد وغم، مہر و جفا، رنج والم

2- مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدیؒ شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم بدایوں (بھارت)

شوقِ نعیم خلد میں حضرتِ نعیم دیں
دارِ فنا سے دارِ بقا کو ہوئے رواں
رضواں نے دی ندا کہ فریدیؔ سنِ وصال

کہہ دو ''ملا بہشتِ بریں میں اُنہیں مکاں''

......1367ھ......

3- مولانا حکیم مفتی غلام معین الدین نعیمیؒ مدیر اعلیٰ ''السواد الاعظم'' لاہور

ز دُنیا رفت سُوئے باغِ جنت

ادیب و عالمِ علمِ محمدؐ

بگو مخدوم سالِ ارتحالش

'' نعیم الدین نعیم فضلِ ایزدؔ''

......1367ھ......

دیگر

کردہ سفر بعجلت صدر الافاضل آقا

پیدا شود بقلبش شوقِ جمالِ مولا

تاریخ ایں نوشتہ مخدوم بندۂ اُو

'' ذی الحجہ نوزدہ شب پیکِ وصالِ مولا''

......1367ھ......

4- جناب طارق سلطانپوری، محلہ حطاراں، حسن ابدال ضلع اٹک

ماہِ چرخِ بصیرت و دانش

آفتابِ سپہرِ فضل و کمال

شیرِ حق ، جس سے خائف و مرعوب

دجل و مکر و منافقت کے شغال

کوئی اُس کو شکار کر نہ سکا

کم نہ غیروں کی سازشوں کے تھے جال

متحرک برائے پاکستان

تھا سراپا عمل وہ خوب خصال

شاملِ اجتماعِ بنارس میں

تھے جہاں اور بھی فرشتہ خصال

عزِ اسلام کے تھے سب طالب
نہ مفاداتِ ذات کا تھا سوال
آج بھی اُس کا ذکر ہوتا ہے
جذبۂ عشق کو نہیں ہے زوال
آج بھی اُس کی یاد باقی ہے
ہو گئے اس کے وصال کو کئی سال
باغِ فردوس اُس کا مسکن ہو
رحمتِ حق ہو اُس کے شاملِ حال
''رہنمائے عظیم ما'' طارق
1367ھ
اُس حق اندیش کا ہے سالِ وصال

5- حضرت صابر براریؒ کورنگی، کراچی

ہوئے ہیں راہی سُوئے عدم صدر الافاضل بھی
تھے جو مشہور نکتہ نہج نکتہ دان و نکتہ چیں
لکھی ہے آپ نے تفسیر قرآن مبین ایسی
ہے جماعت اہلسنت کے لئے وہ باعث تسکیں
نعیمی جو مبلغ دین کے ہیں سارے عالم میں
ہیں سب ہی معتقد اُنکے، ہیں اُنکے در کے خوشہ چیں
حقیقت خوب روشن ہو گئی ہے خلق میں صابر
''امام، عالم و فاضل تھے مولانا نعیم الدین''
1948ء

ماخذ:-

1- ''حیاتِ صدر الافاضل'' از مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور طبع دوم متعدد صفحات
2- ''تذکرہ علمائے اہلسنت'' از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) 1391ھ ص252 تا253

3- ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 366
4- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 266 تا 274
5- ''مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی از پروفیسر اشتیاق طالب مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔ متعدد صفحات
6- ''حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1994ء ص 67، 68، 74
7- ''امیر ملت اور آل انڈیا سنّی کانفرنس'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1991ء متعدد صفحات
8- ''تاریخ ساز شخصیات'' از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور 1992ء ص 243 تا 244
9- ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور جنوری 1998ء ص 44 تا 47
10- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور جنوری 1974ء ص 65، 66
11- ماہنامہ ''ترجمانِ اہلسنت'' کراچی اگست 1971ء ص 43
12- ''تحریک آزادی ہند اور السوادِ اعظم'' از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور 1979ء متعدد صفحات
13- ماہنامہ ''نور الحبیب'' بصیر پور ضلع اوکاڑا اپریل 1998ء ص 36، 37
14- ''تاریخ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 20
15- ''تحریکِ آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 366

مولانا حکیم معراج الدین احمد امرتسریؒ

(1886 - 1948ء)

مولانا حکیم معراج الدین احمد 7۔اپریل 1886ء کو امرتسر (بھارت) کے مشہور و معروف طبیب حکیم محمد ابراہیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد ''بابائے طب حکیم غلام رسول امرتسری کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کر کے علمِ دینیہ کی تحصیل کی اور طب بھی پڑھی اور پھر والد گرامی کی زیرِ نگرانی مطب شروع کر دیا۔

مطب کے ساتھ ساتھ حکیم صاحب کو علم و ادب سے بھی بھرپور دلچسپی رہی۔ 1904ء میں آپ نے اخبار ''کامریڈ'' جاری کیا جس نے کانگرس کی اسلام دشمن پالیسی کو بے نقاب کر کے مسلمانانِ برصغیر کی رہنمائی کی۔ اس کے بعد آپ نے ایک کتاب ''کانگرس کا کچا چٹھا'' لکھی جو بہت مقبول ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔ اخبار ''تھہ سوٹا'' جاری کر کے آپ نے ''اکالی تحریک'' کے خلاف محاذ قائم کر کے شاندار خدمات انجام دیں۔

مختلف مواقع پر آپ اخبار ''ہنٹر'' ، ''رفیق صادق'' ، ''حنفی'' اور ''اخبار جماعت'' کے ایڈیٹر رہے۔ اخبار ''المعین'' کی ادارت بھی کی۔ ''المعین'' میں ایک قابلِ اعتراض مضمون چھپنے پر حکومت نے ضمانت طلب کی۔ حکومت کی طرف سے کسی اخبار سے ضمانت طلبی کا یہ پہلا وار تھا جو ''المعین'' سے شروع ہوا اور اب تک رائج ہے۔ احباب نے ضمانت کیلئے رقم کی پیشکش کی مگر آپ نے حکومت کو ایک کوڑی تک دینا گوارا نہ کیا۔

ستمبر 1914ء میں آپ نے ''انجمن راعیانِ ہند'' کی بنیاد رکھی اور ''راعین میگزین'' کا اجراء کیا۔ ارائیں قوم کی تنظیم کے اوّلین داعی نے قوم کے لئے جو خدمات سرانجام دیں وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی کوششوں سے ''انجمن راعیان ہند'' کا سب سے پہلا اجلاس 15 اپریل 1915ء بروز جمعرات لاہور میں سر میاں محمد شفیع (1869-1932ء) کی صدارت میں ہوا۔ اس عظیم الشان اجلاس میں علامہ محمد حسین عرشی امرتسری (1892-1985ء) نے اپنی نظم میں حکیم صاحب کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

راہبر کون وہ سوتوں کو جگایا جس نے
جرسِ قافلۂ شوق بجایا جس نے
مژدۂ منزل مقصود سنایا جس نے
مددِ قوم کا بیڑا ہے اُٹھایا جس نے

حامل کلفتِ ایثار جناب معراج
راہروِ جادۂ ابرار جناب معراج

اس اجلاس کی کامیابی نے برصغیر میں پھیلی ہوئی ارائیں قوم کو متحرک کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے دیگر اقوام کے مقابلہ میں سب سے پہلے ''تاریخ ارائیاں'' تصنیف کر کے ارائیں دوستی کا ثبوت فراہم کیا۔ قاضی فتح محمد امرتسری بھی آپ کی دریافت تھے جنہوں نے لاہور کی انجمن اراعیان کے تعاون سے ہفتہ وار ''الراعی'' جاری کیا۔

ارائیں قوم کی بیش بہا خدمات کے پیش نظر علامہ محمد حسین عرشی امرتسری (1985-1892ء) نے آپ کو اپنی ایک نظم میں راعیوں کا ''سرسید'' لکھا تھا۔ جب انجمن راعیان کی تنظیم و اشاعت کا کام لاہور والوں نے سنبھال لیا تو حکیم صاحب نے اپنی تمام تر توجہ دین و مذہب کی طرف مبذول کر لی۔

آپ نے اوائل عمر میں ہی حضرت امیر ملت حضرت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1951-1841ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔ بیعت کے بعد آپ اپنے زہدیٰ و تقویٰ، مذہبی و ملی خدمات اور اطاعت مرشد کی بدولت حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خاص مریدوں میں شمار ہونے لگے تھے حتیٰ کہ فنا فی الشیخ کی منزل تک جا پہنچے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کے خلیفہ خاص مولانا غلام احمد اخگر امرتسریؒ (1927-1864ء) نے امرتسر سے ''اخبار اہل فقہ'' جاری کر کے اہل سنت و جماعت کی جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ لیکن ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت اخگر کو مجبوراً یہ اخبار بند کرنا پڑا تو جولائی 1918ء میں مولانا اخگر اور مولانا محمد شریف کوٹلوی (1951-1861ء) کی تحریک پر حکیم صاحب نے ''اخبار الفقیہہ'' کی ذمہ داریاں قبول کر لیں۔ اس پرچہ کی ترتیب کا سارا کام مولانا اخگر اور فقیہِ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی فرماتے تھے۔ 1927ء میں مولانا اخگر کی رحلت ہوئی تو علمائے امرتسر کا ایک وفد مولانا محمد عالم آسی امرتسری (1944-1881ء) سے ملا اور درخواست کی کہ مولانا اخگر کی رحلت سے الفقیہہ کی علمی حیثیت ختم ہو گئی ہے لہٰذا آپ سرپرستی قبول فرمائیں۔ حضرت آسی نے یہ ذمہ داری قبول فرما لی۔ چنانچہ مولانا آسی اور استاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوریؒ (1999-1927ء) کے برادر اکبر حضرت حکیم غلام قادر (1975-1908ء) نے پرچہ کی ترتیب کا کام سنبھالا یعنی ان کے علمی معاون رہے اور یہ ایک ایسا پُرخلوص تعاون تھا کہ ان دونوں بزرگوں کا اخبار میں بحیثیت مدیر یا مدیر معاون کبھی بھی نام نہیں چھپا۔

حکیم صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ کی زیرِ قیادت تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ لیکن وہ ہندو مسلم اتحاد کو مسلمانوں کے لئے انتہائی مہلک سمجھتے تھے جیسا کہ بعد میں حالات نے ثابت بھی کر دیا۔ حکیم صاحب نے ''الفقیہہ'' کی اشاعت مورخہ 20 مارچ 1924ء کے صفحہ 9 پر ''کانگرسی مسلمانوں'' کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ!

''ہمارے دوستوں کو ابھی تک ''ہندو مسلم اتحاد'' کا شوق ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ ایسا اتحاد مسلمانوں کے لئے سُمِ قاتل ہے۔ ملک کے ہندو لیڈر قومی میثاق کے متعلق جو رویہ اختیار کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ابھی ''انگریزی راج'' ہے، جب ''انگریزی راج'' میں ہندوؤں کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے تو مسلمان یاد رکھیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو لوگ، مسلمانوں کو کان سے پکڑ کر ہندوستان سے باہر نکال دیں گے یا اُن کی زندگی دشوار کر دیں گے۔ اُردو زبان اور رسم الخط کا نام و نشان مٹا دیں گے اور تمام اسلامی حقوق غصب کر لئے جائیں گے۔''

حکیم صاحب ''جمعیت خدام الحرمین'' کے تاسیسی رکن تھے جس کا پہلا اجلاس مورخہ 17۔ اکتوبر 1929ء کو بریڈلاء ہال لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں برصغیر کے اکابر مثلاً پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری (1841-1951ء)، مولانا حسرت موہانی (1878-1951ء)، مولانا سید حبیب مدیر ''سیاست'' لاہور (1891-1951ء)، شیخ صادق حسن امرتسری (1887-1959ء)، سر میاں محمد شفیع (1869-1932ء)، ڈاکٹر سیف الدین کچلو (1884-1963ء)، مولانا محمد بہاء الحق قاسمی امرتسری (1900-1987ء)، مہاراجہ محمود آباد علی محمد خان (1881-1931ء) نے شرکت کی۔ حکیم صاحب نے اجلاس کی کامیابی و کامرانی کے لئے سعی بلیغ کی۔

حکیم صاحب کو دو دفعہ قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ پہلی بار 1919ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر کے سانحہ پر گرفتار ہوئے اور دوسری دفعہ 1947ء میں فرقہ وارانہ فسادات میں پابہ زنجیر ہوئے مگر یہ گرفتاریاں، زندانیاں اور پریشانیاں انہیں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے باز نہ رکھ سکیں۔ بقول سیّد الاحرار مولانا حسرت موہانی!

اک طرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی
ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی

23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حکیم صاحب نے ''الفقیہہ'' کے صفحات تحریک

پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے وقف کر دیئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی خبریں نمایاں طور پر شائع کر کے اور تحریک پاکستان کے حق میں اداریے لکھ کر تحریک کو تقویت بخشی۔ حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ کے اس مرید نے قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں جو بے مثال خدمات انجام دیں، ''الفقیہہ'' کی فائلیں آج بھی ان کی گواہی دے رہی ہیں۔

''الفقیہہ'' کی خدماتِ جلیلہ کی ایک جھلک آپ 1942 اور 1944ء کے اُن عکسوں سے لگا سکتے ہیں جو آئندہ صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔ سوادِ اعظم اہل سنت کے اس ترجمان نے 1942ء کے اوائل سے ''امرتسر'' کے ساتھ ساتھ لفظ ''پاکستان'' کا اضافہ کر دیا تھا۔ کتاب ہذا میں دو شماروں کے سرورق کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران حالات انتہائی نازک تھے۔ اس ہنگامی دور میں ''پاکستان'' کے لفظ کا تکرار حکومت برطانیہ کے غیض و غضب کو دعوت دینا تھا اور بالخصوص صحافت کی دنیا میں، جہاں معمولی سی بات پر بھی ضمانت طلب کی جاتی تھی، ضمانتیں ضبط ہونا تو روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ ''الفقیہہ'' اپنے سرورق پر امرتسر (پاکستان) لکھا تھا۔

1945-46ء کے تاریخ ساز الیکشن میں حکیم صاحب نے ''الفقیہہ'' کے ذریعہ جو کردار ادا کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ جنوری 1947ء میں جب خضر حیات ٹوانہ (1900-1975ء) نے مسلم لیگ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر استعفیٰ دے دیا تو اس معرکہ میں ''الفقیہہ'' کی خدمات بھی شامل تھیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد حکیم صاحب سب کچھ چھوڑ کر لاہور تشریف لے آئے۔ 2 جنوری 1948ء کو ''الفقیہہ'' کے اجراء کے لئے درخواست دی۔ 20 جولائی کو ڈیکلریشن مل گیا اور پرچہ شائع ہونے لگا۔ بعد ازاں بعض ناگزیر حالات کی بنا پر حکیم صاحب ''الفقیہہ'' کو گوجرانوالہ لے گئے اور ان کی حیات تک ''الفقیہہ'' بڑی آب و تاب سے نکلتا رہا۔ اُن کی رحلت کے بعد اُن کے صاحبزادہ نے 7۔ اپریل 1949ء کو لاہور سے نئے سائز پر اس کا اجراء کیا مگر اب چونکہ پرچہ میں حکیم صاحب والی بات نہ تھی لہذا جلد ہی دم توڑ گیا۔

حکیم صاحب کی وفات حسرت آیات 9 نومبر 1948ء مطابق 7 محرم الحرام 1368ھ بروز منگل بوقت شام 5 بج کر 35 منٹ پر بعمر ساڑھے 62 سال لاہور میں ہوئی۔ امرتسر میں لاکھوں کی جائیداد چھوڑ کر آنے والے اس مردِ جلیل کو پاکستان میں سر چھپانے کے لئے جگہ نہ مل سکی۔ اگر ملی تو صرف قبر کے لئے دو گز زمین۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! قبرستان میانی صاحب لاہور میں دفن ہوئے۔ 14 اگست 1996ء کو

''تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ لاہور'' نے اُن کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ''تحریک پاکستان گولڈ میڈل'' دیا جو اُن کے صاحبزادے فیاض الدین احمد نے وصول کیا۔

بہت سے شعرائے کرام نے آپ کی رحلت پر مرثیے، تعزیتی نظمیں اور قطعاتِ تاریخِ وصال لکھے۔ ذیل میں تاج الشعراء مومنِ ثانی علامہ تاج الدین احمد تاج عرفانی نقشبندی جماعتی (1884-1959ء) کا قطعۂ تاریخ وصال درج ہے۔

اے اجل ترے ستم کی داستاں ہے دلگداز
کاٹتی رہتی ہے تو بس باغِ ہستی کے نہال !
تیرے دامِ مرگ سے کوئی بھی بچ سکتا نہیں !
وسعتِ عالم میں پھیلا ہے ترا خونریز جال !!
پیاری پیاری صورتیں لاکھوں کو جن کی چاہ تھی
مل گیا ہے خاک میں ہر ایک کا حسن و جمال
کیسے کیسے نامور تو نے مٹائے ہائے ہائے
عالم و فاضل ،ادیب و شاعر و اہلِ کمال
اُف ! بہن کو بھائی سے ماں باپ کو اولاد کو
کر دیا تو نے جُدا کیسی ہے تیغ انفصال
وہ حکیم نامور معراج الدین امرتسری
باعثِ صد رنج و غم ہے آہ اُن کا انتقال !!
حنفیوں کا ملک بھر میں ایک ہی اخبار تھا
حامیٔ احناف یعنی ''الفقیہہ'' خوش خصال
آپ کے زیرِ ادارت مدتوں چھپتا رہا
اس کے ہوتے تھے مضامیں لاجواب و بے مثال
اُن کے مرنے کی تلافی ہو نہیں سکتی کبھی
بھول سکتا ہی نہیں اس موت کا رنج و ملال
اہل نسبت سے کوئی پوچھے کہ کیا صدمہ ہے یہ

کیوں نہ مصروفِ بکا ہو آپ کا اہل و عیال
یہ دُعا اخلاص سے اے تاج اُن کے حق میں ہے
ہوں غریق رحمت و افضال و سلف لایزال
کٹ گیا ہمزے کا سر کیونکر نہ روئے تاجِ زار
''گریۂ غم بن گئی ہے آہ!'' آہ تاریخِ سال
1368ھ

ماخذ:-

1- ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر، لاہور 1942ء تا 1949ء کی فائلیں۔
2- روزنامہ ''زمیندار'' لاہور بابت 12 نومبر 1948ء
3- روزنامہ ''غازی'' لاہور بابت 12 نومبر 1948ء
4- ''ذاتی یادداشتیں'' اُستاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
5- ''خفتگانِ خاک لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم لاہور 1993ء ص 131
6- مکتوب گرامی علامہ محمد حسین عرشی امرتسری (عم زاد حکیم معراج الدین احمد) بنام مؤلف از اڈہ قادر آباد ضلع ساہیوال محررہ 12 ستمبر 1980ء
7- ''قائداعظمؒ مہد سے لحد تک'' از قمر تسکین مطبوعہ لاہور 1989ء ص 764، 765
8- روزنامہ ''امروز'' لاہور 30 دسمبر 1976ء
9- روزنامہ ''صداقت'' لاہور 18 جون 1980ء
10- روزنامہ ''مشرق'' لاہور 22 نومبر 1980ء، 29 نومبر 1984ء، 11 اپریل 1988ء
11- ماہنامہ ''راعی انٹرنیشنل'' لاہور اکتوبر 1989ء ص 12، 13
12- ''مجلۃ الراعین'' اخوت نمبر ص 163 مطبوعہ کراچی 84-1983
13- ماہنامہ ''شفاء الملک'' لائل پور بابت ماہ دسمبر 1948ء ص 30
14- ''پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ'' از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور 1989ء ص 57

ڈاکٹر سیّد ظفرالحسن انبالویؒ
(1879-1949ء)

علامہ ڈاکٹر سیّد ظفرالحسن بن سیّد دیوان محمد کی ولادت 14 فروری 1879ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ آبائی وطن قصبہ کھرڑ ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب) تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے (فلسفہ) کرنے کے بعد جرمنی سے فلسفہ کے مضمون Realism پر پی ایچ ڈی کی اور واپس آتے ہی علی گڑھ میں فلسفہ کے استاد ہو گئے اور پھر ترقی کرتے کرتے صدر شعبہ فلسفہ کے عہدہ تک جا پہنچے۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے فلسفہ کے مضمون Realism پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب کی شادی برصغیر کے نامور ادیب، شاعر اور صوفی بزرگ میر سیّد غلام بھیک نیرنگ انبالوی کی صاحبزادی سے ہوئی تھا۔ آپ علوم عربیہ اسلامیہ اور غربیہ المانیہ والنکلزیہ کے امام عصر تھے۔ حق یہ ہے کہ علوم اسلامیہ حاضرہ کے اندر حضرت علامہ اقبالؒ کے بعد ان کے پایہ کا کوئی دوسرا محقق، حکیم و عارف اس زمانہ میں یورپ و ایشیا میں نہیں تھا اور ان کا یہ درجہ و مرتبہ مشرق و مغرب نے تسلیم کر لیا تھا۔

وہ نہ صرف حکیم و فیلسوف اعظم تھے بلکہ بڑے زبردست صاحب طریقت، صاحب ذوق و بصیرت، صاحب باطن و جمال اور پکے مومن مسلمان تھے۔ ان کا قول تھا کہ مشرق و مغرب کے علوم حکمت کو کھنگال ڈالنے کے بعد صرف دو باتیں سیکھیں۔ وہ یہ کہ دنیا میں صرف ایک کتاب ہے اور وہ قرآن اور دنیا میں صرف ایک انسان ہے اور وہ ہے محمد ﷺ۔ ڈاکٹر صاحب کے امتیازی اور مستقل فلسفہ کو جرمنی میں تسلیم کیا گیا۔

فلسفہ و حکمت میں ڈاکٹر سید ظفرالحسن، علامہ اقبال کی طرح اپنے ایک مستقل جداگانہ ممتاز مذہب حکمت کے بانی ہوئے ہیں جس کو حکماء مغرب نے تسلیم کیا تھا۔ اُن کے رشد و کمال کا یہ درجہ تھا کہ ان کی تھیوری اور حکمت پر لوگوں نے مقالات اور تھیسس (Thesis) لکھ لکھ کر برلن اور جرمنی کی دوسری یونیورسٹیوں سے ڈاکٹری کی ڈگریاں حاصل کی تھیں۔ ایک صاحب نے ''ڈاکٹر ظفرالحسن کا نظریہ حقیقت و عینیت'' (Dr, Zafar-ul-Hassa's Theory of Realism) پر مقالہ خصوصی لکھ کر جرمنی میں پیش کیا تھا جس پر حکمائے جرمنی اور فلاسفۂ مغرب نے صاحب مقالہ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی تھی۔

علامہ ڈاکٹر سید ظفرالحسن نے Realism اور فلسفہ اسلام اور حکمت کے مختلف شعبوں پر شہرہ آفاق طبع زاد مجتہدانہ کتابیں جرمنی اور آکسفورڈ سے شائع کی تھیں اور کئی غیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب صورتاً و سیرتاً مسلمان تھے۔ چہرہ پر شاندار لمبی داڑھی رکھتے تھے۔ نماز اور وظائف کے پابند تھے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے خصوصی طور معتقد تھے۔ حضرت امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء) سے شرفِ بیعت رکھتے تھے اور فنا فی الشیخ کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ اپنی تقریروں اور نجی گفتگو میں اکثر اپنے پیر و مرشد کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بڑے بالغ نظر اور روشن ضمیر تھے۔ حسن اخلاق، سیر چشمی، ہمدردی و محبت کی زندہ تصویر تھے۔ علی پور شریف حاضر ہو کر روحانی استفادہ کرتے رہتے تھے۔

آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہندی کفر اور ہندو اتحاد کی تفسیر جدید یعنی گاندھیت کی تحلیل ہے۔ ہندی کفر جدید یعنی گاندھیت جب کانگرس پارٹی کے مذہب مسلطہ اور دینِ قاہرہ کی صورت میں ظاہر ہوئی اور واردھا تعلیمی اسکیم کے ذریعے اس نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی ترکیب نکالی تو یہ مرد حکیم، مرد مسلم و مجاہد بن کے ظاہر ہوا۔ بابائے ملت حضرت قائداعظمؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ماتحت ایک مسلم تعلیمی کمیٹی قائم کی جس کے صدر ڈاکٹر سید ظفر الحسن تھے اور سیکرٹری ان کے شاگرد ڈاکٹر افضال حسین قادری (1912-1974ء) تھے۔ سید صاحب کی بلند پایہ رپورٹ واردھا سکیم کے لئے پروانۂ موت ثابت ہوئی۔ بعد ازاں آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس نے مسلم تعلیمی اسکیم، سید صاحب کی نگرانی میں تیار کی۔ سید صاحب کی رپورٹ اور اسکیموں کو آج پاکستان میں بروئے کار لانے کی اشد ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ علی گڑھ پاکستان اسکیم کو ستمبر 1939ء میں کتابی، علمی و عملی شکل میں پیش کرنا تھا۔ پاکستان کی آواز تو بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی اس کی علمی و عملی صورت اور اس کی فلسفیانہ اور منطقی بنیاد کو واضح اور معین شکل میں اب تک پیش نہ کر سکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ارشاد پر اپنے شاگردِ خاص ڈاکٹر افضال حسین قادری (ف 1974ء) کے تعاون سے یہ سکیم مع چارٹ و نقشہ جات اور مقدمہ بعنوان ''ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اس کا حل'' مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جس نے ''علی گڑھ پاکستان اسکیم'' کے نام سے شہرت عام بقائے دوام حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تمام اساتذہ کرام اور پروفیسران کا زبردست بیان سکیم کی تائید و حمایت میں شائع ہوا اور جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہر دل کی دھڑکن بن گئی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں علی گڑھ سکیم ایک نشانِ اعظم کا درجہ رکھتی ہے۔

اس سکیم کی تیاری کے سلسلہ میں حضرت امیر ملت قدس سرہ کے مشورہ پر ڈاکٹر صاحب اور علامہ اقبال

کے مابین کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رہی اور بعض باتوں کی وضاحت کے لئے ڈاکٹر صاحب اپنے شاگردِ خاص ڈاکٹر برہان احمد فاروقی (1995-1904ء) کو بار ہا حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی خدمت میں بھیجا۔

ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اپنی ایک علیحدہ قومی شناخت ہے جو بڑی حد تک غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ اس سکیم میں ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور متعدد چھوٹی ریاستوں پر، دوسرا بنگال (ہاوڑہ، مدنا پورہ، بہار کا ضلع پورنیا اور آسام کا ضلع سہلٹ نکال کر) پر اور تیسرا باقی ماندہ ہندوستان (چند علاقے مستثنیٰ کرکے) پر مشتمل ہو جس کے لئے انہوں نے خصوصی حیثیت کی ٹھوس تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملہ کے لئے باہمی اتحاد کی اجازت دی جائے۔

ڈاکٹر صاحب کا ایک اور بہت بڑا کارنامہ حضرت قائداعظمؒ کو جواب تک پاکستان سکیم کے قائل نہیں ہوئے تھے، انہیں سکیم کی بنیاد پر مسلسل مذاکرات ومباحثات ومکالمات کے ذریعہ قائل کرنا تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ قائداعظمؒ نے مارچ 1940ء میں اجلاس لاہور آل انڈیا مسلم لیگ میں قرارداد پاکستان پیش کی۔ یہ غالباً لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضرت قائداعظمؒ کے خطبۂ لاہور کا وہ تمام حصہ جو ''ٹونیشن تھیوری'' پر ہے وہ سب ڈاکٹر صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ قرارداد لاہور، اس کی منطقی فلسفیانہ تھیوری پر قائداعظمؒ کا خطبۂ لاہور اس عارفِ علی گڑھ کا فیضانِ روحانی تھا اور ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ ساری تحریک پاکستان، تحریک علی گڑھ کا ثمرہ تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے علی گڑھ یونیورسٹی میں اپنے زیر ہدایت ایک خفیہ سوسائٹی بھی قائم کر رکھی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں میں ایک آزاد حکومت قائم کی جائے۔ اس وقت تک ابھی ''پاکستان'' کا نام ایجاد نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اس سوسائٹی میں شامل ہونے والوں میں سے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اور پڑھوا کر بیعت لیا کرتے تھے۔ سوسائٹی کا ہر ممبر ہر روز بعد از نماز فجر مندرجہ ذیل حلف نامہ ایک وظیفہ کی طرح پڑھا کرتا تھا۔

''بیعت: میں فلاں بن فلاں خدا کو حاضر ناظر جان کر پورے صدق اور خلوص کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ:

ہندوستان میں مسلمانوں کا عروج و اقبال ہمیشہ میری غایت ہوگی اور اس غایت کو حاصل کرنے کیلئے میں اپنی جان و مال، عزت اور آسائش ہر چیز قربان کرنے کو ہمیشہ تیار اور آمادہ رہوں گا اور ہر طرح جدوجہد

کرتا رہوں گا۔ اور میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اس غایت کو حاصل کرنے کے لئے جو حکم آپ بحیثیت امیر مجھے دیں گے اس کی بے چون چرا بدل و جان تعمیل کروں گا۔

میں فلاں بن فلاں، بیعت کے تحت نہایت پکا وعدہ کرتا ہوں کہ:

1- غایت معلومہ کو حاصل کرنے کے لئے میں ملک کی سیاست میں اپنا نصب العین یہ رکھوں گا کہ اولاً مسلمان صوبوں میں اتحاد کلی قائم ہو جائے اور ثانیاً پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کی ایک فیڈریشن بن جائے جو باقی ہندوستان سے بالکل علیحدہ ہو۔ صوبوں میں نیابت بہ اعتبار آبادی ہو، مسلمانوں کا جداگانہ انتخاب ہو اور ان کے حاصل کرنے کی پوری سعی کروں گا۔

2- ہمیشہ کسی نہ کسی قسم کی ورزش کیا کروں گا تاکہ میری صحت و قوت قائم رہے۔ نیز اجتماعی و انفرادی مدافعت کے طریقے سیکھوں گا۔

3- میں حتی الامکان قرض نہیں لوں گا۔ اگر قرض کے بغیر چارہ نہ ہو تو اس صورت میں مسلمان سے قرض لوں گا۔ غیر مسلم سے ہرگز قرض نہیں لوں گا اور اپنی جائیداد غیر مسلم کے ہاتھ ہرگز رہن یا بیع نہیں کروں گا۔

4- کسی پر بوجھ بن کر نہیں رہوں گا۔ اپنی معاش خود پیدا کروں گا اور اس کے لئے کوئی حرفت سیکھوں گا۔

5- حتی الامکان مسلمانوں سے خریداری کروں گا اور مسلمانوں سے اُجرت پر کام لوں گا۔

6- اپنی ذات میں وہ اخلاق پیدا کروں گا جو ہماری غائیت کے لئے مفید ہیں یعنی اطاعت، رازداری، وفاداری، جسارت، استقامت، خودداری، صداقت، ایثار، کفایت شعاری، سادگی اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہوں گا۔ مسائلِ مذہبی میں اختلافات سے اجتناب کروں گا اور حتی الامکان اسلام اور اسلامیات کی پابندی کروں گا اور ان میں نظر پیدا کروں گا۔

7- دوسرے ارکان کے ساتھ محبت اور اخوت کے ساتھ رہوں گا اور حتی الامکان ان کی مدد کروں گا۔ کبھی کسی رکن کو دھوکہ نہیں دوں گا اور جماعت میں شریک ہو جانے کو ذاتی فائدہ اٹھانے کا ذریعہ نہیں بناؤں گا اور امیر کی نسبت بدگمانی نہیں کروں گا۔

8- امیر کی اجازت کے بغیر کسی سیاسی جماعت میں شریک نہیں ہوں گا اور اس کی مرضی کے خلاف ملکی انتخابات میں ووٹ نہیں دوں گا۔ اُس کی رضا کے بغیر ملازمت اور شادی نہیں کروں گا اور نہ ممالکِ غیر میں جاؤں گا۔

9- حتی الامکان دوسروں کو اپنا ہم خیال بناؤں گا کہ وہ جماعت میں شریک ہوں اور مسلمانوں میں جماعت کے خیالات کو پھیلاؤں گا۔

10- شودروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کروں گا اور اس کوشش میں مدد دوں گا۔

11- بہ طیبِ خاطر جماعت کو ماہوار پابندی کے ساتھ ہمیشہ چندہ دیتا رہوں گا اور اس کی مالی امداد کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

12- صبح کو اُٹھتے وقت اور رات کو سوتے وقت بہ خشوع وخضوع یہ دُعا مانگوں گا!

''یا اللہ! اپنے خاص فضل وکرم سے مجھے اپنی بیعت پر قائم رکھ اور وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق دے۔''

اس کے بعد عہد بیعت کو دہراؤں گا اور ہر ہفتہ جمعتہ المبارک کے دن صبح کے وقت اپنے وعدوں کو بھی دہراؤں گا۔''

1944ء میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ مختلف مقامات پر تربیتی کیمپوں کے انعقاد نے فیڈریشن کی کارکردگی کا لوہا منوایا۔ اس تربیت کا مقصد مسلمان طلباء کو ''مسلم انڈیا'' اور ''منصوبہ پاکستان'' کے مسائل سے آگاہ کرنا تھا۔ اسی قسم کا ایک خاص کیمپ 18 تا 28۔ اکتوبر 1944ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لگایا گیا جس میں طلباء کے علاوہ ڈاکٹر افضال حسین قادری (1912-1974ء) پروفیسر ابو بکر احمد حلیم (1897-1975ء)، پروفیسر جمیل الدین احمد (1910-1970ء) اور ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن نے مقالے پڑھے جس سے طلباء میں حصولِ پاکستان کے لئے ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا ہوا۔

پاکستان بننے کے بعد آپ نے سر آغا خاں کے ساتھ مل کر کراچی میں ایک ''عالمگیر سائنسی انسٹی ٹیوٹ''، ''اسلامی اکیڈمی''، ''یونیورسٹی'' اور ''مکرز علومِ معارف وتحقیقات'' قائم کرنے کا منصوبہ بنایا مگر افسوس کہ یہ منصوبہ پروان نہ چڑھ سکا اور حکومتِ پاکستان نے بھی آپ کی بالکل قدر نہ کی۔

ڈاکٹر صاحب کی رحلت 22 شعبان المعظم 1368ھ مطابق 19 جون 1949ء بروز پیر راولپنڈی میں ہوئی۔ جسدِ مبارک کو لاہور لا کر قبرستان میانی صاحب میں میر غلام بھیک نیرنگؒ کی قبر سے متصل جانب مشرق سپردِ خاک کر دیا گیا۔

جناب طارقؔ سلطان پوری نے قطعۂ تاریخ وصال کہا۔

''خورشیدِ جاہِ حُسنِ بصیرت''

1949ء

بہت اُس کا ہے نام علم و فراست کی مجالس میں
جہانِ حکمت و دانش میں ہے اُس کی بڑی شہرت
محقق شہرۂ آفاق ، عالمگیر دانشور
رئیسِ شہرِ فکر و فلسفہ وہ نازشِ ملّت
حکیم و فیلسوف و مردِ مومن ، عارف و صوفی
فضائل کا حسیں پیکر جہانگیر اُس کی حیثیت
بصیرت ، وسعتِ فکر و نظر ، تدبیر و دانائی
ہوئی اُس پر فراواں بخشش و فیاضیٔ قدرت
تفکر اجتہادی ، سوچ اُس کی انقلابی تھی
مبرہن کی جہاں پر حکمتِ اسلام کی عظمت
ہوئی مشہور عالم میں علی گڑھ کی سکیم اُس کی
مدلل ، منطقی بنیادِ پاکستان کی صورت
وہ تھا تحریکِ پاکستان کا حامی ، وہ شامل تھا
ہوا جب جادہ پیما کاروانِ جرأت و ہمت
مقامِ فقر اُس کا اس حقیقت سے ہویدا ہے
علی پوریؒ زعیم معرفت کا تھا وہ بانسبت
قریبی حضرتِ اقبالؒ سے بھی ربط تھا اُس کا
جہانِ فلسفہ میں ایک سند ہے جن کی حیثیت
عظیم اربابِ سائنس اس کے شاگردوں میں شامل ہیں
تو دیکھے تو اُس کی بارگاہِ علم کی رفعت
کریں فخر اہلِ ملّت جس قدر اُس پر، نہیں بے جا
وجود اُس کا متاعِ بے بہائے دامنِ ملّت

به تائید سروش غیب ، تاریخِ وصال اُس کی
کہی طارق ''بزرگِ با وقارِ دانش و حکمت''
1368ھ

ماخذ:-

1- ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' از محمد احمد خان مطبوعہ کراچی 1977ء ص 930
2- ''فدایانِ امیرِ ملّت'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ بُرج کلاں (قصور) 1981ء ص 20 تا 26
3- ''حضرت امیرِ ملّت اور تحریکِ پاکستان'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1994ء ص 33، 34
4- ''خفتگانِ کراچی'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1991ء ص 59
5- ''خفتگانِ خاکِ لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 19، 20
6- ''قراردادِ پاکستان صحافتی محاذ پر'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1990ء ص 146
7- ''معاصرین'' از مولانا عبدالماجد دریاآبادی مطبوعہ کراچی سن ندارد ص 200
8- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 123
9- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور 1984ء ص 402
10- ''قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان'' از شریف الدین پیرزادہ مطبوعہ اسلام آباد 1989ء ص 46 تا 51
11- ''کتاب زیست'' از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی 1982ء ص 255 تا 256
12- ہفت روزہ ''قندیل'' لاہور بابت 6 ستمبر 1949ء ص 11، 12
13- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17 دسمبر 1980ء
14- مکتوب گرامی سید عقیل ظفر الحسن (صاحبزادہ ڈاکٹر سید ظفر الحسنؒ) بنام مؤلف از لاہور محررہ یکم فروری 1981ء
15- مکتوب گرامی الحاج محمد زبیر سابق اسسٹنٹ لائبریرین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بنام مؤلف از کراچی، 9 نومبر 1980ء
16- مکتوب گرامی جناب طارقؔ سلطانپوری بنام مؤلف از حسن ابدال ضلع اٹک محررہ 31- مئی 1998ء
17- ''تاریخ نظریۂ پاکستان'' از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور کراچی 1976ء ص 300،
18- ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل، مطبوعہ کراچی 1976ء ص 105، 813

19- ''انسائیکلوپیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 635، 739، 1090
20- ''اقبال کا آخری معرکہ'' از سیّد نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور 1987ء ص 36، 38
21- ''اقبالؔ کے دینی وسیاسی افکار'' از سیّد نور محمد قادری، مطبوعہ گجرات 1982ء ص 59
22- ''حیاتِ مقدسہ حضرت سیّد جماعت علی شاہ'' از سلیم تمنائی مطبوعہ میسور (بھارت) 1974ء ص 76، 77
23- ''رجالِ اقبال'' از عبدالرؤف عروجؔ، مطبوعہ کراچی 1988ء ص 323

مولانا محمد شفیع داؤدیؒ

(1879-1949ء)

مولانا محمد شفیع داؤدی 1879ء میں داؤدنگر ضلع مظفر پور (صوبہ بہار، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے اور ایل ایل بی کیا۔ کلکتہ ہائی کورٹ اور پٹنہ ہائی کورٹ میں کامیاب وکالت کی۔ دینی علوم پر بھی اچھی خاصی نظر تھی۔ مظفر پور میں ''شفیع منزل'' کے نام سے ایک شاندار رہائش گاہ تعمیر کی جس میں تازیست رہائش پذیر ہے۔

مولانا داؤدیؒ نے تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے آپ کو اس کیلئے وقف کر دیا۔ علی برادران کے خاص الخاص مخلصین میں سے تھے۔ 1925ء میں ''بہار، اڑیسہ خلافت کانفرنس'' کے صدر منتخب ہوئے۔ 1926ء میں سنٹرل اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ فروری 1927ء میں ''آل انڈیا خلافت کانفرنس'' کے اجلاس لکھنؤ کی صدارت کی۔ ''تحریک ترکِ موالات'' میں وکالت چھوڑ کر نیم فقیرانہ لباس زیب تن کر لیا۔ اس وقت تین ہزار روپے ماہوار کی آمدن تھی۔ اس تحریک میں قلندرانہ کردار ادا کرنے کی پاداش میں 1920ء میں دفعہ 108 تعزیرات ہند کے تحت آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے ضمانت نہ دی اور نتیجتاً ایک سال کیلئے قید و بند کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔

اس گرفتاری کیلئے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس جب ''شفیع منزل'' پہنچا تو تین چار سیڑھیاں چڑھ کر ہی مولانا کے کمرے کے سامنے والے برآمدے میں لڑکھڑا گیا۔ یہ مولانا کی شخصیت اور حب قومی کا رعب تھا جس نے اتنا دہشت زدہ کر دیا تھا کہ وارنٹ گرفتاری بھی بمشکل دکھا سکا۔ مولانا نے اسے بڑی فراخ دلی سے خوش آمدید کہا اور بتایا کہ وہ ساتھ چلنے کو تیار ہیں، گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مسلم لیگ نے دہلی اجلاس (1926ء) میں آئینی اصلاحات کیلئے سکیم وضع کرنے کی خاطر جو کمیٹی مقرر کی تھی اُس نے فروری 1927ء کے شروع میں قائداعظمؒ کی رہائش گاہ ویسٹرن کورٹس دہلی میں اپنی میٹنگ بلائی۔ لیگ کی 1924، 1925ء اور 1926ء کی قراردادوں میں جن مطالبات اور تحفظات کا تعین کیا گیا تھا ہندو لیڈر انہیں قبول کرنے میں متامل تھے۔ وہ بدستور مخلوط طریقِ انتخاب پر مصر رہے۔ اس لئے کمیٹی نے ایک ایسا فارمولا تیار کرنے کی سعی کی جو انہیں قابل قبول ہو۔ جوں جوں کمیٹی کی میٹنگیں ہوتی رہیں ان کی اہمیت بڑھتی گئی۔ قائداعظمؒ نے مباحثوں میں حصہ لینے کیلئے دوسرے لیڈروں کو بھی مدعو کیا۔ ایسی آخری میٹنگ 20

مارچ 1927ء کو قائداعظمؒ کی زیرِ صدارت ہوئی جس میں درج ذیل اصحاب نے شرکت کی۔ مولانا محمد علی جوہر، سر محمد شفیع، نواب محمد اسمٰعیل خاں، سر محمد یعقوب خاں، میاں شاہنواز، صاحبزادہ عبدالقیوم خاں آف سرحد، نواب ذوالفقار علی خاں، عبداللہ سہروردی، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، راجہ غضنفر علی خاں، مہاراجہ علی محمد خاں محمود آباد، عبدالمتین چوہدری، امام صاحب جامع مسجد دہلی اور مولانا محمد شفیع داؤدی۔

اس اجلاس میں سندھ کو لگ صوبہ بنانے، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات نافذ کرنے اور بنگال میں مسلمانوں کو قانون ساز مجالس میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی دینے اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی مقرر کرنے کے مطالبات کئے گئے تھے۔ ان تجاویز کو ''تجاویز دہلی'' کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ دوسرے رہنماؤں کے علاوہ مولانا داؤدی نے بھی اس پر دستخط کئے تھے۔

25 اگست 1928ء کو آل پارٹیز کانفرنس کا جلسہ لکھنؤ میں ڈاکٹر انصاری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا داؤدی رکن مرکزی مجلس قانون ساز (ممبر سنٹرل اسمبلی) نے زور دیا کہ وہ تجاویز جو دہلی میں مسلمانوں نے 1927ء میں بنائی تھیں اور جن کو مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے منظور کر لیا ہے ان کو نہرو رپورٹ میں شامل کیا جائے۔ لیکن ڈاکٹر انصاری اور اُن کے ساتھی کانگریسیوں نے انکار کر دیا۔ مولانا داؤدی ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی ہٹ دھرمی سے مایوس ہو کر رنجیدہ واپس ہوئے۔

4 ستمبر 1928ء کو شملہ میں سنٹرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ وہاں پنڈت موتی لعل نہرو (1931-1861ء) نے کوشش کی کہ اسمبلی میں اپنی تجاویز ریزولیشن کے ذریعے منوالیں۔ اپنی پارٹی کے ایک ممبر گنگا نند سنہا سے ریزولیشن کا نوٹس دلوا دیا جو بیلٹ میں آ کر اس کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ مولانا داؤدی جو لکھنؤ سے دلبرداشتہ ہو کر آئے تھے اور نہرو رپورٹ کے زبردست مخالف تھے، انہوں نے اپنی پارٹی ''خلافت کمیٹی'' کے ممبروں سے مشورہ کیا اور دیگر ممبروں کے سامنے ذکر کیا تو سب نے طے کیا کہ تمام مسلمانوں کی ایک کانفرنس دہلی میں منعقد کی جائے جس کی صدارت کیلئے سر آغا خاں (1973-1877ء) کو لندن سے بلایا جائے۔ 38 مسلمان ممبران اسمبلی و کونسل آف اسٹیٹ نے یہ تجویز منظور کر کے دستخط کر دیئے۔ صرف کانگریسی مسلمان ممبران رفیع احمد قدوائی، تصدق احمد خاں شیروانی، یوسف امام اور شاہ محمد زبیر نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ قائداعظمؒ اس وقت لندن گئے ہوئے تھے۔ 10 دسمبر 1928ء کو مسلمان ممبران کی طرف سے اخبارات میں اعلان کر دیا گیا کہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں کی نمائندہ ایک کانفرنس (آل پارٹیز مسلم کانفرنس) دہلی میں زیرِ صدارت سر آغا خاں ہو گی۔ اس کانفرنس کے بلانے والے جن ممبران نے دستخط کئے اُنکے نام صوبہ وار مندرجہ ذیل ہیں۔

پنجاب، سے نواب سر ذوالفقار علی خاں، سر عبدالقادر، میں شاہنواز، لیفٹیننٹ سردار محمد نواز خاں، میاں عبدالحئی، سید راجن شاہ گیلانی ملتانی، صوبہ متحدہ (یوپی) سے مولوی محمد یعقوب، نواب محمد اسمٰعیل خاں، سر محمد یامین خاں، بنگال سے عبداللہ سہروردی، عبدالحلیم غزنوی، محمد رفیق، حاجی چوہدری محمد اسمٰعیل خاں، انوار العظیم، عبدالمتین چوہدری، محمود سہروردی، بہار سے مولانا محمد شفیع داؤدی، نوابزادہ سید اشرف الدین، بدیع الزمان، سندھ سے حاجی عبداللہ ہارون، محمد پناہ خاں، وحید بخش بھٹو، بمبئی سے سر ابراہیم ہارون، فاضل ابراہیم رحمت اللہ، مدراس سے مولوی سیّد مرتضٰی، عبداللطیف فاروقی، سرحد سے صاحبزادہ نواب سر عبدالقیوم خان اور سی پی سے عبدالقادر صدیقی۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل ممبران نے بھی دستخط کر دیئے۔

راجہ غضنفر علی خاں، حاجی عبداللہ حاجی قاسم، کبیر الدین احمد بیرسٹر، سید حسین شاہ، ممبران اسمبلی پرنس اکرم حسین پسر نواب واجد علی شاہ آف لکھنؤ، کرنل نواب سر عمر حیات ٹوانہ آف سرگودھا، میجر نواب محمد اکبر خان ہوتی، نواب سر سید مہر شاہ آف جلال پور شریف ضلع جہلم، سید محمد پادشاہ، غلام مصطفٰی چوہدری، علی بخش محمد حسین ممبران کونسل آف اسٹیٹ۔

دوبارہ 22 ستمبر کو اعلان کیا گیا کہ 11 نومبر (1928ء) کو دہلی میں سر آغا خاں کی زیر صدارت جلسہ میں نہرو رپورٹ پر غور ہوگا۔

جب موتی لعل نہرو نے دیکھا کہ اسمبلی میں مسلمان ممبر اُس کی رپورٹ کی مخالفت کریں گے تو اس کی وقعت کہ وہ متفق علیہ ہے جاتی رہے گی اور لارڈ برکن ہڈ (Lord Birken Head) کا چیلنج درست ثابت ہو جائے گا کہ ہندوستان کی سب قومیں مل کر کوئی آئین نہیں بنا سکتیں لہٰذا دور اندیش پنڈت نے اپنے ممبر کمار گنگا نند سنہا کو اسمبلی سے غائب کر دیا اور جس وقت اُس کا نام پکارا گیا کہ ریزولیشن پیش کرے وہ غائب تھا۔ اس طرح پنڈت موتی لعل نہرو اپنی رپورٹ جس میں مسلمانوں کی خوب کھل کر حق تلفی کی گئی تھی، پاس کرانے سے رہ گئے۔ اس کا سہرا مولانا محمد شفیع داؤدی کے سر ہے۔

یکم جنوری 1929ء کو سر آغا خاں کی صدارت میں دہلی میں ''آل پارٹیز مسلم کانفرنس'' کا جلسہ ہوا جس میں پانچ ہزار نمائندہ مسلمان شامل ہوئے۔ نہرو رپورٹ کی بڑی سخت اور شدید مذمت کی گئی اور دیگر مسلم مفاد قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔ تائید کرنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی، مولانا عبدالماجد بدایونی کے علاوہ مولانا داؤدی بھی شامل تھے۔ مولانا داؤدی نے اس کانفرنس کے سیکرٹری کی حیثیت سے

گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

1929ء میں جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی گود میں جا گری اور مسلم مفادات کو بالکل نظر انداز کر دیا تو علمائے حق جن میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا عبدالکافی الہ آبادی، مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی، شاہ محمد سلیمان پھلواروی، میر غلام بھیک نیرنگ، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، مولانا سید حبیب ایڈیٹر ''سیاست'' لاہور، پیر غلام مجدد سرہندی، مولانا حسرت موہانی، مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی، مولانا نذیر احمد خجندی، مولانا عبدالرؤف دانا پوری وغیرہم شامل تھے، کے ساتھ مولانا محمد شفیع داؤدی نے بھی جمعیت علماء ہند کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا اور جمعیت علماء کانپور کی تشکیل کی جس کے صدر مولانا محمد علی جوہر اور سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی منتخب ہوئے۔ نیز 5 دسمبر 1929ء کو ''دی مدراس پریذیڈنسی مسلم کانفرنس مدراس'' کی صدارت کی۔

اسی سال مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلمانوں کے مفادات کے حصول کی جنگ میں تن من دھن کی بازی لگا دی اور پھر تا زیست اسی نصب العین پر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ 1930ء میں مسلم لیگ کی حمایت پر جمعیت علماء ہند کو خوب تنقید کا نشانہ بنایا۔ 25، 26 نومبر 1933ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ زیر صدارت خان بہادر حافظ ہدایت حسین بیرسٹر ایٹ لاء آف کانپور ہوا جس میں صوبوں اور ریاستوں سے تین سال کیلئے مسلم لیگ کے نائب صدور چنے گئے۔ صوبہ بہار کی طرف سے مولانا داؤدی کو تین سال کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ کا نائب صدر چنا گیا۔ اس اجلاس میں مولانا داؤدی نے جمعیت علماء ہند پر بوجہ حمایت آل انڈیا نیشنل کانگرس کڑی تنقید کی اور ایک قرارداد پیش کی جس میں کمیونل ایوارڈ کے مخالفین کی مذمت کی گئی۔

1930ء میں گول میز کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ 12 نومبر 1930ء کو لندن میں جارج پنجم (1936-1865ء) نے پہلی گول میز کانفرنس کا افتتاح کیا۔ 12 نومبر 1930ء تا 19 جنوری 1931ء یہ کانفرنس جاری رہی۔ اس وقت گاندھی جی جیل میں تھے۔ ہندو قوم نے اپنی روایتی دوہری چال کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کانگرس کے بائیکاٹ کے باوجود مہاسبھا کے نمائندے ہندو ذہنیت کی ترجمانی کیلئے موجود تھے۔ باقی تمام جماعتیں بھی اس میں شریک تھیں۔ مسلمانوں کے نمائندوں میں قائداعظم محمد علی جناحؒ، مولانا محمد علی جوہر، مولوی اے کے فضل الحق،

غلام حسین ہدایت اللہ، سرمیاں محمد شفیع، حافظ ہدایت حسین، سرشفاعت احمد خاں، سرآغا خاں، نواب احمد سعید چھتاری، نواب سرصاحبزادہ عبدالقیوم خاں، سرسلطان احمد، میاں شاہنواز، راجہ شیر محمد، بیگم شاہنواز وغیرہم شامل تھے۔

گول میز کانفرنس کا دوسرا دور 7 ستمبر 1931ء تا دسمبر 1931ء جاری رہا۔ اس میں گاندھی جی، کانگرس کے واحد نمائندے کے حیثیت سے شریک ہوئے۔ مسلم وفد میں اب مولانا شوکت علی، سرعلی امام اور مولانا محمد شفیع داؤدی بھی شامل ہو گئے۔ گاندھی کی زبردست خواہش کے باوجود مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کو اس اجلاس میں شریک نہ کیا گیا۔ گاندھی نے انگلستان روانہ ہونے سے پہلے کراچی میں اقلیتی امور کے بارے میں ایک فارمولا پیش کر دیا جس میں تین نکات، مخلوط انتخاب، نشستوں کا تعین اور 25 فیصد سے کم آبادی والی اقلیت کیلئے عمومی نشستوں سے انتخاب لڑنے کا حق شامل تھے۔ کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا تو گاندھی نے اپنے علاوہ کسی اور کو ہندوستان کا نمائندہ ماننے سے انکار کر دیا اور اعلان کیا ''کانگرس ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور میں اُس کا واحد نمائندہ۔'' اس نے کوشش کی کہ اقلیتی امور پر تصفیہ کو ملتوی کر کے دستور کی باقی شقیں طے کر لی جائیں مگر اُس کی ایک نہ چلی۔ کانفرنس میں اس کی غیر معقولیت بالکل بے نقاب ہو گئی۔ واپس آ کر گاندھی نے تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ گاندھی کو پہلی مرتبہ مسلمانوں کی مخالفت کرنے کے باوجود تحریک چلانے کا اتفاق ہو رہا ہے۔ بدیں وجہ تحریک بہت جلد ناکامی سے دوچار ہو گئی۔

کانفرنس میں گاندھی کی ناکامی اور واپس آنے پر تحریک چلانے کی مذموم کوشش بارآور نہ ہونے پر اُسے جو ہزیمت اُٹھانا پڑی، اُس سے کانگرس کو سخت دھچکا لگا۔ برطانوی وزیراعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ (1866-1936ء) نے 14 اگست 1932ء کو فیصلہ سنا دیا جس کے اہم نکات یہ تھے۔

1- جداگانہ انتخاب کا حق صرف مسلمانوں ہی کو نہیں تمام اقلیتوں کو دے دیا گیا۔
2- مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو 1/3 نشستیں دی گئیں۔
3- صوبائی مجالس میں اقلیتوں کو اپنے تناسب سے قدرے زیادہ نشستیں دے دی گئیں۔

اس تمام تگ و دو میں مولانا محمد شفیع داؤدی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں مسلمانوں کے مفاد کیلئے وقف کر کے مسلم وفد اور قائداعظم کا پورا پورا ساتھ دیا اور اپنے گرانقدر مشوروں اور کوششوں سے گاندھی کے مکرو فریب کے جال کو تار تار کیا۔ ہندو ذہنیت پر مولانا داؤدی کی گہری نظر تھی۔ جیسا کہ معروف مسلم لیگی رہنما

چوہدری خلیق الزمان اپنی کتاب ''شاہراہ پاکستان'' میں لکھتے ہیں!

''شفیع داؤدی بہت صابر اور ہوش گوش کے آدمی ہیں۔ وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ اُن کے صوبے بہار میں ''کانگرس کمیٹی'' آئندہ مہاسبھا کا مکمل روپ دھارن کرے گی اور یہ کہ وہاں کیا برا انجام ہوگا۔'' (صفحہ 87)

19 فروری 1933ء کو مولانا محمد شفیع داؤدی نے ''ایگزیکٹو بورڈ آل پارٹیز مسلم کانفرنس'' کا اجلاس دہلی میں طلب کیا کہ برطانوی حکومت کے شائع کردہ وائٹ پیپر (قرطاس ابیض) پر غور کیا جائے۔ اس جلسہ کی صدارت سر محمد یامین خاں نے کی۔ اس جلسہ میں ہندوستان بھر کے 40 نمائندوں نے شرکت کی جن میں مولانا عبدالقدیر بدایونی، مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی، میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، سید حبیب ایڈیٹر ''سیاست'' لاہور وغیرہم شامل تھے۔ اس میں پندرہ قراردادیں منظور کی گئیں۔ مولانا داؤدی نے بحثیت سیکرٹری اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے بڑی محنت اور تگ ودو کی۔

24 ستمبر 1934ء کو ''مسلم یونٹی بورڈ'' نے اپنے اجلاس مراد آباد میں جمعیت علماء ہند (دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کرلیا کہ بورڈ شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی نے اس کی تردید کردی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کرلیا جس میں شاہ محمد سلیمان پھلواروی، حکیم الامت علامہ اقبالؒ، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلیؒ، مولانا حبیب مدیر ''سیاست'' لاہور، مولانا عبدالحامد بدایونی و دیگر بہت سے علماء کرام کے علاوہ مولانا محمد شفیع داؤدی نے بھی شرکت کی اور اپنی گرانقدر تجاویز و آراء سے اجلاس کو نوازا۔ اجلاس میں ''مسلم یونٹی بورڈ'' کی حمایت کا فیصلہ ہوا اور جمعیت علماء ہند سے بالکل علیحدگی اور لاتعلقی کا اعلان کیا گیا۔

21 اکتوبر 1935ء کو بدایوں میں ''آل انڈیا مسلم پولیٹیکل کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی جس کی صدارت کا شرف مولانا محمد شفیع داؤدی کو حاصل ہوا۔ 1937ء کے انتخابات میں بھرپور دلچسپی اور طوفانی دورے کرنے کی وجہ سے مولانا داؤدی کی صحت بہت متاثر ہوئی اور وہ عملی سیاست سے کنارہ کش ہوگئے۔ مگر ان کی تمام تر ہمدردیاں بدستور مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ رہیں۔

46-1945ء کے انتخابات میں انہوں نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے مقدور بھر مساعی کیں۔ دسمبر 1945ء میں کل ہند مرکزی اسمبلی کا انتخاب ہوا تو صوبہ بہار کی 3 مسلم نشستوں پر مسلم لیگ نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ پہلی نشست پر خان بہادر حبیب الرحمٰن (مسلم لیگ) نے 1233 ووٹ

حاصل کیئے جبکہ ان کے مدمقابل عبدالغفور (قوم پرست) کو صرف 243 ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہوگئی۔ حلقہ 2 بھاگلپور و حلقہ 3 ناگپور، اڑیسہ سے علی الترتیب مسلم لیگی اُمیدوار عابد حسین اور محمد نعمان بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے۔

فروری 1946ء کے الیکشن میں بہار اسمبلی کی کل 40 مسلم نشستوں میں سے مسلم لیگ نے 34 نشستیں حاصل کر کے 85 فیصد کامیابی حاصل کی۔ مولانا داؤدی کے رہائشی حلقہ مظفر پور صدر (حلقہ 19) پر مسلم لیگ کے جناب تجمل حسین کا مقابلہ کانگرس کے منظور حسن اور آزاد اُمیدوار عبدالجبار سے تھا۔ کانگرسی اُمیدوار نے 988، آزاد اُمیدوار نے 18 ووٹ حاصل کیئے۔ موخرالذکر کی تو ضمانت بھی ضبط ہوگئی۔ مسلم لیگی اُمیدوار نے 4005 ووٹ لے کر شاندار فتح مندی پائی۔

مولانا محمد شفیع داؤدی سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ 1929ء اور 1930ء میں حکیم الامت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے سجادہ نشین صاحبان، مشاہیر قوم اور سیاسی اکابرین کے ساتھ مل کر میلاد شریف منانے کیلیئے اخبارات میں مندرجہ ذیل اپیل شائع کی۔

''اتحاد اور سلام کی تقویت حضور سرورِ کائنات ﷺ کے احترام و اجلال، نبی اکرم علیہ التحیتہ والثناء کی سیرت پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیانِ مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کیلیئے 12 ربیع الاوّل کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں و مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو نبی سیّد المرسلین ﷺ کی عظمت و قدر کے شایانِ شان ہوں اور جنہیں دُنیا محسوس کر سکے۔ اُس دن ہر ایک آبادی میں علمِ اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزندانِ اسلام بلا استثناء اس علم کے نیچے جمع ہو کر خداوندِ پاک سے عہد کریں کہ وہ ہر قدم پر رسول اللہ ﷺ کا نقشِ قدم تلاش کریں گے، اُن ہی کی محبت میں زندہ رہیں گے اور اُن ہی کی اطاعت میں جان دیں گے۔''

اس اپیل پر علامہ اقبالؒ کے علاوہ سیّد غلام بھیک نیرنگ انبالوی، مولانا غلام مُرشد لاہوری، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی،، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی، دیوان سید محمد پاکپتن شریف، مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا سید حبیب مدیر ''سیاست'' لاہور، پیر سید محمد فضل شاہ سجادہ نشین جلالپور شریف، مولانا علی الحائری اور مولانا محمد شفیع داؤدی کے بھی دستخط تھے۔

1946ء میں مولانا داؤدی کی علالت نے شدت اختیار کر لی اور وہ بہت کمزور ہو گئے۔ ضعفِ پیری کے باعث نقل و حرکت محدود ہو کر رہ گئی۔ مسلمانوں کا درد جو اُن کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ

بدستور موجود تھا۔ جب کہیں سے سُن لیتے کہ مسلمانوں کو دُکھ پہنچا ہے تو بیتاب ہو جاتے۔ آخر کار تین سال کی طویل علالت کے بعد 1949ء میں مولانا محمد شفیع داؤدی نے مظفر پور (بہار، بھارت) میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جناب طارق سلطان پوری نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا!

دل پاکیزہ تھا معمور اُس کا دردِ ملت سے اُسے پروانۂ مصباحِ تحریک خلافت کہہ
علی بھائی جو تھے، شیدائی تھا وہ اُن بزرگوں کا اسے دلدادۂ عزّ و وقارِ و شانِ ملت کہہ
وہ مردِ حق نہ گھبرایا رہِ حق کے مصائب سے شرف یابِ اسارت کہہ اُسے آزادفطرت کہہ
وہ دانشور وکالت میں بھی رکھتا تھا مقام اُونچا اُسے گلزارِ خوبیِ گلشنِ فہم و فراست کہہ
وہ پاکستان کی تحریک کا بھی اک سپاہی تھا اُسے تمثیلِ جرأت کہہ اسے تصویرِ ہمّت کہہ

سرِ ''کردار'' سے تاریخِ رحلت اُس مکرّم کی

20

''شفیع داؤدی، زیبا نام تحریک و جسارت کہہ''

20+1929=1949ء

جدوجہدِ آزادی میں مولانا داؤدی کی اہلیہ زبیدہ خاتون نے بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ زبیدہ خاتون کی ولادت اکتوبر 1885ء میں پاروگاؤں ضلع مظفر پور (بہار، بھارت) میں ہوئی۔ اُن کے والد کا نام سیّد عبدالفتح ایڈووکیٹ تھا جو پاروگاؤں کے قریب وجوار میں بڑی زمینوں کے مالک تھے۔ زبیدہ خاتون نے اپنے شوہر کے سیاسی نظریات کا اثر قبول کر کے سیاست میں قدم رکھا۔ تحریک خلافت کے دور میں علی برادران کی والدہ محترمہ بی اماں، مولانا داؤدی کے ہاں قیام پذیر ہوئیں تو زبیدہ بیگم خصوصی طور پر متاثر ہوئیں اور پھر بی اماں کے شانہ بشانہ کام کیا اور ہر قسم کی پریشانیوں کا مقابلہ کیا۔ پردہ نشین خاتون ہونے کے باوجود اپنے شوہر نامدار کے ساتھ ہر جلسے میں شریک ہوتیں۔ خود بھی خواتین کے جلسے کرتیں۔ وہ اُن سبھی خواتین کا حوصلہ بڑھانے میں ہر ممکن مدد کرتیں جن کے شوہر یا عزیز و اقارب قید و بند میں ہوتے۔

تحریکِ عدم تعاون کے سلسلے میں جن طلباء نے گورنمنٹ اداروں سے اپنے کٹوا لئے تھے اُن کی تعلیم کیلئے مولانا داؤدی نے اپنی کوٹھی کے وسیع وعریض لان میں قومی اسکول اور کالج قائم کئے تھے۔ روپیہ فراہم

کرنے کی خاطر محبِ وطن خواتین کھانا پکانے سے قبل ایک مٹھی آٹا بچالیا کرتی تھیں۔ زبیدہ خاتون طلباء کی غذا وصحت کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ خصوصاً اُن کا کھانا وہ اپنی نگرانی میں تیار کراتی تھیں۔ اُن کے بڑے بیٹے جس نے خود گورنمنٹ ادارے سے اپنی تعلیم منقطع کر لی تھی میز بانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ لیکن مالی مشکلات اور حکومت کی طرف سے مستقل پریشان کئے جانے کے سبب یہ ادارے زیادہ عرصے تک نہ چل سکے۔

مولانا داؤدی کی تین سالہ طویل علالت کے دوران زبیدہ خاتون اُن کی تیمارداری میں مشغول رہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ زبیدہ کو اپنا رہائشی مکان کرایہ پر دے کر ایک مختصر مکان میں کرایہ پر رہنا پڑا۔ گزر بسر کی خاطر زمینیں بھی فروخت کیں مگر حکومت ہند کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا۔

شوہر کی رحلت کے بعد کراچی (پاکستان) آ گئیں اور پھر زندگی گوشہ نشینی میں گزار کر 20 جون 1970ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ گلشن اقبال کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

ماخذ:-

1- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد اوّل، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1987ء ص 593

2- ''سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر'' از ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری مطبوعہ کراچی 1978ء ص 280

3- ''شاہراہ پاکستان'' از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی 1967ء ص 87، 539

4- ''تحریک پاکستان'' از منصور احمد بٹ مطبوعہ لاہور 1997ء ص 98، 99

5- ''جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1996ء ص 274

6- ''خفتگانِ کراچی'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1991ء ص 125

7- ''نامۂ اعمال'' جلد اوّل از سر محمد یامین خان مطبوعہ لاہور 1970ء ص 291 تا 293، 232 تا 238، 515

8- ''ہندوستان کی جنگِ آزادی میں مسلم خواتین کا حصہ'' از ڈاکٹر عابدہ سمیع الدین مطبوعہ پٹنہ (بھارت) 1990ء ص 190 تا 192

9- ''پلین مسٹر جناح'' از سیّد شمس الحسن مطبوعہ کراچی 1976ء ص 30، 31

10- ''تحریک و تاریخ پاکستان'' (1977-1858ء) از شیخ محمد رفیق، چوہدری نثار احمد، سیّد مسعود حیدر بخاری مطبوعہ لاہور 1994ء ص 253 تا 259

11- ''تحریکِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1995ء ص 248
12- ''تخلیقِ پاکستان'' از فاروق ملک مطبوعہ لاہور 1993ء ص 376 تا 389
13- ''تاریخ پاکستان'' از محمد بشیر احمد مطبوعہ لاہور 1978ء ص 379، 380
14- ''پاکستان ناگزیر تھا'' از سیّد حسن ریاض مطبوعہ کراچی 1982ء، ص 167 تا 176
15- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 388 تا 290
16- ''آزادی کی کہانی، میری زبانی'' (سوانح عمری سردار عبدالرب نشتر) مرتبہ آغا مسعود حسین مطبوعہ کراچی 1979ء ص 20
17- ''صرف مسٹر جناح'' از سید شمس الحسن (اُردو ترجمہ از منیر احمد منیر) مطبوعہ لاہور 1995ء ص 44، 45
18- ''تحریکِ خلافت'' از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی 1978ء ص 265، 266
19- ''مولانا محمد علی کی یاد میں'' از سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) 1977ء ص 157، 204
20- ''سیرتِ محمد علی'' (مولانا محمد علی جوہر) از سیّد رئیس احمد جعفری مطبوعہ دہلی 1932ء ص 49، 492
21- ''محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق'' حصہ اوّل از مولانا عبدالماجد دریا بادی مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) 1954ء ص 236، 398
22- ''محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق'' حصہ دوم از مولانا عبدالماجد دریا بادی مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) 1956ء ص 79، 83، 86، 97، 107، 154
23- مکتوبِ گرامی مولانا عبدالقدوس ہاشمی بنام مؤلف از کراچی محررہ 17 دسمبر 1980ء
24- ''اقبال کے حضور'' از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور 1971ء ص 50، 151
25- ''پاکستان گولڈن کوئز'' از پروفیسر ہارون الرشید تبسم مطبوعہ لاہور 1997ء ص 79
26- ''تاریخ کانپور'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54، 192
27- ''قیامِ پاکستان کی غایت'' از عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ، مطبوعہ کراچی 1997ء ص 37
28- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 223، 1158
29- ''اقبال کا آخری معرکہ'' از سیّد نور محمد قادری مطبوعہ لاہور طبع دوم 1987ء ص 57
30- اوراق گم گشتہ' از پروفیسر رحیم بخش شاہین مطبوعہ لاہور طبع دوم 1979ء ص 28، 278

مولانا سیّد حبیب مدیر "سیاست" لاہور
(1891-1951ء)

مولانا سیّد حبیب اللہ شاہ بن سیّد سعد اللہ شاہ کی ولادت 5 ستمبر 1891ء کو جلالپور جٹاں ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ مشن ہائی سکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے پہلے شمس العلماء مولوی سیّد ممتاز علی (1935-1860ء) کے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بطور کلرک ملازمت کا آغاز کیا اور پھر ماہنامہ "پھول" اور "تہذیب" کے ایڈیٹر رہے۔ بعدازاں مشہور کشمیری مورخ منشی محمد دین فوق (1945-1877ء) کے "کشمیری میگزین" سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے بعد فوج کے کسی محکمے میں بھرتی ہو کر شنگھائی (چین) چلے گئے۔ 1917ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر کلکتہ پہنچے اور اخبار "رسالت" میں ملازمت اختیار کر لی۔ بعدازاں اپنا ذاتی اخبار "ترمذی" کے نام سے جاری کیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ پنجاب میں گورنر سر مائیکل اڈوائر (1940-1864ء) کی سخت گیری کے باعث اخبارات بند ہو چکے تھے اور یہاں کے لوگوں کو جنگ کی خبروں کیلئے دوسرے صوبوں کے اخبارات دیکھنے پڑتے تھے۔ اس طرح "ترمذی" بھی لاہور میں بکنے لگا۔ "ترمذی" کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگی تو "رہبر" جاری کیا۔ اس کا داخلہ بند ہوا تو "نقاش" نکال لیا۔ اس کے بعد لاہور آ کر 1919ء میں "سیاست" نکالا جو 1937ء تک باقاعدگی کے ساتھ اشاعت پذیر رہا اور مسلم رائے عامہ کا ہمنوا رہا۔

سیّد حبیب صحافی بھی تھے اور قومی رضا کار بھی۔ چنانچہ جب کوئی تحریک اُٹھتی تو اس میں آپ کا جو کردار ہوتا اس کی عکاسی اُن کے اخبار "سیاست" میں ہوتی۔ آپ کو مشائخِ عظام خصوصاً حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدّث علی پوری (1951-1841ء) کا تعاون اور سرپرستی حاصل تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے اخبار نویس، بہت اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ شعر وشاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ "بھوت گیتا" کا منظوم ترجمہ یادگار ہے۔ زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزارا۔ نہایت محنتی، جفاکش، باہمت، دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن تھے۔ بڑے سے بڑے آفیسر اور لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔

آپ کا اخبار مسلم رائے عامہ کا ہمنوا تھا۔ مسلمانوں نے جب بھی کسی مسئلے پر آواز بلند کی، "سیاست" نے بھرپور انداز سے حقیقی کردار ادا کیا اور ملت اسلامیہ کے جوش وجذبے کو بلند سے بلند تر کیا۔ رولٹ ایکٹ

ایجی ٹیشن اور جلیانوالہ باغ امرتسر کے سانحے کے سلسلے میں قومی پالیسی کا حامل رہا۔ سنسر شپ کی پابندیاں لگیں، طرح طرح کے عتاب نازل ہوئے مگر ''سیاست'' کے اصولوں میں لرزش نہیں آئی۔ مغل پورا ایجی ٹیشن اور تحریک کشمیر میں سرفروشانہ کردار ادا کیا۔ سید حبیب، تحریک کے خلافت کے زبردست حامی اور علی برادران کے مخلص ساتھی تھے۔ آپ نے تحریر وتقریر کے ذریعے تحریک خلافت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کے اخبار ''سیاست'' نے تحریک خلافت کیلئے جو خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ 1921ء میں آپ کو تحریکِ خلافت میں تن من دھن کی بازی لگانے کی پاداش میں تین سال کی قید ہوئی جو آپ نے نہایت پامردی کے ساتھ میانوالی جیل میں کاٹی۔ اس تحریک میں پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کی زیرِ قیادت پنجاب میں اک آگ لگادی۔ چونکہ آواز میں گونج اور گرج تھی لہٰذا مجمع پر چھا جاتے اور سامعین مسحور ہو جاتے۔ آپ کی سرفروشانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قوم نے آپ کو ''فدائے ملت'' کا لقب دیا۔ 24 مئی 1924ء کو مسلم لیگ کا ایک خاص اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں قائداعظم محمد علی جناحؒ، مولانا محمد علی جوہر، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

1925ء میں ''تحریک خدام الحرمین'' میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ابنِ سعود (1881-1953ء) نے حجاز پر حملہ کیا تو خاندانِ شریفی بے دخل ہو کر آوارۂ روزگار ہو گیا۔ ابنِ سعود نے مزارات مقدسہ کے قبے خلافِ شریعت قرار دے کر گرادیئے تو ''انجمن خدام الحرمین'' اور ''انجمن حزب الاحناف'' لاہور نے اس ناپاک جسارت کے خلاف تحریک چلائی۔ اس تحریک کے روحِ رواں حضرت امیرِ ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ تھے۔ سیّد حبیب نے بھرپور ساتھ دے کر تحریک کو تقویت بخشی۔ سید صاحب کی خدمات کی بنا پر مقدمہ چلا اور 1927ء میں دو سال کیلئے پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔

اس سزا کے بارے میں ماہنامہ ''یادگارِ رضا'' بریلی جلد 2 شاہ نمبر 5 بابت یکم رجب المرجب 1346ھ (1927ء) نے صفحہ 33 پر ''سیّد برادران اور سیاست'' کے زیرِ عنوان یہ اداریہ لکھا۔

''فدائے ملت سید حبیب شاہ اور ان کے برادر (اصغر) سیّد عنایت شاہ صاحب کی ذات اپنی دینی وملی قربانیوں کے باعث محتاجِ تعارف نہیں۔ عالمِ اسلام کو ان ہر دو حضرات کی دینی خدمات کا نہ صرف اعتراف ہی ہے بلکہ اُن کی مذہبی مخلصانہ سرفروشیوں کی بنا پر اُن کی محبت نے دنیائے اسلام کے قلوب کی عمیق ترین پنہائیوں میں اپنا گھر کر لیا ہے۔ اس خبر نے کہ ''ان ہر دو حضرات کو لاہور کی کچہری سے جمعیت خدام الحرمین'' والے مقدمہ میں دو سال کی سخت سزائے قید دی گئی۔'' اہل اسلام کے قلوب کو بے چین بنا دیا۔ عالمِ اسلام کو

اس سے کافی صدمہ پہنچا۔ آج سیّد برادران اور اخبار ''سیاست'' پر جن مصائب کا ہجوم ہے اگر اس پر مسلمان خون کے آنسو روئیں جب بھی کم ہے۔ ''سیاست'' کیلئے اس سے زیادہ کوئی نازک اور پُرخطر وقت نہیں آ سکتا۔ میں مسلمانانِ عالم کی خدمت میں نہایت پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ اگر اُن کو سیّد برادران کی مخلصانہ سرفروشیوں کا اعتراف ہے اور اُن سے قلبی تعلق ہے تو اس نازک ترین وقت میں ''سیاست'' کی اعانت کو ہر امکانی صورت سے اپنا فرض سمجھیں۔ ''سیاست'' کی توسیع واشاعت میں کافی کوشش کریں۔ خود خریدیں، اپنے اعزہ واحباب و متعلقین کے نام اُس کو جاری کرائیں اور ہر نماز کے بعد جناب باری عزاسمہ میں بصد خشوع وخضوع سیّد برادران کی رہائی کیلئے دُعا کریں۔ (مدیر ابوالمعالی محمد ابرار حسن صدیقی تلہری)

17۔ اکتوبر 1929ء کو بریڈلاء ہال لاہور میں ''جمعیت خدّام الحرمین'' کا جو خصوصی اجلاس منعقد ہوا اس کی کامیابی وکامرانی کیلئے سیّد حبیب نے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ اجلاس بہت کامیاب ونتیجہ خیز ثابت ہوا۔ سب نے سید صاحب کی خدمات کی تعریف کی۔

1929ء میں ''غازی علم دین شہید کیس'' میں دیوانہ وار خدمات انجام دیں۔ غازی صاحب کی نعش کے حصول کے سلسلے میں مسلمانانِ لاہور سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

''کل عصر کے وقت لاہور میں میانوالی سے کئی تار موصول ہوئے جن سے معلوم ہوا کہ آج صبح صادق کے وقت غازی علم الدین کو شہید کر دیا جائے گا۔ یہ خبر بجلی کے ذریعہ آئی اور بجلی ہی کی تیزی سے تمام شہر میں پھیل گئی۔ صدہا مسلمان رات کے دس بجے دفتر ''سیاست'' میں آئے، اس لئے کہ اس خبر کے ساتھ یہ اطلاع بھی درج تھی کہ حکومت نے شہید کی لاش کو لاہور لانے کی اجازت نہیں دی۔ میاں علم الدین نے جو کام کیا ہے وہ بے نظیر ہے۔ آپ نے صفحہ دہر پر انمٹ الفاظ میں اپنے خون سے یہ حقیقت منقش کر دی ہے کہ!

مسلمان لاکھ بُرے ہوئے مگر نامِ محمدؐ پر
وہ تیار ہیں ہر حالت میں اپنا سر کٹانے کو

میاں صاحب، شہید ہیں اور ہم اُن کا لاشہ حکومت سے طلب کرتے ہیں۔ اسلیئے ہر بت پرست، ہر خدا پرست، ہر عیسائی اور موسائی غرض ہر مذہب کے لوگ مرنے والے کی وصیت کو پورا کرنا فرض سمجھتے ہیں اور شہید نے وصیت کی ہے کہ اُن کو لاہور میں دفن کیا جائے۔ اس فرض کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ شہید اب اپنے والد یا رشتہ داروں کا مال نہیں رہے۔ وہ خدا اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مال ہیں۔ وہ ہم مسلمانوں کا ورثہ ہیں ان کی عزّت ہماری عزّت ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت ہے۔

نیز مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے مرنے والے بھی اُن کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اُن کا فیض مرنے سے ختم نہیں ہوتا اور شہید تو زندہ وجاوید ہیں۔ ہر شہید گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نماز جنازہ مرحوم اور زندہ دونوں کیلئے مفید ہوتی ہے۔ مرحوم نیک ہو تو نماز ادا کرنے والے بخشے جاتے ہیں اور اگر نمازیوں میں ایک بھی مردِ مقدس ہو تو مرنے والے اور غازیوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"

سید صاحب نے جھکنا تو سیکھا ہی نہیں تھا، جس بات پر ڈٹ جاتے ڈٹے رہتے۔ ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب سے ایک وفد کے ہمراہ ملنے کیلئے گئے تو روزوں کے دن تھے۔ افطار کا وقت ہو گیا۔ پانی مانگا تو گورنر نے نلکے کی طرف اشارہ کر دیا۔ سید صاحب نے گورنر کو وہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ اگلے روز "سیاست" میں مقالہ لکھا کہ ایمرسن نے اس بدتمیزی کا مظاہرہ کر کے انگریز قوم کے اخلاق کو مجروح کیا ہے۔ محکمہ اطلاعات نے گورنر کی طرف سے تردید کی تو آپ نے اداریہ لکھا، "گورنر کا جھوٹ" دوبارہ تردید آئی تو لکھا "گورنر نے پھر جھوٹ بولا"۔ حق تو یہ ہے کہ تن گئے۔

لالہ ہرکشن لال گابا (1886-1927ء) پنجاب میں تجارت کے بادشاہ تھے، دیوالیہ ہو گئے۔ عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا۔ عام تاثر یہ تھا کہ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جج سر ڈگلس ینگ نے انہیں تباہ کیا ہے۔ سید حبیب نے ینگ پر نکتہ چینی کی۔ توہین عدالت کا مقدمہ چلا۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید عنایت شاہ "سیاست" کے پرنٹر، پبلشر تھے، انہیں طلب کیا گیا۔ جس بنچ نے سماعت کی وہ دیوان رام لعل اور سر ڈگلس ینگ پر مشتمل تھا۔ شاہ صاحب کی طرف سے کوئی وکیل نہ تھا۔ ینگ نے دیوان رام لعل کی وساطت سے پوچھا "آپ کے ساتھ کوئی وکیل ہے؟"

"جی نہیں"

"کیا آپ نے کوئی وکیل نہیں کیا؟"

"اس مقدمہ میں کوئی وکیل پیش ہونے کو تیار نہیں؟"

"کیوں؟"

"وہ اس عدالت سے خوف زدہ ہیں"۔

"آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ آپ فیس نہیں دینا چاہتے ہوں گے"

"ایسی بات نہیں ہے جناب، میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے"۔

"آپ نام بتا سکتے ہیں؟"

"جی نہیں! میں کسی کے خلاف شکایت نہیں کرنا چاہتا"۔

"آپ انگریزی میں بات کریں"

"مجھے انگریزی نہیں آتی"۔

"آپ نے جو کچھ لکھا، معافی مانگنے کے لیے تیار ہیں؟"

"جی نہیں۔ میں نے جو کچھ لکھا، صحیح لکھا ہے"۔

ینگ غصے سے کانپنے لگا۔

"اگلی تاریخ پر وکیل ساتھ لے کر آؤ"۔

"میں کوشش کروں گا لیکن میں نے جو لکھا ہے اس عدالت کے خلاف لکھا ہے لہٰذا یہ عدالت مستغیث ہوسکتی ہے منصف نہیں"۔

آئندہ پیشی پر ینگ نے گیارسوروپیہ جرمانہ اور ایک ماہ قید محض کی سزا دے دی۔ اُس زمانہ میں گیارہ سوروپیہ بہت بڑی رقم تھی۔ جلالپور جٹاں میں شاہ صاحب کا ذاتی مکان تھا، فروخت کر کے جرمانہ ادا کر دیا۔

ایک دفعہ سیّد حبیب نے ینگ کو ایک خط لکھا کہ وہ اُن سے ملنا چاہتے ہیں۔ اُس نے پرسنل اسسٹنٹ سے لکھوادیا کہ "وقت نہیں ہے۔" سید صاحب کو غصہ آ گیا۔ اپنے چپڑاسی کی معرفت تحریر کیا کہ "سید صاحب بھی آپ سے مل کر راضی نہیں ہیں۔ آپ کے خلاف کچھ الزامات تھے جن کی وضاحت کیلئے وہ آپ سے ملنا چاہتے تھے۔ لطف یہ کہ اس تحریر پر چپڑاسی کے دستخط بھی نہیں تھے۔

29 دسمبر 1930ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس علامہ اقبالؒ کی زیرِ صدارت شہر الہ آباد کے محلّہ یاقوت گنج کے شیخ رحیم بخش کے مکان میں ہوا تو مولانا عبدالماجد بدایونی، سید حسین امام وارثی جیسے قائدین کے ساتھ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

24 ستمبر 1934 کو مسلم یونٹی بورڈ نے اپنے اجلاس مرادآباد میں جمعیت علماء ہند (دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کرلیا کہ بورڈ شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا۔ تو اس پر جمعیت علماء کانپور کے سیکرٹری مولانا مظہرالدین شیرکوٹی نے اس کی تردید کردی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کرلیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی، شاہ محمد سلیمان پھلواروی، علامہ اقبالؒ، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، مولانا محمد شفیع داؤدی وغیرہم نے کے علاوہ سیّد حبیب نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس میں مسلم یونٹی بورڈ کی حمایت کا فیصلہ ہوا اور جمعیت علماء ہند سے لاتعلقی کا اعلان کیا گیا۔

10 جنوری 1935ء کو برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی گیٹ لاہور میں شیخ صادق حسن امرتسری (1887-1959ء) کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں میاں عبدالحی ایم ایل اے، شیخ محمد حسین سیکرٹری مسلم بینک آف انڈیا لمیٹڈ، مولانا ظفر علی خاں کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ اس امر پر غور کیا جائے کہ کس طرح صوبے کے مسلمانوں کو تجارتی لحاظ سے منظم کیا جا سکتا ہے۔ قرار پایا کہ مسلمان صرف اسی صورت میں ہمسایہ اقوام جیسی ترقی کر سکتے ہیں کہ وہ تجارت کو اختیار کریں اور تجارتی لحاظ سے اپنی شیرازہ بندی کریں۔ ایک ''مرکزی ایوان تجارت'' قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کی شاخیں صوبہ بھر میں قائم کی جائیں۔

کوئٹہ میں 1935ء کے زلزلے سے قبل سید حبیب نے نواب خاران (بلوچستان) کی دعوت پر ریاست خاران کی سیاحت کی اور ایک تذکرہ ''تذکرۂ خاران'' کے نام سے مرتب کیا جو بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ 1935ء ہی میں حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی زیر قیادت ''تحریک مسجد شہید گنج'' میں بھرپور حصہ لیا۔

1936-37ء میں جب مسلم لیگ کو دوبارہ ایک فعال اور عوامی جماعت کا روپ دیا گیا۔ حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں سیّد حبیب نے بھی مسلم لیگ کیلئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ آپ کے اخبار روزنامہ ''سیاست'' نے مسلمانوں میں بیداری اور حریت کا جذبہ بیدار کرنے کے مقدس مشن میں برابر مصروفیت اور سرگرمی دکھائی۔ مسلم لیگ کی حمایت میں اپنے ہندو معاصرین ''دیش''، ''کیسری''، ''پرتاب''، ''بندے ماترم'' اور ''ملاپ'' کے خطرناک حملوں کا مشترکہ طور پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ کی انہی کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں اتحاد، فکر اور قومی یکجہتی کا جذبہ بیدار ہوا۔ اور پھر سید حبیب نے قیامِ پاکستان کی کوششوں میں اپنے آپ کو انتہائی مصروف کر لیا حتیٰ کہ 14 اگست 1947ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک حقیقت بن کر اُبھرا۔

1937ء میں سید حبیب نے سر سکندر حیات خاں وزیراعظم پنجاب (1892-1942ء) کی مسلم لیگ دشمن پالیسیوں پر کڑی تنقید کی۔ سر سکندر آپ کی حق گوئی و بیباکی کی تاب نہ لا سکا اور حکومت نے آپ کے اخبار ''سیاست'' سے سات ہزار روپیہ ضمانت طلب کی جو ادا نہ کی جا سکی اور ''سیاست'' ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا۔ اس کے بعد روزنامہ ''منشور'' جاری کیا۔ 1949ء میں روزنامہ ''غازی'' نکالا۔

میانہ قد اور کھلتا ہوا گندمی رنگ والے سید حبیب نے تمام زندگی حق وصداقت کا پھریرا لہرایا۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ہر ظالم و جابر سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کیا۔ تمام زندگی

لوگوں کی سفارشیں کرنے، محتاجوں کی امداد کا جتن کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے افسروں سے جھگڑنے والے اس بے لوث مردِ مجاہد کی آخری عمر نہایت افلاس، غربت اور بے کسی میں گزری اور اسی حال میں 23 فروری 1951ء مطابق 16 جمادی الاول 1370ھ بروز جمعتہ المبارک آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور لاہور کے مشہور و معروف قبرستان میانی صاحب میں تدفین ہوئی۔

حضرت طارقؔ سلطان پوری مدظلہ، نے آپ کی وفات پر یہ قطعۂ تاریخ کہا!

سیّد حبیب مردِ خدا صاحب صفا — وہ قوم کا زعیم وہ ملّت کا رہنما
مردِ جسُور غیرتِ ارباب حق کا عکس — جب تک جیا مجاہدوں کی شان سے جیا
ہر مصلحت کو چھوڑ کر احرار کی طرح — اُس نے چنا جہاد و عظیمت کا راستہ
ہر معرکۂ باطل و حق میں باذوق و شوق — کردار اُس نے مردِ حق کا ادا کیا
قومی معاملات سے آگاہ و باخبر — وہ دیدہ ور رموزِ سیاست سے آشنا
حاصل تھا اُس کو پیر جماعتؒ کا قربِ خاص — اُس دور کا عظیم طریقت کا رہنما

"وہ آفتابِ فکرونظر" اُس کا سالِ وصال
......1951ء......
طارقؔ سروشِ غیب نے برجستہ یوں کہا!

حضرت صابرؔ براری ثم کراچویؒ نے بھی یہ قطعہ کہا!

بے باک رہنما تھے مقبول تھے صحافی — ایڈیٹر سیاست سیّد حبیب صاحب
سالِ وفات اُن کا کیا خوب ہے یہ صابرؔ — "ماہ منیر حضرت سیّد حبیب صاحب"
1951ء

ماخذ:-

1- ماہنامہ "نقوش" لاہور، لاہور نمبر بابت فروری 1962 ص 926، 1042
2- "جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اوّل از شیخ غلام علی اینڈ سنز مطبوعہ لاہور 1987ء ص 805
3- "شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا" از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور 1987ء، ص 231، 232
4- "خفتگانِ خاکِ لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 77، 78
5- "بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں کا تقابلی مطالعہ" ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ اسلام آباد 1991ء ص 18
6- "قراردادِ پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1990ء ص 203، 204

7- "وے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور 1976ء ص 109، 110
8- "مقرر بنیئے" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور 1986ء ص 72، 73
9- "یارانِ کہن" از عبدالمجید سالک مطبوعہ لاہور 1967ء ص 185 تا 196
10- "قائداعظمؒ اور صحافت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1986ء ص 54
11- "غازی علم دین شہید" از رائے محمد کمال مطبوعہ کراچی 1986ء ص 145، 201
12- "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 62
13- "فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور 1984ء ص 421
14- "نورتن" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور 1967ء ص 125 تا 136
15- "تحریک پاکستان" (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں) (1944-1947ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور 1987ء ص ب۔
16- "فروغِ صحافت میں اہلسنت کا کردار" از مولانا شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی 1983ء ص 14
17- "صحافت ہندو پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور 1982ء ص 222، 246
18- "انجمن اسلامیہ امرتسر" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور 1986ء ص 278
19- ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی (بھارت) بابت رجب المرجب 1346ھ / 1927ء
20- روزنامہ "سیاست" لاہور بابت 14 دسمبر 1928ء ص 8
21- شمشاہی مجلّہ "تاریخ و ثقافت پاکستان" اسلام آباد بابت اپریل تا ستمبر 1996ء ص 57، 58
22- "گجرات میں اُردو شاعری" از پروفیسر کلیم احسان بٹ مطبوعہ جلالپور جٹاں (گجرات) 1996ء ص 106
23- "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1996ء ص 306
24- "تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار" از ایم جے اعوان مطبوعہ اسلام آباد 1993ء ص 147، 271
25- "وے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور 1976ء 109، 110
26- "پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور 1989ء ص 43
27- "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور 1979ء ص 37، 57
28- "قائداعظمؒ تحریک پاکستان اور صحافتی محاذ" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 2001ء ص 44

مولانا حسرت موہانیؒ

(1878-1951ء)

سیدالاحرار مولانا سیّد فضل الحسن بن سیّد ازہر حسن بن سیّد مہر الحسن بن سیّد مظہر حسن 1878ء میں قصبہ موہان ضلع اناؤ (یو پی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی شہر بانو بیگم بنت نیاز حسن تھا۔ دنیائے علم وادب، شریعت وطریقت اور صحافت وسیاست میں مولانا حسرت موہانی کے نام سے شہرت پائی اور بقائے دوام حاصل کی۔ خاندان کے بزرگِ اعلیٰ سیّد محمود، نیشا پور سے ہندوستان آئے اور مُوہان کو جائے سکونت بنایا۔ شجرۂ نسب حضرت امام علی موسیٰ کاظم رضا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جن کا مزار مقدس نیشا پور (ایران) میں مرجعِ خلائق ہے۔ مولانا حسرت موہانی نے اپنے نیشاپوری ہونے کے تعلق کو یوں بیان کیا ہے!

کیوں نہ ہوں اُردو میں حسرت ہم نظیریؔ کی نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاکِ نیشا پور سے

حسرت نے 1894ء میں موہان سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور پورے صوبے میں اوّل آئے۔ 1898ء میں گورنمنٹ ہائی سکول فتح پور ہسوہ سے فسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ 1903ء میں علی گڑھ سے عربی اور ریاضی کے ساتھ بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور ساتھ ہی ساتھ دارالعلوم فرنگی محل لکھنؤ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ شاعری میں سیّد فخر الحسن فطرت موہانی اور منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی (1820-1911ء) سے تلمذ تھا۔ مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق فرنگی محلیؒ (1822-1889ء) سے بیعت تھی۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی (1846-1903ء) سے تجدید بیعت کی اور قیام الدین والملّت حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ (1878-1926ء) سے اجازت وخلافت پائی۔ پہلا حج 1932ء میں اور آخری حج 1950ء میں کیا۔ اس طرح کل 13 حج کیئے اور 14 مرتبہ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دی۔ پہلے حج کے موقعہ پر مولانا محمد عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (1869-1945ء) سے سلاسلِ حدیث کی اجازت حاصل کی

1903ء میں علی گڑھ سے ماہنامہ ''اُردوئے معلیٰ'' نکالا۔ 1914ء میں سہ ماہی ''تذکرۃ الشعراء'' جاری کیا اور 1928ء میں کانپور سے روزنامہ ''مستقل'' کا اجراء کیا جو بعد میں دوروزہ، سہ روزہ ہفت روزہ اور ماہنامہ ہوکر بالآخر ''اُردوئے معلیٰ'' میں ضم ہوگیا۔ 1903ء میں سیاسی مضامین کا آغاز کیا۔ 1904ء سے عملی

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی خدمتِ انگریز نہ کرتے

تحریک آزادی کے سلسلے میں مولانا حسرت موہانی تین بار جیل گئے۔ جرمانے اور قید بامشقت کی سزائیں اُن کو احقاق حق اور ابطال باطل سے باز نہ رکھ سکیں۔ پہلی گرفتاری 1908ء میں ''اُردوئے معلیٰ'' میں ایک مضمون ''مصر میں انگریزوں کی پالیسی'' شائع کرنے پر ہوئی۔ مولانا نے کمال جرأت و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مضمون نگار کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ 2 جون 1908ء کو مقدمہ کا آغاز ہوا اور 4 اگست 1908ء کو فیصلہ۔ دو سال قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی۔ ہر روز ایک من آٹا پیسنا پڑتا تھا۔ یہ شعر اسی دور کی یادگار ہے!

ہے مشقِ سخن جاری ، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

دوسری بار مئی 1916ء میں دو سال قید بامشقت ہوئی۔ للت پور، جھانسی، الہ آباد، پرتاب گڑھ، فیض آباد، لکھنؤ اور میرٹھ کی جیلوں میں ایذائیں برداشت کرتے تھے۔ جرم یہ تھا کہ مولانا ''مُسلم یونیورسٹی'' کے قیام کو ایک آزاد اور خود مختار تعلیمی ادارہ دیکھنا چاہتے تھے جبکہ فرنگی حکومت اس کے قیام کی اجازت اس صورت میں دینے کو تیار تھی کہ اس پر حکومت کا کنٹرول رہے۔ بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ مولانا کی دوسری قید سخت، آزادیٔ علم کی خاطر ہوئی اور انہوں نے اپنی مادر درسگاہ کی آزادی کی خاطر خود کو مصائب زنداں میں گرفتار کروا دیا تھا۔

تیسری گرفتاری 1921ء میں مسلم لیگ کے اجلاس احمد آباد کے صدر اجلاس ہونے اور صدارتی خطبہ پڑھنے پر ہوئی۔ یہ خطبہ حکومت نے ضبط کر لی۔ اس خطبہ میں مولانا نے ''آزادی کامل'' کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ مطالبہ فرنگی کی نازک مزاجی پر گراں گزرا اور دو سال قید بامشقت کے سزاوار ٹھہرے۔

یہ بات تو عام تذکروں میں لکھی گئی ہے کہ مولانا کی آواز باریک تھی لیکن اس بات کا کھوج لگانے کی کسی نے زحمت گوارا نہیں کی کہ ایسا کیوں تھا۔ دراصل پہلی گرفتاری کے دوران برطانوی حکومت نے جیل میں آپ کو دھتورا کھلا دیا تھا تاکہ یہ آواز ہمیشہ کیلئے بند ہو جائے مگر ''جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے'' کے مصداق حکومت اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ مولانا کی آواز خراب تو ضرور ہو گئی مگر جذبۂ حریت میں کسی قسم کی کمی نہ آئی۔ جب بھی جیل سے باہر آتے ، نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ جہاد

آزادی میں شریک ہو جاتے۔ آپ کے دم سے ہی بہت سے کم ہمتوں کی ہمتیں بندھیں اور بہت سے اولوالعزم لوگوں نے آپ کی تقلید کی اور باہر کی مصنوعی آزادی کو جیل کی سختیوں پر قربان کر دیا۔

مولانا نے سرکاری ملازمت کی بجائے انگریز سے ٹکر لینے کو ترجیح دی۔ عیش کی بجائے کانٹوں کی سیج کا انتخاب کیا۔ حکومت کی غلط پالیسیوں پر کڑی نکتہ چینی کی، ان کی زندگی سادگی، درویشی اور قناعت کا مرقع تھی۔ مولانا ایک سچے مسلمان کی طرح ظاہری نام و نمود کے قائل نہ تھے۔ ساری عمر حق گوئی اور بے باکی میں گزری۔ اپنے اخبار میں وہ صاعقہ پاشی کی کہ پورے برصغیر میں آپ کے قلم کا چرچا تھا۔ جو لکھتے بے باک ہو کر لکھتے، صدائے حق بلند کرتے وقت کسی سے نہ ڈرتے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں متعدد بار پسِ دیوار زنداں جانا پڑا مگر اُن کی زبانِ فیض ترجمان پر یہ نعرہ رہا!

؎ بڑھتا ہے ذوق جرم یاں ہر سزا کے بعد

فروری 1946ء کے انتخابات میں مولانا حسرت موہانی نے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کانپور کے شہری حلقہ سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ مولانا کے مقابلے پر پانچ اُمیدوار تھے۔ کامیابی نے مولانا کے قدم چومے۔ تفصیل کچھ یوں ہے۔

نمبر شمار	نام اُمیدوار	نام جماعت	حاصل کردہ ووٹ	نتیجہ
-1	مولانا حسرت موہانی	مسلم لیگ	19333	کامیاب
-2	عبدالقیوم	قوم پرست	3277	ناکام
-3	محمد فاروق	آزاد	39	ناکام
-4	نصیر احمد	آزاد	93	ناکام
-5	واحد احمد	آزاد	194	ناکام
-6	حکیم کمال الدین	آزاد	3	ناکام

10۔اپریل 1946ء کو عربک کالج دہلی میں ''مسلم لیگ لیجسلیٹرز کنونشن'' منعقد ہوا تو اس موقعہ پر سیّدالاحرار مولانا حسرت موہانی سے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (1915-2001ء) کی ملاقات ہوئی۔ مولانا حسرت موہانی نے مولانا نیازی کو بھرپور شفقت سے نوازا۔ دعائیں دیں اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں اُن کی گرانقدر خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا!

''نیازی! افسوس کہ اب میری شام ہے اور تمہاری دوپہر۔ اے کاش مجھے تم پہلے ملے ہوتے تو دونوں مل کر قوم کے لئے کچھ کام کرتے۔''

پھر اپنے یہ اشعار سنائے۔

نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں خود ہوں قدرداں اپنا
تکلف برطرف بیگانۂ رسمِ شکایت ہوں
کمالِ خاکساری پر یہ بے پروائیاں حسرتؔ !
میں اپنی داد خود دے لوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

9 جون 1946ء کو قائداعظمؒ نے ''کیبنٹ مشن پلان'' پر غور کرنے کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس امپیریل ہوٹل دہلی میں طلب کیا۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی، دونوں نے اس سکیم کی زبردست مخالفت کی۔ ووٹنگ پر ساڑھے چھ سو کے ہاؤس میں بمشکل اُنیس آدمی اُن کے ہمنوا بن سکے مگر یہ دونوں حضرات اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ مسلم لیگ نے یہ سکیم بھاری اکثریت سے منظور کرلی۔ بعد میں انگریز حکومت کی بدعہدی کے پیش نظر حضرت قائداعظمؒ نے 16 جولائی 1946ء کو یہ سکیم مسترد کردی اور 29 جولائی کو ''راست اقدام'' کا فیصلہ کیا۔

جولائی 1946ء میں ''مسلم لیگ کونسل'' کا ایک تاریخی اجلاس بمبئی میں ہوا۔ اس میں شرکت کیلئے مولانا جمال میاں فرنگی محلی بھی ہوائی جہاز میں مولانا حسرتؔ موہانی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں مولانا حسرتؔ موہانی نے مولانا جمال میاں سے فرمایا ''سنیے صاحب! پاکستان تو مل جائے گا، اب آئندہ کی فکر کرنی چاہیئے۔'' مولانا جمال میاں نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے یقین ہوگیا کہ پاکستان مل جائے گا؟ فرمانے لگے! میں نے حضرت محمد ﷺ کی زیارت کی ہے اور ''دیوان حافظ'' سے تفاول کیا تو شعر بھی مناسب نکلا اور حافظؔ کی اس غزل پر میں نے تضمین بھی کردی اور اُسی وقت ڈائری سے درج ذیل اشعار سنائے۔

جب کہے خواب میں خود آ کے شاہِ خوباںؐ
جبکہ حافظؔ بھی مصدوق ہو بہ فالِ دیواں
تجھ کو حسرتؔ یہ مبارک سند و مہر و نشاں
پردہ بردار کرتا سجدہ کند جملہ جہاں
طاقِ ابروئے تو محرابِ جہاں خواہد شد !

مولانا نے یہ خواب 18۔ مارچ 1946ء کو دیکھا تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا حسرتؔ موہانی ہندوستان میں ہی رہے۔ اُن کی غیرتِ ایمانی نے اس

بات کو گوارا نہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جائیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کیلئے اُن کا وجودِ مسعود بہت بڑا سہارا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے اپنی ذمہ داریوں کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر کلمۂ حق بلند کیا۔ 27 دسمبر 1947ء کو ہندوستانی حکومت نے ایک ''آزاد مسلم کانفرنس'' بلائی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد پیش پیش تھے اور اُن کی خواہش تھی کہ مسلم لیگی زعماء بھی اس کانفرنس میں شریک ذہنیتوں کی تبدیلی کی تلقین کریں اور مسلمانوں کو حالات کے مطابق بدل جانے پر آمادہ کریں۔ یو پی مسلم لیگ نے پانچ اصحاب پر مشتمل ایک وفد مولانا آزاد سے گفت و شنید کیلئے ترتیب دیا جس کے سربراہ مولانا حسرت موہانی تھے۔ یہ وفد گیارہ بجے صبح مولانا ابوالکلام آزاد سے بات چیت کرنے کیلئے ''کارلٹن ہوٹل دہلی'' پہنچا تو تو مولانا آزاد نے صاف صاف کہا کہ ''آج کی کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں، کل فرقہ وارانہ جماعتیں کانگریس میں مدغم ہو جائیں۔'' اس پر مولانا حسرت موہانی یہ کہہ کر چلے آئے کہ ہم لوگوں کی شرکت بالکل بے کار ثابت ہوگی۔ مولانا نے چلتے چلتے دورانِ گفتگو ایک فقرہ مولانا آزاد پر چست کر دیا، جس سے اُن کی ساری کارستانیوں پر پانی پھر گیا اور وہ انتہا درجہ بھنائے۔ (مگر جواب نہ بن پڑا)۔ مولانا حسرت موہانی نے کہا کہ ''1857ء میں برٹش گورنمنٹ کی بدگمانیاں رفع کرنے کی غرض سے جس طرح سر سیّد نے مسلمانوں کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دینے اور سیاسی وفاداریٔ برطانیہ کی تلقین کی تھی بالکل اسی طرح 1947ء میں آپ کانگرس کے ساتھ مسلمانوں کو بلا مشروط وفاداری سکھاتے ہیں اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لئے محدود کر دینے کے درپے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔''

ہندوستانی پارلیمنٹ میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب مولانا حسرت موہانی کے علاوہ کوئی ممبر ایسا نہیں تھا جو مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کر سکے۔ جونا گڑھ اور حیدر آباد دکن پر ہندوستانی افواج کے قبضہ کے بعد تنہا مولانا کی ذات تھی جس نے ایوانِ پارلیمنٹ میں وہ باتیں کہہ دیں جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں تھیں مگر کسی میں جرأتِ اظہار نہیں تھی۔ انہوں نے سردار پٹیل (1950-1876ء) کے انتہائی عروج کے زمانہ میں اُن کو مخاطب کر کے کہا کہ!

> ''تم نے وہی کام کیا جو ہٹلر، ویلزلی اور کلائیو نے کیا تھا۔ تم نے اپنی طاقت و رفوجوں کے بل بوتے پر کمزور ریاستوں کی آزادیاں چھینی ہیں۔ تم پر اور تمہارے محکمے پر لعنت ہو۔''

جس وقت مولانا یہ الفاظ ادا کررہے تھے تو ہندوستان کا مردِ آہن سردار پٹیل غصہ سے تلملا رہا تھا اور ایک موقعہ پر تو وہ جوش کے عالم میں کھڑا بھی ہو گیا مگر جواب میں ایک جملہ بھی ادا نہ کرسکا۔

11 ستمبر 1948ء کو حضرت قائدِ اعظمؒ کی وفات ہوئی تو مولانا کو بہت غم ہوا۔ اپنے روزنامچے میں تحریر فرماتے ہیں!

''12 ستمبر 1948ء: آج صبح گھر سے نکلنے پر قائدِ اعظم محمد علی جناح کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مرحوم اپنا مقصد پورا کر کے دُنیا سے اُٹھے۔ ایسی کامیابی بہت کم لیڈروں کو حاصل ہوتی ہے۔''

1950ء میں کانپور سے فرنگی محل لکھنؤ میں منتقل ہو گئے۔ اسی سال ستمبر میں آخری حج کیا۔ حج سے واپسی پر اکتوبر میں کراچی تشریف لائے تو ''انجمن ترقیٔ اُردو'' کے دفتر میں ایک عقیدتمند نے آپ سے عرض کیا، حضور! گستاخی نہ ہو تو اپنے اس شعر کے معنی بتا دیجئے، سمجھ میں نہیں آیا ہے!

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی

مولانا نے جواب میں فرمایا! ''بہتر ہو گا کہ اس شعر کے معنی سننے کے بجائے، اس کے معنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور یہ کہہ کر مولانا نے اپنا کرتہ اُٹھا کر اپنی پیٹھ سامنے کر دی جس پر زخموں کے تین بہت بڑے نشان تھے جو برطانوی حکومت کے اہلکاروں کی جانب سے قیدِ فرنگ میں ہنٹروں سے پٹائی کی صورت میں مولانا کو حاصل ہوئے تھے۔ مولانا نے فرمایا ''اُن کے آگے تو چکی کی مشقت کچھ بھی نہیں تھی'' اس پر حاضرین کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے کہ وہ اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔

مشہور جرنلسٹ سابق سینٹر اور مولانا حسرتؔ موہانی میموریل سوسائٹی کراچی کے صدر سیّد اشتیاق اظہر (1925-1999ء) بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا حسرتؔ موہانی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ مولانا کے دونوں پاؤں اور ٹخنے بالکل سیاہ تھے۔ نماز کے بعد جب مولانا سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے اپنے دونوں پائنچے اُٹھا کر اپنی ٹانگیں دکھائیں جو بالکل سیاہ تھیں اور بتایا کہ فرنگی کی جیل میں انہیں گھنٹوں اُلٹا لٹکایا جاتا تھا جس کے نتیجے میں دونوں ٹانگیں بالکل سیاہ ہو کر رہ گئیں مگر فرنگی حکومت مولانا کے چہرے پر دینِ مُبین کی محبت، زہد و تقویٰ، صداقت، شرافت، آزادی، کسرِ نفسی اور عشقِ رسول ﷺ کے نور کو نہ مٹا سکی اور نہ مخالفوں کی ریشہ دوانیاں اُس کے سامنے اپنے چراغ جلا سکیں۔

کراچی سے ہندوستان واپسی پر مولانا حسرتؔ موہانی قیامِ پاکستان کے بعد پہلی اور آخری دفعہ لاہور تشریف لائے۔ اُنہیں پاکستان اور اہلِ پاکستان کے معاملات سے بڑی حد تک دلچسپی رہی۔ ایک اخباری بیان میں انہوں نے پاکستان کی تشکیل، کامیابی اور ترقی کے لئے اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا۔

گونا گوں مصروفیات کے باوجود مولانا نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔

1- کُلیاتِ حسرتؔ موہانی 2- دیوانِ غالبؔ بمع شرح 3- مشاہداتِ زنداں 4- نکاتِ سخن 5- اربابِ سخن کانپور 6- انتخابِ سخن۔

13۔ مئی 1951ء / 1370ھ کو استغفار اور درود شریف پڑھتے ہوئے مولانا حسرتؔ موہانی نے رحلت فرمائی۔ باغِ انوار لکھنؤ میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور اپنے مُرشد شاہ عبدالوہابؒ فرنگی محلی کے قدموں میں دفن ہوئے۔ سیدّ مسعود حسن مسعود لکھیم پوری نے مندرجہ ذیل قطعۂ وفات کہا!

گئے مسعودؔ وہ خلد بریں کو چلے اب چھوڑ کر دنیائے فانی

بہت ممتاز تھے ملکِ سخن میں مکمل بادشاہِ خوش بیانی

''جہاندیدہ'' بڑھا کر کہیے تاریخ

''گئے فضل الحسن حسرتؔ موہانی''

1951ء

حضرت صابرؔ براری ثم کراچویؒ نے بھی تاریخ وصال کہی

''ہادیِ انام فضل الحسن حسرتؔ موہانی''

......1951ء......

چل ہی دیئے وہ ہنستے ہنستے اس دنیا سے سُوئے جنت

شعر و سخن پر اُن کا قبضہ رہنمائے راہِ سیاست

اُن کی غزل میں دو ہی عنصر رنگِ سیاست رنگِ محبت

فکر میں اُن کی رنگِ شوخی شعر میں اُنؔ کے رنگِ حقیقت

سالِ رحلت کہہ دے صابرؔ ''زاہد حسرتؔ، زاہد حسرتؔ''

1370ھ

نوٹ: مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں مولانا حسرتؔ موہانی رحمتہ اللہ عالیہ کے شایانِ شان حالات نہیں لکھ سکا۔ ؎ سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

ماخذ:-

1- ''رازدانِ حیات'' (حسرت موہانی) از اسلم ہندی مطبوعہ کانپور (بھارت) 1975ء متعدد صفحات

2- ''مولانا حسرت موہانی'' از پروفیسر شفقت رضوی مطبوعہ کراچی 1988ء، متعدد صفحات

3- ''حسرت کی سیاسی زندگی'' از عبدالقوی دسنوی مطبوعہ بمبئی (بھارت) 1956ء متعدد صفحات

4- ''مشاہیر جنگ آزادی'' از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی 1957ء ص 313

5- ''کاروانِ گم گشتہ'' از سیّد رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی 1971ء ص 12

6- ''سید الاحرار'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ بہاولپور 1978ء طبع اوّل، متعدد صفحات

7- ''سید الاحرار'' از اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1988ء طبع دوم، متعدد صفحات

8- ''قید فرنگ'' از مولانا حسرت موہانی مطبوعہ فیصل آباد 1978ء متعدد صفحات

9- ''حسرت کی شاعری'' از ڈاکٹر یوسف حسین خاں مطبوعہ دہلی (بھارت) 1973ء، متعدد صفحات

10- ''حسرت موہانی'' از پرنسپل عبدالشکور مطبوعہ لکھنؤ (بھارت) 1975ء، متعدد صفحات

11- ''حسرت کی کہانی نعیمہ کی زبانی'' از نعیمہ بیگم مطبوعہ کراچی 1990ء، متعدد صفحات

12- ''گلہائے عقیدت'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1994ء، متعدد صفحات

13- ''مقالاتِ حسرت'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1985ء، متعدد صفحات

14- ''حالاتِ حسرت'' از مولانا عارف ہسوی مطبوعہ کراچی 1993ء، متعدد صفحات

15- ''کلیاتِ حسرت موہانی'' از مولانا حسرت موہانی مطبوعہ لاہور 1976ء، متعدد صفحات

16- صحافت ہندو پاکستان میں'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور 1982ء ص 185، 186

17- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از مظہر ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 377

18- ''سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ'' از محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ مطبوعہ لاہور 1979ء، ص 340، 341

19- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر شمیم احمد (شاہکار ایڈیشن) مطبوعہ لاہور 1975ء، ص 20، 21

20- ''تاریخِ رفتگاں'' از صابر براری مطبوعہ کراچی 1986ء ص 27

21- ''عندلیب تواریخ'' از سیّد مسعود حسن مسعود لکھیم پوری مطبوعہ الہ آباد (بھارت) 1963ء ص 157

22- ''صحافت اور جمہوریت'' از ڈوان بریڈلے مطبوعہ کراچی 1968ء، 131، 132

23- سہ ماہی ''الزبیر'' بہاولپور، ''تحریک آزادی نمبر'' 1970ء شمارہ 2 ص 120، 592 تا 600
24- ماہنامہ ''ریاض'' کراچی بابت جنوری 1954ء ص 137
25- ماہنامہ ''انجمن'' کراچی بابت اگست 1988ء ص 27 تا 31
26- ماہنامہ ''بصیر'' کراچی بابت مئی 1972ء مضمون ''مولانا حسرت موہانی'' از سید ایوب احمد صبر
27- ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی بابت نومبر دسمبر 1975ء ص 28
28- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور بابت مئی 1975ء ص 40
29- ماہنامہ ''نگارِ پاکستان'' کراچی ''حسرت موہانی نمبر'' بابت اپریل تا جون 1976ء متعدد صفحات
30- ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور بابت 20 مئی 1974ء ص 6
31- ''پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ'' از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور 1989ء ص 32
32- ''تاریخ کانپور'' از اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54، 64، 76، 77
33- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15 مئی 1998ء مضمون خالد پرویز ملک، رئیس المتغزلین ''مولانا حسرت موہانی''
34- ''قائداعظمؒ اور اُن کا عہد'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1966ء ص 438
35- ''قائداعظمؒ اور اُن کے سیاسی رفقاء'' از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی 1990ء ص 179 تا 196، 285
36- ''آہنگ بازگشت'' از محمد سعید مطبوعہ لاہور 1979ء ص 41
37- ''خطبات قائداعظمؒ'' از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1966ء ص 42، 47
38- ''اقبال کا آخری معرکہ'' از سید نور محمد قادری مطبوعہ لاہور طبع دوم 1987ء ص 57
39- ''حسرت موہانی'' (حیات اور کارنامے) از ڈاکٹر احمد لاری مطبوعہ لاہور 1999ء ص 1 تا 504

مولانا میر غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ

(1876-1952ء)

مولانا میر غلام بھیک نیرنگؔ ابن سیّد قاسم علی (ف 1888ء) بن سیّد فتح علی رضوی ترمذی کی ولادت باسعادت 1876ء میں دورانہ ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ 1890ء میں انبالہ سے میٹرک کا امتحان اوّل پوزیشن میں پاس کیا۔ آپ کی اس کامیابی نے اہلِ خاندان کو باور کرادیا کہ یہ بچہ مستقبل کا بہت بڑا انسان ہوگا۔ چنانچہ مزید تعلیم کیلئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرادیئے گئے۔

اسی سال حکیم الامّت علامہ اقبال بھی مرے کالج سیالکوٹ سے آ کر یہاں تھرڈ ائیر میں داخل ہوئے۔ سر فضل حسین (1877-1936ء)، میاں عبدالعزیز فلک پیما (1879-1951ء) وغیرہم بھی یہیں زیر تعلیم تھے۔ نیرنگؔ کا ان سب حضرات سے تعلقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرنے کے بعد وکالت کا امتحان پاس کیا اور پھر انبالہ میں پریکٹس شروع۔ حکومت نے آپ کی محنت، ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر سرکاری وکیل کا عہدہ پیش کیا۔ چنانچہ آپ چند سال تک بحیثیت سرکاری وکیل فرائض سرانجام دیتے رہے مگر غیور طبیعت نے زیادہ دیر تک یہ پابندیاں برداشت نہ کیں اور استعفیٰ دے کر دوبارہ پریکٹس شروع کردی۔

نیرنگؔ نے حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (1850-1936ء) کے دستِ اقدس پر سعادتِ بیعت حاصل کی تھی اور اجازت وخلافت یافتہ بھی تھے۔ اپنے پیر ومرشد کا نعتیہ مجموعہ کلام ''تحائفِ اشرفی'' آپ ہی نے ترتیب دے کر چھپوایا تھا۔ اس مجموعہ کو دیکھنے سے نیرنگؔ کی اپنے پیر ومرشد سے عقیدت ومحبت عیاں ہوتی ہے۔

نیرنگؔ شاعر بھی تھے۔ نواب مرزا داغؔ دہلوی (1831-1905ء) سے شرفِ تلمذ تھا۔ علامہ اقبالؒ آپکی شاعری سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اقبالؒ نے آپکی خدمت میں اپنا نمونہ کلام ارسال کیا تھا!

برسرِ زینت جو شمعِ محفلِ جانانہ ہے
شانہ اُس کی زُلفِ پیچاں کا پرِ پروانہ ہے
پائے ساقی پر گرایا، جب گرایا ہے مجھے
چال سے خالی کہاں یہ لغزشِ مستانہ ہے

جواباً نیرنگ نے جو نمونۂ کلام حضرت حکیم الامت
کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو!

حرم کو جانا جنابِ زاہد یہ ساری ظاہر پرستیاں ہیں
میں اُس کی رندی کو مانتا ہوں جو کام لے دَیر سے حرم کا

آپ کے کلام کے دو مجموعے ''کلامِ نیرنگ'' اور ''غبارِ اُفق'' یادگار ہیں۔ ''کلامِ نیرنگ'' کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن ہمارے پیشِ نظر ہے۔ دوسرا ایڈیشن 1923ء میں لاہور سے اور تیسرا ایڈیشن 1983ء میں کراچی سے طبع ہوا۔ ایک غزل ملاحظہ ہو!

اب ہجوم غم و کلفت ہے خدا خیر کرے
جان پر نت نئی آفت ہے خدا خیر کرے
جائے ماندن ہمیں حاصل ہے نہ پائے رفتن
کچھ مصیبت سی مصیبت ہے خدا خیر کرے
آ چلا اس بُتِ عیّار کی باتوں کا یقیں
سادگی اپنی قیامت ہے خدا خیر کرے
دل گیا جانے دو، کافر کی ہے ایماں پر نظر
آنکھ میں اپنی مروّت ہے خدا خیر کرے
ابھی تشخیصِ مرض میں ہے طبیبوں کو کلام
جاں اِدھر درپئے رخصت ہے خدا کرے
رہنماؤں کو پتہ خود بھی نہیں رستے کا
راہرو پیکرِ حیرت ہے خدا خیر کرے

مولانا نیرنگ کو حکیم الامت علامہ اقبالؒ سے بہت محبت تھی۔ 1905ء میں جب اعلیٰ تعلیم کیلئے علامہ اقبال انگلستان گئے تو نیرنگ نے انبالہ سے دلّی تک حضرت علامہؒ کی مشایعت کی۔ خواجہ حسن نظامیؒ (1878-1955ء) ملا واحدی دہلوی (1888-1976ء) اور نیرنگ کی موجودگی میں اقبالؒ نے ''التجائے مسافر'' کے عنوان سے ایک نظم حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ (1237-1324ء) کے مزارِ اقدس پر پڑھی۔

اقبالؒ کا عشقِ رسول ﷺ ایک مسلمہ چیز ہے۔ نیرنگؒ نے بھی اس عشق لازوال کی چاشنی بارگاہِ اقبالؒ سے حاصل کی۔ نیرنگؒ، علامہ اقبال کے عشقِ رسول ﷺ کے متعلق رقمطراز ہیں!

''اقبال کا قلبی تعلق حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ قُدسی صفات سے اس قدر زیادہ تھا کہ حضور ﷺ کا ذکر آتے ہی اُن کی حالت دگرگوں ہو جاتی...... چونکہ میں بارہا اُن کی یہ کیفیت دیکھ چکا تھا اس لئے میں نے اُن کے سامنے تو نہیں کہا مگر خاص لوگوں سے بطور راز ضرور کہا کہ اگر یہ حضور اقدس ﷺ کے مرقدِ پاک پر حاضر ہوں گے زندہ واپس نہیں آئیں گے، وہیں جاں بحق ہو جائیں گے۔''

وکالت، شاعری، علمی اور ادبی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ نیرنگؒ نے مذہبی، قومی اور سیاسی تحریکوں میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ مذہب وملّت کا بہت زیادہ درد رکھتے تھے۔ 1901ء میں انبالہ کے میونسپل کمشنر منتخب ہوئے۔ تحریکِ خلافت اور تحریک ترکِ موالات میں بھرپور حصہ لیا۔ 1923ء میں جب ''شدھی تحریک'' آگرہ، متھرا اور بھرت پور وغیرہ میں شروع ہوئی تو آپ نے انبالہ میں ''جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام'' کی بنیاد رکھی جس کے صدر مولانا نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانیؒ (1867-1931ء) اور آپ تاحیات ناظمِ اعلیٰ منتخب ہوئے۔ حضرت علامہ اقبالؒ اس کے تاسیسی رکن تھے۔ علاوہ ازیں مولوی سر رحیم بخشؒ (1861-1935ء) اور مولانا عبدالماجد بدایونیؒ (1887-1931ء) خصوصی ارکان تھے۔ اس انجمن نے مبلغین کی ایک بہت بڑی تعداد تیار کر کے شدھی تحریک کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

نیرنگؒ نے 1924ء میں پہلی دفعہ مسلم لیگ کے اجلاسِ لاہور میں شرکت کی۔ اس کے بعد سالانہ اجلاس دہلی دسمبر 1926ء میں شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں آپ کو لیگ کی صوبائی مجلس برائے پنجاب کا رکن نامزد کیا گیا تھا جس کا کام مستقبل کی اصلاحات کے لئے ایک منصوبہ تیار کرنا اور لیگ کی مرکزی مجلس کو پیش کرنا تھا نیز آپ اُس ''کل ہند مسلم کانفرنس'' کی ایک مجلس انتظامی کے رکن بھی نامزد ہوئے تھے جس کا مقصد ''کمیونل ایوارڈ'' پر غور کرنا تھا۔ اس مجلس کے صدر علامہ اقبالؒ تھے۔

آپ نے مسلم لیگ سے وابستہ ہونے کے بعد انبالہ کے مسلمانوں میں آزادی اور قومی شعور پیدا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ آپ کی کوششوں کے اثر سے انبالہ میں لیگ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں میں قومی تحریکوں میں حصہ لینے اور سیاسی آزادی کے حصول کے جذبات عام ہو گئے۔ چونکہ آپ کو اپنے شہر انبالہ میں بڑی عزت اور وقار حاصل تھا اس لئے آپ انبالہ ضلع سے 1934ء کے انتخابات میں

بلا مقابلہ سنٹرل اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے اور پھر اس کے بعد ہر انتخاب میں منتخب ہوتے رہے۔ آپ نے اپنی صلاحیت اور لیاقت سے نہ صرف صوبائی مسلم لیگ بلکہ اُس کی مرکزی تنظیم کو بہت فائدہ پہنچایا۔ چنانچہ بہت جلد لیگ کے ممتاز قائدین میں شمار ہونے لگے۔

1936ء میں آپ نے سنٹرل اسمبلی میں قائداعظمؒ کی سرپرستی میں بلوچستان کیلئے صوبائی خودمختاری کی قرارداد پیش کی لیکن مخالفین کی ہٹ دھری کی وجہ سے کامیابی نہ ہوسکی۔ ویسے اُس وقت بلوچستان میں مسلم لیگ کا وجود نہ تھا اور نہ ہی قائداعظمؒ یہاں تشریف لائے تھے تاہم آپ کے خیال سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ بلوچستان کیلئے اتنے ہی بیتاب تھے جتنے کہ دوسرے صوبوں کیلئے۔

نیرنگؔ 1938ء سے 1942ء تک ''مرکزی مجلس دستور ساز'' میں مسلم لیگ کے ڈپٹی لیڈر کی حیثیت سے لیگ اور اس طرح مسلمانوں کی قیادت کرتے رہے۔ اس عرصہ میں قائداعظمؒ، لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر تھے لیکن چونکہ قائداعظمؒ اپنی بے پناہ ذمہ داریوں کے باعث بہت کم اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہو سکتے تھے اس لئے اُن کی عدم موجودگی میں نیرنگؔ ہی لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر کے فرائض انجام دیتے تھے۔ قائداعظمؒ کی نیابت اور بعض مواقع پر جانشینی میر نیرنگؔ کی اہمیت اور وقعت کی ایک نمایاں مثال ہے۔

مسلم لیگ نے میر نیرنگؔ سے آئینی اصلاحات و ترمیمات کا کام بھی لیا۔ مثلاً دہلی یونیورسٹی ترمیمی بل، جس میں لیگ نے چاہا تھا کہ یونیورسٹی کے اکثر شعبہ جات میں مسلمانوں کی کمی ہے اس کو پورا کیا جائے اور مسلمان اساتذہ کا اضافہ کیا جائے۔ لیگ نے اس بل میں ترمیمات کا کام میر نیرنگؔ کے سپرد کیا تھا جسے منظور کرانے میں اُنہوں نے صبر اور استقلال کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اسی زمانے میں ''وراثتِ اسلامی'' کا مسودہ بھی پیش کیا۔

1945ء کے عام انتخابات میں انبالہ سے کل ہند مرکزی اسمبلی کے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔ 1946ء کے صوبائی انتخابات میں انبالہ سے مسلم لیگی اُمیدواروں محمد حسن خاں، خواجہ غلام صمد وغیرہم کی کامیابی بھی آپ کی مرہون منت ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد پہلی قومی اسمبلی وجود میں آئی جو پہلی مجلس دستور ساز بھی تھی تو آپ اس کے بھی رکن بنے۔ آپ اسمبلی کے اندر اور باہر اسلامی اور ملّی مفادات کیلئے کوشاں رہے۔

نیرنگؔ بڑے وجیہہ، بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ رنگ دودھ کی طرح، آنکھیں بڑی اور غلافی، سیاہ اور روشن، پیشانی فراخ، جسم مضبوط اور گٹھا ہوا، قد درمیانہ، داڑھی گھنی، لہجہ ملائم اور ہموار تھا۔

مارچ 1949ء میں اُن کی اہلیہ نے وفات پائی۔ پھر جون میں اُن کی اکلوتی بیٹی کے شوہر ڈاکٹر سید

ظفر الحسن کا انتقال ہو گیا۔ ان دو صدمات کا اُن کی صحت پر اثر پڑا۔ انہیں اختلاجِ قلب کی شکایت پیدا ہو گئی اور وہ 16۔ اکتوبر 1952ء بروز جمعرات لاہور میں انتقال فرما کر قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔

''میر غلام بھیک نیرنگ پارسا'' سے سالِ رحلت ''1952ء'' نکلتا ہے۔

جناب طارق سُلطان پوری نے یہ قطعۂ تاریخ کہا!

''خورشید فلکِ بصیرت''

1952ء

نیرنگ ، نام جس کا تھا سیّد غلام بھیک
وہ نازشِ زمانہ ، عظیم الشرف بزرگ
پُرجوش وہ مبلغِ اسلام ، مردِ حق
اوصاف میں یگانہ ، عظیم الشرف بزرگ
تلمیذِ داغؔ اور مرید علی حسینؒ
عرفان کا خزانہ ، عظیم الشرف بزرگ
گفتار اُس کی نطقِ مجاہد کا طنطنہ
کردار غازیانہ ، عظیم الشرف بزرگ
قائد کا ہم قدمِ سفر حریت میں وہ
فرزانہ و دوانہ ، عظیم الشرف بزرگ
کی اُس نے ارتداد کے فتنے کی راہ بند
وہ فاتح زمانہ ، عظیم الشرف بزرگ
اُس پر تھے مہربان جماعت علیؒ بہت
منظور آستانہ ، عظیم الشرف بزرگ
خُلدِ بریں کی سمت یہ فرمانِ ایزدی
سیّد ہوا روانہ، عظیم الشرف بزرگ
ہے اب کھلی فضائے جناں میں وہ چھوڑ کر
دنیا کا قید خانہ، عظیم الشرف بزرگ

طارق نے ''آہ'' سے کہا اُس کا سنِ وصال
حق آشنا ''یگانہ عظیم الشرف بزرگ''
1952=1946+6ء

ماخذ:-

1- ''اکابرِ تحریکِ پاکستان جلد اول'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 167 تا 172
2- ''اولیائے چشت'' از محمد دین کلیم مطبوعہ لاہور 1968ء ص 142
3- ''چند محسن چند دوست'' از سید الطاف علی بریلوی مطبوعہ کراچی 1969ء ص 123 تا 124
4- ''چند یادیں چند تاثرات'' از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور 1969ء ص 149 تا 157
5- ''خفتگانِ خاکِ لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 19
6- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 374
7- ''حیاتِ اقبال کی چند گمشدہ کڑیاں'' از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور 1982ء ص 109 تا 111
8- ''معاصرین، اقبال کی نظر میں'' از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور 1967ء ص 63 تا 85
9- ''کلامِ نیرنگ'' از میر غلام بھیک نیرنگ مطبوعہ لاہور 1923ء، کراچی 1983ء متعدد صفحات
10- ''بے تیغ سپاہی'' از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی 1971ء، ص 43، 47، 48، 55، 330
11- ''سیاسی مکتوباتِ رئیس الاحرار'' از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی 1978ء ص 313، 314
12- ماہنامہ ''نقوش'' لاہور، ''لاہور نمبر'' فروری 1962 متعدد صفحات
13- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور ''سیرت النبی نمبر'' مئی 1973ء ص 182
14- ''عظیم قائد'' از نوابزادہ محمد علی خاں مطبوعہ لاہور 1982ء ص 89
15- ''بلوچستان آزادی کے بعد'' (1997-1947ء) از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، پروفیسر انور رُومان مطبوعہ کوئٹہ 1997ء ص 87
16- ''انسائیکلوپیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 760
17- ''مجالسِ اقبال'' از پروفیسر جعفر بلوچ مطبوعہ لاہور 2002ء ص 287 تا 288

مولانا سیّد عبدالرؤف شاہ براریؒ

(1878-1954ء)

مولانا سیّد عبدالرؤف شاہ بن سیّد عبداللہ شاہ بن سیّد عزیز شاہ بن سیّد حبیب شاہ بن سیّد ظریف شاہ کی ولادت 1878ء میں بمقام اونڈھانا گناتھ ضلع پربھنی، صوبہ برار (حال صوبہ مہاراشٹر، بھارت) میں ہوئی۔ آپ کے جدامجد سید ظریف شاہ دوسو سال قبل قلعہ سعدان (افغانستان) سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔

سیّد عبدالرؤف شاہ نے ابتدائی تعلیم پانڈھر کیوڑہ میں حاصل کرنے کے بعد امراوتی سے میٹرک کیا۔ پھر الفانسٹن کالج بمبئی سے بی اے پاس کیا۔ بعدازاں ایل ایل بی کر کے ایوت محل میں وکالت شروع کر دی۔ دورانِ تعلیم ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ دنیاوی اور دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہوکر شاہ صاحب مسلمانوں کے ایک نہایت ہی مخلص، دلیر اور باعمل رہنما کے طور پر سامنے آئے۔

یہ وہ دور تھا جب تحریک خلافت اپنے شباب پر تھی۔ 1919ء میں تحریکِ خلافت کا ایک بہت بڑا جلسہ ایوت محل میں ہوا جس میں ہندوستان کے چوٹی کے مسلم رہنما شریک ہوئے۔ ملک کی آزادی اور ترکوں کے خلاف انگریزوں کی ریشہ دوانیوں پر دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ اس جلسہ میں سید عبدالرؤف شاہ اور اُن کے والد ماجد بھی شریک تھے۔ جلسہ کے اختتام پر شاہ صاحب کے والد گرامی نے اعلان کیا کہ میں اپنے بڑے لڑکے سید عبدالرؤف شاہ کو ملک وقوم کی خدمت کیلئے وقف کرتا ہوں اور ایک بہت بڑا قطعہ اراضی بھی چندہ میں دے دیا۔ اس اعلان نے شاہ صاحب کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ وکالت کو خیر باد کہا، سوٹ بوٹ پھینک کر کھدر پوش ہو گئے۔ جس دور میں شاہ صاحب نے سیاست میں قدم رکھا وہ آج سے بہت مختلف تھا۔ سیاسی رہنماؤں کو آرام وآسائش اور مال ومتاع کی قربانیاں دینی پڑتی تھیں۔ خلوص اور ایثار کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تحریک خلافت میں شمولیت کر کے بے بہا قربانیاں دیں۔

تحریکِ خلافت میں فعال کردار ادا کرنے پر شاہ صاحب جلد ہی ''صوبہ سی پی و برار خلافت کمیٹی'' کے صدر چن لئے گئے۔ ''انڈین نیشنل کانگرس'' کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور سی پی و برار کانگرس کی صوبائی صدارت پر بھی فائز رہے۔ 1929ء میں ''نہرو رپورٹ'' سے اختلاف کی بنا پر کانگرس کو خیر باد کہہ دیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ ممبر آل انڈیا مسلم لیگ فنڈ کمیٹی (1938ء) ممبر آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی، ممبر پارلیمنٹری بورڈ آل انڈیا مسلم لیگ، چیئرمین سی پی و برار مسلم لیگ

پارلیمانی بورڈ، صدر سی پی و برار مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی، وصدر سی پی و برار صوبہ مسلم لیگ۔

ناگپور یونیورسٹی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر، پانڈھر کیوڑہ میونسپل کمیٹی کے چیئرمین، انجمن معین الاسلام ایوت محل (سی پی) کے صدر اور دیگر بہت سے مذہبی، علمی، ادبی اور رفاعی اداروں کے سرپرست، صدر اور عہدیدار تھے۔ بہت زُود گو، پُر مغز اور کہنہ مشق شاعر بھی تھے۔ عاصیؔ تخلص فرماتے تھے۔ زیادہ تر قومی نظمیں لکھیں۔ علی برادران کے دیوانے اور پروانے تھے اور کئی بار اُن کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ علم و ادب کے دلدادہ، زہد وتقویٰ میں آپ اپنی مثال اور عشق رسول ﷺ سے چور چور تھے۔ اسلام کی محبت اُن کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اُن کی زندگی ''نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ'' کی عملی تفسیر تھی۔ وہ مسلمانانِ برار کے واحد رہنما تھے جنھوں نے اپنے گرد ذہین، بے لوث اور جوشیلے کارکنان کا ایک حلقہ جمع کر لیا تھا۔ یہ لوگ ٹیم اسپرٹ کے ساتھ اُن کی ہدایات پر عمل کرتے تھے۔ مسلمانانِ برار کو ایک مرکز پر جمع کر کے اُن میں سیاسی شعور پیدا کرنا اُن کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔

اوائل 1938ء میں سی پی و برار کی صوبائی کانگرسی حکومت نے صوبہ کے مسلمانوں کے خلاف ''ودیا مندر اسکیم'' کی شکل میں سازش کا آغاز کر دیا۔ اس اسکیم کا موجد صوبائی وزیر اعظم پنڈت روی شنکر شبکلا تھا۔ اس اسکیم کا مقصد اس صوبہ سے اسلام کو ختم کر کے ہندو مذہب کا غلبہ تھا۔ اسکیم کے تحت اُردو زبان کو ختم کر کے ہندی اور مرہٹی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا تھا نیز صرف وہ کتابیں پڑھائی جانا مقصود تھیں جن میں ہندو دیوتاؤں، سورماؤں اور ہندو کلچر کا ذکر ہو۔ ایک علاقہ میں کم از کم چالیس طلباء پر مشتمل سکول کھولنا تھا۔ چونکہ اس صوبہ میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہی تھوڑی تھی، کہیں بھی مسلمانوں کے بچوں پر مشتمل سکول نہیں کھل سکتا تھا، مسلمان بچوں کو مجبوراً ہندو مدرسوں میں ہی پڑھنا پڑتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مسلمان بچوں کو ہندو مذہب کے زیر اثر لانا تھا۔

مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج بلند کیا لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ وفود وزیر تعلیم سے ملے۔ 23 فروری 1938ء کو صدر مسلم لائبریری ناگپور میں انجمن ترقی اردو ناگپور کا اجلاس ہوا۔ وزیر تعلیم ڈاکٹر ذاکر حسین (1970-1897ء) کو قرارداد کی نقل بھیجی گئی۔ 17 مارچ 1938ء کو انجمن ہائی سکول ناگپور کے میدان میں ایک جلسۂ عام ہوا جس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد نے ودھیا مندر اسکیم کے خلاف قرارداد منظور کی۔ اس جلسہ میں نواب صدیق علی خاں (1974-1899ء) بھی شریک ہوئے۔ سی پی اسمبلی میں سید عبدالرؤف شاہ نے مسلم لیگ پارٹی کے اراکین کی طرف سے

تحریک التواء پیش کی۔ 15 ستمبر 1938ء کو بیس ہزار مسلمانوں کا جلوس بھی کونسل ہال گیا مگر شنوائی نہ ہوئی۔ کانگرسی حکومت نے مسلمانوں کے جائز مطالبات کو ٹھکرا کر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ 26 جنوری 1939ء کو 100 ودیا مندروں کے افتتاح کا اعلان کیا۔ سیّد عبدالرؤف شاہ نے اس اسکیم کی مخالفت میں تن من دھن کی بازی لگا کر مسلمانوں کی عزت وآبرو رکھ لی۔

5،4 جون 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں بمبئی میں منعقد ہوا جس میں ورکنگ کمیٹی کے 22 ممبران نے شرکت کی جبکہ ایک ممبر سر سید سعداللہ آف آسام (1886-1955ء) شرکت نہ کر سکے۔ اس اجلاس میں مختلف قراردادیں منظور کی گئیں جن میں کئی ایک کی تائید وحمایت سید عبدالرؤف شاہ نے کی۔

8 تا 10 اکتوبر 1938ء کو سندھ مسلم لیگ کی صوبائی کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی۔ حضرت قائداعظمؒ کے ساتھ اس کانفرنس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں، مولانا شوکت علی، بیگم مولانا محمد علی جوہر، راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد، مولانا عبدالحامد بدایونی، ملک برکت علی، میر غلام بھیک نیرنگ، مولوی اے کے فضل الحق، حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ، مولانا جمال میاں فرنگی محلی وغیرہم کے علاوہ سید عبدالرؤف شاہ نے بھی شرکت کی۔ اس کانفرنس کے صدر مجلس استقبالیہ حاجی عبداللہ ہارون اور پیر علی محمد راشدی جنرل سیکرٹری تھے۔

8 اکتوبر 1938ء کو رات 9 بجے اجلاس عام شروع ہوا جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت قائداعظمؒ نے کی۔ تلاوت کے بعد قومی نظمیں پیش ہوئیں اور پھر مختلف رہنماؤں نے تقاریر کیں۔ کانفرنس کی دوسری نشست 9 اکتوبر 9 بجے رات شروع ہوئی جس میں 15 ہزار کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔ اس نشست سے خطاب کے دوران سید عبدالرؤف شاہ نے سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا!

''بدقسمتی سے ہمارے علاقہ اور سی پی کے مسلمان مل کر بھی مشکل سے ساڑھے چار فیصد بنتے ہیں اس کے باوجود ہم ہر قسم کی مصیبت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ودیا مندر کی اسکیم اگر کسی اور صوبے میں رواج نہ پا سکی تو یہ لعنت ہمارے اوپر ڈالی گئی۔ اس کیلئے دو لاکھ روپے پبلک فنڈ سے منظور کئے گئے ہیں جن میں سے مسلمانوں کو اس حصہ میں صرف 50 روپے ملتے ہیں۔

سی پی کے ہندو وزیر اعلیٰ نے مسلمانوں کی سخت مخالفت کے باوجود کہا کہ یہ اسکیم اور اس کا نام ہی 99 فیصد آبادی کیلئے باعث کشش اور روحانی سکون ہے۔ اس وجہ سے تعلیم اب مرہٹی

اور ہندی میں ہوگی۔ ہندی اور مرہٹی اب صوبہ کی زبان ہوگی۔ دو مرتبہ ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ ایک میں مسلمان زیادہ ملزم تھے تو اُن کو بھاری سزائیں دی گئیں اور دوسرے میں ہندو زیادہ تھے تو تعلقات خوشگوار بنانے کے بہانے سارے مقدمے واپس لے لئے گئے۔ ہمارے دکھوں کی داستان طویل ہے۔ اگر مسلم اکثریت کے علاقے میں ہماری صفوں میں اتحاد ہوگا تو ہندو اکثریت والے صوبوں پر کچھ اثر ہوگا۔ آپ کے متفق ہونے سے ہمیں مظالم سے نجات مل جائے گی۔"

اس موقعہ پر ایک قرارداد میں کانگرس کی سرحد، بنگال، پنجاب اور سندھ میں مسلم دشمنی اور کانگرسی وزارتوں، کانگرس کے فیصلے، ودیا مندر اسکیم، بندے ماترم (ترانہ)، مخلوط انتخابات، ہندی زبان کو قومی زبان قرار دینے، اُردو زبان کی حوصلہ شکنی اور تحریر و تقریر پر پابندی کی مذمت کی گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ سے سفارش کی گئی کہ وہ ہندوستان میں ایک ایسے آئین کے نفاذ کے بارے میں ازسرِ نو غور کرے جو کہ مسلمانوں کی عزت، جائز حقوق کا علمبردار ہو اور مسلمانوں کو خود مختاری فراہم کر سکے۔

کانفرنس کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ کوئی قانون ایسا نہ بنایا جائے جو مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو اور آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے قابل قبول نہ ہو۔

یہ قرارداد شیخ عبدالمجید سندھی (ایم ایل اے سندھ) نے پیش کی۔ اس کی تائید کے بی گورمانی ایم ایل اے (پنجاب) اور مزید تائید حاجی عبداللہ ہارون ایم ایل اے (سنٹرل)، مولانا عبدالحامد بدایونی (یوپی) اور سید عبدالرؤف شاہ ایڈووکیٹ ایم ایل اے (سی پی) نے کی۔

26 تا 29 دسمبر 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا 26 واں سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں پٹنہ میں انعقاد پذیر ہوا جس میں سید عبدالرؤف شاہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس اجلاس میں 15 قراردادیں منظور کی گئیں۔ پہلی قرارداد میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا، دوسری قرارداد میں مولانا شوکت علی اور تیسری قرارداد میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی رحلت پر اظہار افسوس کیا گیا۔ تینوں مرحومین کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔

چوتھی قرارداد میں کہا گیا کہ بہار، یوپی اور سی پی میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے ہیں اور اُن کے بنیادی حقوق کو جس بے دردی سے پامال کیا گیا ہے، مسلم لیگ کی بار ہا توجہ دلانے کے باوجود وہاں کی صوبائی حکومتیں اُن کے نقصانات کی تلافی اور اُن کے حقوق کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوگئی ہیں لہٰذا آل انڈیا

مسلم لیگ کا یہ اجلاس باور کرتا ہے کہ اب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کو اس امر کا اختیار دینے کا وقت آ گیا ہے کہ وہ جب اور جہاں چاہے راست اقدام کا فیصلہ کرے۔

یہ قرارداد عزیز احمد خاں ایم ایل اے، یوپی نے پیش کی۔ اس کی تائید عاشق علی وارثی (بہار) (ف 1940ء) اور مزید تائید سید عبدالرؤف شاہ و دیگر آٹھ حضرات نے کی۔

سی پی و برار میں چونکہ ہندوؤں کی غالب اکثریت تھی بدیں وجہ وہ ہر وقت مسلمانوں کی دلآزادی کے لیے کمربستہ رہتے تھے۔ چنانچہ 17 مارچ 1939ء کو چاندور بسوا ضلع خاندیس (برار) کی مسجد میں نماز عصر کے وقت متعصب ہندو جگد یوراؤ پٹیل اپنے ساتھی غنڈوں سمیت آ کر گستاخانہ گیت گانے لگا۔ مسلمان نمازی مشتعل ہو کر باہر نکلے۔ تصادم ہوا اور جگد یوراؤ پٹیل زخم کاری کی تاب نہ لا کر جہنم رسید ہوا۔ یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ سی پی کی کانگرسی حکومت نے 157 مسلمانوں کو گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ کر بھوکا پیاسا تنگ و تاریک حوالات میں بند کر دیا۔ مسلمانوں نے کانگرسی لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد سے انصاف کے لئے کہا مگر خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ ملا۔

برار کے چند مقتدر مسلم لیگی و دیگر مسلم رہنماؤں کا ایک وفد آئی جی پولیس مسٹر ٹیلر سے ملا جس کے نتیجے میں 114 مسلمانوں کو رہا کر دیا گیا جبکہ باقی 43 کا سیشن جج ناگپور مسٹر ایم این کلارک کی عدالت میں چالان کر دیا گیا۔ صوبہ مسلم لیگ نے اپنے صدر سید عبدالرؤف شاہ کی قیادت میں ڈٹ کر مقدمہ کی پیروی کی مگر شومئی قسمت کہ انگریز سیشن جج نے ہندونوازی کا ثبوت دیتے ہوئے 24 فروری 1940ء کو فیصلہ سناتے ہوئے 6 مسلمانوں کو پھانسی، 24 کو حبس دوام، ایک کو قید تا نشست عدالت اور 200 روپیہ جرمانہ کی سزائیں سنائیں جبکہ 12 کو بری کر دیا۔ اس فیصلے نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور اُن کا برطانوی انصاف سے اعتماد اُٹھ گیا۔

صوبہ مسلم لیگ سی پی و برار نے انگریز سیشن جج کی ناانصافی، ہندو پروری اور مسلم دشمنی کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کے لئے ''چاندور بسوا ریلیف کمیٹی'' بنائی جس کے سربراہ مولانا مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق جبل پوریؒ (1984-1892ء) نائب صدر صوبہ مسلم لیگ تھے۔ سید عبدالرؤف شاہ صدر صوبہ مسلم لیگ، جن کا مقصدِ حیات قوم کی خدمت کرنا اور اس پر مر مٹنا تھا، اپنی اعلیٰ شخصیت اور صوبائی مسلم لیگ کی صدارت کو نظرانداز کر کے مصیبت زدہ اور بے گناہ مسلمانوں کو تختہ دار سے بچانے کیلئے کمیٹی کے معمولی رکن بن کر میدان میں آ گئے اور اپنے شب و روز کے آرام سکون کو خیرباد کہہ کر اپریل 1940ء میں ناگپور

ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ 2 مئی 1940ء کو عدالتِ عالیہ نے تمام ملزمان کو باعزت طور پر بری کر دیا۔ اس مقدمہ میں سید عبدالرؤف شاہ اور مفتی محمد برہان الحق کے علاوہ معروف مسلم لیگی رہنما نواب صدیق علی خاں آف ناگپور نے (1899-1974ء) قابلِ تحسین کام کیا۔

10، 11 جون 1939ء کو ناگپور شہر میں دو روزہ ''مسلم پولیٹیکل کانفرنس'' انقاد پذیر ہوئی جس میں مسلم لیگ کے مرکزی اور صوبائی سطح کے رہنماؤں کے علاوہ مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ بہت سے لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ کا یہ ابتدائی دور تھا اس سے مسلم لیگ کو بہت بڑی تقویت ملی۔ اس کانفرنس کی کامیابی و کامرانی کا سہرا صوبائی صدر مسلم لیگ سی پی و برار سید عبدالرؤف شاہ کے سر تھا۔

یکم تا 3 جنوری 1940ء کو ضلع مسلم لیگ جبل پور کے زیر اہتمام عیدگاہ جبل پور میں ایک شاندار ''مسلم لیگ کانفرنس'' منعقد ہوئی جس میں شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق، عزیز ملت بیرسٹر سید عبدالعزیز آف پٹنہ اور الہ آباد کے نامور قانون دان بیرسٹر سید ظہور احمد خصوصی دعوت پر شریک ہوئے۔ صوبہ مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے سیّد عبدالرؤف شاہ نے اس کانفرنس کو کامیاب کر کے نہ صرف کانگرس کے گھروں میں صف ماتم بچھائی بلکہ مسلم لیگ کو زبردست تقویت پہنچائی۔ اس سے سی پی میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔

23 مارچ 1940ء کو اقبال پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی، جہاں برصغیر پاک و ہند کے مہر و ماہ جلوہ افروز تھے۔ حضرت قائداعظمؒ میر مجلس تھے۔ ایک لاکھ کے ہجومِ بخوم میں یہ قرارداد شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق نے پیش کی۔ پنجاب، سرحد، سندھ، یوپی، مدراس، بمبئی، بہار، بلوچستان کے نمائندوں نے باری باری اس قرارداد کی تائید و حمایت کی۔ صوبہ سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے سید عبدالرؤف شاہ نے کہا!

''میں اس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں جہاں مسلمان چند فیصد ہیں، جہاں ہندوؤں کی زبردست اکثریت اور کانگرس کا گڑھ ہے۔ مجھے علم ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد ہمیں ہندوؤں کی حکومت کے ماتحت رہنا ہوگا۔ مگر ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کر رہے ہیں کہ ہمارے بھائی تو آزادی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں گے اور پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں کو ہمارے مآل سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور وہ اپنی آزادی کی جدوجہد تیز کر دیں اور اس قرارداد پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے علیحدہ وطن حاصل کر لیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہیئے ۔''

قرارداد کی تائید کرنے والے اکابرین میں سے سب سے زیادہ موثر تقاریر مولانا عبدالحامد بدایونی، بیگم مولانا محمد علی جوہر اور سید عبدالرؤف شاہ کی تھیں ۔ سید صاحب جب تقریر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ اُنکے دل سے نکل رہے ہیں ۔ سامعین بے حد متاثر ہوئے اور نجانے کتنوں کے دل دہل گئے ہوں گے۔

تحریک پاکستان کے نامور کارکن حکیم آفتاب احمد قرشی (1925-1981ء) اپنی کتاب ''کاروانِ شوق'' میں سیّد عبدالرؤف شاہ کی اس تقریر کے حوالے سے یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں!

''اُن کی تقریر مسلمانوں کے جذبے اور ولولے کا مظہر تھی ۔ اُن کا تعلق امراؤتی (برار) سے تھا۔ اُن کی زندگی قومی خدمت میں گزری۔ برار ایک زمانے میں مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور ثقافت کا مرکز تھا۔ برار، دکن کا حصہ تھا جسے انگریزوں نے غصب کر لیا تھا مگر وہ برار کے مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی غیرت کا چراغ نہ بجھا سکے۔ سید عبدالرؤف شاہ، برار کے مسلمانوں کے گوہرِ شب چراغ تھے۔ انہوں نے اپنے خون سے قومی شمع کو فروزاں کیا۔ وہ سی پی کے مسلمانوں کے قائد تھے اور سی پی مسلم لیگ کے صدر۔ قائداعظمؒ اُن پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ قائدؒ نے انہیں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا تھا۔ وہ سالہا سال اس عظیم منصب پر سرفراز رہے۔ مسلم لیگ کی تاریخی جدوجہد میں پیش پیش رہے اور انہوں نے مسلم لیگ کے اہم اور تاریخ ساز فیصلوں میں بھرپور حصہ لیا۔ سید عبدالرؤف شاہ صلہ وستائش سے بے نیاز تھے۔ اخلاص وایثار سے اُن کی شخصیت عبارت تھی ۔ وہ بڑے نیک نام اور پاکباز انسان تھے۔ اُن کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں ۔ قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے سی پی میں قیام کیا اور مسلمانوں کے تحفظ اور بقا کے لئے سرگرم رہے۔ تحریک پاکستان کو ایسے ہی گرانقدر مسلمانوں پر ناز ہے اور اُن کے کارنامے ناقابلِ فراموش ہیں ۔''

قرارداد لاہور کو ''اللہ اکبر'' کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں منظور کیا گیا۔ اس قرارداد کی منظوری کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کے پاس واضح لائحہ عمل اور منزل تھی ۔ اس منزل کے حصول کیلئے سید عبدالرؤف شاہ نے نہ صرف سی پی و برار بلکہ دوسرے صوبوں کے دورے کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔ ہائے !اب ایسے لوگ ڈھونڈے سے بھی نہ ملیں گے۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

1941ء میں نواب صدیق علی خاں (1974-1899ء) نے ناگپور میں ایک ''مسلم لیگ کانفرنس'' منعقد کی جس میں مولانا ظفر علی خاں، چوہدری خلیق الزمان و دیگر مسلم لیگی زعماء نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ سیّد عبدالرؤف شاہ نے بحیثیت صوبائی صدر اس کانفرنس کو جس احسن انداز سے کامیاب کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کانفرنس کی کامیابی پر چوہدری خلیق الزمان نے سیّد صاحب کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا۔

12 تا 15 اپریل 1941ء مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس مدراس میں منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت قائداعظمؒ نے کی۔ اس میں ملکی اور بین الاقوامی حالات پر غور و فکر کے بعد کل چار قراردادیں پیش کی گئیں جن میں سے ایک قرارداد سیّد عبدالرؤف شاہ نے پیش کی۔

''مسلمانانِ برصغیر کی تعلیمی، اقتصادی اور سماجی ترقی کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس سلسلہ میں پانچ سالہ منصوبہ ترتیب دے۔''

اس قرارداد کی تائید مفتی فخر الاسلام (یوپی)، بیگم حفیظ الدین (بمبئی)، کے ایم سیٹھی (مدراس) نے کی۔ چنانچہ اس قرارداد کو منظور کرتے ہوئے ایک کمیٹی بنا دی گئی جو اس سلسلہ میں پانچ سالہ منصوبہ ترتیب دیکر چھ ماہ میں مجلس عاملہ کو پیش کرے گی۔ کمیٹی مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (کنوینر)، چوہدری خلیق الزماں، ابوالحسن اصفہانی، اسماعیل ابراہیم چندریگر، ڈاکٹر ایس اے جعفری، ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد، سیّد حسین امام، سر عبداللہ ہارون۔

25، 26، 27 دسمبر 1941ء کو آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا پانچواں اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں ناگپور (سی پی، بھارت) میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر مسلم لیگ کے 29 مرکزی رہنماؤں نے مسلم طلباء کے نام ایک اپیل شائع کی کہ وہ اس اجلاس میں شرکت کرکے اسے کامیاب و کامران کریں۔ 22ویں نمبر پر سیّد عبدالرؤف شاہ کا نام اور دستخط بھی شامل ہیں۔

26 اپریل 1943ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں ہوا۔ اس میں تین اہم ریزولیشن پیش کئے گئے۔ ایک ریزولیشن چوہدری خلیق الزمان (یوپی) نے پیش کیا کہ!

''اس اجلاس کی رائے میں مسلمانانِ ہند کے دلوں میں اس امر کا شدید احساس پایا جاتا ہے کہ برطانوی حکومت کوئی واضح اعلان کرنے میں ناکام رہی ہے جس کا مطالبہ ''کل ہند مسلم لیگ'' کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس 20 اگست 1942ء منعقدہ بمبئی میں ایک قرارداد کے ذریعے

کیا تھا اور مسلم لیگ دس کروڑ مسلمانوں سے متعلق برطانوی پالیسی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔ ورکنگ کمیٹی کی یہ مسلمہ رائے ہے کہ قیامِ پاکستان ہی مسلمانانِ برصغیر کے مسائل کا واحد حل ہے، اس سے دستوری تنازعات بھی ہمیشہ کے لئے حل ہو جائیں گے اور ہندو کانگرس کا دس کروڑ مسلمانوں کو غلام بننے کا خواب بھی پریشان ہو جائے گا اور یہی برصغیر کی آزادی کا واحد راستہ بھی ہے۔ اگر ہمارے اوپر کسی وفاقی طرز حکومت کو مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ خونریزی، خانہ جنگی اور بربادی کے سوا دوسرا نہ ہوگا۔ ایسے حالات اور اُن کے نتائج کی ذمہ داری تنہا حکومتِ برطانیہ پر ہوگی۔''

اس قرارداد کی تائید پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد، بنگال، بمبئی، بہار، یوپی، مدراس کے نمائندوں نے کی۔ سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے سیّد عبدالروف شاہ نے پُرزور تائید کی۔

فروری 1946ء کے الیکشن میں سی پی اسمبلی کے کل چودہ مسلم حلقے تھے جن میں مسلم لیگ نے 3 بلامقابلہ اور 10 بمقابلہ کل 13 نشستیں جیت لیں۔ ایک پر آزاد اُمیدوار کامیاب ہوگیا۔ مسلم لیگ کے حق میں نتیجہ 93 فیصد رہا۔ شکست خوردہ جماعتوں میں کانگرس، خاکسار، مومن مجلس اور احرار شامل تھیں۔ سیّد عبدالروف شاہ حلقہ نمبر 1 ایوت محل سے بلامقابلہ کامیاب ہوگئے۔ اتنی بڑی کامیابی شاہ صاحب کے خلوص، لگن اور محنت شاقہ کی نتیجہ تھی۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے عام انتخابات میں فرنگی فرعونیت اور ہندو کانگرس کی نمرودیت کو ذلت آمیز شکست دینے کے بعد قافلۂ آزادی کی تشکیلِ نو اور استحکامِ جدید دینے کے لئے پورے برصغیر سے مجالسِ قانون ساز کے منتخب مسلم لیگی اراکین کا تاریخ ساز کنونشن 7، 8، 9 اپریل 1946ء کو عربک کالج بیرون اجمیری دروازہ دہلی میں قائداعظمؒ کی صدارت میں منعقد کیا۔ اس تاریخی اجتماع میں مسلمانانِ برصغیر کو اپنے مستقبل اور اپنی تقدیر کا اہم ترین فیصلہ کرنا تھا کہ کیا مسلمانوں کو انگریز کی غلامی کے بعد ہندو کی بدترین غلامی کو تقدیرِ الٰہی سمجھ کر قبول کرنا ہے یا پھر مردانِ حُر کی طرح اپنی دنیا آپ پیدا کرنی ہے اور استعمارِ باطل پر ثابت کرنا ہے کہ اسلام آج بھی ایک زندہ وجاوید قوت ہے اور وہ ہر زمانے میں اپنا وجود تسلیم کرا لیتا ہے۔

اس اجلاس میں سیّد عبدالروف شاہ، سی پی اسمبلی کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے اور 9 اپریل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

''اسلامیانِ ہند اس سے بڑھ کر کیا ثبوت دے سکتے ہیں کہ ایشاء کی عظیم شخصیت کے ایک

اشارے پر ملک کے دور دراز علاقوں سے سینکڑوں اراکین مجالس قانون ساز اور ہزاروں فدایانِ مسلم لیگ یہاں کھنچے چلے آئے ہیں۔''

(قائداعظمؒ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا!)

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کہ درمیانِ خاک و خوں بینی سرے

سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے شاہ صاحب نے کہا!

''انگریزوں کو چاہیئے کہ اپنی روانگی سے قبل ہندوستان کو تقسیم کردیں۔ ہندو، مسلمانوں کے برادرِ یوسف ہیں۔ ہم یہاں اسپین کی تاریخ نہیں دہرانے دیں گے۔''

(یہاں علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا!)

در رہِ منزلِ لیلیٰ خطر ہا است بسے
شرطِ اوّل قدم آنست کہ مجنوں باشی

تقریر کے آخر میں آپ نے سی پی کے آٹھ لاکھ مسلمانوں کی طرف سے قائداعظمؒ کو ہر قربانی پیش کرنے کا یقین دلایا۔

11 مئی 1946ء کو شملہ میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام رات کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت مسلم لیگ کے مرکزی رہنما نواب محمد اسمٰعیل خاں (1958-1883ء) نے کی۔ اس جلسہ سے اکابرینِ مسلم لیگ سیّد حسین امام، چوہدری خلیق الزمان، سردار عبدالرب نشتر، پیرزادہ محمد ذکاء اللہ شملوی کے علاوہ سید عبدالرؤف شاہ نے خطاب کیا۔ ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ فلسطین میں یہودی آباد نہ کیے جائیں۔ دوسری قرارداد میں حصولِ پاکستان کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کا عہد کیا گیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد شاہ صاحب ہندوستان ہی میں رہے تا کہ مسلمانوں کا تحفظ کیا جا سکے۔ دسمبر 1947ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس آخری دفعہ پاکستان کی سرزمین پر منعقد ہوا۔ کونسل نے ایک قرارداد مرتب کی جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو علیحدہ اور جداگانہ تنظیموں میں تقسیم کر دینے کی سفارش کی گئی۔ ایک تنظیم پاکستان کیلئے اور دوسری بھارت کیلئے۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم کر رہے تھے۔ اس اجلاس میں سیّد عبدالرؤف شاہ نے بھی شرکت کی۔

اجلاس کا ماحول بڑا پُر مژدہ تھا۔ فضا پر اُداسی چھائی ہوئی تھی اور کونسلروں کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں عیاں تھیں۔ مسلمانانِ ہندو پاک کے وہ راہنما جنہوں نے متحد ہو کر نصف صدی تک انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جنگ لڑی تھی اور دُکھ سُکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا، آج حالات کے اس موڑ پر آن کھڑے تھے جہاں سے اُن کی راہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے الگ ہو جاتی تھیں۔ اُن کو اس امر کا بھی احساس تھا کہ مستقبل اُن کے درمیان حائل ہونے والی دیواروں کو اور بھی بلند کر دے گا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا بھی نہ رہیں گے۔ حالانکہ قائداعظمؒ کی شخصیت، قانون اور دستور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور جذبات کا مدوجزر اُن کی متاثر نہیں کرتا تھا لیکن اس اجلاس کی افسردہ فضا نے اُن کے دل پر بھی اثر کیا۔ چنانچہ جب اُن کی تقریر میں ہندو مسلم فسادات اور قتل و غارت کا ذکر آیا تو اُن کا چہرہ سوگوار ہو گیا۔ شدتِ غم سے اُن کا دل پگھل گیا اور پھر مسلم لیگ کے کونسلروں نے دیکھا کہ وہ قائداعظمؒ، جو سنجیدگی، صبر اور متانت کا نمونہ تھے، آج اُن کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ شاید انہیں بھی اندازہ نہ تھا کہ آزادی کی صبح اس قدر خون آلود ہوگی۔

اس موقعہ پر قائداعظمؒ اور دوسرے زعماء نے سیّد عبدالرؤف شاہ سے کہا کہ آپ پاکستان آ جائیں، جواباً شاہ صاحب نے کہا کہ اگر میں پاکستان آ گیا تو سی پی و برار کے بے سر و سامان مسلمانوں کا کون پُرسانِ حال ہوگا۔ میرا جینا اور مرنا اُنہی کے ساتھ ہے۔ جس وقت شاہ صاحب یہ باتیں کر رہے تھے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گر رہے تھے۔

21 جنوری 1954ء/1373ھ بروز جمعرات آٹھ بجے شب شاہ صاحب نے ''اللہ اللہ'' کہتے ہوئے پاندھر کیوڑہ ضلع ایوت محل (مہاراشٹر، بھارت) میں بعارضہ بلڈ پریشر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ رحلت سے پہلے دن کے وقت اپنے کفن کا کپڑا خود خریدا اور قبر کی جگہ کی بھی نشاندہی فرمائی۔ دوسرے دن اُن کی منتخب کردہ جگہ پر سپردِ خاک کر دیا گیا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اُن کے انتقال کے بعد مسلمانانِ برار کے سیاسی و سماجی کارکنان کی مرکزیت بکھر گئی اور پھر کوئی بھی اُن کے انتقال سے پیدا شدہ خلا کو پُر نہ کر سکا۔ ڈاکٹر محمد منشاء الرحمٰن منشا نے ''رحلتِ دیدہ ور'' کے عنوان سے یوں خراجِ تحسین پیش کیا!

وہ گل کہ جس نے بخش دی نگاہ و دل کو تازگی — وہ گل کہ جس کے دم سے باغِ قوم کی بہار تھی

وہ گل کہ ہر طرف تھی دھوم جس کے لطفِ عام کی — وہ گل کہ جس کے فیض سے روش روش مہک اُٹھی

اجل کے پنجۂ خزاں کا وہ شکار ہو گیا

فغاں نہ آئے لب پہ کیوں کہ دل فگار ہو گیا

وہ ایک شمع ضوفشاں جو نورِ چشمِ بزم تھی — وہ اک دیا کہ جس سے جل چکے نئے دیے کئی

وہ اک چراغ جس کی لو سے کانپتی تھی تیرگی — ہر ایک گوشۂ حیات میں تھی جس کی روشنی

وہ تند و تیز آندھیوں میں جھلملا کے بُجھ گیا

سحر قریب آ گئی تو ٹمٹما کے بُجھ گیا

وہ ایک گل کہ جس کو لوگ زینتِ چمن کہیں — وہ ایک شمع جس کو لوگ جانِ انجمن کہیں

وہ راہبر کہ جس کو لوگ نازشِ وطن کہیں — وہ اک گُہر کہ جس کو غیرتِ دُرِ عدن کہیں

اے ''سی پی'' رو کہ آج وہ ترا گُہر نہیں رہا

ہزار حیف ہم میں اب وہ دیدہ ور نہیں رہا

شاہ صاحب کے ہم وطن اور معروف شاعر حضرت صاؔبر براری ثم کراچویؒ نے اُن کا یہ قطعہ تاریخ وصال کہا!

''والا مرتبت سیّد عبدالرؤف شاہ صاحب''

......1954ء......

اُن کے فراق میں ہے ہر اک شخص سوگوار — تھے شاہ صاحب ملک اور ملّت کے خیر خواہ

صابر ملا ہے غیب سے اُن کا سنِ وفات — ''جنت میں روشن طبع ہیں عبدالرؤف شاہ''

1954ء

......ایضاً......

ہر شخص اشکبار ہے اُن کی وفات پر — ہر قلب کا قرار تھے عبدالرؤف شاہ

وہ صدر لیگ بھی رہے سی پی برار کے — ملّت کے غمگسار تھے عبدالرؤف شاہ

تھے اُن کے قدر دان محمد علی جناح — قائد کے جانثار تھے عبدالرؤف شاہ

صاؔبر سنِ وفات کہو اُن کے حسبِ حال — ''یک رہبرِ برار تھے عبدالرؤف شاہ''

1954

مؤلف کتاب ہذا محمد صادق قصوری نے بھی اُن کی تاریخ رحلت کہنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

صد حیف، اس جہاں سے رُخصت ہو گئے　　نامِ گرامی جن کا تھا عبدالروف شاہ
تھے مرد نیکوکار وہ ہمدردِ قوم تھے　　گُھلتے تھے دردِ قوم میں وہ صبح تا مسا
ہاں فلک پیر، بول بگڑتا تھا کیا تیرا　　کچھ اور دن نہ جیتے وہ گر بادۂ فنا
اُن کو نصیب ہوئے کوثر زلُطفِ رب　　جنت میں بھی ملے اُنہیں، اکرام وعز و جاہ

صادقؔ جو میں نے فکر کی سالِ وصال کی
دو بار کہہ دو ''فخرِ زمن'' آئی یہ صدا
1954=2 x 977ء

ماخذ:-

1- ''کاروانِ شوق'' ازحکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور 1984ء ص 380، 381
2- ''مکاتیبِ بہادر یار جنگ'' جلداوّل مطبوعہ بہادر یار جنگ اکیڈمی کراچی 1967ء ص 293، 379، 382، 458
3- ''کاروانِ گم گشتہ'' ازسیّد رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1971ء ص 52
4- ''قائداعظمؒ اور اُن کا عہد'' ازسیّد رئیس احمد جعفری لاہور 1966ء ص 662
5- ''تاریخِ پاکستان'' ازمحمد بشیر احمد مطبوعہ لاہور 1978ء ص 419
6- ''حصولِ پاکستان'' ازپروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور 1975ء ص 225
7- ''پاکستان ناگزیر تھا'' ازسیّد حسن ریاض مطبوعہ کراچی 1982ء ص 256
8- ''بے تیغ سپاہی'' ازنواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی 1971ء ص 149، 172، 178، 187
9- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل ازولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 313، 334، 391، 436، 447
10- ''تاریخِ نظریۂ پاکستان'' ازپیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور 1970ء ص 342
11- ''تحریکِ آزادی میں پنجاب کا کردار'' ازایم جے اعوان مطبوعہ اسلام آباد 1993ء ص 167، 168
12- ''جدوجہدِ آزادی میں پنجاب کا کردار'' ازڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1996ء ص 443
13- ''قراردادِ پاکستان صحافتی محاذ پر'' ازڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1990ء ص 78
14- ''تحریکِ پاکستان'' ازپروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1995ء ص 326
15- ''تخلیقِ پاکستان'' ازفاروق ملک مطبوعہ لاہور 1993ء ص 475، 478 تا 479
16- ''سی پی میں کانگرس کا راج'' ازحکیم اسرار احمد کریوی مطبوعہ ناگپور (انڈیا) 1941ء ص 161 تا 174، 177 تا 200

17- ''شاہراہِ پاکستان'' از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی 1967ء ص 695، 908
18- ''تحریکِ پاکستان میں سندھی مسلمانوں کا کردار'' از ڈاکٹر اکرام الحق پرویز مطبوعہ سندھ یونیورسٹی جامشورو 1984ء ص 187، 188
19- ''جدوجہدِ آزادی میں سندھ کا کردار'' از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری مطبوعہ لاہور 1992ء ص 217، 219، 225
20- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری مطبوعہ مورو (سندھ) 1984ء ص 128 تا 130
21- ''تذکرہ مشاہیر برار'' مطبوعہ انجمن یادِ رفتگاں، عثمانیہ مسجد امراوتی (مہاراشٹر، بھارت) 1987ء ص 219 تا 223
22- مجلّہ ''علم و آگاہی'' گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، خصوصی اشاعت ''تحریک پاکستان'' 1980ء ص 105
23- مکتوب گرامی حضرتِ صابر براریؒ بنام محمد صادق قصوری از کراچی محررہ 16 اکتوبر 1997ء
24- ''قائداعظم محمد علی جناح اینڈ پاکستان'' از سیّد شریف الدین پیرزادہ مطبوعہ اسلام آباد 1989ء ص 82
25- ''آزادی کے مجاہد'' جنگ پبلشرز لاہور 1989ء ص 64
26- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، 23 مارچ 1998ء، مضمون ''قراردادِ پاکستان'' از عمادالدین انصاری
27- مجلّہ ''لبِ جُو'' گورنمنٹ کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، گولڈن جوبلی نمبر 1997ء ص 42
28- ''یادِ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری، کراچی 1998ء ص 29
29- ''عظیم قائد'' از نوابزادہ محمود علی خاں مطبوعہ لاہور 1982ء ص 86، 92، 170، 174
30- جدوجہدِ آزادی میں بلوچستان کا کردار'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور 1991ء ص 76، 77
31- ''قیامِ پاکستان کی غایت'' از عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ، کراچی 1997ء ص 73
32- ''انسائیکلوپیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 667، 839، 1083، 1090

مولانا قطب میاں فرنگی محلیؒ

(1896-1954ء)

مولانا قطب الدین عبدالوالی المعروف قطب میاں ابن مولانا عبدالروف (1875-1905ء) بن مولانا عبدالوہاب (1846-1903ء) کی ولادت 19 رجب 1314ھ/ 24دسمبر 1896ء کوفرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ قیام الدین والملت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (1878-1926ء) کے بھتیجے، داماد اور جانشین تھے۔

قطب میاں نے مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد کتب درسیہ اپنے نامور چچا مولانا عبدالباریؒ و دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ 1332ھ/ 1914ء میں سندِ فراغت حاصل کر کے مدرسہ نظامیہ ہی میں مدرس ہو گئے اور پھر تازیست درس وتدریس کی خدمات بجالاتے رہے۔

قطب میاں ذوقِ سیاست سے بھی آشنا تھے۔ تحریکِ خلافت، تحریک ترکِ موالات، جمعیۃ خدام الحرمین اور تحریکِ پاکستان میں بھر پور حصہ لیا اور بہت جلد برصغیر کے نامور لیڈروں کی صف میں شامل ہو گئے۔ جب مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ نے کوچۂ سیاست میں قدم رکھا اور اپنے جانثار مریدوں علی برادران (مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر) کو ساتھ لے کر تحریک خلافت کا پرچم بلند کیا تو قطب میاں اپنے چچا حضور کے دست وبازو ثابت ہوئے اور علمائے حقانی کی طرح اعلائے کلمۃ الحق میں کوشش وسعی کی، تحریکِ خلافت کو آل انڈیا لیول پر منظم کیا تو قطب میاں، خلافت کمیٹی اودھ کے صدر منتخب ہوئے اور بیش قیمت خدمات انجام دیں۔ اس سے قبل اودھ خلافت کانفرنس کی مجلسِ استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے پُر جوش صدارتی خطبہ میں قوم کو اک ولولۂ تازہ بخشا۔ مختلف مقامات کے دورے کئے۔ جمعیت علماء مدراس کے جلسہ میں اپنے چچا حضور کے قائم مقامی میں صدارت کی اور اکناف واطراف ملک میں تبلیغ حق فرمائی۔

1925ء میں جمعیت خدام الحرمین معرض وجود میں آئی تو خلافت کمیٹی سے اختلافات کی وجہ سے الگ ہو گئے اور اپنی تمام تر مساعی کو جمعیۃ خدام الحرمین کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا عبدالباری کی رحلت کے بعد باتفاق رائے ''جمعیت خدام الحرمین'' کے خادم الخدام (صدر) مقرر ہوئے اور شایانِ شان خدمات انجام دیں۔

آپ کو اپنے محترم چچا مولانا عبدالباریؒ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ والد گرامی سے بھی

اجازت تھی۔ علاوہ ازیں علمائے حرمین شریفین اور حضرت مولانا سیّد عبدالقادر حمویؒ سے بھی اجازت حدیث وسلاسل حاصل تھی۔ چچا حضور نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو قائم مقام و جانشین مقرر کر دیا تھا۔

1929ء میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی حلیف بن گئی اور مسلم مفادات کو بالکل فراموش کر کے گاندھی کی لنگوٹی کی اسیر ہو گئی تو علمائے حق نے جن میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا عبدالکافی الہ آبادی، مولانا محمد فاخر الہ آبادی شامل تھے، کے ساتھ قطب میاں نے ایک علیحدہ جمعیت کی تاسیس کی فکر کی۔ چنانچہ کانپور میں ایک جدید جمعیت علماء بنائی گئی جس کا صدر مولانا محمد علی جوہر جیسے شیفتۂ مذہب کو بنایا گیا۔ اس جمعیت کے قیام میں قطب میاں کا خاصا عمل دخل تھا۔

1936ء میں جب حضرت قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی زمام اقتدار سنبھال کر برصغیر کی سیاست میں انقلاب برپا کیا اور مسلم لیگ حقیقی معنوں میں تحریکِ آزادی کی علمبردار بنی تو قطب میاں نے بھی دوسرے علمائے حق کی طرح اس میں شمولیت اختیار کر لی اور بجان و دل ساتھ دے کر اسے اوجِ کمال تک پہنچایا۔ جب قطب میاں اور اُنکے مخلص ساتھیوں نے منظم طریقے سے مسلم لیگ کی مکمل تائید و حمایت کر کے کانگرس، جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار جیسی مسلم دشمن جماعتوں کی کمر توڑ دی تو دشمنوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

17 نومبر 1937ء کو آپ نے ایک زبردست بیان جاری کیا جس سے کانگرسی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ملاحظہ ہو!

''چند روز سے بعض مسلمان جو اپنی قوم کے مفاد کا خیال کئے بغیر ملازمتوں، ٹھیکیداریوں، وزارتوں اور صدارتوں یا غلط فہمیوں اور ذاتی جھگڑوں کی وجہ سے بلاشرط اور اپنی تنظیم کئے بغیر کانگرس میں شریک ہو رہے ہیں اور مسلمان عوام کو بھی اپنے ساتھ کانگرس کی فسطائی قوتوں پر قربان کرنا چاہتے ہیں، طرح طرح کے پروپیگنڈے مسلمانوں میں کر رہے ہیں۔ انہی میں سے بعض نے کہا کہ جمعیت علمائے ہند دہلی، کانگرس کے ساتھ ہے۔ میں بحیثیت صدر جمعیت العلمائے صوبہ متحدہ دہلی یہ صاف ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ جمعیت نے ہرگز ہرگز کانگرس میں ضم ہو جانے اور شریک ہونے کا فیصلہ نہیں کیا ہے اور نہ وہ مسلمانوں کو بلاشرط شرکت کا مشورہ دیتی ہے۔ یہ بات اور ہے کہ جمعیت کے بعض اراکین مثلاً مولانا حسین احمد مدنی صاحب بلامعقول سبب بتائے ہوئے انفرادی طور پر کانگرس میں شریک ہو گئے ہیں مگر ان حضرات کی شرکت کسی طرح جمعیت کی شرکت نہیں کہی جا سکتی۔ جمعیت میں بہت سے ایسے اشخاص موجود ہیں جو کانگرس کی موجودہ اقلیت کشی اور حکومت پروری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ''مسلمان نمائندہ جماعت مسلم لیگ'' کے

ساتھ ہیں۔ میں کانگرس کا حامی تھا اس وقت تک جب تک کہ اس کی جنگ انگریزوں سے تھی اور اس کی جدوجہد ہندوستان کی آزادی اور سربلندی کیلئے تھی۔ مگر آج جب اُس کی تمام تر قوت اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کو مٹانے اور اُن کی جماعتوں میں افتراق ڈالنے اور مذہبی خیالات برباد کرنے میں صرف ہو رہی ہے اور اس کی تمام جدوجہد آزادئ ہند کے بجائے صرف اپنی قوت بڑھانے کے لئے ہے۔ مسلمانوں کو کانگرس کے اثرات سے بچانا ضروری سمجھتا ہوں اور مسلمانوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کو مضبوط کر کے ہر اُس جماعت سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں جو اُن کی سیاسی اور مذہبی حیثیت ہندوستان یا دُنیا کے کسی ملک سے مٹانے کے درپے ہو۔''

30، 31 جولائی 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا جس میں فلسطین کے سلسلہ میں برطانوی مال کے مسئلہ پر غور کرنے کیلئے کونسل نے جو کمیٹی تشکیل دی اس میں سیّد الاحرار مولانا حسرتؔ موہانی، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، عبدالرحمٰن صدیقی اور مولانا مظہر الدین شیرکوٹی کے علاوہ مولانا قطب الدین عبدالوالی بھی شامل تھے۔

مسلم لیگ کے ترجمان اخبار ''الامان'' دہلی نے جب مخالفین کے چھکے چھڑا دیئے تو ٹاٹا اور برلا کی تجوریوں سے پلنے والے کانگرسی مولوی بوکھلا اُٹھے اور انہوں نے 1939ء میں ''الامان'' کے مالک اور معروف مسلم لیگی رہنما مولانا مظہر الدین شیرکوٹی کو دن دہاڑے اُن کے دفتر میں قتل کرا دیا۔ قطب میاں نے مولانا مظہر الدین شہید کے مقدمہ قتل کی پیروی اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کی اور کانگرسی مولویوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ نتیجتاً ایک قاتل کو سزائے موت ہوئی اور دوسرے کو کالے پانی کی سزا ملی۔

مولانا مظہر الدین شیرکوٹی کے قتل کے بعد مسلم لیگ نے ایک نئی کروٹ لی اور وہ جلد ہی اسلامیانِ ہند کے دلوں کی دھڑکن بن گئی کیونکہ کانگرسی ریزہ خواروں کے ارادے مسلمانوں پر عیاں ہو گئے تھے اور وہ اپنی مسلم دشمن پالیسیوں کی وجہ سے مردودِ ازلی ٹھہر چکے تھے۔

قطب میاں نے مسلم لیگ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور شب و روز کی کاوشوں سے اسے استحکام بخشا۔ حضرت قائداعظمؒ کے ساتھ دورے کر کے شہر شہر قریہ قریہ مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ 1939ء میں بابائے قوم حضرت قائداعظمؒ نے جیکب آباد (سندھ) کا دورہ کیا تو قطب میاں کو بطور خاص اپنے ساتھ لائے۔ اس دورہ میں میر جعفر خان جمالی نے قائداعظمؒ کا شاہانہ استقبال کیا جس کی نظیر نہ تھی۔ عیدگاہ جیکب آباد میں قائداعظمؒ نے جلسۂ عام سے خطاب کیا جس سے مسلم لیگ کی دھوم مچ گئی۔ اس دورے میں

قطب میاں کے علاوہ سر عبداللہ ہارون، محمد ہاشم گزدر، راجہ صاحب محمود آباد، امیر احمد خان بھی قائداعظمؒ کے ساتھ تھے۔

قطب میاں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسوں میں بھرپور دلچسپی سے شرکت کرتے، بڑی دلجمعی اور جوش وخروش کے ساتھ ریزولیشن پیش کرتے اور دوسروں کے ریزولیشنوں کی بڑھ چڑھ کر تائید حمایت کرتے تھے۔ اس وقت ایک کتاب ''ریزولیشنز آف دی آل انڈیا مسلم لیگ'' فرام اکتوبر 1937ء تا دسمبر 1938ء'' شائع کردہ نوابزادہ لیاقت علی خان، راقم الحروف کے سامنے ہے جس میں درج ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لکھنؤ منعقدہ 15 تا 18 اکتوبر 1937ء میں ریزولیشن نمبر 14 راجہ صاحب محمود آباد نے پیش کیا جس کی تائید مولانا ظفر علی خاں نے کی اور مولانا قطب میاں نے مزید تائید وحمایت کی۔

''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ ایک عوامی رجز تھا جو تحریک پاکستان بالخصوص 1945-46ء کے موقع پر مقبول عام ہوا۔ اس نعرے کو بہت سے شعراء نے تضمین کیا۔ 1943-44ء میں قطب میاں نے بھی لکھنؤ کے ایک شاعر شعلہ آسیونی سے تضمین کروائی جو بہت مقبول ہوئی۔

لا محمودِ الا اللہ   لا معبود الا اللہ
لا مقصود الا اللہ   لا موجود الا اللہ
''پاکستان کا مطلب کیا   لا الٰہ الا اللہ''
پاکستان کا ابجد کیا   پاکستان کی سرحد کیا
پاکستان کا مقصد کیا   خوشنودی محمدؐ کی
''پاکستان کا مطلب کیا   لا الٰہ الا اللہ''
اک اللہ پر ہے ایمان   ایک محمدؐ ایک قرآن
مسجد میں ہوتی ہے اذان   سمجھے کیا ہے پاکستان
''پاکستان کا مطلب کیا   لا الٰہ الا اللہ''
بنگال و پنجاب کی شان   سرحد، سندھ، بلوچستان
آسام و کشمیر ہیں جان   یہ خطے ہیں پاکستان
''پاکستان کا مطلب کیا   لا الٰہ الا اللہ''
ہم وہ کرکے دکھائیں گے   دشت و جبل تھرائیں گے
ماریں گے مر جائیں گے   پاکستان بنائیں گے

''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ''
قائداعظم زندہ باد رہبرِ ملّت شاد باد
مولاہم بھی ہوں آزاد سُن لے شعلہؔ کی فریاد
''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ اللہ''

لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ

جب تک نظریۂ پاکستان، تحریکِ پاکستان اور حصولِ پاکستان کی جدوجہد کی تاریخ لکھی جاتی رہے گی تب تک اس تضمین کو بھی نقل کیا جاتا رہے گا اور یوں تضمین لکھوانے والے قطب میاں کا نام بھی زندہ و تابندہ رہے گا۔

1945-46ء کے انتخابات میں مولانا قطب میاں نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے دن رات ایک کر دیا۔ مرکزی اسمبلی کے تمام اُمیدوار کامیاب و کامران ہوئے۔ صوبہ یوپی کے بھی چھ کے چھ مسلم لیگی اُمیدوار ساحلِ کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ یوپی اسمبلی میں مسلم لیگ کے کل 65 اُمیدوار تھے جن میں سے 54 کامیاب ہوئے۔ بیگم مولانا محمد علی جوہر لکھنؤ شہر سے بلامقابلہ منتخب ہوگئیں۔ مسلم لیگ کے دوسرے اُمیدوار چوہدری خلیق الزمان بھی 18121 ووٹ لے کر جیت گئے جبکہ اُن کے مدِ مقابل اُمیدواروں نذیر احمد (سنّی بورڈ) نے 11188 اور سیّد علی ظہیر (شیعہ پولیٹیکل پارٹی) نے 5803 ووٹ لے کر شکست کو اپنا مقدر ٹھہرایا۔ یوں لکھنؤ شہر کی دونوں سیٹیں مسلم لیگ کے حصہ میں آئیں۔

آزادی کی صبح طلوع ہوئی تو قطب میاں نے ہجرت کر کے پاکستان آنے کی بجائے ''فرنگی محل لکھنؤ'' کی مسندِ علم وارشاد پر بیٹھ کر ہندوستانی مسلمانوں کی دلجوئی اور تحفظ کا فیصلہ کیا۔ پھر تاحیات درس وتدریس کا شغل جاری رکھا اور ساتھ ہی ساتھ ایک شیخِ طریقت کی حیثیت سے عیقدت مندوں کی روحانی دنیا بھی آباد کی۔ اواخر اپریل یا اوائل مئی 1954ء میں رحلت فرما کر ''فرنگی محل لکھنؤ'' ہی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی (1892-1977ء) نے یوں خراجِ تحسین پیش کیا کہ

''قطب میاں بڑے ہونہار، خوش رُو اور خوش طبع تھے۔ حق گوئی اور حق پسندی کا جوہر اُن میں اپنے گردوپیش کے علماء سے زیادہ تھا۔''

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا!

تھے فرنگی محل کے وہ عالم ہو گئے راہیِ بہشتِ بریں
لکھنؤ کے تمام خورد و کلاں اُن کی فرقت میں بہت غمگیں
اے خدا اُن کی مغفرت فرما لُطف فرمائیں اُن پر سرورؐ دیں
سالِ رحلت ہے اُن کا یہ صابر ''سالکِ باغ خُلد قطب الدیں''

1954ء

ماخذ:-

1- ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ 1930ء ص 104، 105

2- ''مکتوباتِ رئیس الاحرار مولانا محمد علی'' از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی 1978ء ص 299، 300

3- ''مولانا محمد علی کی یاد میں'' از سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) 1977ء ص 214

4- ''حیاتِ امیر شریعت'' از جانباز مرزا مطبوعہ لاہور 1976ء ص 217

5- ''ریزولیشنز آف دی آل انڈیا مسلم لیگ'' فرام اکتوبر 1937ء تا دسمبر 1938ء مطبوعہ دہلی 1938ء

6- ''تحریک پاکستان، نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں'' (1944ء تا 1947ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور 1987ء ص 305

7- ''تاریخ کانپور'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54، 77

8- ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیالکوٹ 1987ء ص 260، 261

9- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 373 تا 381

10- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 42

11- ''مجلّہ اقراء'' ایم اے او کالج لاہور، ''قائد اعظم نمبر'' 1976ء ص 146

12- روزنامہ ''مشرق'' لاہور بابت 8 فروری 1980ء (عبدالوحید خان کا مضمون ''آزادی کی جنگ'' قسط 7)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ

(1893-1954ء)

مبلغِ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی ولادت با سعادت 15 رمضان المبارک 1310ھ بمطابق 2 اپریل 1893ء بروز اتوار میرٹھ (بھارت) کے معروف عالمِ دین ونعت گوشاعر مولانا شاہ محمد عبدالحکیم جوشؔ صدیقی کے ہاں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد دار العلوم عربیہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہوگئے اور سولہ برس کی عمر میں درسِ نظامی کا امتحان اوّل پوزیشن میں پاس کرلیا۔ بعدازاں علوم جدیدہ کے حصول کیلئے 1913ء میں اٹاوہ ہائی سکول سے میٹرک کرنے کے بعد ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا اور 1917ء میں امتیازی حیثیت سے بی۔اے کیا۔ پھر میرٹھ کے مشہور ومعروف حکیم احتشام الدین سے فنِ حکمت سیکھا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا۔

1919ء میں زیارتِ حرمین شریفین کیلئے حجاز مقدس پہنچے اور واپسی پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (1856-1921ء) کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرّہ کے علاوہ آپ نے قیام الدین والملّت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ (1856-1926ء)، شیخ احمد الشمس مغربی مقیم مدینہ منورہ، شیخ الشریف السنوسی آف لیبیا مقیم مکہ معظمہ (1873-1933ء)، سید علی حسین کچھوچھوی (1850-1936ء) اور اپنے برادرِ اکبر شاہ احمد مختار میرٹھی (1877-1938ء) سے بھی روحانی استفادہ کرکے اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ نے 35 برس (1919ء تا 1954ء) برصغیر کے علاوہ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ممالک میں تبلیغ اسلام کی۔ ان ملکوں کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کیے۔ آپ کی کوششوں سے نامور وکلاء، فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس دان اور کٹر دہریے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

7 اپریل 1935ء کو جنوبی افریقہ میں مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر برناڈ شاہ (1856-1950ء) سے ''اسلام اور عیسائیت'' کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دورانِ مناظرہ برناڈ شاہ پر آپ کی شخصیت کا رُعب چھایا رہا اور اُس نے قرآن پاک کی حقانیت کا اعتراف کرلیا۔ دنیا کا مسلمہ مفکر اپنے آپ کو حضرت صدیقی کے سامنے

طفلِ مکتب محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے اقرار کیا کہ ''آئندہ سو سال بعد دُنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔''

برنارڈ شاہ نے آخر میں کہا!

''مجھے افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا موقع نہ ملا۔''

مولانا صدیقی نے تحریک پاکستان میں جو خدمات سرانجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ قبل ازیں آپ نے تحریک خلافت میں حصہ لیا اور فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم قوموں کی حمایت میں آواز بلند کی۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ، مصر اور دیگر عرب ممالک کا دورہ کر کے ان کانگرسی گماشتوں کو اپنی مدلل تقاریر سے ناکوں چنے چبوائے۔

اکتوبر 1945ء میں حج کو جاتے ہوئے آپ نے قوم کو ایک پیغام دیا جو ہفت روزہ ''دبدبہ سکندری'' رامپور بابت 15۔ اکتوبر 1945ء صفحہ 5 پر یوں شائع ہوا!

''تمام برادرانِ ملّت کو علی العموم وقتِ سفر حجازِ مقدس یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخاباتِ جدید میں تمام اختلافاتِ باہمی مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں اور ابنائے وطن کے دامِ تزویر میں آ کر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ اس نقطۂ نظر میں ہر مسلک و ہر مشرب کے تمام کلمہ گو متفق اور متحد ہیں کہ کم از کم جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اُنکی اپنی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذِ قوانین واحیائے تہذیب ومعاشرتِ دینی کی پوری قوت انہیں حاصل ہو، اُسکو ''پاکستان'' کا نام دیا جائے یا ''حکومتِ الٰہیہ'' کے لقب سے ملقب کیا جائے۔''

1945ء ہی میں ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے۔ آپ نے پنڈت نہرو (1889-1964ء) سے ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وستم کے خلاف احتجاج کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔

اپریل 1946ء میں بنارس (انڈیا) میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی جس میں برصغیر کے پانچ چھ ہزار علماء ومشائخ اور لاکھوں سنّی عوام نے شرکت فرما کر قیامِ پاکستان کی تحریک کو اک ولولہ تازہ بخشا تو آپ نے بھی اس عدیم النظیر کانفرنس میں شمولیت کر کے رونق بخشی۔ اس موقع پر حاضرین نے تجویز کیا کہ اسلامی حکومت کے لئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے علماء ومشائخ حضرات کی کمیٹی بنائی جائے۔

چنانچہ مذکورہ کمیٹی میں آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی بھی شامل تھا۔ اراکین کمیٹی کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

1- صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ (1948-1883ء)

2- صدرالشریعت مولانا محمد امجد علی اعظمیؒ (1948-1878ء)

3- مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ (1954-1893ء)

4- مجاہدِ اسلام پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریفؒ، سندھ (1960-1892ء)

5- حضرت پیر محمد امین الحسنات، مانکی شریفؒ، سرحد (1960-1922ء)

6- حضرت مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادریؒ، لاہور (1961-1896ء)

7- محدث اعظم ہند سیّد محمد محدّث کچھوچھویؒ (1961-1894ء)

8- فخر اہلسنت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونیؒ (1970-1898ء)

9- دیوان سیّد آلِ رسول علی خان سجادہ نشین اجمیر شریف (1973-1893ء)

10- الحاج بخشی مصطفیٰ علی خاں جماعتی میسوری ثم مدنیؒ (1974-1882ء)

11- مولانا سید ابوالبرکات سیّد احمدؒ ناظم حزب الاحناف لاہور (1978-1901ء)

12- مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلویؒ (1981-1893ء)

13- شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدینؒ سجادہ نشین سیال شریف، سرگودھا (1981-1906ء)

1946ء میں ہی آل انڈیا مسلم لیگ نے آپ کی زیرِ قیادت ایک سہ رکنی وفد عرب ممالک کے دورہ پر بھیجا کیونکہ کانگرس کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بنا پر عالمِ اسلام کے مسلمان ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ہندوستانی مسلمان چونکہ اپنی جدوجہد میں مصروف تھے، اُن کے پاس بیرونی ممالک میں پروپیگنڈہ کرنے کیلئے کوئی مسلمان رہنما نہ تھا۔ دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو ''دیوانے کا خواب'' سمجھا جاتا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتی تھی۔ دوسری طرف بہت سے نام نہاد علماء اور مشیخت کے دعویدار کانگرس کا ساتھ دے رہے تھے اور ہندوستانی مسلمانوں کے خون بہانے میں پوری طرح شریک تھے۔ حتیٰ کہ بعض علماء کی تنظیموں نے کھل کر قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ ایسی سنگین حالت میں آپ نے مصر، فلسطین، شام، لبنان، اُردن اور عراق کا دورہ کر کے وہاں کے حکام سے ملاقاتیں کیں۔ عوامی جلسوں سے خطاب کیا، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں اور معززین کے اجتماعات میں تحریک آزادی کیلئے راہ ہموار کی۔ یوں عرب علماء وعوام نظریۂ پاکستان کو

سمجھنے لگے اور تحریکِ پاکستان کی حمایت کرنے لگے۔

اس کامیاب دورہ کے بعد جب آپ وطن واپس تشریف لائے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے کثیر اجتماع نے والہانہ استقبال کیا اور جمعیت سنّیہ، جامعہ قادریہ کراچی نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان ''سنّی کانفرنس'' منعقد کی جس میں صوبہ سندھ کے نامور علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ!

''موجودہ کانگرسی حکومت کے نظامِ عمل اور ہمارے پاکستانی نظامِ عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو کسی صورت میں منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظامِ عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر منتج ہے۔ دُنیاوی حکومتوں کے قوانین لحہ بہ لحہ روز وشب ترمیم واضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی (یعنی حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبین والمرسلین) کا لایا ہوا قرآنی نظامِ عمل اور قوانین، حکومت کی ترمیم وتنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل پر حاوی ہے اسی لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو ''قدرتی پاکستان'' کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشاداتِ مصطفوی ﷺ پر ہوں گی۔ ہمارے علماء ومشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں خاموش بیٹھے ہوئے ''پاکستانی لشکر'' کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ اب میدانِ عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کا ''قدرتی پاکستان'' مقدر بن چکا ہے۔''

1948ء میں کراچی میں علماؤ مشائخ کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ کی نگرانی میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ابوالحسنات قادری لاہور، مفتی صاحب دادخانؒ، علامہ احمد سعید کاظمیؒ، خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ اور دیگر بہت سے علماء ومشائخ نے ایک جامع دستور آئین اسلامی کا مسودہ تیار کیا۔ اس پر علماء نے تائیدی نوٹ لکھے۔ آپ کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا مخدوم سیّد ناصر جلالی پر مشتمل وفد نے قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسودۂ آئینِ اسلامی پیش کیا۔ بابائے قوم نے بڑی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے وفد کو یقین دلایا کہ ''انشاء اللہ قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس آئینِ اسلامی کو نافذ کر دیا جائے گا۔'' مگر افسوس کہ شدید علالت اور پھر رحلت کی وجہ سے قائداعظمؒ کا یہ وعدہ پورا نہ ہوسکا۔

آپ کو پاکستان سے جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دُعا سے ہوتا ہے جو آپ کی کتاب ''ذکرِ حبیب ﷺ'' حصہ دوم میں درج ہے۔

''اے غلاموں کے سرتاجِ عزّت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! اُسن لے! سُن لے! ہم بیکسوں، بے بسوں کی سُن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ دین کی عزت رکھ لے! علَم کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوّت دے، عزّت دے، حمیّت دے، غیرت دے! برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خودمختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اُس کی حفاظت فرما! اُسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنیٰ میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحیم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر۔''

آپ ایک بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم ادیب بھی تھے۔ ''ذکرِ حبیب'' حصہ اول و دوم، ''کتاب التصوف''، احکامِ رمضان، بہارِ شباب، اسلام کی ابتدائی تعلیمات، انسانی مسائل کا حل، اسلامی اصول، اشتراکیت کیا ہے؟ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ انگریزی کتب میں ''Quest for happiness'' کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے؟ ''Forgotton Path of Knowledge'' میں مسلمانوں کی بدحالی کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''Principles of Islam'' میں اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی اصول فطرت کے عین مطابق ہیں۔ قادیانیوں کے خلاف بھی ایک کتاب ''المراۃ'' عربی میں لکھی جس کا جواب آج تک قادیانی نہیں دے سکے۔

آپ کی وفات حسرت آیات 23 ذوالحجہ 1373ھ/ 22 اگست 1954ء بروز اتوار مدینہ طیبہ میں ہوئی اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں جنت البقیع میں آخری آرام گاہ بنی۔

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا!

شاہِ عبدالعلیم صدیقی جاں نثارِ حبیبؐ ربِّ انام
اعلیٰ حضرت کے نام پر قرباں غوثِ اعظمؒ کے بندۂ بے دام

کی جہاں بھر میں دین کی تبلیغ　ہے جہاں بھر میں آج اُن کا نام
مل گئی جگہ مدینے میں　اس سے بہتر کہاں ہے کوئی مقام
ہے یہ صابر وصال کی تاریخ　''نیک سیرت مبلّغ اسلام''

1954ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریکِ پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 141 تا 145

2- ''جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء 964

3- ''شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا'' از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور 1987ء ص 470

4- ''تاریخِ رفتگاں'' از صابر براری مطبوعہ کراچی 1986ء ص 35

5- ''شاہ عبدالعلیم صدیقی'' از خلیل احمد رانا مطبوعہ کراچی 1994ء متعدد صفحات

6- ''شاہ عبدالعلیم کوئز'' مرتبہ فیصل ندیم احمد قادری مطبوعہ کراچی 1996ء متعدد صفحات

7- ''تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ کراچی 1992ء ص 153 تا 164

8- ''اجمل انوارِ رضا'' از مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی مطبوعہ پیلی بھیت (انڈیا) 1945ء ص 11

9- ''ستر سوالاتِ دینیہ ایمانیہ'' از مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی مطبوعہ پیلی بھیت 1945ء ص 58

10- ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ بابت جنوری 1973ء ص 8

11- ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی۔ متعدد شمارے۔

12- ہفت روزہ ''المدینہ'' کراچی بابت 4 فروری 1972ء ص 2

13- ''انسائیکلوپیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 666

مولانا نورالحسن سیالکوٹیؒ

(1860-1955ء)

حضرت مولانا نورالحسن بن مولانا محمد علی قادریؒ کی ولادت باسعادت 1860ء میں محلہ خراسیاں سیالکوٹ شہر میں ہوئی۔ والدگرامی اپنے وقت کے شیخ کامل اور نامور شخصیت تھے۔ مولانا نورالحسن کی والدہ ماجدہ کو اپنے بچے کی اقبال مندی کا یقین ایک خواب سے ہوگیا تھا جو اُن کی ولادت سے پہلے دیکھا تھا!

"چاند آسمان سے اُتر کر اُنکی گود میں آ گیا ہے اور تمام گھر بدرمنیر کی روشنی سے درخشاں ہوگیا ہے۔"

آپ نے چھ سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا اور ابتدائی تعلیم والد محترم سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا عبدالرحمٰن کوٹلویؒ کے حضور زانوئے تلمذ تہیہ کر کے فقہ واصول کی کتابیں پڑھیں۔ بعدازاں دیگر مدارس سے تفسیر وحدیث اور علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ صرف اُنیس سال کی عمر میں معقولات ومنقولات میں دسترس حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوگئے۔

علوم ظاہری میں مہارت تامہ اور شہرتِ عامہ حاصل کرنے کے بعد حضرت امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ قدس سرّہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت اقدس نے بیعت فرما کر خلقِ خدا کی مذہبی، ملی، روحانی اور سیاسی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ بعد اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

اتباعِ رسول ﷺ آپ کا سرمایۂ حیات تھا۔ عشقِ رسول ﷺ سے آپ کا دل چور چور تھا۔ آپ کی شخصیت رُشد وہدایت کا منبع تھی۔ آپ کا دل نورِ ایمان سے معمور اور آنکھیں ہر وقت دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کیلئے بے قرار رہتی تھیں۔ دومرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور اسی کیف وسرور کے عالم میں شبانہ روز تبلیغِ دینِ حق میں مصروف رہے۔

آپ ایک عدیم النظیر مناظر بھی تھے۔ ایک منطقی اور معقولی ہونے کی وجہ سے میدانِ مناظرہ میں اپنے مدمقابل پر حاوی رہتے تھے۔ پنجاب بھر میں اپنی شعلہ نوائی اور جادو بیانی کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ کی تقریر کا ایک ایک لفظ سامعین کے قلب وجگر میں تیر کی طرح پیوست ہو جاتا تھا۔ جب آپ تقریر کرتے تو حاضرین کی آنکھیں نمناک رہتی تھیں۔

آپ انگریزی اقتدار کو ملک وقوم کے لیے لعنت سمجھتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ہندو ذہنیت کی مسلم دشمنی سے بھی بے خبر نہ تھے کہ!

ظاہر میں چکدار ہے شرمیلا بہت ہے
ہندو سے خبردار کہ زہریلا بہت ہے

1900ء پرانے بجلی گھر سیالکوٹ میں دوسہرہ منایا جارہا تھا۔ دوسہرے کی آخری رسوم ختم ہونے کے بعد ہندو جلوس کی صورت میں تحصیل بازار میں مسجد ملاّ عبدالحکیمؒ کے سامنے اشتعال انگیز نعرے لگانے لگے۔ مولانا نورالحسن اُن دنوں یہاں نائب خطیب تھے، باہر تشریف لائے اور ہندوؤں کو سمجھایا کہ عصر کی نماز کا وقت ہے، آپ اشتعال انگیز نعروں کی بجائے خاموشی سے گزرجائیں مگر ہندو باز نہ آئے۔ مولانا نے فرمایا: ''دوستو! ابھی ہمارے ساتھ تمہارے تحریری معاہدۂ امن کی سیاہی خشک بھی نہیں ہوئی اور تم خلاف ورزی پر اتر آئے ہو۔'' اس پر آریہ سماج کا صدر سیٹھ کرپارام اور غلہ منڈی کا مشہور آڑھتی شبھو رام جو کہ جلوس کی قیادت کر رہے تھے، کہنے لگے، جلوس نکالنا ہمارا مذہبی حق ہے، جلوس نکلے گا اور نعرے بھی لگیں گے۔ باقی رہا معاہدہ تو وہ رائے بہادر گوپال داس اور رائے بہادر دیوان چند نے کیا ہے ہم نہیں جانتے معاہدے کو۔ ابھی یہ تلخ کلامی ہورہی تھی کہ ایک گنگے باز آریہ نے مولانا نورالحسن کو گنڈاسہ کی چھڑی سے زخمی کر دیا۔ مولانا کا لہو کیا بہا کہ تحصیل بازار میں ہر جگہ لہو ہی لہو نظر آنے لگا، مسلمانوں کے ہاتھ جو آیا، لے کر میدان میں آگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دس ہندوؤں کی عبرت انگیز لاشوں کے سوا سارا بازار ہندوؤں سے صاف ہو چکا تھا۔ مشہور عطار لالہ نند لال، بھگواں داس وید اور پنڈتاں دی ہٹی کو تباہ و برباد کر کے خاکستر کر دیا گیا۔ انتظامیہ فوراً حرکت میں آگئی اور بڑی مشکل سے حالات پر قابو پایا گیا۔

1919ء میں سیالکوٹ میں تحریکِ خلافت کی بنیاد رکھی گئی تو مولانا نورالحسن کو صدر منتخب کیا گیا جبکہ آغا محمد صفدر (1935-1885ء) سیکرٹری چنے گئے۔ سیالکوٹ میں خلافت کمیٹی کے روحِ رواں آپ ہی تھے۔ تحریک شروع ہوئی تو ہر روز جلوس نکلنے لگے اور گرفتاریاں ہونے لگیں۔ اس دوران حکیم اجمل خاں (1928-1863ء) سیالکوٹ تشریف لائے تو اُن کے استقبال کیلئے تھل سے دوسو اونٹ، لاہور کی ایک سرکس سے 10 ہاتھی منگوائے گئے۔ آراستہ اونٹوں اور زرق برق ہاتھیوں کے علاوہ ہزاروں شمشیر بردار خلافتی رضا کاروں کے اس جلوس کے سامنے بادشاہوں اور مہاراجوں کے جلوس بھی ماند تھے۔ چوک رامتلائی میں جلوس پہنچا تو مشہور خلافتی رہنما ملک لال خاں (1976-1889ء) کی صدارت میں جلسہ عام ہوا۔ ہر طرف عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ حکومت نے بوکھلا کر دو ہزار سے زائد مسلمانوں کو گرفتار

کرلیا۔ اس جلوس اور جلسہ کی کامیابی کا سہرا مولانا نورالحسنؒ کے سر تھا۔

1921ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے میدانِ امام صاحبؒ میں کھلی کچہری لگائی۔ کشمیری محلے کے ایک نوجوان محمد سلیم ڈار نے اپنے علاقہ کے تھانیدار رام چند کے متعلق تحریری شکایت کی۔ ڈی سی نے یہ کہہ کر کہ ''غور کیا جائے گا''، وقتی طور پر بات ٹال دی۔ تھانیدار کا اس سے اور حوصلہ بڑھا اور اس نے سلیم ڈار کو تھانے بلا کر اتنا تشدد کیا کہ اُس کے منہ سے خون نکل آیا۔ جب یہ خبر کشمیری محلے پہنچی تو لوگوں کا انبوہِ کثیر وہاں پہنچ گیا اور تھانیدار فرار ہوگیا۔ عوام کے جلوس نے ضلع کچہری کی طرف مارچ کیا۔ عوام کا مطالبہ تھا کہ تھانیدار کو سرِعام کوڑے مارے جائیں۔ ڈی سی نے تھانیدار کو معطل تو کر دیا مگر کوڑے مارنے کا دوسرا مطالبہ نامنظور کر دیا۔ سیالکوٹ کے عوام نے دھمکی دی کہ اگر ہمارا دوسرا مطالبہ تسلیم نہ کیا گیا تو یہ احتجاج تحریک کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے۔ انگریز ڈی سی نے پرواہ نہ کی اور یہ احتجاج تحریک کی صورت اختیار کر گیا۔

مولانا نورالحسنؒ کی زیرِ قیادت روزانہ صبح رامتلائی تالاب سے جلوس نکلتا اور کچہری یا چوک سنگھ سبھا (موجودہ علامہ اقبال چوک) میں گرفتاریاں پیش کی جاتیں۔ پہلے دن دوسو کے قریب مسلمان گرفتار ہوئے۔ ایک ہفتہ تک تحریک جاری رہی۔ کاروبار ٹھپ رہا۔ عوام کا غصہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا حتیٰ کہ مشتعل عوام نے چوک سنگھ سبھا میں اینگلو انڈین ٹریفک سارجنٹ کو چھرا گھونپ دیا۔ سٹی مجسٹریٹ مسٹر ڈزنی (Disney) نے فائرنگ کا حکم دے دیا۔ بیس کے قریب مسلمان زخمی ہوئے۔ اس پر پنجاب حکومت حرکت میں آئی۔ تھانیدار رام چندر کو چوک سنگھ سبھا میں بیس کوڑوں کی سزا دے کر نوکری سے فارغ کر دیا گیا اور ڈی سی کا تبادلہ کر دیا گیا۔ تمام گرفتار شدگان رہا کر دیئے گئے۔ یہ سب کچھ مولانا نورالحسن کی کوششوں کا ثمرہ تھا۔

1935ء میں تحریکِ کشمیر اور تحریک شہید گنج میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ 1937ء میں پیرومرشد کے حکم پر تحریکِ پاکستان کے لئے وقف ہوگئے اور مسلم لیگ کی حمایت میں تقریریں شروع کیں۔ آپ نے کانگرسی اور احراری علماء کو ہر میدان سے بھگایا اور نظریۂ پاکستان کی دل و جان سے تبلیغ و اشاعت کر کے عوام کو تحریکِ پاکستان کا ہمنوا بنایا۔ 1940ء میں لاہور میں ''قراردادِ پاکستان'' پاس ہوئی تو اس کی حمایت میں ''علمائے سیالکوٹ'' سے فتویٰ جاری کروایا اور مسلمانوں پر پاکستان کی حقیقت واضح کرنے کیلئے پنجاب کے اکثر اضلاع کا دورہ کیا۔ 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے دن رات ایک کر دیا۔ ضلع سیالکوٹ میں مسلم لیگ کی کامیابی میں آپ کی کوششوں کا بہت عمل دخل ہے۔ اس کے بعد بھی جدوجہد جاری رکھی یہاں تک کہ آزادی کی صبح طلوع ہوگئی۔ یاد رہے کہ ان سب تحریکوں میں حصہ لینے کی

پاداش میں آپ کو کئی بار داخلِ زنداں بھی ہونا پڑا۔

ان سب مصروفیات کے باوجود آپ نے میدانِ تحریر میں بھی خاصا کام کیا۔ ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' لاہور، سیالکوٹ ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر، رسالہ ''انجمن نعمانیہ'' لاہور و دیگر جرائد میں آپ کے علمی، ادبی، اعتقادی اور تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے جو اہل علم کی روحانی غذا تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں جو آپ کے علم وفضل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ 1- قصہ قربانی 2- القول الصائب فی الصلوٰۃ علی الغائب 3- علم النبیؐ 4- حرمتِ القبور 5- فریادِ مرید 6- ندائے غائبانہ 7- تحقیق وظیفہ شئی للہ 8- حقیقت نماز جنازہ 9- غضبِ آسمانی برمرزا قادیانی 10- آنحضرت ﷺ کی بشریت 11- یا شیخ القادر جیلانی 12- مسئلہ نفی فی وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے اپنے مقامی معاصر علماء ومشائخ سے بڑے گہرے روابط تھے۔ فقیہِ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی (1951-1861ء)، مولانا امام الدین کوٹلوی (وفات 1961ء) حضرت حکیم خادم علی خادم (1971-1866ء)، مولانا فقیر اللہ نیازی (1962-1892ء)، سیّد فتح علی شاہ کھروٹہ سیّداں (1958-1879ء) مولانا عبدالغنی (وفات 1943ء) سیّد نور اللہ شاہ (1949-1863ء)، مفتی عزیز احمد (1989-1901ء) اور دیگر علمائے پنجاب آپ کی علمیت وفضیلت کے معترف تھے۔

1953ء میں آپ نے شدید بڑھاپے کے باوجود ''تحریک ختم نبوت'' میں بھرپور حصہ لیا۔ آخر کار ساری زندگی جامع مسجد عبدالحکیم سیالکوٹ میں رُشد وہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد 95 سال کی عمر میں 16 جون 1955ء بمطابق 24 شوال 1374ء بروز جمعرات واصل بحق ہو گئے۔ نماز جنازہ کے فرائض آپ کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف نے ادا کیے۔ آپ کا مزار قبرستان بابا شہیداں میں مرجعِ خاص وعام ہے اور ہر سال عرس مبارک بڑے تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔

راقم الحروف محمد صادق قصوری نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے۔

عالمِ بے بدل نورالحسن　رفت ازیں گیتی ناپائیدار
بہرِ سالِ وفاتِ اُو صادق　بگو ''مختارِ عالی تبار''
1955ء

دیگر

رفت نورالحسن سُوئے فردوس　مردِ دیندار و عاقل و قابل
مصرعۂ سال زد رقم صادق　رفت ازیں دار ''فاضل کامل''
1955ء

دیگر

لیاقت ذہانت میں فرد تھے نورالحسن بزرگِ نامدار
ملے عیسوی سن میں سالِ وفات کہو! ''مختار عالی تبار''
1955ء

دیگر

مولانا نورالحسن عالی جناب جو تھے شہر اقبال میں مستطاب
معلم وہ صادق تھے ذی شعور کہ جن کا نہ تھا فی زمانہ جواب
کہا بہر تاریخ ہاتف نے آہ
کہاں اب وہ ''غفران مآب''
1374ھ

ماخذ:-

1- ''تاریخ سیالکوٹ'' از رشید نیاز مطبوعہ سیالکوٹ طبع اوّل 1958ء ص 24 طبع دوم 1998ء ص 86، 121
2- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 412
3- ہفت روزہ ''تلوار'' راولپنڈی بابت 25 فروری 1977ء ص 10
4- روزنامہ ''مساوات'' لاہور بابت 12۔ اکتوبر 1975ء

مولانا آزاد سبحانیؒ

(1882-1957ء)

درمیانہ قد، مضبوط جسم، گندمی رنگ، چوڑا چہرہ، بڑی آنکھیں، گرجدار آواز، خوش مزاج، بہت سادہ اور بڑے دبدبے کے مقرر۔ یہ تھے مولانا آزاد سبحانی جن کا اصل نام مولانا عبدالقادر بن شیخ محمد مرتضیٰ حسین بن شیخ محمد سجاد تھا۔

مولانا آزاد سبحانی کی ولادت 1882ء میں سکندر پور ضلع بلیا (یوپی) کے ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ مولانا ہدایت اللہ رامپوری اور دارالعلوم فرنگی محل لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی۔ 1903ء میں پیلی بھیت میں مولانا وصی احمد محدّث سورتی (1836-1916ء) سے تفسیر وحدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ مولانا محمد فاخر الہ آبادی، مولانا مشتاق احمد کانپوری (1878-1941ء) مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (1883-1933ء) جیسے علماء آپ کے ہم درس تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا عبدالکریم گنج مراد آبادیؒ سے شرف بیعت حاصل تھا اور مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی (1892-1972ء) سے اُن کے گہرے تعلقات تھے۔

آپ فلسفۂ الہیات کے فاضل، وسیع النظر عالم، سحر بیان خطیب اور زبردست شاعر تھے۔ آپ کی گہرباری ونکتہ آفرینی مسلمانانِ ہند کو بالخصوص اور اہلِ ہند کو بالعموم میسر نہ آتی تو نہ معلوم ہندوستان کی جدوجہد آزادی کا کیا مآل ہوتا۔ تقریر وتحریر میں آپ ہی اپنا جواب تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو کئی بار آپ کے سامنے ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ پہلے پہل اُن کے نام کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آریہ سماجیوں نے ہندوستان میں فتنۂ ارتداد بپا کیا۔ اس فتنہ کو کچلنے میں آپ نے شب وروز بڑی محنت سے کام کیا۔ یہ وہی فتنہ تھا جس کو 1923ء میں دوبارہ شُدھی کے نام سے سوامی شردھانند نے اُبھارا۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے آپ نے کانپور میں 13 ستمبر 1908ء کو مدرسہ الہیات قائم کر کے بے شمار مبلغ پیدا کئے۔

آپ نے تحریکِ خلافت، ترکِ موالات اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادیٔ وطن کے لئے سرگرم حصہ لیا۔ 1912ء میں جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا، ابھی یہ جنگ جاری تھی کہ بلقان کی ریاستیں متحد ہو کر ترکیہ پر حملہ آور ہوئیں تا کہ اسلام اور مملکتِ ترکی کو یورپ کے نقشہ سے مٹا ڈالیں۔ دوسری طرف ہند میں برطانوی راج کے ہاتھوں مسلمان پستے جا رہے تھے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔

اسی زمانے میں مسجد مچھلی بازار کانپور منہدم کرنے کا واقعہ پیش آیا۔

قصہ یوں ہوا کہ شہر کی میونسپلٹی نے ایک نئی سڑک نکالی جس میں مسجد کا ایک حصہ جو وضو خانہ تھا، بیچ میں آ گیا اور مسلمانوں کی مرضی کے خلاف اسے زبردستی منہدم کر دیا گیا حالانکہ مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا جس کو بچا کو یہ سڑک نکالی گئی۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا دیا۔ 13۔اگست 1913ء کو جب رمضان المبارک کی دسویں تاریخ تھی، مسلمانانِ کانپور نے مولانا آزاد سبحانی کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ آپ کی تقریر سے جلسہ میں کافی جوش وخروش پیدا ہوا۔ مولانا نے ایک نہایت ہی پُر جوش اور ایمان افروز تقریر کی جس کے بعد فرزندانِ توحید نے جن میں بچے بوڑھے سبھی شامل تھے، سربکفن ہو کر مسجد کا رُخ کیا اور مسجد کی منہدم دیوار پر اینٹیں چُن چُن کر رکھنے لگے۔

مسٹر بٹلر ڈپٹی کمشنر کانپور نے سکھ فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ فوج اور پولیس کے سپاہیوں نے نہایت بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے برچھے مارے۔ شہیدوں اور زخمیوں میں ننھے ننھے بچے بھی شامل تھے۔ شہداء کی صحیح تعداد کا پتہ نہ چل سکا۔ سرکاری اندازہ بیس آدمیوں کا تھا۔ اس خونی سانحہ نے تمام ہندوستان میں آگ لگا دی۔ اس سانحہ کے موقع پر مولانا آزاد سبحانی سب سے پہلے ملک میں متعارف ہوئے۔ مولانا آزاد سبحانی اور دیگر بہت سے مسلمان علماء گرفتار کر لئے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہو گئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اس حصے کو جو شہید کیا گیا ہے قائم رکھا جائے مگر حکومت نے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا۔

مسلمانوں کا ایک وفد انگلستان گیا تاکہ حکومت برطانیہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا جا سکے۔ اس وفد میں مولانا محمد علی جوہر (1878-1931ء) اور سر وزیر حسن (1874-1947ء) شامل تھے۔ ان کی کوششوں سے لارڈ ہارڈنگ (وائسرائے) اور سر علی امام لاء ممبر (1869-1932ء) کانپور پہنچے اور اس مسئلہ کا تصفیہ کیا۔ حکومت نے مولانا آزاد سبحانی کو معافی نامہ پیش کرنے کی شرط پر رہائی کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا اور قید وبند کی صعوبتوں کو گلے لگایا۔ آپ کی جائیداد کو نیلام کر دیا گیا۔ آپ نے سب کچھ برداشت کیا مگر راہِ حق کو کسی قیمت پر بھی نہ چھوڑا۔

تحریک خلافت (1919-1923ء) میں آپ نے فعال کردار ادا کیا۔ فروری 1920ء میں آل انڈیا خلافت کانفرنس بمبئی کے اجلاس (شعبہ علماء) کی صدارت کی۔ ستمبر 1920ء میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کلکتہ کی بھی صدارت فرمائی۔ خلافت کمیٹی صوبہ یوپی کے صدر تھے۔

آپ مسلم لیگ کے جاں نثار ساتھی اور مطالبۂ پاکستان کے زبردست حامی تھے۔ آپ نے سب سے پہلے مسلم لیگ کے گیارہویں سالانہ اجلاس دہلی منعقدہ 30، 31 دسمبر 1918ء زیرِ صدارت شیرِ بنگال مولوی اے کے فضل الحق (1962-1873ء)، مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (1926-1878ء)، مولانا عبدالماجد بدایونی (1931-1887ء) اور دیگر علماء حضرات کے ساتھ شرکت کی۔ اس اجلاس کے صدر استقبالیہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری (1936-1880ء) تھے جن کا خطبہ استقبالیہ گورنمنٹ متحدہ صوبہ نے ضبط کرلیا تھا۔ مسلم لیگ کے لیڈر علماء کرام کی شرکت سے بہت خوش ہوئے۔ مولانا آزاد سبحانی نے اجلاس میں پیش کی جانے والی قراردادوں پر اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔ علماء کی زبردست تقریریں ہوئیں جن سے ایوانِ فرنگ میں لرزہ طاری ہوگیا۔

اس اجلاس میں خلافت، بیت المقدس اور اسلامی سلطنتوں کی تقسیم کی تجاویز مذہبی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل تھیں۔ اجلاس کے آخر میں کرسی صدارت کی طرف سے ایک تجویز پیش کی گئی جس میں علماء کرام کی شرکت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا

اسی سال کلکتہ میں اخبار ''انڈین ڈیلی نیوز'' نے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر حملہ کیا جس پر مسلمانوں نے احتجاجی جلسے کیے لیکن گورنمنٹ نے مسلمانوں کی دادرسی کی بجائے اُن پر سختی کرنا شروع کر دی اور گولیاں برسائیں جس سے سینکڑوں مسلمان شہید ہوگئے۔ ان واقعات سے مسلمان نہایت برہم ہوئے۔ مولانا آزاد سبحانی نے اس دوران مسلمانوں کی بھرپور ترجمانی کی۔

1919ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا حسرت موہانی کے ساتھ مولانا آزاد سبحانی نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس کی صدارت حکیم اجمل خاں نے کی تھی۔

1920ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس ناگپور میں مولانا آزاد سبحانی نے مسیح الملک حضرت حکیم محمد اجمل خاں (1928-1867ء) کی پیش کردہ قرارداد کی بھرپور تائید کی جس میں وکلاء کو عدالتوں کے بائیکاٹ کرنے، طلبہ کو انگریزی حکومت کے امداد یافتہ اداروں سے نکل آنے، ارکانِ اسمبلی کو استعفیٰ دینے اور ملکی مصنوعات استعمال کرنے پر زور دیا گیا تھا۔

30 دسمبر 1921ء کو مسلم لیگ کے اجلاس احمد آباد میں موپلا مسلمانوں پر حکومت کے زبردست تشدد کے خلاف قرارداد کی زبردست تائید کی اور مولانا حسرت موہانی کی زیرِ صدارت ہونے والے اس اجلاس میں آزادیٔ کامل کی قرارداد بھی پیش کی کہ ''آل انڈیا مسلم لیگ کا مقصد ہر مناسب طریقے سے سوراج کا

مطالبہ یا غیر ملکی تسلط سے پاک مکمل آزادی ہے''۔ 1930ء میں گاندھی جی (1948-1869ء) نے نمک سازی کی تحریک چلائی تو اس کی تائید میں مولانا آزاد سبحانی نے بھی گرفتاری پیش کی مگر اس عرصے میں کانگرسی رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ کانگرس مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ مسلم لیگ کے مطالبۂ آزادی کے پُر زور مبلغ بن گئے اور مسلمانوں کے جداگانہ تشخص پر زور دیا۔

26 مارچ 1939ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں سر عبداللہ ہارون (1942-1872ء) کی سیکرٹری شپ میں ایک ذیلی کمیٹی قائم کی گئی جس کا مقصد ودہ تقسیم ہند کے سلسلہ میں پیش ہونے والی تمام سکیموں پر غور کرنا تھا۔ ان سکیموں میں سر سکندر حیات خان (1942-1892ء)، علی گڑھ کے پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر الحسن (1949-1879ء)، ڈاکٹر افضال حسین قادری (1974-1912ء) وغیرہ کے علاوہ مولانا آزاد سبحانی کی سکیم بھی خاص طور پر شامل تھی۔

جب جمعیت علماء ہند نے کانگرس نوازی کی تمام حدیں پھلانگ ڈالیں اور مسلم لیگ کے خلاف ہر قسم کے گھٹیا حربے استعمال کرنا شروع کر دیئے تو علماء حق کی مولانا آزاد سبحانی کی تحریک پر 7 نومبر 1945ء کو کلکتہ میں ایک شاندار کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ''جمعیت علماء ہند'' کے مقابلہ میں ''جمعیت علماء اسلام'' کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور آپ کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ اس نئی جماعت کا مقصد حصول پاکستان کیلئے مسلم لیگ کی مکمل تائید وحمایت تھا۔ اس کا پہلا اجلاس 1946ء میں کلکتہ میں ہوا۔ آپ نے اس میں بڑی طویل تقریر کی اور جمعیت علماء ہند کی پالیسیوں پر شدید تنقید کی جس کے نتیجے میں بنگال میں مسلم لیگ کا زور بڑھ گیا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے اثرات زائل ہو گئے۔

اسی سال ہی آپ نے ''جمعیت ربانیہ'' کے نام سے ایک تصور پیش کیا اور اس کے حصول کیلئے حصول پاکستان کو لازمی قرار دیا۔ اپنے رسالہ ''دعوت'' میں مسلمانوں کے الگ وطن کیلئے ''اسلامستان در ہمالستان'' کے زیرِ عنوان مستقلاً لکھتے رہے۔ اس سلسلہ میں قائداعظمؒ سے اُن کی دو دفعہ ملاقات بھی ہوئی۔

1946ء میں یو پی صوبائی مسلم لیگ کونسل نے ایک متفقہ قرارداد کے مطابق ریاست کیلئے آئین کا مسودہ تیار کرنے کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس میں چوہدری خلیق الزمان (1973-1889ء)، نواب محمد اسماعیل خاں (1957-1883ء) اور سید شمس الحسن (1981-1885ء) سیکرٹری جنرل یو پی مسلم لیگ وغیرہ کے علاوہ مولانا آزاد سبحانی کو نامزد کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کا پہلا اور واحد اجلاس ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ہال

میں ہوا تھا جس میں سب ارکان نے شرکت کی۔ لیکن کمیٹی کے دوسرے اجلاس سے پہلے ہی ملک تقسیم ہو گیا۔

مندرجہ ذیل کتابیں آپ کی یادگار ہیں: الکلیات (فلسفہ)، مقدمہ تفسیر ربانی، تفسیر ربانی، العقائد، کلیاتِ دین، زبورر بانی (شعری مجموعہ)، سیرت محمدی، سفرنامہ یورپ وامریکہ، ارکانِ خمسہ، فلسفہ الربانیہ (عربی)، مقدمہ علم القرآن، میلا د ربانی، آزادی مالا بار، موپلا۔ ایک کتاب انگریزی میں بھی ہے:

"The Teaching of Islam in the light of Rabbanyat'

آپ کی وفات 24 جون 1957ء کو گورکھپور (بھارت) محلہ نظام آباد میں ہوئی اور کچی باغ میں آخری آرام گاہ بنی۔ حضرت صابر براری آف کراچی نے یوں تاریخِ وفات کہی!

ہائے جہاں سے ہو گئے رخصت اعلیٰ رتبہ عبدالقادر

کہہ دے صابرؔ سالِ رحلت ''حضرت قبلہ عبدالقادر''

......1957ء......

ماخذ:-

1- ماہنامہ ''نقوش'' لاہور بابت فروری 1962ء ص 94

2- ''مولانا غلام یحییٰ ہزاروی'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1977ء ص 53، 54

3- ''حیاتِ شبلی'' از سیّد سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ 1943ء ص 601، 602

4- ''دید وشنید'' از سیّد رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور 1948ء ص 58

5- داستانِ پاکستان از چوہدری نذیر احمد خاں مطبوعہ لاہور 1976ء ص 31

6- ''کاروانِ گم گشتہ'' از سیّد رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی 1971ء ص 410، 446

7- مجلّہ ''برگ گل'' اُردو کالج کراچی ''قائد اعظم نمبر'' 1976ء ص 148 تا 150

8- ''ذکرِ آزاد'' از عبدالرزاق ملیح آبادی مطبوعہ کلکتہ 1960ء ص 419، 420

9- ''معین المنطق'' از مولانا معین الدین اجمیری مطبوعہ کراچی 1967ء ص 96

10- ''تاریخ پاک وہند'' از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی 1974ء ص 371

11- پندرہ روزہ ''قومی زبان'' کراچی بابت 16 جولائی و یکم اگست 1957ء

12- ''سید الاحرار'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1988ء ص 461، 464

13- ''شب چراغ'' از حکیم نثار احمد علوی مطبوعہ کراچی 1982ء ص 117، 122

14- ''اعجازِ نطق'' از چوہدری غلام نبی حیرت جلالپوری مطبوعہ لاہور 1983ء ص 104
15- ''مشاہیرِ ہند'' از خواجہ حسن نظامی مطبوعہ ماہنامہ ''کتابی دنیا'' کراچی جنوری 1967ء ص 22
16- ''بیس بڑے مسلمان'' از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور 1975ء ص 428
17- ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں 1940ء ص 389، 390
18- ''تعمیر پاکستان اور علماء ربانی'' از منشی عبدالرحمٰن خاں مطبوعہ لاہور 1956ء ص 130
19- ''قومی دن یا قومی محاسبہ'' از ابوسعید انور مطبوعہ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 18 اگست 1974ء
20- ''قیامِ پاکستان کے محرکات و مقاصد'' از محمد اسلم خاں مطبوعہ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 15 ستمبر 1974ء
21- ہفت روزہ ''صوت الاسلام'' لاہور بابت 11 ستمبر 1970ء ص 9
22- ماہنامہ ''المعارف'' لاہور بابت نومبر دسمبر 1986ء ص 195 تا 201
23- ''مولانا آزاد سبحانی'' از ڈاکٹر نبی بخش بلوچ مطبوعہ لاہور 1989ء ص 28
24- مکتوب گرامی حکیم نیر واسطی بنام محمد صادق قصوری محررہ از لاہور مورخہ 18 اپریل 1978ء
25- مکتوب گرامی شاہد سبحانی (حقیقی پوتا مولانا آزاد سبحانی) بنام محمد صادق قصوری محررہ از کراچی مورخہ 26 فروری 1979ء
26- ''نامہ اعمال'' جلد اوّل از سر محمد یامین خاں مطبوعہ لاہور 1970ء ص 303
27- روزنامہ ''ندائے ملت'' لاہور بابت 16 جنوری 1970ء
28- ''مکاتیب بہادر یار جنگ'' جلد اول مرتبہ محمد عبدالحی مطبوعہ کراچی 1967ء ص 383، 385، 413
29- ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 106، 367، 815
30- ''پاکستان ناگزیر تھا'' از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی طبع سوم 1982ء ص 62، 101
31- ''جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1996ء ص 224، 242
32- ''مولانا ظفر علی خاں'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1993ء ص 304
33- ''صرف مسٹر جناح'' تالیف سیّد شمس الحسن اردو ترجمہ منیر احمد منیر مطبوعہ لاہور 1995ء ص 308
34- ''رُوحِ روشن مستقبل'' از سیّد طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) 1946ء ص 75
35- ''اعمال نامہ'' از سر رضا علی مطبوعہ لاہور 1995ء ص 279
36- ''تاریخ کانپور'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 45، 50، 52، 54

37- ''دانائے راز'' از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور 1979ء ص 270 تا 271

38- مجلہ ''تحقیق'' شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سندھ 97-1996ء ص 69 تا 73

39- ''کتاب زیست'' از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی 1982ء ص 208 تا 210، 224

40- ''قائداعظمؒ اور اُن کے سیاسی رفقاء'' از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی 1990ء ص 87

41- ''شاہکار معلومات انسائیکلو پیڈیا'' قسط 6 بابت یکم اکتوبر 1976ء ص 285

42- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 681

مولانا خلیل الدین آزاد صمدانیؒ

(1892-1957ء)

مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی کی ولادت 1892ء میں بھوپال (بھارت) میں ہوئی جہاں اُن کے والدِ گرامی تحصیلدار تھے۔ ابھی زندگی کے دس پھول ہی توڑے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور دورِ عُسرت شروع ہوا۔ بھوپال میں مولانا ذوالفقار احمد، مولانا محمد یوسف محدث اور کانپور میں مولانا مشتاق احمد (1878-1941ء) بن مولانا احمد حسن کانپوری (1822-1904ء) سے حدیث ومنطق پڑھی۔ مسجد فتح پوری دہلی میں بھی حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مالی حالت غیر تسلی بخش تھی۔ بھرت پور کی پولیس میں کانسٹیبل بھرتی ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے سب انسپکٹر کی آسامی پر فائز ہو گئے مگر کسی قسم کی کی پابندی آپ کی اُفتادِ طبع کے خلاف تھی۔ آریہ سماج نے شدھی تحریک چلائی تو آپ ملازمت ترک کر کے میدانِ جہاد میں کود پڑے۔ جابجا آریوں سے مناظرے کر کے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔ تبلیغی سلسلہ میں عدن اور افریقہ بھی گئے۔ تحریک خلافت چلی تو تن من دھن کی بازی لگا کر اپنی دینی حمیت کا ثبوت دیا اور گرفتار ہو کر باندہ جیل میں نظر بند رہے۔ رہائی پر ہردوئی (یوپی) کو مستقل مسکن بنالیا۔ آپ کی زندگی مجاہدانہ تھی، ہمیشہ گھر سے باہر رہتے۔ مریدوں کی تعلیم وتربیت کیلئے اکثر بمبئی اور گجرات (کاٹھیاواڑ) میں رہتے اور تبلیغی وسیاسی سلسلہ میں جگہ جگہ جاتے۔ شاہ علی حسین کچھوچھوی (1850-1936ء) سے بیعت وخلافت تھی جنہوں نے آپ کا نام خلیل اللہ شاہ رکھا اور صمدانی لقب دیا۔ 1919ء میں مولانا محمد احمد امین گورکھپوری سے بھی خرقۂ خلافت پایا تھا۔

1935-36ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے۔ مسلم لیگ کے پُرجوش مبلغ کی حیثیت سے ملک کے طول وعرض میں دورے کئے اور کانگرسیوں، احراریوں اور جمعیتیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ مولانا شوکت علی اور مولانا عبدالحامد بدایونی کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کے پیغام کو جگہ جگہ پہنچایا اور اسی سلسلہ میں ہردوئی (یوپی، بھارت) کی جیل میں قید وبند کی تکالیف بھی اُٹھائیں۔

6۔ اکتوبر 1938ء کو آپ کی وساطت سے مسلمانانِ ہردوئی نے مولانا ظفر علی خاں کو دورہ کی دعوت دی۔ اس موقعہ پر آپ نے ایک پُرتکلف عصرانے کا اہتمام کیا جس میں ہردوئی کے اعیان واکابر اور مسلم لیگی زعماء شریک تھے۔ اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خاں نے ہردوئی کے مسلمانوں اور مولانا آزاد صمدانی کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا!

ہیں قائم جس عقیدے پر مسلمانانِ ہردوئی ہے خوشنودی خدا کی اور پیمبرؐ کی رضا جوئی
پڑی جب کان میں اسلام کے نقاروں کی ڈوں ڈوں تو سر پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر کانگرس روئی
جنہوں نے چھوڑ کر اپنوں کو رشتہ غیر سے جوڑا سنا دے اُن کو یہ پیغام مسلم لیگ کا کوئی
سوادِ اعظمِ ملّت سے کٹ کر تم نے کیا پایا بجز اس کے کہ توقیر اپنی اپنے ہاتھ سے کھوئی

میں تھا مجبور ان اشعارِ جاں پرور کے کہنے پر
کہ تھی مدِّ نظر آزاد صمدانی کی دل جوئی

1946ء کے الیکشن میں ضلع ہردوئی کے حلقہ سے مسلم لیگ کے اُمیدوار نواب سیّد اعزاز رسول تھے اور کانگرس کے امیدوار سطوت علی۔ یوپی اسمبلی کے اس دیہی حلقے سے مسلم لیگی اُمیدوار نے 9835 ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی اور کانگرسی اُمیدوار 4656 ووٹ لے کر شکست سے دوچار ہوا۔ مسلم لیگی اُمیدوار کی کامیابی وکامرانی میں مولانا آزاد صمدانی کا زبردست ہاتھ تھا۔

قیامِ پاکستان پر یوپی حکومت نے آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے تو آپ بچ بچا کر تن تنہا راولپنڈی پہنچ گئے۔ یہاں آ کر 1948ء میں مری کے آنریری ''ری ہیلی ٹیشن آفیسر'' مقرر ہو گئے اور وزیرِاعلیٰ پنجاب نواب افتخار حسین ممدوٹ (1969-1906ء) کے ساتھ دوروں میں تقاریر کرتے۔ 1949ء میں ہندوستان سے اپنے بچوں کو بھی لے آئے اور ملتان میں رہائش پذیر ہو گئے۔ 1957ء میں ملتان ہی میں وفات پائی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخِ وصال کہا!

مبلّغ تھے وہ دینِ سرورِ کونینؐ کے بے شک عیاں ہوتے تھے اُن کے وعظ میں انوارِ ربانی
ندا آئی کہ اے صابر کہو اُن کا سنِ رحلت ''ہیں پایندہ جناں میں حضرتِ آزاد صمدانی''

1957ء

ماخذ:-

1- ''مآثر الاجداد'' از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور 1964ء ص 274، 398
2- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 74
3- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 380
4- ''چمنستان'' از مولانا ظفر علی خاں مطبوعہ لاہور 1944ء ص 202
5- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 53

مولانا غلام محمد ترنم امرتسریؒ

(1900-1959ء)

مولانا غلام محمد ترنم ابن عبدالعزیز کی ولادت 1318ھ/ 1900ء میں امرتسر (بھارت) کے ایک غریب گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے بہنوئی مولانا پروفیسر عبدالرحیم (پروفیسر عربی) خالصہ کالج امرتسر (ف 1917ء) اور مولانا عبدالصمد خاں کاشمیری (ف 1918ء) سے حاصل کی۔ قالین بافی و شال بافی کا فن بھی سیکھا۔ پھر حکیم فیروز الدین طغرائی نقشبندی جماعتی (1882-1931ء) سے منشی فاضل کا نصاب پڑھ کر امتحان دیا اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اگلے سال ادیب فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ شاعری میں حضرت طغرائیؒ سے اصلاح لیتے رہے۔

بعد ازاں عربی کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مختلف اساتذہ سے اکتساب کے بعد حضرت مولانا محمد عالم آسی (1881-1944ء) سے عربی کی کتابیں پڑھیں اور مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرلیا۔ پھر علم طب کیلئے حکیم علی محمد مستند طبیہ کالج دہلی، حکیم محبوب عالم اور لاہور کے نامور حکیم شہزادہ غلام محمد سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں انگریزی میں بھی اچھی خاصی استعداد پیدا کرلی۔ پھر روحانی تربیت کیلئے امیر ملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور حضرت شاہ سیّد علی حسین کچھوچھویؒ (1850-1936ء) سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد امرتسر میں خطبہ جمعہ دیتے رہے اور اپنی اظہار بیان کی صلاحیتوں کی بدولت اطراف واکناف ملک میں جلد ہی آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کیلئے آپ نے امرتسر میں جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جس کے آپ خود پرنسپل تھے۔ اس مدرسہ میں منشی فاضل کا کورس بھی پڑھایا جاتا تھا۔ 29۔ اکتوبر 1936ء کو مولانا ظفر علی خاں (1872-1956ء) اس مدرسہ کے معائنہ کیلئے امرتسر گئے تو آپ کی مقبولیت دیکھ کر یہ شعر کہا!

ترنم چاند ہے اس شہر میں علم اور حکمت کا
درخشاں اس کے ہالے ہیں مسلمانانِ امرتسر

مسلمانوں میں مذہبی بیداری کیلئے "انجمن تبلیغ الاحناف" امرتسر سے بھرپور معاونت کرتے رہے جس

کے زیرِ اہتمام حضرت امامِ اعظمؒ (767-696ء) کا عرس مبارک ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ عرس میں برصغیر کے مشاہیر، علماء و مشائخ شرکت کرتے تھے اور علم و عرفان کے دریا بہاتے تھے۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود طبابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ علاج تقریباً مفت ہی کرتے تھے۔

مولانا ترنم کو سیاست سے بھی بھرپور دلچسپی رہی۔ 1919ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر کا مشہور واقعہ رونما ہوا تو اُس وقت آپ کی عمر 19 برس تھی۔ تحریکِ آزادی کے سرگرم کارکن ہونے کی حیثیت سے آپ وہاں منعقدہ بہت بڑے جلسۂ عام میں ایک انقلابی نظم پڑھنے والے تھے۔ اس جلسہ کا اہتمام کانگرس کی طرف سے کیا گیا تھا۔ کوئی صاحب جلسے سے خطاب کر رہے تھے اس کے بعد آپ کا نام پکارا گیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ آپ سٹیج پر پہنچ کر نظم پڑھتے، جلسہ گاہ میں ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ انگریز فوج نے ایک دم اس باغ کا محاصرہ کر لیا اور جنرل ڈائر (ف 1927ء) نے جلسہ گاہ میں داخل ہو کر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق جلسہ گاہ میں 379 افراد جاں بحق اور 1200 کے قریب زخمی ہوئے۔

مولانا ترنم، کانگرس اور ہندوؤں کی نجی مجالس میں بھی جاتے رہے جہاں آپ نے اُن کے ظاہر و باطن میں بڑا فرق پایا۔ لہٰذا کانگرس کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا اور پھر مسلم لیگ کے ساتھی بن گئے۔ تحریکِ پاکستان میں مثالی کردار ادا کیا۔ اپنی جادو بیانی کے ذریعے "دوقومی نظریہ" مسلمانوں کے ذہنوں میں جاگزیں کیا۔ ملک گیر دورے کر کے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ ہر سال "انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر" کے جلسوں میں تحریکِ پاکستان کے موضوع پر تقاریر کی جاتیں۔ 46-1945ء میں امیرِ ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1951-1841ء)، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ (1948-1883ء) اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھویؒ (1961-1894ء) نے تحریکِ پاکستان کے حق میں ایسی مدلل اور پُرمغز تقاریر کیں کہ امرتسر میں کانگرسی اور احراری مولویوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ یہ مولانا ترنم کی تقاریر و مواعظ کا اثر تھا کہ مسلمانانِ امرتسر آخر وقت ہندوؤں اور سکھوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔

باؤنڈری کمیشن کی بددیانتی کی وجہ سے گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا تو مولانا ترنم بھی دیگر لوگوں کی طرح مہاجر بن کر پاک سرزمین میں داتا کی نگری لاہور میں تشریف لے آئے اور بیڈن روڈ پر قیام فرما ہوئے۔ یہاں طبابت شروع ہو کر دی۔ جامع مسجد داتا صاحبؒ میں درسِ قرآن اور جامع مسجد سول سیکرٹریٹ میں خطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ہر تبلیغی کام فی سبیل اللہ

اور ہمیشہ حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ جہادِ کشمیر میں مولانا ابوالحسنات قادریؒ (1896-1961ء) کے شانہ بشانہ کام کیا۔ مجاہدین کیلئے نقدی اور سامان کے علاوہ خود بہ نفس نفیس کشمیر کے محاذوں پر تشریف لے جا کر اگلے موروچوں پر تقاریر کر کے مجاہدین کے حوصلے بڑھائے۔

جن دنوں آپ جامع مسجد سول سیکرٹریٹ لاہور میں خطیب مقرر ہوئے تو سیکرٹریٹ کے باغیچے میں سنگ مرمر کی صلیب بنی ہوئی تھی۔ سیکرٹریٹ میں داخل ہوتے ہی پہلے اس صلیب پر نظر پڑی۔ خطبہ جمعہ کے موقع پر اسے ہٹائے جانے کا مطالبہ کیا گیا اور قرارداد کے ذریعے گورنر پنجاب اور چیف سیکرٹری کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی مگر انہوں نے کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ دوسرے جمعہ کے موقع پر آپ نے عام اعلان کردیا کہ اگر آئندہ جمعہ تک یہ صلیب نہ اُٹھادی گئی تو میں کدال لے کر سیاہ دل انگریز کی یہ یادگار ہمیشہ کیلئے زمین بوس کردوں گا۔ آپ کے اس مجاہدانہ اعلان کا یہ اثر ہوا کہ مقررہ معیاد سے پہلے ہی اس صد سالہ فرنگی کی یادگار کو ہمیشہ کیلئے مٹادیا گیا۔

پاکستان بننے کے فوراً بعد پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور بورڈ آف سنڈیکیٹ کے رکن مقرر ہوئے۔ آپ نے یونیورسٹی میں اسلامی تعلیم کیلئے جو مساعی انجام دیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ 1948ء میں جمعیت علماء پاکستان معرضِ وجود میں آئی تو آپ صوبہ پنجاب کے نائب صدر منتخب ہوئے اور پھر مرکزی نائب صدر چُن لئے گئے۔ آپ نے جمعیت کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دستوری خاکہ مرتب کیا، تنظیم کو فعال بنایا۔ مولانا ابوالحسنات آپ کی خدماتِ جلیلہ کے بڑے معترف تھے۔

1953ء میں تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مولانا ابوالحسنات قادریؒ کو کراچی اور آپ کو لاہور سے گرفتار کرلیا گیا۔ قید و بند کی اس صعوبت کے دوران ایک دن جیل کی کوٹھڑی میں ایک بہت بڑا سانپ نمودار ہوا۔ آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا اور سانپ کو واپس جانے کیلئے کہا۔ چنانچہ وہ سانپ فوراً واپس چلا گیا۔

آپ کی شاعری کا اکثر حصہ نعتیہ ہے۔ جذبہ حب نبی ﷺ آپ کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ انگریز مصنف تھامس کارلائل (1795-1881ء) کی کتاب ''ہیرو اینڈ ہیروز ورشپ'' جس میں حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر رکیک حملے کئے گئے تھے، کا مدلل جواب کتابی صورت میں لکھا جو چھپ کر بلا قیمت تقسیم ہوا۔ علاوہ ازیں نعتیہ کلام، دستور پاکستان، الجہاد، غذائی چارٹ وغیرہ یادگار کتابیں ہیں۔

وفات سے اڑھائی تین سال قبل آپ ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے اور بالآخر 17 محرم الحرام 1379ھ/ 24 جولائی 1959ء بروز جمعتہ المبارک راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکاتؒ (1978-1901ء) نے پڑھائی اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں آخری آرام گاہ بنی۔

بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخِ وفات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

پیر غلام دستگیر نامیؒ (1961-1883ء) نے یہ قطعۂ تاریخ کہا!

غلامِ محمد ہوئے آہ فوت   وفات اُن کی ہے ایک عالم کی موت
جو تاریخ مطلوب نامیؔ ! ہے تو   ''ہوا فوت عذب البیاں ہے'' کہو

1379ھ

جناب ابوالطاہر فدا حسین فداؔ مدیر ''مہر و ماہ'' لاہور نے یوں تاریخ کہی!

ترنم خاک داں سے عالمِ بالا ہوئے رخصت   بہاریں منتظر اُن کے لیے تھیں باغِ جنت کی
زہے قسمت کہ استقبال کو حور و ملک آئے   کشادہ ہو گئی اُن کے لئے آغوش جنت کی
ہمیشہ حامیِ ملّت رہے ہر ایک مشکل میں   تھی وقفِ خدمتِ اسلام ساری زندگی اُن کی
مبلّغ دین حق کے تھے صفا و صدق کا پیکر   کہ سلفِ صالحین کا اِک نمونہ اُن کی ہستی تھی
چمن والے نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے کبھی اُن کو   رسولِ پاکؐ کی اُلفت میں نغمہ سنجیاں اُن کی
ہوئے ہیں وہ واصلِ حق جب فداؔ بے ساختہ مجھ کو   ندا یہ غیب سے آئی ''ہوئی رحلت ترنم کی''

1379ھ

حضرت صابرؔ براری ثم کراچویؒ نے بھی یہ تاریخ نکالی!

ہوئے واصل بحق مولانا صاحب   تھے وہ اک رہبر رُشد و ہدایت
وہ بے شک واعظ شعلہ بیاں تھے   تھی اُن کی گفتگو میں بھی فصاحت
یہاں نافذ نظامِ مصطفیٰؐ ہو   یہی تھی اُن کے دل میں ایک حسرت
کہو یہ سالِ رحلت اُن کا صابرؔ   '' تھے مولانا ترنم نورِ ملّت ''

1959ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 189 تا 191
2- ''شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری'' از پروفیسر محمد سلیم چوہدری مطبوعہ لاہور 1996ء ص 223 تا 225
3- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 180
4- ''مولانا غلام محمد ترنم'' از حکیم محمد موسیٰ امرتسری مطبوعہ لاہور 1971ء متعدد صفحات، طبع دوم 1995ء متعدد صفحات
5- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد اوّل مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1987ء ص 387
6- ''فیروز سنز اُردو انسائیکلو پیڈیا'' مطبوعہ لاہور 1984ء ص 321
7- ''جب امرتسر جل رہا تھا'' از خواجہ افتخار مطبوعہ لاہور 1982ء ص 41، 97
8- ''خفتگانِ خاکِ لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 132
9- ''معدن التواریخ'' از ابو الطاہر فدا حسین فدا مطبوعہ لاہور 1992ء ص 20
10- ''چمنستان'' از مولانا ظفر علی خاں مطبوعہ لاہور 1944ء ص 90
11- ماہنامہ ''نقوش'' لاہور ''لاہور نمبر'' فروری 1962ء ص 831، 925
12- ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' قصور بابت جولائی 1976ء ص 11
13- ''سات ستارے'' از حکیم محمد حسین بدر مطبوعہ لاہور 1977ء ص 101
14- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 5-اگست 1974ء، 24-اکتوبر 1982ء، 22 مئی 1998ء
15- روزنامہ ''مشرق'' لاہور بابت 3-اگست 1974ء
16- روزنامہ ''امروز'' لاہور بابت 26 جولائی 1974ء
17- روزنامہ ''کوہستان'' لاہور 24 جولائی 1968ء
18- ''انجمن اسلامیہ امرتسر'' از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور 1986ء ص 128
19- رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء ص 81، 88، 92، 138
20- ''مجلّہ لبِ جُو'' گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ ''گولڈن جوبلی نمبر'' اگست 1997ء ص 27، 194
21- ''یادِ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 40

22- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی مطبوعہ کراچی 1996ء ص88
23- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1991ء ص769

مولانا مرتضٰی احمد خاں میکشؒ

(1899-1959ء)

مولانا مرتضٰی احمد خاں میکش بن محمد مرید احمد خاں کی ولادت یکم محرالحرام 1317ھ بمطابق 12 مئی 1899ء بروز جمعتہ المبارک موضع بھدم تحصیل نکودر ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ جدِاعلیٰ گل محمد خاں کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ محمد زئی درانی سے تھا جو افغانستان سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔

مولانا میکش نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد میاں وال مولولیاں ضلع جالندھر کے مشہور عالم دین مولانا مرید احمد نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یہ وہی مولانا مرید احمد نقشبندیؒ ہیں جو امیر امان اللہ خاں (1892-1960ء) والیٔ افغانستان کے اتالیق رہے اور فرید العصر میاں علی محمد خاں سجادہ نشین بسی شریف (1881-1975ء) نے جن سے بھرپور استفادہ کیا۔

جالندھر سے میٹرک کرنے کے بعد مولانا میکش نے لاہور آ کر ایف اے میں داخلہ لے لیا۔ یہ وہ دور تھا جبکہ جلیانوالہ باغ امرتسر کا خونی ڈرامہ کھیلا جا چکا تھا۔ گھر گھر صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ جنرل ڈائر کی خون آشامی کی وجہ سے عوام میں بے حد اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ ہندوستانیوں کے قلوب میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ امرتسر میں بینک نذرِ آتش کر دیا گیا، کئی بینکوں کو لوٹ لیا گیا۔ گوجرانوالہ میں ریلوے اسٹیشن کو آگ لگا دی گئی۔ لاہور میں اکے دکے تشدد کے واقعات رونما ہوئے۔ مظاہروں کا سلسلہ جاری تھا اور پنجاب کے اکثر و بیشتر شہر مارشل لاء کے حوالے کر دیئے گئے تھے۔ بازاروں میں فوج گشت کر رہی تھی۔ گلی کوچوں اور چوراہوں میں حکام نے ٹکٹکیاں لگا رکھی تھیں۔ بیدزنی کی سزائیں سر بازار دی جا رہی تھیں۔ بربریت اور وحشت کا یہ کھیل کئی ہفتے کھیلا جاتا رہا۔ انگریزوں کا مقصد یہ تھا کہ عوام میں خوف و ہراس اور دہشت پیدا کر کے انہیں دبا دیا جائے مگر اس بربریت نے ماحول کو پُرسکون بنانے کے بجائے اور زیادہ مشتعل کر دیا۔

لاہور میں عوام نے ایک جلوس نکالا جس میں کالجوں کے طلباء بھاری تعداد میں شامل تھے۔ جب یہ جلوس مختلف بازاروں میں سے گزرتا ہوا ہیرا منڈی میں نوگزے کی خانقاہ کے قریب پہنچا تو اس جگہ مسلح گھوڑسوار پولیس نے جلوس کو روک لیا۔ فوج کے کچھ دستے بھی پہنچ گئے۔ جنرل عمر حیات خاں ٹوانہ

(1874-1944ء) اور نواب محمد علی قزلباش بھی پولیس کے ساتھ تھے۔ جلوس اس وقت پُر امن تھا۔ اس میں طلباء کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود اہل جلوس کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنا چاہتے تھے کہ جس سے تشدد یا تخریب کا پہلو نکلتا ہو۔ لیکن ایکا ایکی گھوڑ سوار پولیس نے جلوس پر دھاوا بول دیا۔ لاٹھیاں برسنے لگیں۔ چیخوں کے ساتھ نوجوانوں کے فلک پیما نعروں نے فضا میں زلزلہ برپا کر دیا۔ اسی اثناء میں کسی شخص نے سڑک پر سے ایک دو پتھر اُٹھا کر پولیس افسروں پر پھینک دیئے۔

بس پھر کیا تھا، اُدھر سے لاٹھیاں برسنے لگیں، ادھر سے پتھروں اور اینٹوں کی بارش شروع ہوگئی۔ حالات کافی نازک صورت اختیار کر گئے۔ نہ جلوس والے منتشر ہو رہے تھے نہ پولیس کی لاٹھیاں تھم رہی تھیں۔ اسی اثناء میں نامعلوم وجوہ کی بنا پر نواب محمد علی قزلباش اور نواب سر عمر حیات ٹوانہ نے گولی چلا دی جس سے ایک طالب علم ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ گولی چلنے کے بعد جلوس منتشر ہوگیا لیکن متشدد کارروائیوں کا دائرہ پورے شہر تک وسیع ہوگیا۔

زخمی ہونے والے طلباء میں اسلامیہ کالج لاہور کے بعض طلباء تھے۔ اس لئے اسلامیہ کالج کے طلباء میں زبردست اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے برانڈرتھ روڈ پر ایک انگریز سارجنٹ کو پیٹ ڈالا۔ وہ لہو لہان ہوگیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لڑکوں نے سمجھا کہ شاید وہ مر گیا ہے اس لئے بھاگ کر کالج کے احاطہ میں آ گئے۔ اُن دنوں کالج کا پرنسپل مسٹر مارٹن تھا۔ وہ بڑا بہادر، نڈر اور بے باک انگریز تھا۔ جب پولیس اور فوج کے بعض افسر لڑکوں کو گرفتار کرنے کیلئے کالج میں داخل ہوئے تو مسٹر مارٹن نے لڑکوں کو پولیس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور کمال بے عزتی سے پولیس اور فوج کے افسروں کو کالج سے نکال باہر کیا۔

جن طلباء نے اُس انگریز سارجنٹ کا دماغ درست کیا تھا اُن میں مولانا میکشؒ پیش پیش تھے۔ نامور صحافی اشرف عطا (1911-1971ء) اس سلسلے میں لکھتے ہیں!

"جن طلباء نے اس انگریز سارجنٹ کا دماغ درست کیا تھا، اُن میں جالندھر کے ایک گاؤں کا ایک پٹھان نوجوان مرتضیٰ احمد خاں بھی شامل تھا۔ گورا چٹا، چمکدار آنکھیں، کھلتی ہوئی روشن پیشانی، چوڑا چکلا سینہ، مضبوط قومی اور دوہرا جسم، بے حد جوشیلا لیکن باتوں میں شیرینی اور حلاوت، انگریز کا پیدائشی دشمن، نسبتی اعتبار سے درانی، ماحول اور بود و باش کی رُو سے ٹھیٹ پنجابی۔ ایک متوسط لیکن علم دوست خاندان کا چشم و چراغ۔ ماں باپ نے لاہور میں کالج کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیجا لیکن بیٹا لاہور میں لیڈری فرمانے لگا۔"

1920ء میں ابھی سال دوم میں پڑھ رہے تھے کہ تحریکِ ہجرت کے سلسلے میں کالج کو خیر باد کہہ کر

کابل چلے گئے اور ایک برس کی مسلسل تکالیف برداشت کرنے کے بعد لاہور واپس آئے۔ آپ کی واپسی کا نقشہ اشرف عطا نے یوں کھینچا ہے۔

''مرتضیٰ احمد خاں میکش بھی اپنے ایک دو دوستوں کے ہمراہ مختلف قبائلی علاقوں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے بنوں پہنچے۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے، پاؤں پیدل چلنے کی وجہ سے ورم زدہ ہو گئے تھے۔ بری حالت تھی۔ ان کے دونوں ساتھی مردان کے رہنے والے تھے۔ یہ مردان پہنچے تو انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ میکش صاحب بھیس بدل کر لاہور پہنچے۔ ان کے پہنچنے سے چند روز قبل پولیس اُن کے آبائی گاؤں میں اُن کی گرفتاری کیلئے چھاپہ مار چکی تھی۔ میکش صاحب نے کچھ دن لاہور چھپ چھپا کر گزارے، آخر گاؤں روانہ ہو گئے۔

گھر والوں سے ملے، اس اثناء میں پولیس بھی پہنچ گئی۔ آپ کو گرفتار کر کے جالندھر لایا گیا۔ آپ کے اہلِ خاندان نے کئی ذریعوں سے آپ کی رہائی کیلئے حکام پر دباؤ ڈالا۔ آخر یہ کوششیں بارآور ہوئیں اور میکش صاحب چھوڑ دیئے گئے۔ کچھ عرصہ گاؤں میں رہے۔ پھر تعلیم حاصل کرنے کا بہانہ کر کے لاہور آ گئے۔ لیکن لاہور پہنچنے کے بعد انہوں نے کالج میں داخلہ لینے کے بجائے صحافت کی سب سے بڑی درسگاہ روزنامہ ''زمیندار'' میں داخلہ لے لیا۔''

1922ء سے لے کر 1955ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ ''زمیندار'' کے علاوہ ''انقلاب''، ''احسان''، ''شہباز''، ''مغربی پاکستان''، ''انصاف'' اور ''نوائے پاکستان'' میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ ملک وملت کی خدمت کا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیا۔ ''افغانستان'' کے نام سے فارسی زبان میں ایک ہفت روزہ بھی جاری کیا جسے شہرتِ عام بقائے دوام حاصل ہوئی۔ 1928ء میں ''ہندی مسلمانوں کے لیے الگ وطن'' کے موضوع پر مقالات لکھے۔ ان مقالات میں مسلمانوں کیلئے علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کیا گیا تھا اور اس مطالبہ کے حق میں دلائل پیش کیئے۔ برصغیر کے شمال مغربی علاقوں میں اسلامی ریاست کے قیام کو مسلمانوں کی منفرد ثقافت اور تہذیب کے تحفظ کیلئے ضروری سمجھا۔

ان مقالات پر ہندو اخبارات نے بہت تنقید کی۔ خاص طور پر روزنامہ ''پرتاب'' نے سخت الفاظ میں نکتہ چینی کی۔ مولانا میکش نے اپنے موقف کے حق میں 1929ء تا 1930ء مزید لکھا اور مدلل جواب دے کر جداگانہ ریاست کے تصور کو اور زیادہ تقویت دی۔ 1931ء میں انگریزی استعمار کے خلاف

مقالات لکھنے کی پاداش میں ایک سال کیلئے پابندِ سلاسل کر دیئے گئے۔

سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے کہ مولانا میکشؒ نے 1928ء تا 1930ء علیحدہ وطن کی تشکیل کیلئے روزنامہ ''انقلاب'' لاہور میں معرکۃ الآرا مقالات لکھے جن کی بنیاد پر ہی حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے بعد میں ''تصور پاکستان'' پیش کیا تھا۔ شورش کاشمیری (1975-1917ء) اپنی کتاب ''نورتن'' میں لکھتے ہیں۔

''(مولانا میکش) جتنی خوبیوں کے مالک تھے اتنی قدر نہیں ہوئی بلکہ صحافت کے تذکروں میں بھی اُن کا نام نہیں آ رہا۔ وجوہ ڈھکے چھپے نہیں اور نہ ہم انہیں زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں۔ لیکن واقعہ ہے کہ انہوں نے صحافت کی اعلیٰ قدروں کا نہ صرف احترام بلکہ استحکام بھی کیا۔ جس نقطۂ نگاہ کو درست سمجھتے اس کے مبلغ ہو جاتے۔ اُن میں ایک عالم کی روح، ادیب کا حسن، شاعر کی رنگینی، رند کا ظرف، فقیر کا گداز، مجاہد کا ولولہ اور بادشاہ کی تمکنت موجود تھی۔ قلم فروشی سے انہیں تنفر تھا۔ اپنے خیال اور اپنے تصور کے آدمی تھے۔ ابھی پاکستان کا تصور چند افراد کے ذہن میں تھا کہ انہوں نے ''انقلاب'' میں مسلسل مقالے لکھ کر پاکستان کو ہندو مسلم مسئلہ کا حل قرار دیا۔ اُس وقت یہ حل مجذوب کی بڑ نہ سہی صحافی کی بڑ ضرور سمجھا گیا۔ لیکن آخر یہی حل مسلمانوں کا ملی نصب العین ہو گیا۔ اُن کا خیال تھا کہ انہوں نے علامہ اقبال سے بھی پہلے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا۔ وہ ظاہر و باطن پاکستانی اور اُن مخلص اہل قلم میں سے تھے جنہوں نے علیحدہ قومیت کے نظریہ کی آبیاری کی۔''

معروف صحافی سید اشتیاق اظہر نے اپنی گرانقدر کتاب ''سید الاحرار'' (مولانا حسرت موہانی) میں مولانا میکشؒ کے تصورِ پاکستان کا یوں ذکر کیا ہے۔

''دسمبر 1928ء میں مشہور ادیب اور صحافی مولانا مرتضٰی احمد خاں میکش نے روزنامہ ''انقلاب'' مورخہ 8 دسمبر 1928ء میں تجویز پیش کی کہ مسلمان علاقوں پر مشتمل ایک علیحدہ وطن بنا دیا جائے۔ انہوں نے لکھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ شمالی ہند میں جو پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ پر مشتمل ہے اپنی قومی حکومت کے قیام کو نصب العین قرار دیا جائے کیونکہ وقت کا تقاضا ہے اور مسلمانوں کی خواہش اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے۔ اسی میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ مسلمان نہایت آسانی سے اسے اپنا وطن سمجھ سکتے ہیں اور جب اُن کو معلوم ہو گا کہ اس وطن کے آزاد کرانے میں اُن کی ہر قسم کی فلاح و بہبود مضمر ہے اور ان کی

آئندہ نسلوں کی ترقی اور کفالت اس پر منحصر ہے تو اُن کی ساری کوششیں اس مقصد پر صرف ہونے لگیں گی۔ اس سال 1928ء میں ''نہرو کمیٹی'' کے سامنے بھی یہ تجویز پیش کی گئی لیکن کمیٹی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ رقبے کے لحاظ سے یہ ریاست غیر متوازن ہو جائے گی۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ الہ آباد میں جو انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 1930ء میں پیش کیا ہے، اس کا حوالہ دیا ہے۔''

18، 19 اپریل 1938ء کو کلکتہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت قائداعظمؒ کے حکم پر پنجاب مسلم لیگ کی تنظیم نو کیلئے 35 آدمیوں کی آرگنائزنگ کمیٹی مقرر کی گئی جس میں علامہ اقبالؒ، مولانا ظفر علی خاں، میاں عبدالعزیز مالواڈہ بیرسٹر، ملک برکت علی ایڈووکیٹ، ملک مہدی زمان خان کے علاوہ مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش کا اسمِ گرامی بھی شامل تھا۔

تحریک پاکستان میں آپ نے علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ خدمات سرانجام دیں۔ مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہور (1861-1896ء) آپ کے رفیقِ خاص تھے۔ چنانچہ ''آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس'' 1946ء میں مولانا ابوالحسنات آپ کو خصوصی طور پر لے گئے تھے۔ آپ نے وہاں متعدد قراردادیں پیش کیں جو متفقہ طور پر پاس کر لی گئیں۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے معروف قلمکار پروفیسر اختر راہی نے اس حقیقت کو یوں تسلیم کیا ہے:

> ''مولانا میکش سیاسی طور پر دوقومی نظریہ کے پُرجوش داعی تھے۔ روزنامہ ''احسان'' لاہور، مسلم لیگ کا ہمنوا تھا اور انہوں نے خود بھی تقسیم ہندوستان کا تصور پیش کیا تھا۔ 1846ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' میں شریک ہوئے تھے اور اُن کی پیش کردہ قراردادیں پاس کی گئی تھیں۔''

1942ء میں لاہور کے چار مسلم اخبارات کے مالکان و مدیران نے ہوٹل نوریگ میں قائداعظمؒ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا۔ یہ ہوٹل مال روڈ پر شاہ دین بلڈنگ میں تھا۔ مولانا میکش بھی اس دعوت میں شریک تھے اور قائداعظمؒ سے خوب سنجیدہ تبادلہ خیال ہوا۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد 1948ء میں جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ جمعیت کے قانونی مشیر مقرر ہوئے۔ صدر جمعیت مولانا ابوالحسنات قادریؒ آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور آپ کے مشوروں کو اولین ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس دور میں جمعیت علماء

پاکستان ملک بھر میں انتہائی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔

1953ء میں ''تحریک ختم نبوت'' چلی تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے بے بہا قربانیاں دیں۔ تحریک کو ساحلِ کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ ایکشن کمیٹی (مجلس عمل) کے رکن کی حیثیت سے بے مثال کام کیا۔ گرفتار ہو کر قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرے۔ ''منیر انکوائری کمیشن'' میں آپنے احمدیوں (قادیانیوں) کے خلاف بڑی محنت اور جانفشانی سے کیس پیش کیا۔ اس سلسلہ میں شورش کاشمیری لکھتے ہیں!

''مرتضیٰ احمد خاں اخبار نویسی کے حلقے سے نکل کر مشائخ کے حلقہ میں چلے گئے تو سفید اُجلی داڑھی نے حلیہ ہی بدل دیا۔ ختم نبوت کی تحریک میں اُنہوں نے ان منیر انکوئری کمیشن کے سامنے جس قابلیت اور جس جرأت سے کلمۃ اللہ کی پشتبانی کی وہ انہیں کا حصہ تھا۔ اُن کی قابلیت کا کمیشن نے بھی اعتراف کیا لیکن اس رپورٹ میں نہ صرف علماء کا استخفاف کیا گیا بلکہ یہ رپورٹ اسلام کے خلاف مسلمان ججوں کی لکھی ہوئی ایک خطرناک دستاویز ہے۔ رپورٹ چھپ کر سامنے آئی تو لوگ مارشل لاء کی مار کھا کے بے حوصلہ ہو چکے تھے۔ مرتضیٰ احمد خاں نے اس رپورٹ کا تجزیہ کیا اور اُن تمام غلط باتوں کی نشاندہی کی جو مصنفین کے قلم سے نکلی تھیں۔ خوف اُن کی چمڑی میں تھا ہی نہیں، بلکہ خوف اُن سے بھاگتا تھا۔''

آپ نے حضرت مولانا نواب الدین چشتی ستکوہی ثم رمداسیؒ (1946-1870ء) کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی ہوئی تھی۔ آخری عمر میں تصوف کا غلبہ بڑھ گیا تھا۔ آپ ایک با اُصول انسان تھے۔ ایک بے باک صحافی اور ایک با اخلاق اور پابند صوم وصلوٰۃ مسلمان تھے۔ اُن کی ساری زندگی جہاد میں گزری۔ آزادی کے بعد بھی وہ ایسی طاقتوں کے خلاف برسر پیکار رہے جو اسلام کا نام لے کر اقتدار حاصل کرتی رہیں، لیکن حصول اقتدار کے بعد اسلام کا تمسخر اڑانے میں مصروف رہیں۔ آپ نے اُن لوگوں کے خلاف نہ صرف قلمی جہاد کیا بلکہ انہیں دنیا کے سامنے ننگا کر دیا۔ اُن کی اصول پرستی اور بے باکی نے انہیں عمر بھی مصائب وآلام میں مبتلا رکھا اور وہ عسرت کی زندگی بسر کرتے رہے لیکن انہوں نے کبھی کسی کوٹھی کا طواف نہیں کیا، کبھی کسی وزیر اور رئیس کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا اور نہ دولت اور عزت کی خاطر قلم کی عصمت کو فروخت کیا۔ وہ بے حد خوبیوں کے انسان تھے۔ ایک مردِ درویش تھے۔

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش

جس نے نہ ڈھونڈی سُلطان کی درگاہ

زندگی کے آخری ایام اگرچہ بڑی عُسرت میں گزرے مگر عزم و استقلال میں سرِ مو فرق نہ آیا۔ آپ کے مُرشد زادے معروف نعت گو شاعر حافظ مظہر الدین (1916-1981ء) راوی ہیں!

''مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دن میں اپنی زندگی کی ناہمواریوں سے تنگ آ کر پریشان بیٹھا تھا کہ خضر علیہ السلام آئے اور مجھے تسکین دے کر چلے گئے۔''

آپ قادر الکلام شاعر اور بلند پایہ ادیب تھے۔ مادری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے اکثر کلام فارسی میں ہے۔ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں مندرجہ ذیل زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو چکی ہیں۔ الہامی افسانے، البرز شکن گُرز عرف مرزائی نامہ، اخراج اسلام از ہند، تدبیر و تقدیر، تاریخِ اقوام عالم (2 جلد) اسلام اور معاشی اصلاحات، تاریخ اسلام (4 جلدیں)، دُو دِل (اُردو مجموعۂ کلام)، فارسی مجموعۂ کلام، غیر مطبوعہ کتب۔

شریعتِ مطہرہ کی پابندی آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔ نماز کبھی قضا نہ ہوئی، بارگاہ الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے چہرہ جاذب نظر اور شخصیت میں رُعب نمایاں تھا۔ انتہائی تکلیف میں بھی نماز ترک نہ ہوئی۔ چنانچہ حالتِ نماز ہی میں 27 جولائی 1959ء بمطابق 21 محرم الحرام 1379ھ بروز پیر حرکتِ قلب بند ہو جانے سے روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

اُگتے ہیں اُس میں عشق و محبت کے مست پھُول
میکشؒ نے جس زمیں میں مدفن بنا لیا

آپ کے انتقال پُر ملال پر روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے 29 جولائی 1959ء کو اپنے اداریہ میں یوں خراجِ تحسین پیش کیا!

''مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ کا انتقال اُردو صحافت کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ مرحوم ایک پرانے اخبار نویس تھے اور ''زمیندار''، ''شہباز''، ''نوائے وقت''، ''مغربی پاکستان'' میں ایڈیٹر کی حیثیت سے مدتوں کام کرتے رہے تھے۔ ''احسان'' اور ''شہباز'' کو تو کامیاب ہی انہوں نے کیا تھا۔ ایک زمانہ لاہوری صحافت میں اُن کا طوطی بولتا تھا۔

مرحوم ایک دیندار اور صوفی منش آدمی تھے اور گو تخلص میکش تھا مگر شراب کو کبھی چھوا تک نہیں، اسلام اور پاکستان کے لیے دل میں بڑا درد تھا۔ اُن کے آخری چند سال بڑی عسرت اور تکلیف میں گزرے۔ مگر چونکہ انتہائی خوددار، غیور اور درویش قسم کے آدمی تھے اس لئے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ وہ اپنی قومی خدمات اور اپنی ضروریات کے اعتبار سے اور صحافت میں اپنے مقام کے باعث پینشن اور وظیفہ کے صحیح معنوں میں حقدار تھے مگر چونکہ دربار رس ہونے کے بجائے گوشہ نشین تھے اس لئے آخر وقت تک محنت مزدوری کر کے گزارہ کیا اور اس طرح خوددارانہ زندگی کی ایک شاندار مثال قائم کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں۔''

بہت سے شعرائے کرام نے ان کی رحلت پر قطعاتِ تاریخ وفات لکھے۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

1- حضرت صابرؔ براری رحمۃ اللہ علیہ............کراچی

''سالِ وفاتِ نیک خصال''، جناب مولوی مرتضیٰ میکشؔ''

......1379ھ...... ......1959ء......

تھے جو میدانِ ادب کے شہسوار	عالمِ فانی سے وہ بھی چل دیئے
مالکِ شخصیتِ باغ و بہار	روشنیِ محفل دانشوراں
جس کے ایڈیٹر رہے یہ حق نگار	ہیں کئی اخبار ارضِ پاک کے
یہ ابوالحسنات۲ کے حامیِ کار	الجمعیت۱ کے تھے قانونی مشیر
ہے یہ ''دودِ۳ دل'' سے بخوبی آشکار	فارسی، اُردو کے شاعر تھے جناب
ہو نزولِ رحمتِ پروردگار	اُن کی تربت پر رہے بارانِ نُور

کہہ دو صابرؔ اُن کی تاریخِ وفات
'' شیخِ دوراں میکشِ عالی وقار''
1959ء

1- جمعیت علماء پاکستان
2- مولانا ابوالحسنات قادریؒ
3- مجموعۂ کلام میکشؔ

2- حضرت ابوالطاہر فدا حسین فداؔ، مدیر اعلیٰ ''مہر و ماہ'' .... لاہور

حضرتِ میکشؔ جہاں سے چل بسے　اہلِ علم و فضل ہیں مغموم سب !
دے گئے وہ نا گہاں داغِ فراق　آج ہیں سب اقربا وقفِ تعب
نالہ افگن ہے اجل بھی اس پر آہ　ہے بپا ہر سمت اک شور و شغب
اب جہانِ علم میں ایسا کہاں ؟　صاحبِ فکر و شعور و ذی ادب
ہو نجاتِ اُخروی اُس کا نصیب　از طفیل مصطفیٰؐ محبوبِ رب

رحلتِ میکشؔ پر تو کہہ دے فداؔ
'' شاعرِ شیریں سخن والا حسب''
1959ء

3- حضرتِ طارقؔ سلطان پُوری، حسن ابدال ضلع اٹک

مرتضیٰ احمد، وقارِ بزمِ قرطاس و قلم　صاحبِ فکر و نظر تھا اِک بڑا انسان تھا
اک قلم کارِ مکرّم اک صحافی نامور　وہ صحافت کا تجمل وہ قلم کی آن تھا
کاروانِ حریّت کا تھا نقیب بے ہراس　وہ مجاہد حامیِ تحریکِ پاکستان تھا
جو بنارس میں ہواتھا اجتماع اہلِ حق　اُس میں بھی موجود وہ حق آشنا انسان تھا
اس وطن کے اُن رجالِ حق کا تھا وہ ہم خیال　مُدعا جن کا نظامِ سنت و قرآن تھا
اُس کے ''دودِ دل'' سے ہیں کیفیت اندوز اہلِ دل　نغز گفتار ایک شاعر صاحب دیوان تھا
صوفی و درویش ، مخلوقِ خدا کا غمگسار　پیکرِ فیضان تھا سر چشمۂ احسان تھا
سوز و ساز و ذوق و شوقِ چشت کا سرمایہ دار　حق کا دلدادہ ، محبّ سرورِ ذیشان تھا

اُس کا طارقؔ نے عقیدت سے کہا سالِ وصال
'' عاشقِ ہُو ، میکش میخانۂ عرفان '' تھا
1959ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریکِ پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 251 تا 253

2- ''کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشاں تذکرے'' از اشرف عطاء مطبوعہ لاہور 1966ء ص 293 تا 295، 299

3- ''وے صورتیں الٰہی'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور 1976ء ص 367

4- ''صحافت ہندو پاکستان میں'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور 1982ء ص 222، 240، 245

5- ''فروغ صحافت میں اہلسنت کا کردار'' از مولانا شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی 1983ء ص 12
6- ''نورتن'' از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور 1967ء ص 43، 142
7- ماہنامہ ''نقوش لاہور''، ''لاہور نمبر'' بابت فروری 1962ء ص 949
8- ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' از مولانا اللہ وسایا مطبوعہ ملتان 1990ء ص 253
9- ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' 1953ء (منیر انکوائری رپورٹ) ص 7، 111، 131
10- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور 1984ء ص 493
11- ''تاریخ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 41
12- ''جدوجہدِ آزادی میں پنجاب کا کردار'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1996ء ص 401 تا 406
13- ''پاکستان کا مطلب کیا؟'' از تہمینہ شیر دُرانی مطبوعہ لاہور 1998ء ص 40
14- ''تخلیقِ پاکستان'' از فاروق ملک مطبوعہ لاہور 1993ء ص 465
15- ''سیّد الاحرار'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ بہاولپور 1978ء ص 341 تا 342 مطبوعہ کراچی 1988ء ص 456 تا 457
16- ''جامعہ اُردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 1675، 1676
17- ''فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا'' مطبوعہ لاہور 1987ء ص 975
18- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 277
19- ''قائداعظمؒ اور اُن کے سیاسی رفقاء'' از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی 1990ء ص 127
20- ''آہنگ بازگشت'' از مولوی محمد سعید مطبوعہ لاہور 1979ء ص 166 تا 170
21- ''تحریکِ آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی 1976ء ص 812
22- ''مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ کی ادبی خدمات'' از ڈاکٹر محمد صالح طاہر مطبوعہ 2001ء ص 14، 15، 26، 27، 63، 67 ومتعدد صفحات
23- ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور بابت 20 اگست 1973ء ص 18، 19
24- روزنامہ ''نوائے وقت، امروز'' لاہور متعدد شمارے
25- ''قائداعظمؒ، تحریکِ پاکستان اور صحافتی محاذ'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 2001ء ص 50
26- مجلّہ ''کائنات''، وفاقی گورنمنٹ اُردو سائنس کالج کراچی، ''جشن طلائی پاکستان نمبر'' (حصہ دوم) مطبوعہ

1997-98 ص324، 330

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوریؒ

(1896-1961ء)

مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری بن سیّد دیدار علی شاہ الوری (1856-1935ء) کی ولادت 1314ھ/1896ء میں محلہ نواب پورہ الور (بھارت) میں ہوئی۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ اُردو اور فارسی میں کافی حد تک مہارت پیدا کر لی۔ پھر تمام علوم وفنون والد ماجد سے حاصل کئے۔ مراد آباد جا کر حکیم نواب حامی الدین سے طب سیکھی۔ صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (1883-1948ء) اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں (1856-1921ء) سے علمی استفادہ کیا۔ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی (1850-1936ء) کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے خلافت، اجازت کی دولتِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ والد ماجد سے بھی خلافت کی نعمت حاصل تھی۔

1926ء میں آپ اہالیانِ لاہور کی پُر زور درخواست پر مسجد وزیر خاں میں بحیثیت خطاب تشریف لائے۔ مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ عوام وخواص آپ کی تقاریر کو بہت ذوق وشوق سنا کرتے تھے۔

تحریک پاکستان میں آپ نے شاندار خدمات سرانجام دیں۔ 1936ء میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا اور اس کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کیلئے شب و روز مصروف رہتے۔ علمائے پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

1940ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو آپ اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ 1945ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء کو اپنا ہمنوا بنایا۔ بعد میں قائداعظمؒ سے ملاقات کر کے نظریۂ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ ''احسان'' لاہور میں ''نظریۂ پاکستان'' کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ قائداعظمؒ (1876-1948ء)، امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (1841-1951ء) اور پیر صاحب مانکی شریف (1922-1960ء) کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کر کے عوام کو نظریۂ پاکستان سے روشناس کیا اور عوام میں تحریر وتقریر سے پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔

5 اگست 1945ء کے روزنامہ ''احسان'' لاہور میں ''مسلم لیگ کے حامی علماء کی تنظیم کی ضرورت'' کے

عنوان سے آپ کا ایک بیان چھپا جس سے مسلم لیگ کو زبردست تقویت ملی۔ بیان کچھ یوں ہے "میں عنقریب تنظیم علماء ومشائخ کی صوبائی کانفرنس کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ مسلم نما ہنود پرور دشمنانِ ملّت کی بدخواہی و دین فروشی جو ظاہر ہو چکی ہے وہ بیش از بیش واضح ہو جائے گی اور برادرانِ اسلام کی خدمت میں خاص طور پر گزارش ہے کہ ہر صوبے کے علماء ومشائخ کی خدمت تک میرا یہ مضمون پہنچائیں اور انہیں تنظیم کیلئے آمادہ کریں۔ میں صوبہ پنجاب کے علماء ومشائخ کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ عریضہ بھیجنے والا ہوں۔ وہ یکجہتی کے ساتھ تیار ہو کر مسلم حقوق کی نگرانی میں سرگرمِ عمل ہو جائیں تاکہ پاکستان کی پوری حمایت ہو اور آئندہ انتخاب جو آنے والا ہے اس میں علماء و مشائخ کے ارادے کے خلاف ووٹ نہ دیا جائے۔

14 تا 16 ستمبر 1945ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ہندوستان و پنجاب کے اکابر علماء اہلسنت کا اجتماع ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملّت محدّث علی پوری قدس سرّہ نے فرمائی۔ اس موقعہ پر "صوبائی سنی کانفرنس" کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا صدر مولانا ابوالحسنات کو چنا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگرس، احرار، خاکسار اور یونینسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگرس مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے، اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن ہے۔ اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے لہٰذا مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگرس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار اور یونینسٹ وغیرہ نہرو کے زرخرید غلام ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس اجلاس کے بعد مولانا ابوالحسنات نے مسلم لیگ کا پیغام قریہ قریہ پہنچانے کے لئے بے شمار دورے کئے اور جلسوں کے ذریعے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔ 9، 10، 11 جنوری 1946ء کو جمعیت علماء اسلام پنجاب کی طرف سے اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں معروف مسلم لیگی رہنما چوہدری عبدالکریم (ف 1981ء) قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں "عبدالکریم روڈ" انہی کے نام سے موسوم ہے) نے ایک علماء ومشائخ کانفرنس بلائی جس کی صدارت حضرت امیر ملت قدس سرّہ نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون (کہ مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم ہے) کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 'اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اگر آپ نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم ﷺ بھی ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا۔"

اس اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی (1970-1898ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی (1970-1910ء)، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (1981-1906ء)، سید محمد رضا شاہ گیلانی (1949-1896ء)، خواجہ غلام محی الدین

گولڑوی (1891-1974ء)، پیر صاحب مانکی شریف (1922-1960ء)، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (1915-2001ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی وغیرہم کے علاوہ مولانا ابوالحسنات نے بھی شرکت کی اور اپنے ولولہ انگیز خطاب سے خرمنِ باطل کو جلا کر رکھ دیا۔

اسی سال ہی ہندوؤں نے ایک عظیم سازش کے تحت ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ لگایا تو آپ نے اس سازش کو بھانپ لیا اور فرمایا:

''مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور سیاست وثقافت علیحدہ ہے اسلئے مسلمانوں کے امتیازی نظریۂ حیات اور ہندوؤں کے علیحدہ اصولِ حیات کی بناپر ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ ہی غلط اور باطل ہے۔''

اپریل 1946ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ بحیثیت صدر پنجاب سنی کانفرنس اپنی ذمہ داریوں کو کماحقہ پورا کیا اور واپس آ کر پنجاب کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ خضر وزارت نے پابندیاں لگا کر روکنا چاہا مگر بے سود۔ جنوری 1947ء میں خضر وزارت کے خلاف تحریک سول نافرمانی چلی تو آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد 1948ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پاکستان بھر کے علماء ومشائخ کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں ''جمعیت علمائے پاکستان'' کا قیام عمل میں آیا جس کے آپ پہلے صدر اور علامہ سیّد احمد سعید کاظمی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اسی سال جہادِ کشمیر میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پبلک جلسوں میں مجاہدین کے لئے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی۔ موچی دروازہ لاہور میں ایک عظیم الشان ''کشمیر کانفرنس'' منعقد کی جس میں صدر آزاد کشمیر بھی شریک ہوئے اور لاکھوں روپیہ جمع ہو گیا۔ علاوہ ازیں خود بھی محاذ پر تشریف لے جا کر جمعیت کی طرف سے سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ انہی خدمات کی بدولت آپ کو ''غازی کشمیر'' کا خطاب دیا گیا۔

9 مارچ 1949ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرار دادِ مقاصد پیش کی گئی تھی اس میں آپ کی مساعی کا بڑا دخل تھا۔ آپ نے عوام وخواص کے دلوں پر یہ بات نقش کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا ہے لہٰذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیاد پر مرتب ہونا چاہیئے۔

1953ء کی ''تحریک ختم نبوت'' میں متحدہ مجلس عمل کے چیئرمین چنے گئے اور بمع دیگر علماء گرفتار ہوئے۔ کراچی، سکھر، حیدر آباد کی جیلوں میں ایک سال تک نظر بند رہے۔ سکھر جیل میں درجۂ حرارت 125 ڈگری تھا۔ آپ دیگر چار علماء کے ساتھ صرف آٹھ مربع فٹ کوٹھڑی میں بند رہے۔ پھر سکھر سے لاہور منتقل کر دیئے گئے۔

آپ نے تفسیر الحسنات، اوراقِ غم، ترجمہ کشف المحجوب، فرشتۂ رحمت، شمیم رسالت، اظہار الاسقام، طیب

اوردہ شرح قصیدہ بردہ ،مظہر الاسرار، التبیان، صبح نُور، مونس الاطباء، قراطیس المواعظ، رجوم المومنین علی مانع الجماعۃ للمبتجدین، الناصح، رفیقِ سفر، مسدسِ حافظ اور دیوانِ حافظ وغیرہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔

2 شعبان المعظم 1380ھ بمطابق 20 جنوری 1961ء بروز جمعۃ المبارک آپ نے رحلت فرمائی اور مزار پُرانوار حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے احاطہ میں آخری آرام گاہ بنی۔ لوحِ مزار پر یہ قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے!

''مشہور مفسرِ قرآن جلیل المراتب سیّد ابوالحسنات''

......1380ھ......

بے نظیر و بے مثل و لاجواب ولا کلام — شاکر صابر مفسر عالمِ دینِ متین

واصلِ حق ہو گئے وہ ''ہادی ذی احترام'' — فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمدؔ لکھو

......1380ھ......

حضرت صابؔر براری مرحوم کراچوی نے بھی مندرجہ ذیل تاریخِ وفات کہی!

خطیبِ اہل سنت حق کے پیکر — وہ لختِ جان دیدارِ علی تھے

تھے اُس تحریک کے سالارِ لشکر — چلی ختمِ نبوت کی جو تحریک

''ابوالحسنات غازی قلندر'' — کہو تاریخِ رحلت اُن کی صابؔر

1961ء

ماخذ:-

1- ''تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور'' از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور 1975ء ص 315 تا 335

2- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 213

3- ''شمیم ولائت'' از ابومظہر چشتی مطبوعہ لاہور 1993ء ص 239

4- ''امیر ملّت اور تحریک پاکستان'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1994ء ص 48، 49، 57

5- ''خفتگانِ خاک لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 391، 392

6- ''فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا'' مطبوعہ لاہور 1984ء ص 41

7- ''جامع اردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1987ء ص 54

8- ''اجمل انوارِ رضا'' از مولانا حشمت علی لکھنوی مطبوعہ پیلی بھیت (انڈیا) 1945ء ص 8

9- ''جب امرتسر جل رہا تھا'' از خواجہ افتخار مطبوعہ لاہور 1982ء ص 86

10- ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' از مولانا اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ ملتان 1990ء ص 52، 350

11- ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء'' ص 81، 88

12- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 49

13- ''تاریخ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 44

14- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1976ء ص 46 تا 50

15- ماہنامہ ''نقوش'' لاہور، ''لاہور نمبر'' فروری 1962ء ص 913

16- ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر بابت 7 تا 14 اکتوبر 1945ء ص 3 تا 5

17- مجلّہ ''لب جو'' گولڈن جوبلی نمبر، گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ 1997ء ص 28، 183، 188، 194

مولانا عبدالصمد مقتدریؒ

(ف 1964ء)

مولانا عبدالصمد مقتدری بن مولانا غلام حامد کی ولادت بدایوں (بھارت) کے مشہور حمیدی خاندان میں ہوئی۔ مدرسہ عالیہ قادریہ و دارالعلوم شمس العلوم بدایوں میں مولانا محبّ احمد قادری، مولانا مفتی حافظ بخش و دیگر اساتذہ سے علومِ متداولہ میں فراغت حاصل کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے ''ملاّ'' کی ڈگری حاصل کی۔ 1915ء میں مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونیؒ (1915-1866ء) کے دستِ حق پر بیعت کی اور 31 مارچ 1923ء کو مولانا شاہ عبدالقدیر بدایونیؒ (1960-1893ء) سے اجازت وخلافت پائی۔

حصولِ تعلیم کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بدایوں میں عربی مدرس ہو گئے مگر جونہی تحریک خلافت کا غلغلہ بلند ہوا تو فوراً مستعفی ہو کر علی برادران کے حکم پر آگرہ کو اپنا مسکن بنالیا اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر کے تحریکِ خلافت کے پودے کی آبیاری کرنے لگے۔ دو اخبارات ''تبلیغ'' اور ''خلافت'' کا اجراء کر کے خلافت کے پیغام کو برصغیر کے کونے کونے میں پہنچایا۔ تمام ملک میں طوفانی دورے کر کے اپنی شعلہ بار تقاریر کے ذریعے خونِ مسلم کو گرما کے رکھ دیا۔ نتیجتاً آپ کو گرفتار کر کے سیتاپور جیسی سخت جیل میں پابہ زنجیر کر دیا گیا۔

آپ نے مولانا عبدالماجد بدایونیؒ (1931-1887ء) کے شانہ بشانہ تحریک خلافت اور شدھی تحریک میں حصہ لیا اور سیاست کے رموز ونکات انہیں سے سیکھے۔ 1935ء میں مسلم لیگ کی تاسیس ہوئی تو آپ اس میں شامل ہو کر سٹی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ 1937ء کے صوبائی الیکشن کے بعد بدایوں مسلم لیگ میں نئی روح پیدا ہوئی اور جلسے وجلوسوں کی بھرمار ہونے لگی۔ صوبہ مسلم لیگ یوپی کے کنوینز اور آرگنائزر کی حیثیت سے تحریک پاکستان کو منزل سے ہمکنار کرنے کے لئے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اُن کا اعتراف حضرت قائداعظمؒ (1948-1876ء)، مولانا حسرت موہانیؒ (1951-1878ء)، نواب محمد اسماعیل خاں میرٹھیؒ (1958-1883ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (1973-1914ء) جیسے اکابرین نے بھی کیا۔ آپ قیامِ پاکستان تک آل انڈیا مسلم لیگ کے کونسلر رہے۔ اس حیثیت سے آپ نے مسلم لیگ کی فلاح وبہبود کے لئے جو کچھ کیا وہ ایک علیحدہ باب کا متقاضی ہے۔ بدایوں مسلم لیگ تو آپ کی جیب میں تھی۔ صوبہ مسلم لیگ یوپی کا کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا تھا۔

1937ء کے انتخابات کے بعد جب بدایوں لوکل بورڈ آفس پر کانگرس کا جھنڈا لگایا گیا تو اس کے

جواب میں بدایوں مسلم لیگ نے آپ کی زیرِ قیادت بدایوں شہر میں بلدیہ کی عمارت پر مسلم لیگ کا جھنڈا لگانا طے کیا اور بلدیہ کے اجلاس سے باقاعدہ منظوری حاصل کی۔ چنانچہ نواب محمد اسماعیل خاں نے تشریف لا کر ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھوں سے جھنڈا نصب کیا اور رات کو شاندار جلسہ منعقد کیا گیا جس سے مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔

46-1945ء کے الیکشن میں آپ نے بدایوں، بریلی، سنبھل، مراد آباد اور پیلی بھیت کے علاقوں میں تن من دھن کی بازی لگا کر مسلم لیگ کو کامیاب کرانے کی جہد بلیغ کی۔ بدایوں کی سیٹ پر مسلم لیگی اُمیدوار پروفیسر اسرار احمد کے مقابلہ میں کانگرس نے ایک بہت بڑے رئیس اور سرمایہ دار سیّد مزمل حسین کو کھڑا کیا اور اپنے اُمیدوار کی ہر لحاظ سے نصرت و مدد کی مگر مولانا مقتدری اور اُن کے سرفروش ساتھیوں نے حالات کا پانسہ پلٹ کے رکھ دیا اور اس سیٹ پر 80 فیصد سے زائد ووٹ مسلم لیگ کے حق میں پڑے۔ حتیٰ کہ کانگرسی اُمیدوار نے بھی حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر اپنے تمام خاندان کے ووٹ مسلم لیگی اُمیدوار کو دے دیئے۔ آپ کی ان قربانیوں اور کوششوں سے متاثر ہو کر رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ نے قائداعظمؒ سے کہا تھا!

''مقتدری وہ شخص ہے کہ جس کے ہاتھ میں پورے صوبہ کی مسلم لیگ کی زمام ہے''۔

14۔ اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو دیگر مسلم لیگی لیڈروں کی طرح آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری ہو گئے۔ چنانچہ 13 دسمبر 1947ء کو بچ بچا کر بمعہ اہل خانہ کراچی تشریف لے آئے۔ ان دنوں کراچی کے خالق دینا حال میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس 13، 14، 15 دسمبر کو ہو رہا تھا۔ آپ بال بچوں کو بندرگاہ پر چھوڑ کر سیدھے اس اہم اجلاس میں شامل ہوئے۔ اجلاس کی کارروائی میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کے بعد آپ کو آل پاکستان مسلم لیگ کا کونسلر منتخب کیا گیا اور کراچی مسلم لیگ میں وہی مقام نصیب ہوا جو بدایوں مسلم لیگ میں تھا۔

مہاجرین کی آبادکاری میں خصوصی دلچسپی کے بعد صحافت کا پیشہ اپنا کر روزنامہ ''خورشید'' اور ماہنامہ ''ترجمان'' جاری کیئے۔ مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ مباخت الاذان، بریلوی تحریر کا شافی جواب، تحقیق البیان۔ 15 رجب 1384ھ بمطابق 20 نومبر 1964ء بروز جمعتہ المبارک آپ کی رحلت ہوئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (1970-1898ء) نے نماز جنازہ پڑھائی اور میوہ شاہ کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

حضرت صابر براریؒ آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخِ وفات کہا!

چل دیئے ہیں وہ بدایونی سیاسی رہنما رکنِ تحریکِ خلافت مولوی عبدالصمد
مل گیا غیب سے صابرؔ یہ اُن کا سالِ غم ''ہیں عزیزِ دین حضرت مولوی عبدالصمد''
1964ء

ماخذ:-
1- ''اکابرِ تحریکِ پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1979ء ص 151 تا 154
2- ''تذکرہ صمدیہ'' از محی الدین قادری مطبوعہ کراچی 1977ء متعدد صفحات
3- ''قائداعظمؒ اور صحافت'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1986ء ص 110
4- پندرہ روزہ ''مسلم لیگ نیوز'' لاہور بابت یکم تا 15۔اپریل 1992ء ص 72
5- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابرؔ براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 68

مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلیؒ
(ف1964ء)

مولانا صبغت اللہ شہید بن مولانا ہدایت اللہ بن مولانا شرافت اللہ، فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل سے 1331ھ/1913ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ انگریزی بھی پڑھی اور تدریس کی جانب متوجہ ہوئے۔ مدرسہ عالیہ فرنگی محل میں مدرس مقرر ہو کر علم و ادب کے خزانے لوٹائے۔ نہایت ذکی، ذہین تھے اور عربی ادب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ نہایت خوش بیان مقرر اور مایۂ ناز انشاء پرداز تھے۔ تحریر و تقریر میں یکساں ید طولیٰ حاصل تھا۔

''النظامیہ'' کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا تھا جو تقریباً چار سال تک جاری رہا اور برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ آپ نے اس رسالہ کے ذریعے انگریز حکومت کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں اور مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کی تلقین کی۔ جنوری 1918ء کا شمارہ مضامین کے لحاظ سے معرکتہ الآرا تھا۔ تحریکِ خلافت کے زمانہ میں حکومت نے اسے بند کر دیا۔ آپ نے ہمت نہ ہاری اور پھر ہفت روزہ ''خادم الحرمین'' جاری کیا جو انجمن خدام الحرمین کا آرگن تھا۔ آپ اس انجمن کے اسسٹنٹ سیکرٹری بھی تھے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے آپ کے فنِ خطابت کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے!

> ''خطابت وطلاقتِ لسانی کو خوب کام میں لائے۔ تقریر کی خوب مشق کر لی تھی اور تقریر مذہبی اور سیاسی موضوعات پر بڑی جوش کی اور بہترین رنگ کی کر لیا کرتے تھے خصوصاً میلاد نبویؐ کی محفلوں میں اور محرم کی مجلسوں میں دور دور سے بلائے جاتے تھے اور بمبئی کے سیٹھوں نے اُن کی خدمت اس نام سے اپنے اوپر لازم کر لی تھی۔''

شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ آرزوؔ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ دوسرے شاعروں سے بھی نوک جھوک رہتی تھی۔ انتہائی شوخ مزاج اور زندہ دل تھے۔

1937ء میں جب قائد اعظمؒ نے مسلم لیگ کی باگ ڈور سنبھال کر ایک ولولہ تازہ بخشا تو برصغیر کے علماء و مشائخ اہلسنت نے مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس کی مکمل تائید و حمایت کی۔ فرنگی محل سے مولانا قطب

الدین عبدالوالی، مولانا عنایت اللہ اور مولانا جمال میاں کے ساتھ آپ نے بھی دیوانہ وار مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے اپنے شب و روز اس کی ترقی میں صرف کر دیئے۔ اگرچہ آپ نے مسلم لیگ میں کوئی بڑا عہدہ قبول نہ کیا مگر آپ کی خدمات اس قدر درخشاں ہیں کہ بڑے بڑے عہدیدار اُن کی گردِ راہ کو بھی نہیں پا سکتے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب فرنگی محل کے یہ مجاہد مسلم لیگ کی حمایت میں دوروں پر نکلتے تو لوگ دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے تھے۔ کانگرس کے نمک خوار مولوی مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت بتاتے تھے۔ حضرت قائداعظمؒ کو کافرِاعظم" کہتے تھے اور پاکستان کو پلیدستان کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔ لیکن جب ان علمائے حق کا نورانی قافلہ پاکستان کے حق میں دلائل کے انبار لگاتا تو اُن کو سوائے راہِ فرار کے کچھ اور نہ سوجھتا۔

مخالفین پاکستان نے پاکستان بننے کے بعد بھی اپنے نظریئے کو تبدیل نہ کیا اور پوری ڈھٹائی سے اس پر قائم رہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جس پاکستان کو وہ پلیدستان کہتے رہے، آخر کار اُسی پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے مگر افسوس کہ اُن کے ذہن پھر بھی درست نہ ہوئے۔ 21۔ اگست 1951ء کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں تقریر کرتے ہوئے مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری (1961-1891ء) نے مجلس احرار کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا!

"یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت کی۔ لیکن جو کچھ کیا اور جو کچھ صحیح سمجھا وہی کیا۔ ہمارا ضمیر اُس وقت بھی مطمئن تھا اور آج بھی شرمندہ نہیں ہے۔"

1940ء میں جبل پور میں مسلم لیگ کی ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں آپ نے بڑی پُرجوش تقریر کی جس سے جبل پور اور مضافات میں مسلم لیگ کو زبردست سیاسی استحکام ملا۔ اس کانفرنس میں آپ کے ساتھ مولانا حسرت موہانی (1951-1878ء)، مولوی ظہور احمد ایڈووکیٹ الہ آباد (ف 1942ء) اور بہار مسلم لیگ کے روحِ رواں سیّد عبدالعزیز (1948-1885ء) بھی شامل تھے۔

پاکستان بننے کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادے حبیب میاں پاکستان ہجرت کر آئے تھے۔ دسمبر 1964ء میں انہیں ملنے کے لئے آپ ڈھاکہ جا رہے تھے کہ کلکتہ میں طبیعت بگڑ گئی اور ذرا سی دیر میں حالت اتنی نازک ہو گئی کہ ڈھاکہ کا سفر جاری رکھنے کی بجائے کلکتہ کے اسلامیہ ہسپتال میں انہیں پہنچا دیا گیا۔ وہاں دو دن کی شدید علالت کے بعد 24 دسمبر کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ 25 دسمبر کو کلکتہ سے میت ریل

کے ذریعے لکھنؤ لائی گئی اور یہیں آخری آرام گاہ بنی۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے — زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ تاریخ وصال کہی!

مشہور تھے جہاں میں حضرت فرنگی محل — مردِ شہید و عابد مولانا صبغت اللہ

سالِ وفات اُن کا کہہ دیجئے یہ صابر — ''طبع لطیف ساجد مولانا صبغت اللہ''

1964ء

ماخذ:-

1- ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' ازمولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ 1930ء ص 73

2- ''معاصرین'' ازمولانا عبدالماجد دریا آبادی مطبوعہ کراچی سن ندارد ص 196

3- ''یادِ رفتگاں'' جلد اوّل از ماہر القادری مطبوعہ لاہور طبع دوم 1986ء ص 352 تا 354

4- ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور بابت 7 فروری 1978ء

5- ''تعارف علماء اہلسنت'' ازمولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور 1979ء ص 130

6- ''تاریخ کانپور'' از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54

7- ''حسرت موہانی'' (حیات اور کارنامے) از ڈاکٹر احمد لاری مطبوعہ لاہور 1999ء ص 116، 118

مفتی محمد صاحب داد خانؒ
(1898-1965ء)

مولانا مفتی محمد صاحب داد خاں کی ولادت 1898ء میں لونی ضلع سبی (بلوچستان) میں ہوئی۔ قرآن مجید کی تعلیم خواجہ محمد شاہ سے حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد یوسف (لانڈھی مضافات بھاگ، قلات) سے عربی، فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر سندھ کی مختلف درس گاہوں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1917ء میں مدرسہ قاسمیہ گڑھی یاسین ضلع سکھر میں مولانا محمد قاسم سے سندِ فراغت حاصل کی۔ 1921ء میں سلطان کوٹ ضلع سکھر میں مستقل رہائش اختیار کرلی اور تبلیغ وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ کچھ عرصہ رانی پور اور سندھ مدرسہ کراچی میں پڑھاتے رہے۔ جولائی 1934ء میں ریاست قلات کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ 1935ء میں کوئٹہ کے تباہ کن زلزلے کے بعد پھر سلطان کوٹ لوٹ آئے۔ سیّد محمد صبغت اللہ پیر پگارا رحمتہ اللہ علیہ نے جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ ضلع خیر پور میرس (سندھ) کی بنا ڈالی تو آپ شیخ الجامعہ مقرر ہوئے اور تاحیات خدمات سرانجام دیتے رہے۔

1939ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوکر کانگرسی حکومت کے خلاف مسجد منزل گاہ سکھر کی آزادی کی تحریک میں حصہ لیا۔ سندھ میں مسلم لیگ کو منظم کرنے کے لئے فعال جدوجہد کی۔ 1945-46ء کے انتخابات میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کے لئے بھرپور دورے کئے۔

آپ نے ماہنامہ ''اسلام'' کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جمعیت اہلسنت صوبہ سندھ کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں البلاغ المبین، فتاویٰ الھمایونی، اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماع موتی وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کی رحلت 29۔ اگست 1965ء بروز اتوار ہوئی۔ سلطان کوٹ ضلع سکھر میں آخری آرام گاہ بنی۔

راقم الحروف صادقؔ قصوری نے یہ قطعۂ تاریخِ وصال کہا!

حضرت صاحب داد خاں مفتی سندھ میں تھے صاحبِ عزت
علم اور فضل کی زمانہ میں ہوئی اُن کی ہر سُو شہرت
تھا صادقؔ کو مطلوب سنِ وصال آئی ندا کہو ''ساغرِ قُدرت''
1965ء

ماخذ:-

1- ''انسائیکلو پیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص1005، 1006
2- ''تذکرہ اکابر اہلِ سنت'' از عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور 1976ء ص188، 189

مولانا سیّد محمد ناصر جلالیؒ

(1887-1965ء)

مولانا سیّد محمد ناصر جلالی بن مولانا سیّد امیر حمزہ (1860-1907ء) بن سید امیر شاہ نقوی جلالی 1887ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ کچھ دن مدرسہ فتح پوری دہلی میں مولانا محمد عمر سے بھی پڑھا۔ بعد ازاں دار العلوم فرنگی محل لکھنؤ میں مولانا عظمت اللہ، مولانا سلامت اللہ (ف1928ء) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی (1878-1926ء) سے حدیث پڑھی۔ ایک عرصہ تک مسجد حوض والی دہلی میں درس دیا۔

آپ عربی فارسی کے قادر الکلام شاعر اور ادیب تھے۔ سحر البیان واعظ تھے۔ بہت سے اخبارات اور رسائل دہلی اور حیدر آباد سندھ سے نکالے۔ کانگرس اور تحریک خلافت کی تحریکوں کے بانیوں میں سے تھے اور ان کے روح رواں رہے۔ ان تحریکوں میں سرگرم حصہ لیتے ہوئے دیہاتوں اور شہروں میں انقلابی سپرٹ پیدا کی۔ مولانا محمد علی جوہر (1878-1931ء) کے شیدائی تھے اور اُن کے ساتھ ہی کانگرس کو خیر باد کہہ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ سیاسی تحریکوں میں بہت سی زحمتیں اُٹھائیں، ماریں کھائیں مگر جس بات کو حق سمجھا وہ ڈنکے کی چوٹ کہی۔ کسی سے خوفزدہ نہیں ہوئے۔ دہلی کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ یہاں بھی علمی، ادبی اور سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ماہنامہ ''آرزو'' جاری کیا۔ کراچی ریڈیو سے اپنے فصیح و بلیغ مواعظِ حسنہ سے عوام و خواص کو لطف اندوز کرتے رہے۔ پچاس کے قریب کتابیں لکھیں۔ آپ کے برادرِ خورد مولانا سید حامد جلالی (1904-1973ء) نے بھی آپ کے شانہ بشانہ خدمات انجام دیں جن کے حالات اس کتاب میں کسی دوسری جگہ دیئے جا رہے ہیں۔

مولانا ناصر جلالی کی رحلت 7 رمضان المبارک 1385ھ/ 31 دسمبر 1965ء کو کراچی میں ہوئی اور وہیں سپردِ خاک ہوئے۔

حضرت صابر براری نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ رحلت کہا!

کراچی کے مولانا ناصر جلالی	ہوئے آج دنیائے فانی سے رخصت
وہ فاضل تھے عربی اور فارسی کے	تھے سحرالبیاں ، بادشاہِ خطابت
تھے ماہنامہ آزاد کے بھی وہ بانی	ہوئی جس سے دین وادب کی اشاعت
کہو سر جُدا کرکے ابجد کا صابر	'' یہ ناصر جلالی ہیں یہ باغ جنت ''

1965+1=1966ء

ماخذ:-

1- '' تذکرہ اکابر اہلسنت '' از مولانا محمد عبدالحکیم شرفؔ قادری مطبوعہ لاہور 1976ء ص 127

2- '' حاجی امداداللہ مہاجر مکّی اور اُن کے خلفاء '' از قاری فیوض الرحمٰن مطبوعہ کراچی 1984ء ص 265

3- '' میرے زمانے کی دلّی '' از ملا واحدی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص 324

4- '' نزہتہ الخواطر '' جلد ہشتم از حکیم سیّد عبدالحی لکھنوی مطبوعہ کراچی 1976ء ص 124

5- '' وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان '' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 293

6- '' علامہ اقبالؒ اور اُن کی پہلی بیوی '' از سیّد حامد جلالی مطبوعہ کراچی اپریل 1996ء ص 19

7- '' جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا '' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 1508

8- '' تاریخ رفتگاں '' جلد سوم از صابرؔ براری کراچی 2000ء ص 72

مولانا محمد ابراہیم علی چشتیؒ

(1917-1968ء)

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی بن مولانا محرم علی چشتی (1863-1934ء) بن مولوی احمد بخش یکدل چشتی (1797-1867ء) کی ولادت 16۔ اگست 1917ء کو قطب البلاد لاہور میں ہوئی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کرنے کے بعد 42-1941ء میں شعبۂ صحافت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ڈپلومہ ان جرنلزم میں اوّل پوزیشن حاصل کی، پھر ایل ایل بی کیا۔ طبیعت شروع ہی سے سیاست کی طرف مائل تھی چنانچہ آپ نے 1936ء میں ''انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ'' قائم کی اور 1937ء میں اس کا نصب العین ''خلافتِ پاکستان'' قرار دیا۔ خلافت پاکستان کا نقشہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور کشمیر سے شروع ہو کر دہلی، آگرہ، لکھنؤ، گنگا جمنا کا طاس ایک کاریڈور یعنی خطۂ اتصال کی شکل میں بنگال اور آسام سے مل کر مکمل ہوتا تھا۔ انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ لاہور کے کالجوں میں تعلیم پانے والے مسلم طلبہ کی تنظیم تھی۔ علامہ اقبال (1877-1938ء) اس کے روحانی سرپرست تھے اور آپ اس کے جنرل سیکرٹری تھے۔ نیز اُس زمانے میں آپ کا تعارف ایک بہترین مقرر کے طور پر ہوتا تھا۔

1939ء میں جب مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (1915-2001ء) نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت سنبھالی تو آپ اس کے سیکرٹری جنرل اور ناظم امور خارجہ مقرر ہوئے۔ اسی سال مولانا نیازی نے آپ کے مشورہ سے آل انڈیا مسلم لیگ کے سامنے ''خلافت پاکستان سکیم'' پیش کی۔ 1941ء میں فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس منعقد کی گئی جس میں ''خلافتِ پاکستان'' کا منشور اور حصول کا طریقہ کار پیش کیا گیا۔ 1944ء میں آپ کی رہنمائی میں ایک مشہور کتاب ''پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا؟'' میاں محمد شفیع (1914-1993ء) اور مولانا نیازی نے شائع کی۔

آپ نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کو آگے بڑھایا۔ برصغیر پاک و ہند میں ''خلافتِ پاکستان'' کے نظریہ کو مقبولِ عام بنانے میں شبانہ روز کوشش کی۔ ''خلافت پاکستان سکیم'' پر مشتمل نقشہ ''انٹر مسلم برادر ہڈ'' نے شائع کر کے تمام ہندوستان میں پھیلا دیا تھا جو عرصہ تک ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں خبروں اور تبصروں کا موضوع بنا رہا۔

1940-41ء میں ''پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے سلسلے میں قائداعظمؒ سے آپ کی خط و کتابت ہوتی رہی جو جناب سرفراز حسین مرزا کی کتاب ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' مطبوعہ لاہور 1978ء کے صفحات 11، 12، 15 اور 50، 51 پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت قائداعظمؒ سے کس درجہ عقیدت و محبت تھی۔ ستمبر۔ اکتوبر 1941ء میں آپ نے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے ساتھ دہلی میں قائداعظمؒ سے ملاقات بھی کی۔

1941ء میں آپ نے ''تحریکِ رفاقت'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں میں سیاسی اختلافات کی موجودگی میں بھائی چارہ اور رفاقت پیدا کی جائے۔ چند سال تک اس تحریک کو بڑے زور وشور سے چلایا تا کہ سیاسی اور مذہبی اختلافات بجائے خود رکھتے ہوئے بھی صلح وآشتی کے ماحول میں ایک دوسرے کا نقطۂ نگاہ سمجھا جائے۔ 1946ء کے عمومی انتخابات کے موقع پر وزیراعظم پنجاب خضر حیات ٹوانہ (1900-1975ء) نے ''تحریک رفاقت'' کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کرنا چاہا تو آپ نے زبردست مخالفت کی اور اس تحریک کو ختم کر کے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور قیامِ پاکستان تک مسلم لیگ کی دل وجان سے خدمت کی۔

1946ء میں مسلم لیگ نے علماء مشائخ کی حمایت حاصل کرنے کیلئے مشائخ کمیٹی بنائی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا۔ چنانچہ بنارس کی ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' میں آپ نے مسلم لیگ کی طرف سے شرکت فرما کر پاکستان کے حق میں مشہور قرارداد پاس کروائی جس کی رو سے ملک بھر کے علماء ومشائخِ اہلسنت نے نظریۂ پاکستان کیلئے کام کرنا شروع کیا۔ اس تحریک میں آپ کو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (1841-1951ء)، حضرت سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی (1894-1961ء)، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہور (1896-1961ء) اور صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی (1883-1948ء) کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔

1946ء ہی میں جب مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کی کشمکش فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہوگئی تو آپ ایک دفعہ پھر میدان میں اترے۔ جب صوبائی مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے تمام اراکین کو گرفتار کرلیا گیا تو آپ تحریکِ سول نافرمانی کی رہنمائی کرتے ہوئے جیل بھیج دیئے گئے۔ سلسلہ چشتیہ کی معروف گدیوں تونسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے قابل احترام سجادہ نشینوں کے بے پناہ اثر ورسوخ کو مسلم لیگ کیلئے حاصل کرنے میں آپ کا بہت زیادہ دخل ہے۔ غرضیکہ آپ کی ذات سے مسلم لیگ کو بہت زیادہ تقویت ملی۔

1953ء تک تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ اس دوران آپ نے جس اولوالعزمی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انکوائری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی روئیداد آپ کے استقلال کی بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ اس تحریک میں قید وبند کی تکالیف سے بھی نبرد آزما ہوئے۔ آپ کے جگری دوست مجاہدِ ملّت مولانا عبدالستار خاں نیازی کو تو سزائے موت ہوئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوگئی۔

عشقِ رسول ﷺ آپ کے رگ وپے میں سمایا ہوا تھا چنانچہ حضور ﷺ کی اتباع میں ہمیشہ کھدّر پہنا اور مٹی کے برتنوں میں کھانا کھایا۔ آپ چارپائی پر ہمیشہ کھجور کی چٹائی ڈال کر سوتے تھے۔ آپ کی دوستی کا معیار اسلام اور صرف اسلام تھا۔ عقائد کی پختگی کے لحاظ سے چٹان اور میدانِ عمل کے شہسوار تھے۔ ساری زندگی مجرّد رہے مگر اُن کا دامن جوانی کی لغزشوں اور آلودگیوں سے سراسر پاک تھا۔

آپ نے تمام زندگی فقر وفاقہ، تنگ دستی وعسرت کو بہ طیبِ خاطر قبول کیا اور اپنے انتقال کے وقت ایک پیسہ کی بھی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہ چھوڑی۔ 1935ء میں "پیسہ اخبار" کے جس کرایہ کے مکان میں رہتے تھے 1968ء میں وہیں سے اُن کا جنازہ اُٹھا۔ یہ حال اُس شخص کا تھا جس کا شمار پاکستان کے معماروں میں کیا جاتا ہے۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی ایک کتابیں بھی یادگار چھوڑیں!

1- تزکِ ہٹلری وتورۂ ہٹلری (ہر ہٹلر کی خودنوشت سوانح حیات کا اُردو ترجمہ، دو جلدوں میں چھپ چکا ہے)۔
2- ملفوظاتِ بابا بلند کوہی
3- منشور خلافتِ پاکستان
4- انگریز کا راج کیوں ختم ہوا؟ (انگریزی سے ترجمہ)
5- اُردو قرآن مجید (مطبوعہ لاہور 1358ھ)
6- اُمت اور سنّت (ترجمہ از مثنوی مولانا رومؒ)
7- پاکستان کے لئے جدید اسلامی دستور
8. A Treasure of General Knowledge.
9. A Draft Modern Islamic Constitution for Pakistan.
10. The Concise Encyclopaedia of Islamic General Knowledge.

آپ نے پاکستان میں اسلامی نظام کے لئے جو مساعی جمیلہ کیں اُن کا ذکر خاصی طوالت کا متقاضی ہے۔ اس جہاد میں اُن کے دونوں پھیپھڑے خراب ہو گئے، خون میں شکر نارمل سے تین سو فیصد سے زائد ہو گئی جس سے گلا اور بصارت متاثر ہوئے لیکن ان حالات میں آپ اپنی تکالیف کو زبان پر نہ لائے۔

آخر اسی مرض میں 10 جولائی 1968ء/ 13 ربیع الثانی 1388ھ بروز جمعۃ المبارک اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! نماز جنازہ مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری لاہوری (1901-1978ء) نے پڑھائی اور حکیم محمد انور بابری (1922-1977ء)، علامہ علاؤالدین صدیقی (1907-1977ء)، میاں محمد شفیع (م ش، 1914-1993ء)، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (1919-1995ء)، خان عبدالوحید خاں سابق مرکزی وزیر اطلاعات (1914-1984ء)، مولانا قیوم الٰہی عرفانی سابق خطیب بادشاہی مسجد لاہور (ف 1991ء)، مسعود احمد کھدر پوش سابق ناظم اوقاف پنجاب (1915-1985ء)، حکیم ملّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (1927-1990ء)، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی لاہور (1923-1998ء) ودیگر بہت سے معروف حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور اس مردِ قلندر کو بادشاہی مسجد کے قریب سپردِ خاک کر دیا گیا۔

بہت سے شعراء نے قطعہ ہائے تاریخ وصال کہئے۔ ابوظفر نازش رضوی کا قطعہ درج ذیل ہے۔

چو ابراہیم علی چشتی مردِ نیک سرشت | زقیدِ دارِ فانی شُد بامرِ حق آزاد
زگریہ قطرہ خونیں دو دیدہ بیش چکید | دلِ حزیں منِ زار نیز در فریاد
برائے مادۂ سالِ فوت چوں جُستم | ندائے ہاتفِ غیب آمد اے بلند نہاد

ز رُوئے تعمیہ گر دو عدد اضافہ کنی
برآیدت کہ ''بخلد بریں مقامش باد''
2+1386=1388ھ

ماخذ:-

1- ''تاریخ جلیلہ'' از پیر غلام دستگیر نامی، مطبوعہ لاہور 1960ء (تکملہ) ص 15
2- ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' از سرفراز حسین، مطبوعہ لاہور 1978ء ص 11، 12، 15، 50، 51، 436
3- ''وے صورتیں الٰہی'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 17 تا 22

4- ''مجاہد ملت'' جلد اول، از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1996ء ص 39 تا 42
5- ''وفیات مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص ۷
6- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اول از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 38 تا 45
7- ''لاہور کے چشتی خاندان کی اُردو خدمات'' از ڈاکٹر گوہر شاہی، مطبوعہ لاہور 1993ء ص 209، 293
8- ماہنامہ ''نقوش'' لاہور، ''لاہور نمبر'' فروری 1962ء ص 944
9- روزنامہ ''کوہستان'' لاہور 13 جولائی 1968ء ص 2
10- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 7۔ اگست 1968ء ص 2، 14 جنوری 1973ء، 7۔ اگست 1974ء،
15 جنوری 1993ء
11- روزنامہ ''مشرق'' لاہور 4 اگست 1968ء ص 4
12- مکتوب گرامی مولانا عبدالقدیر نعمانی بنام راقم الحروف محررہ از لاہور مورخہ 21۔ اکتوبر 1974
13- مکتوب گرامی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بنام راقم الحروف محررہ از لاہور 26 ستمبر 1974ء
14- مکتوب گرامی مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی بنام راقم الحروف از لاہور
15- مکتوبِ گرامی میاں محمد شفیع (م۔ش) بنام حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری از لاہور محررہ 27 جولائی 1974ء
16- ''انسائیکلو پیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 968 تا 969
17- ''جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مطبوعہ لاہور 1996ء ص 476
18- ''یارانِ مکتب'' جلد اوّل از بیدار ملک، مطبوعہ لاہور 1986ء ص 262، 272، 282، 285، 288
19- ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء'' ص 88، 92

مولانا عبدالکریم آف کوئٹہ

(1906-1969ء)

مولانا حافظ عبدالکریم بن مولانا حافظ شیخ احمد کی ولادت باسعادت 2 جنوری 1906ء کو روجھان ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ غلام فریدؒ (1845-1901ء) کے مقربین خاص میں سے تھے اور انہی کے حکم پر روجھان کی جہالت گرفت اور پسماندہ فضا میں علم و دانش کے چراغ فروزاں کرنے پہنچے تھے۔ ایک عرصہ تک اس خطے کو اپنی روشنی طبع سے سرفراز فرمایا۔

مولانا عبدالکریم نے والد ماجد سے کسبِ فیض کیا۔ عربی، فارسی اور اردو کے زبردست عالم تھے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے شرفِ بیعت تھا۔ علومِ جدیدہ کی تکمیل کے بعد پہلے رُوجھان اور پھر سرگودھا ڈویژن میں علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ نواب اسداللہ خاں رئیسانی آپ کی علمی لیاقت اور معلمانہ صلاحیت کے معترف ہو کر انہیں 1921ء میں بلوچستان لے آئے۔ نواب غوث بخش رئیسانی (1922-1987ء) کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ ہی کی آغوشِ شفقت میں ہوئی۔ مستونگ میں خانِ قلات میر احمد یار خاں (1902-1977ء) نے ایک دارالعلوم قائم کیا جہاں آپ نے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ بعدازاں نواب قیصر خاں مگسی آپ کو اپنے ہمراہ جھل لے گئے اور مگسی قبیلے کے نوجوانوں کو تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ آپ کے شاگردوں میں نواب یوسف علی عزیز مگسی (1908-1935ء) اور میر سیف اللہ مگسی معروف ہیں۔

جب نواب یوسف علی عزیز مگسی کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے جامعہ یوسفیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا عبدالکریم نے نواب صاحب سے بھرپور تعاون کیا اور جامعہ کا نصاب تیار کر کے خوب زور و شور سے علمی خدمات انجام دیں۔ آپ کو "ناظم جامعہ" کہا جاتا تھا۔ غرض آپ نے آخر دم تک بلوچستان میں تعلیمی، علمی اور ادبی خدمات بحسن و خوبی انجام دیں۔

جون 1938ء میں نواب اسداللہ خاں رئیسانی کی قائداعظمؒ (1876-1948ء) سے ملاقات ہوئی۔ قائداعظمؒ نے نواب صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ بلوچستان میں مسلم لیگ کو قائم کیا جائے۔ اس سلسلے میں نواب صاحب نے مولانا حافظ عبدالکریم کا نام پیش کیا۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھنے

میں نہایت سرگرمی، محنت اور مجاہدانہ لگن سے حصہ لیا۔ جولائی 1939ء میں قائداعظمؒ کے یکے بعد دیگرے تین تار موصول ہونے کے بعد آپ کوئٹہ میں مستقل طور پر شفٹ ہو گئے اور قاضی محمد عیسیٰ (1976-1913ء) کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کی تعمیر وترقی میں مصروفِ عمل ہو گئے۔

بلوچستان مسلم لیگ نے 29 ستمبر 1939ء کو ہفتہ وار اخبار ''الاسلام'' کے نام سے آپ کی ادارت میں کوئٹہ سے جاری کیا۔ اس کا ماٹو تھا!

خدا و مصطفیٰؐ کا نام لے اور کام کرتا جا
مبارک ہے یہ خدمتِ اسلام کرتا جا

مولانا عبدالکریم تنہا ایک مدیر کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ ''الاسلام'' کے اکثر اداریئے اور مضامین وہ بلوچستان کے طول وعرض کے دوروں کے دوران لکھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالواحد عثمانی بدایونی (ف 1975)، نواب بہادر یار جنگ (1944-1905ء) اور دیگر مسلم لیگی زعماء جب بھی اس خطے کے دورے پر آئے تو مولانا اُن کے ساتھ رہے بلکہ ہر مقام اور ہر خطے میں اُن کی تقاریر نے عوام کو متاثر کیا۔ اندازِ تقریر منفرد، دلکش اور متاثر کن تھا۔ اکثر سیرت النبی ﷺ اور مذہبی جلسوں سے بھی خطاب کرتے تھے۔

مولانا عبدالکریم نے اپنے علمی تبحر اور محنت سے ''الاسلام'' کو ایک معیاری اور ہر دلعزیز اخبار بنایا۔ حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں ''الاسلام'' نے بہت کارآمد، مفید اور نتیجہ خیز کام کیا۔ آپ کا تعلیمی تجربہ اور سیاسی سوجھ بوجھ اسے چار چاند لگاتی رہی۔ اس میں آل انڈیا مسلم لیگ اور مقامی صوبائی خبریں ہوا کرتی تھیں۔ کانگرس اور نظریۂ پاکستان کی مخالف دیگر جماعتوں کے اعتراضات کے مدلل جواب، تعلیمی اور معلوماتی مضامین بھی چھپا کرتے تھے۔

قاضی محمد عیسیٰ اس وقت بلوچستان مسلم لیگ کے صدر تھے اور مسلمانانِ ہند کی آزادی کے لئے اُن میں ایک ایمانی تڑپ تھی لہٰذا انہوں نے ''الاسلام'' کو جاری رکھنے کے لئے سرمایہ مہیا کیا اور اس اخبار کو کانگرس، انجمن وطن اور نیشنل پارٹی کے ترجمان ''استقلال'' (جو قائداعظمؒ اور مطالبۂ پاکستان کے خلاف شد ومد سے لکھتا تھا) کے مقابلے میں زیادہ مقبول بنایا۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اسی اخبار کی وجہ سے بلوچوں میں تحریک پاکستان کا شعور اُبھرا تو بے جا نہ ہوگا۔

جون 1943ء میں قائداعظمؒ پہلی بار بلوچستان تشریف لائے تو 26 جون کو جیکب آباد کے ریلوے اسٹیشن پر میر جعفر خان جمالی (1967-1901ء)، سردار محمد عثمان خان جوگیزئی (1996-1912ء)

کے ساتھ مولانا عبدالکریم بھی پُر جوش استقبال میں شریک تھے۔ اس کے بعد جب قائداعظمؒ کوئٹہ پہنچے تو اسٹیشن سے جلسہ گاہ تک شاندار جلوس نکالا گیا۔ قائداعظمؒ کی کار کے پیچھے پیچھے مولانا عبدالکریم بھی جلسہ گاہ پہنچے اور آپ نے قائدؒ سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے رہے۔

دورہ کے اختتام پر آپ نے ''الاسلام'' میں ''قائداعظمؒ سے والہانہ عقیدت'' کے عنوان سے جو اداریہ لکھا وہ خاصے کی چیز ہے۔ ملاحظہ فرمائیے!

''جمعۃ المبارک'' ''الاسلام'' کوئٹہ 2 جولائی 1943ء''

حضرت قائداعظمؒ کی تشریف آوری کی تقریب مسلمانانِ بلوچستان کیلئے کچھ کم ہی سعید نہ تھی کہ اُن کی تشریف آوری پر مسلمانانِ بلوچستان اپنی عقیدت کے بے پناہ مظاہروں سے غافل رہتے۔ لہٰذا قائداعظمؒ کی تشریف آوری پر مسلمانانِ بلوچستان نے ہماری اُمیدوں سے اس دفعہ بڑھ چڑھ کر اپنی والہانہ عقیدت کے مظاہرے کئے اور اُن کے نزول اجلال پر اپنے محترم قائداعظمؒ کی ذات سے متعلقہ اپنے محبت آمیز جذبات کے ماتحت ایسا شاندار استقبال کیا اور اس قدر شاہانہ جلوس نکالا کہ اس کے پیش نظر بلاشبہ یہ واقعہ ایک حقیقت بن چکا ہے کہ بلوچستان کی تاریخ ایسا شاندار استقبال اور شاہانہ جلوس پیش کرنے سے قاصر ہے اور آئندہ بھی شاید قاصر رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے دلوں کے بادشاہ کے شایان شان بھی ایسا ہی عظیم الشان جلوس اور استقبال ہوسکتا تھا۔ قائداعظمؒ نے مسلمانانِ بلوچستان کو خطاب فرماتے ہوئے استقبال اور جلوس کے اس شاہانہ طمطراق پر اُن کی دلی محبت وعقیدت کا معائنہ فرما کر فرمایا! ''ایسے عظیم الشان جلوس پر بادشاہ کو بھی فخر ہوسکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی بادشاہ بھی ہوتا تو اُسے بھی آج کے اس بڑے جلوس پر فخر ہوسکتا ہے۔ میں آج کوئٹہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ مسلمانانِ بلوچستان دوسرے مسلمانانِ ہند سے پیچھے نہ رہیں گے اور نہ پیچھے ہیں۔'' قائداعظمؒ نے مسلمانانِ بلوچستان کی والہیت وشیدائیت اور اتحاد و تنظیم کے روح پرور جذبات ومناظر کا مطالعہ فرما کر فرمایا کہ ہم اس اتحاد اور تنظیم سے بالآخر پاکستان لے کر ہی رہیں گے۔

''قیامِ پاکستان کے بعد استحکامِ پاکستان کی بھرپور خدمات بجالاتے رہے۔ 1947ء میں اپنا علیحدہ ہفت روزہ ''میزان'' جاری کیا جس سے تادمِ آخر منسلک رہے۔ ''دین ودنیا'' کے نام سے ایک کتاب بھی

ترتیب دی جس میں اُن کی چالیس تقاریر شامل ہیں جو انہوں نے کوئٹہ ریڈیو کے قیام 1956ء تا 1967ء کی تھیں۔ اِن تقاریر کے چند عنوانات یہ ہیں: ''حضور نبی کریم ﷺ منتظم کی حیثیت سے''، ''اخلاق نبویؐ''، ''عید میلاد النبی ﷺ''، ''حضور ﷺ کی مقدس زندگی مسلسل جہاد رہی''، ''حضور کریم ﷺ کی عید''، ''شب معراج کی اہمیت''، ''حضور پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ''۔ انداز تحریر نہایت شستہ، توانا اور دل پذیر ہے۔

تحریکِ آزادی کا یہ بے لوث مجاہد، استحکامِ پاکستان کا انتھک کارکن اور بلوچستان میں تحریک پاکستان کا پہلا نقیب 19 فروری 1969ء کو کوئٹہ میں رحلت کر گیا مگر اُس کی جلائی ہوئی شمعیں اب تک روشن ہیں جن سے پورا بلوچستان منور ہو رہا ہے۔

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا!

تھے مدیر محترم ، اخبار ''الاسلام'' کے	یوں جہاں میں پُر ضیاء ہیں مولوی عبدالکریم
آج اہلِ کوئٹہ کے لب پہ ہے صابر یہی	''خُلد میں شیریں لقا ہیں مولوی عبدالکریم''

1969ء

ماخذ:-

1- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلوچستان میں'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ لاہور 1983ء ص 342 تا 344

2- ''سرورِ کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ کوئٹہ 1997ء ص 313 تا 315

3- ''جدوجہدِ آزادی میں بلوچستان کا کردار'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ لاہور 1991ء ص 337، 494

4- ''قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ کوئٹہ 1990ء ص 323 تا 327

5- ''تحریک پاکستان اور صحافت'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ کوئٹہ 1997ء ص 217 تا 221

6- ''صحافت ہند و پاکستان میں'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور 1982ء ص 260

7- ''بلوچستان آزادی کے بعد'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ 1997ء ص 91، 93

8- ''انسائیکلوپیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 691

9- ''قائداعظمؒ، تحریک پاکستان اور صحافتی محاذ'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ کوئٹہ 2001ء ص 70

مولانا عبدالحامد بدایونیؒ

(1898-1970ء)

فخرِ اہلسنت مولانا عبدالحامدؒ بن مولانا حکیم عبدالقیوم قادریؒ (1867-1900ء)، بن حافظ مرید جیلانیؒ (1848-1880ء)، بن مولانا محی الدین قادریؒ (1827-1854ء) بن سیف المسلول مولانا شاہ محمد فضل رسول قادریؒ (1798-1873ء) بن مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قادریؒ (1763-1847ء) کی ولادت باسعادت 1316ھ/ 1898ء میں برصغیر کے مردم خیز خطے بدایوں کے مشہور عالم عثمانی خاندان میں ہوئی۔ مدرسہ شمس العلوم بدایوں سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی (1866-1915ء) سے بیعت و خلافت کی سعادت حاصل کی۔ پھر مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں مدرس و مفتی اور بدایوں کی جامع مسجد میں خطیب رہے۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز 1914ء میں کیا۔ تحریکِ خلافت میں سرگرم کردار ادا کیا۔ آپ نے علی برادران کے مخلص ساتھی، رکن آل انڈیا خلافت کمیٹی، جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی بدایوں کی حیثیت سے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ مولانا حسرتؔ موہانی (1878-1951ء)، مولانا آزاد سبحانی (1882-1957ء) اور اپنے برادر بزرگ مولانا عبدالماجد بدایونی (1887-1931ء) کے ساتھ آپ کے طویل دوروں اور پُر جوش تقاریر کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پہلی مرتبہ دسمبر 1918ء میں شرکت کی۔ یہ اجلاس مولوی اے کے فضل الحق (1873-1962ء) کی زیرِ صدارت دہلی میں ہوا تھا۔ اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلی بار کثیر التعداد علماء نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی (1878-1926ء) کی زیرِ قیادت شرکت کی تھی۔ آپ نے اس اجلاس سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد 1937ء کے لکھنؤ سیشن میں آپ نے باقاعدہ اور عملی طور پر حصہ لیا اور پھر تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔

1937ء میں یو پی کے انتخابات میں آپ نے مولانا شوکت علی (1872-1938ء) اور مولانا کرم علی ملیح آبادی (1892-1972ء) کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کر کے کانگرس کا جنازہ نکال دیا۔ مسلم لیگ نے اپنی مالی حالت کے پیشِ نظر صرف 36 اُمیدوار نامزد کئے تھے جن میں سے 29 کامیاب ہو

گئے۔ اس کے بعد جھانسی کے ضمنی انتخابات میں بھرپور کردار ادا کر کے کانگرس اور جمعیت علماء ہند کے اُمیدوار کو شکست فاش دی۔

1937ء ہی میں جلال الدین عرف جلال بابا (1981-1903ء) اور جسٹس سجاد احمد جان (1986-1910ء) اور اُن کے ساتھیوں کے تعاون سے ایبٹ آباد (صوبہ سرحد) میں ایک عظیم الشان مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس سے مولانا شوکت علی (1938-1872ء)، چوہدری خلیق الزمان (1973-1889ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی (1919ء۔زندہ) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے خطاب کر کے سرحد میں مسلم لیگ کی دھاک بٹھادی۔

1938ء میں الہ آباد میں صوبائی مسلم لیگ کانفرنس زیرِ صدارت بیرسٹر ظہور احمد آف الہ آباد (ف1942ء) انعقاد پذیر ہوئی جس سے مولانا کرم علی ملیح آبادی، (1972-1892ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (1947-1885ء) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے خطاب کیا۔ مولانا بدایونی نے فرمایا!

"میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو کچھ طے کرلیا ہے وہ اُسے حاصل کر کے رہیں گے۔"

"ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین پر ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو۔ ہم پاکستان چاہتے ہیں، پاکستان کو حاصل کریں گے اور پاکستان کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے۔"

10،9،8 اکتوبر 1938ء کو سندھ مسلم لیگ کی صوبائی کانفرنس زیرِ صدارت قائداعظمؒ، کراچی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں پورے برصغیر کی مسلم قیادت شریک تھی۔ مولوی اے کے فضل الحق (1962-1873ء)، وزیرِاعلیٰ بنگال، سعداللہ خان (1955-1886ء)، وزیرِاعلیٰ آسام، اللہ بخش سومرا (1943-1897ء) وزیرِاعلیٰ سندھ، مولانا شوکت علی (1938-1872ء) راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد (1973-1914ء)، نواب اسماعیل خاں آف بہار، چوہدری خلیق الزمان (1973-1889ء)، سید سجاد حیدر یلدرم (1943-1880ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (1947-1885ء)، حاجی عبداللہ ہارون (1942-1872ء)، شیخ عبدالمجید سندھی (1978-1889ء) میر غلام بھیک نیرنگ (1952-1876ء)، سید عبدالرؤف شاہ براری (1954-1878ء)، مخدوم مرید حسین قریشی ملتانی (1960-1876ء)، نواب احمد یار خاں دولتانہ (1940-1896ء)، ملک برکت علی (1946-1885ء)، نواب زادہ لیاقت علی خاں (1951-1895ء)، حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (1988-1886ء)، محمد عاشق

علی وارثی ایڈووکیٹ (گیا) (ف 1940ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی (زندہ۔1919ء) کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شریک تھے۔ مولانا بدایونی نے اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسلم لیگ کی حمایت کے لئے سامعین کے قلب وجگر کو جلا بخشی۔

کانفرنس کی آخری نشست میں شیخ عبدالمجید سندھی (1978-1889ء) نے وہ تاریخی قرارداد پیش کی جسے کانفرنس کی جان کہا جاتا ہے۔ اس قرارداد میں کانگرس کی سرحد، بنگال، پنجاب اور سندھ میں مسلم دشمنی اور کانگرسی وزارتوں، کانگرس کے فیصلے، ودیا مندر اسکیم، بندے ماترم (ترانہ)، مخلوط انتخابات، ہندی زبان کو قومی زبان قرار دینے، اُردو زبان کی حوصلہ شکنی اور تحریر وتقریر پر پابندی کی مذمت کی گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے سفارش کی گئی کہ وہ ہندوستان میں ایک ایسے آئین کے نفاذ کے بارے میں ازسرِ نوغور کرے جو کہ مسلمانوں کی عزت، جائز حقوق کا علمبردار ہو اور مسلمانوں کو خود مختاری فراہم کر سکے۔ نیز کوئی قانون ایسا نہ بنایا جائے جو مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو اور آل انڈیا مسلم لیگ کیلئے قابل قبول نہ ہو۔

اس قرارداد کی تائید حاجی عبداللہ ہارون (1942-1872ء) اور سید عبدالرؤف شاہ براری (1954-1878ء) کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی کی تھی۔ یہ وہی قرارداد تھی جس کی بنا پر مسلم لیگ کے آئندہ اجلاسوں میں بھی اسے واضح الفاظ میں دہرایا گیا اور مسلمانوں کیلئے الگ قوم وملت کا تصور دیا گیا۔

مارچ 1940ء میں اقبال پارک (منٹو پارک) لاہور میں ''قرارداد پاکستان'' کے سلسلے میں جو اجلاس منعقد ہوا تھا، مولانا بدایونی نے علماء و مشائخ اہلسنت کی نمائندگی کرتے ہوئے اس اجلاس میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ قائداعظمؒ کی زیر صدارت ''قرارداد پاکستان'' کی حمایت میں جو تاریخی خطاب فرمایا وہ ہمیشہ یادرہے گا۔ قرارداد پاکستان 23 مارچ 1940ء کی سہ پہر کو کھلے اجلاس میں پیش ہوئی۔ یہ قرارداد مولوی اے کے فضل الحق نے پیش کرتے ہوئے اُردو میں تقریر کی۔ تائید میں چوہدری خلیق الزمان بولے۔ مزید تائید کرنے والوں میں پنجاب سے مولانا ظفر علی خاں، سرحد سے سردار اورنگ زیب خاں، سندھ سے حاجی عبداللہ ہارون، مدراس سے عبدالحمید خاں، سی۔ پی سے سید عبدالرؤف شاہ، بمبئی سے اسماعیل ابراہیم چندریگر، بہار سے نواب محمد اسماعیل خاں، یوپی سے بیگم مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبدالحامد بدایونی اور بلوچستان سے قاضی محمد عیسیٰ شامل تھے۔

قراداد پاکستان 1940ء کے تاریخی اجلاس کے بعد قائداعظمؒ چاہتے تھے کہ صوبہ سرحد کے لوگوں کے سامنے لاہور ریزولیشن (قرارداد) کی تشریح کی جائے اور وہاں کے لوگوں کو اُن کی ذمہ داریوں سے

آ گاہ کیا جائے تا کہ سرخ پوشوں کا زور توڑا جا سکے۔ اس مقصد کے لئے قائداعظمؒ نے قاضی محمد عیسیٰ کی قیادت میں ایک وفد صوبہ سرحد بھیجا۔ وفد کے دیگر ارکان میں لسان الامت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ (1905-1944ء) اور مولانا کرم علی ملیح آبادی (1892-1972ء) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شامل تھے۔ ان صاحبان نے صوبہ سرحد کے طول وعرض کا دورہ کیا جو نہایت کامیاب رہا۔ کانگرس کے بڑے بڑے گڑھوں کی بنیادیں ہل گئیں۔

اپریل 1940ء میں قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ کی دعوت پر مولانا عبدالحامد بدایونی، بلوچستان تشریف لے گئے۔ آپ نے اوستہ محمد، جیک آباد، کوئٹہ اور پشین میں ہزاروں کی تعداد پر مشتمل نزدو دور سے آئے ہوئے لوگوں کے کئی جلسوں سے خطاب کیا۔ ہر جگہ مسلمانوں نے پُر جوش طور پر آل انڈیا مسلم لیگ کی مشہور تقسیم صوبجات کی فلک شگاف نعروں میں تائید کی اور مسلم لیگ کے مقاصد کو بلوچستان کے ہر حصے میں پھیلانے کا عہد کیا۔ ہر مقام پر مولانا کا والہانہ کا استقبال کیا گیا۔ کوئٹہ میں پلیٹ فارم کثیر مجمع، رضا کارانِ مسلم لیگ اور دستۂ خاکساران سے بھرا ہوا تھا۔ مشہور لیڈر اور کارکن شامل تھے۔ ملک جان محمد خان ترین جنرل سیکرٹری بلوچستان مسلم لیگ، ڈاکٹر سید فضل شاہ سیکرٹری مالیات وصدر مجلس استقبالیہ، سردار محمد علی خاں، صاحب جان، ملک محمد عثمان کانسی، ڈاکٹر غلام نبی، حضرت مولانا عبدالعلی اخوند زادہ، مولانا سید عبدالرزاق، حاجی فضل الٰہی، نور محمد خاں، مولوی عبدالرشید، غازی خان، حاجی میاں خان، سیّد اللہ داد اور سیٹھ عیسیٰ جی موسیٰ جی، قاضی محمد عیسیٰ، میر جعفر خان جمالی اور مولانا عبیداللہ بلوچ وغیرہ آپ کے ہمراہ رہے۔ آپ نے مخالفین کے اعتراضات کے بھرپور جوابات دیئے۔

بلوچستان سے واپسی پر آپ کی رائے یہ تھی!

""میں یہاں سے واپس جاتے ہوئے مسلمانانِ بلوچستان کے قومی جذبات کا خاص اثر لے کر جا رہا ہوں۔ یہاں کے مخلص کارکنوں نے لیگ کی آواز کو اس صوبے کے علاوہ ہرات، ایران اور افغانستان کی حدود تک پہنچا دیا ہے۔""

اسی زمانے میں عارف سیمابی سیالکوٹی (1917-1987ء) نے کہا تھا!

الفتِ شاہِ مدینہ دل سے جا سکتی نہیں وار دھا کی مے لگی دل کی بُجھا سکتی نہیں
میں مسلماں ہوں، میں مسلم لیگ میں جاؤں گا

26، 27، 28 جولائی 1940ء کو کوئٹہ میں بلوچستان مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس موقع

پر شہر کے تمام بازاروں کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ مختلف مقامات پر دروازے نصب کیئے گئے اور پنڈال میکموہن پارک میں بنایا گیا۔

26 جولائی کو ساڑھے بارہ بجے دوپہر کوئٹہ ریلوے اسٹیشن سے قائدین مسلم لیگ کا جلوس نکالا گیا جس میں ہزاروں اسلامیانِ بلوچستان وکوئٹہ شہر نے شرکت کی۔

عارف سیمابی سیالکوٹی نے آنکھوں دیکھا حال یوں لکھا ہے!

قائداعظمؒ کی تشریف آوری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ عوام دیدہ ودل فرشِ راہ کرنے کیلئے بیتاب تھے مگر آنکھوں کی تشنگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ارمان اور مچل گئے۔ دل کی حسرت دل ہی دل میں رہ گئی بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ یہاں سے ارسال کردہ خطوط اور تار راستے میں روک لئے گئے اُن تک پہنچ نہ سکے۔ یہاں استقبال کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ وہاں اُن کو پروگرام تک کی اطلاع نہ تھی۔ البتہ لیاقت علی خان، نواب بہادر یار جنگ اور مولانا عبدالحامد بدایونی تشریف لے آئے۔ ان حضرات کی آمد پر کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر ایک خطرناک ہنگامہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

بعد مسلم لیگ نے اس واقعہ کو مرکزی اسمبلی میں اُٹھایا اور اس طرح بلوچستان کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ لاتعداد افراد اپنے راہنماؤں کو خوش آمدید کہنے کے لئے وقت سے بہت پہلے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ ہر طرف سبز ہلالی پرچم لہرا رہے تھے۔ نعرے بلند ہو رہے تھے کہ ریلوے اسٹاف نے پلیٹ فارم ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پولیس نے نقصِ امن عامہ کی وجہ سے اس قسم کے خفیہ احکامات دیئے ہیں مگر پولیس نے ایسے احکامات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے باوجود ہندو اسٹیشن ماسٹر نے ٹکٹ نہ دیئے۔ کئی مقامی لیڈر غصے میں آ گئے۔ عوام کے جذبات مشتعل ہونے لگے، نعروں نے شدت اختیار کر لی کہ غالباً ملک جان محمد کانسی نے پستول ہاتھ میں لی، گیٹ پر کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو اندر جانے کے لئے کہا۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ صدر دروازے کو بند کرتا یا عوام کے سامنے آتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پلیٹ فارم پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ پھر ملک صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ وہ اُن تمام آدمیوں کی گنتی کرے اور اتنے ٹکٹ دے کر رقم وصول کر لے۔ اس جرأت مندانہ اقدام نے مسلم لیگ کو عوام میں بہت زیادہ مقبولیت دی۔ ایک اَن پڑھ پٹھان نے مسلم لیگی لیڈر ملک صاحب کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ ’’ خو ملک صاحب نر کا بچہ ہے۔‘‘

30۔ اگست 1941ء کو لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ایک شاندار ’’پاکستان کانفرنس‘‘ مولانا بدایونی

کی صدارت میں ہوئی جس میں آپ نے قیامِ پاکستان کے حق میں مدلل خطبہ ارشاد فرمایا جو بعد میں نظامی پریس بدایوں سے چھپ کر تقسیم ہوا۔

1942ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس، نوابزادہ لیاقت علی خاں کی صدارت میں ہوئی جس میں مولانا بدایونی نے اپنے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب کے ذریعے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔

7 مارچ 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس دہلی میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے یہ قرارداد پیش کی کہ پنجاب اسمبلی میں جلد از جلد مسلم لیگ پارٹی قائم کی جائے تو ملک خضر حیات ٹوانہ (1900-1975ء) وزیراعظم پنجاب نے سابقہ روایت کے حوالے سے یہ وضاحت پیش کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کیا کہ!

''جہاں تک پنجاب لیجسلیو اسمبلی کا تعلق ہے وہاں سکندر جناح پیکٹ کی جملہ شرائط کے تحت مسلم لیگ پارٹی پہلے سے موجود ہے، اس لئے یہ نئی قرارداد یہاں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ کیا یہ پارٹی بخوبی اور اچھی طرح کام کر رہی ہے یا نہیں، میں فی الحال اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ لیکن میں آپ حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ میں پوری تندہی سے مسلم لیگ پارٹی میں نئی روح پھونکنے اور اسے مزید مستحکم کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ جیسی عظیم جماعت کی صحیح نمائندگی کر سکے اور اپنی اس حیثیت سے مسلمانانِ پنجاب کی خدمت بھی کر سکے۔ آپ کو مجھ پر اور میرے رفقائے کار پر پورا بھروسہ رکھنا چاہیئے کہ ہم ہمیشہ آل انڈیا مسلم لیگ کے وفادار خادم رہیں گے اور اس کے مجوزہ پروگرام سے ذرّہ بھر انحراف نہیں کریں گے۔''

ملک خضر حیات ٹوانہ کی وضاحت اور عذر خواہی اور بعد میں حضرت قائداعظمؒ کی تصریحات کو سن کر مولانا بدایونی نے اپنی قرارداد واپس لے لی اور اس طرح مسلم لیگ کونسل نے خضر حیات ٹوانہ کو یہ موقع دیا کہ وہ اپنے قول کے مطابق پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کو فعال بنائیں۔ مگر افسوس کہ ابن الوقت خضر حیات ٹوانہ نے اس سلسلہ میں کچھ بھی نہ کیا کیونکہ اس کا تو مطلب ومقصد ہی مسلم لیگ کے کاز کو نقصان پہنچانا تھا۔ ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد 24 اپریل 1943ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تو قائداعظمؒ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ میں ارشاد کیا!

''مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب نے ابھی تک اپنا وہ کردار ادا نہیں کیا جو اسے ادا کرنا چاہیئے تھا۔''

1944ء میں وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں مسلم لیگی کارکن کامریڈ عبداللطیف چوہان (1984-1908ء) کے زیراہتمام ایک ''مسلم لیگ کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کی صدارت نوابزادہ رشید علی خاں (1974-1904ء) صدر سٹی مسلم لیگ لاہور نے کی۔ اس کانفرنس میں دیگر مسلم لیگی رہنماؤں کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی خطاب کیا۔ اس کانفرنس کی کامیابی سے وہاں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔ کانگرس اور یونینسٹ پارٹی کا صفایا ہوگیا۔

28 تا 30۔ اپریل 1944ء کو تالاب شیخ مولا بخش، سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس زیرصدارت حضرت قائداعظمؒ انعقاد پذیر ہوا۔ اس اجلاس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، نواب افتخار حسین ممدوٹ، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ، ملک برکت علی، رحیم بخش غزنوی، راجہ غضنفر علی خاں، مولانا بشیر احمد اخگر، قاضی محمد عیسیٰ، میر غلام بھیک نیرنگ، سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی وغیرہم کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کا افتتاح مولانا بدایونی کی تلاوت سے ہوا۔ بعدازاں اپنے خطاب میں مولانا نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے باہمی اختلافات ختم کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں تاکہ پاکستان دشمن طاقتوں کا مقابلہ کر کے حصول پاکستان کو ناگزیر بنایا جاسکے۔ آخر میں مولانا نے نہایت رقت انگیز دعا فرمائی جو وہ مسلم لیگ کے ہر سالانہ اجلاس میں کیا کرتے تھے جس کا سامعین کے قلب وجگر میں ایک خاص اثر ہوتا تھا۔

دسمبر 1945ء میں مرکزی اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو مولانا بدایونی نے اپنی کامیاب حکمت عملی کی بنا پر اپنے صوبہ یوپی سے چھ کی چھ مسلم نشستیں حاصل کر لیں۔ کامیاب اُمیدواروں کی فہرست کچھ یوں ہے۔
(1) ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (2) خان بہادر غضنفر اللہ خاں (3) نواب محمد اسماعیل خاں (4) سر محمد یامین خان (5) نوابزادہ لیاقت علی خان (6) راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد۔

16 جنوری 1946ء کو ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رام پور (یوپی، بھارت) کے صفحہ 6 پر آپ کا ایک بیان بعنوان ''حضرات علمائے اہلسنت اور مشائخین کرام کا پیام، مسلمانوں کے نام۔ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت اشد ضروری ہے'' شائع ہوا۔ اس بیان پر آپ کے علاوہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی (1979-1909ء)، مولانا مفتی محمد عبدالحفیظ آگروی (1958-1901ء) اور مولانا مفتی عزیز احمد قادری گڑھی شاہو لاہور (1989-1901ء) کے اسمائے گرامی بھی درج تھے۔ وہ بیان یوں ہے!

"ہندوستان کے ان صوبجات میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے خصوصاً اور دوسرے مقامات میں عموماً اسلامی حکومت کا قیام اور قرآن کریم کی روشنی میں مسلمانوں کی حکومت کا عزم ومطالبہ یقیناً ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی دعوت علماء ومشائخ اسلام صدیوں سے دیتے چلے آئے ہیں۔اُن کا مقصدِ حیات ہی ہمیشہ یہ رہا کہ مسلمانوں میں اسلامی احکام کی ترویج ہو اور وہ ایک ایسی آزاد حکومت قائم کرسکیں جو اغیار واجانب کی مداخلت وغلامی سے پاک و صاف ہو۔اس خصوص میں آل انڈیا مسلم لیگ نے اس طرف چند برس سے جو مساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کررکھی ہیں انہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس سے لے کر ہندوستان کے ہزاروں مشائخین وعلمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء اور مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کررہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار ومشرکین کے اندر مدغم ہوجانے کو کسی طرح بھی روانہیں رکھتے۔کانگرس جماعت یقیناً مسلمانانِ ہند کے وجود ہی کو جداگانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی...... احرار وخاکسار، مسلم بورڈ، نیشنلسٹ مسلمانوں کی جماعتیں دراصل کانگرس کی بنائی ہوئی جماعتیں ہیں جو مسلمانانِ ہند کی سربلندی کو مشرکین کے اشارہ سے ختم کرنا چاہتی ہیں۔ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسے نازک موقع پر صرف مسلم لیگ کی حمایت کرکے اُس کے اُمیدواروں کو رائے دیں۔"

فروری 1946ء میں ہندوستان بھر میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے تو مولانا بدایونی کی مساعی جمیلہ سے مسلم لیگ کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔اُن کے اپنے صوبے یوپی میں 65 مسلم نشستوں سے 53 نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کرکے 81.8 فیصد کامیابی حاصل کی۔اُن کے رہائشی ضلع بدایوں کی تینوں نشستوں پر مسلم لیگی اُمیدوار واضح اکثریت سے کامیاب وکامران ہوئے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

شہری حلقہ سے مسلم لیگ کے اُمیدوار مولوی کریم رضا خان 13155 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے، ان کے مدِمقابل کانگرس کے امیدوار نعمت اللہ خاں کو 4128 ووٹ ملے۔ضلع بدایوں مغربی سے اسرار احمد 5674 ووٹ لے کر کامیاب قرار پائے ان کے حریف کانگرسی اُمیدوار مزمل حسین 1296 ووٹ لے کر ناکام ہوئے۔ضلع بدایوں مشرقی حلقہ مولوی نہال الدین 4726 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے جبکہ ان

کے حریف کانگرسی اُمیدوار کو صرف 502 ووٹ مل سکے۔

قیامِ پاکستان کی تحریک کو تیز تر کرنے اور نصب العین کے حصول کیلئے فیصلہ کن اقدام کی خاطر اپریل 1946ء میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' بنارس میں منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان تاریخی اجتماع میں مولانا بدایونی بھی شریک تھے اور صدر کانفرنس امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء) کے خصوصی ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ کا خطاب خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ اس موقعہ پر ملک بھر میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے اکابر علماء اہلسنت کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، مولانا بدایونی اس کے اہم رکن تھے۔

1945-46ء کے انتخابات کا ذکر ہم پیشتر ازیں بڑی تفصیل سے کر چکے ہیں۔ ان تاریخی انتخابات میں مولانا بدایونی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آسام و بنگال کی سرزمین مولانا عبدالحمید خاں بھاشانی (1880-1976ء) کے نعروں سے گونج رہی تھی تو سرحد، پنجاب، بلوچستان اور یوپی میں مولانا بدایونی کی تقاریر ملتِ اسلامیہ کو جہاد کے لئے آمادہ کر رہی تھیں۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کے وفد میں دیگر حضرات کے علاوہ مولانا بدایونی بھی شامل تھے۔ پیر صاحب مانکی امین الحسناتؒ (1922-1960ء) نے قائداعظمؒ سے خاص طور پر مولانا بدایونی کو سرحد میں بھیجنے کیلئے کہا تھا۔ آپ نے اپنے زورِ خطابت سے سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر کمربستہ کر لیا۔ اس جرم میں حکومت نے انہیں ناپسندیدہ عناصر کی فہرست میں شامل کر لیا لیکن وہ تمام خطروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پاکستان کے لئے کام کرتے رہے۔ قائداعظمؒ نے آپ کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو ''فاتح سرحد'' کا خطاب دیا۔

1946ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا بدایونی کو حیدرآباد دکن بھیجا تاکہ وہ کسی طرح نظامِ دکن میر عثمان علی خاں (1886-1967ء) اور قائداعظمؒ کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کریں کیونکہ ان دونوں رہنماؤں کے اختلافات ملتِ اسلامیہ کی جدوجہد پر اثر انداز ہو رہے تھے۔ میر عثمان علی خاں آخری تاجدارِ دکن، علماء کے بہت قدردان تھے اور وہ مولانا بدایونی کی علمیت وخطابت کے بڑے مداح تھے، اس لئے مولانا بدایونی کو شرفِ باریابی حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اس ملاقات کے وقت آپکے صاحبزادے محمد عابد القادری بدایونی بھی ہمراہ تھے۔ نظام دکن سے مولانا کی کافی بحث ہوئی اور جب مولانا وہاں سے رخصت ہوئے تو نظام دکن، قائداعظمؒ سے ملاقات کیلئے راضی ہو چکے تھے۔

1946ء میں ہی مسلم لیگ کی طرف سے علماء کا ایک وفد حج کے موقعہ پر سعودی عرب گیا تا کہ اسلامی ملکوں کے راہنماؤں اور مسلمانانِ عالم کو تحریکِ پاکستان کے محرکات سے آگاہ کیا جا سکے۔ یہ وفد مشرقِ وسطیٰ ،اور عرب ممالک کے دورے پر بھی گیا اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اس وفد کے قائد مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (1892-1954ء) اور سیکرٹری مولانا بدایونی تھے۔ مولانا بدایونی نے اس سلسلہ میں جو کردار ادا کیا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

3 مئی 1947ء کو مولانا بدایونی نے قائد اعظمؒ سے ملاقات کی جو گیارہ سے بارہ بجے دو پہر تک جاری رہی۔ اس ملاقات میں نہایت اہم موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ مولانا نے قائد اعظمؒ سے اسلامی حکومت کے آئین اور دستور پر بات کی۔ قائد اعظمؒ نے فرمایا کہ میں اس بات سے کلیتاً متفق ہوں کہ پاکستان کا دستور وہی ہوگا جو اسلام اور قرآن کریم کے مطابق ہو۔ سوشلزم اور مغرب کے قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا قرآن و اسلام کی جامعیت کو تسلیم کرے گی۔

قائد اعظمؒ نے مولانا بدایونی کی اُن خدمات پر جو آپ نے عرب وحجاز میں مسلم لیگ کی خاطر انجام دیں، مبارکباد دی اور بیشتر سیاسی مسائل پر بھی کافی گفتگو ہوتی رہی۔

اسی روز مولانا بدایونی نے اپنا ایک دستخطی بیان جاری کیا جو ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رام پور (انڈیا) جلد 85 شمارہ نمبر 20، 21 مئی 1947ء میں چھپا۔ وہ بیان یہ ہے!

''میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم پبلک 10 تاریخ کے فیصلہ جات معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے۔ مسلمانانِ ہند کو اپنی تنظیم جاری رکھنی چاہیئے اور پورے صبر و ہمت کے ساتھ وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ انشاء اللہ وہ وقت قریب آ چکا ہے جبکہ مسلمانانِ ہند اپنے قائد کی کامیاب سیاست و وکالت کے بہترین نتائج دیکھیں گے۔ الحمد للہ کہ قائد ملتِ ہند یہ محمد علی جناح انتہائی تدبر سے معاملات پر اپنی قوت صرف فرمارہے ہیں۔ سب سے زیادہ یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ قائد کے قلب میں یہ چیز جاگزیں ہو چکی ہے کہ جو نیا دستور وضع ہو وہ قرآنی نظام کے ماتحت ہو۔ چنانچہ میں نے 3 مئی کی ایک گھنٹہ کی ملاقات میں اس اہم چیز پر بھی کافی تبادلۂ خیال کیا اور میں اس ملاقات میں جو نقش لے کر واپس ہوا وہ کسی طرح فراموش نہیں کر سکتا۔ قائد اعظمؒ نے میرے خیالات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ سچ ہے کہ اسلام ایک ایسے مکمل قانون کا نام ہے جس میں دین و دنیا کا تمام نظام موجود ہے۔ ہمیں مطلقاً اس کی ضرورت نہیں کہ ہم سوشلزم یا

مغرب کے دوسرے قوانین کی تقلید کریں۔ ہمارا مستقبل اور ہمارا دورِ حکومت وہی کامیاب ہوگا جو قرآنی دستور کے مطابق ہو۔ قائداعظمؒ نے فرمایا کہ اب دنیا کے ممالک کے سینوں میں اسلام اور اُس کے قوانین پر عمل کرنے کے لئے ایک نیا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

میں نے اندازہ کیا کہ محمد علی جناحؒ اس طرف اسلامی قرآنی سیاسیات کے مطالعہ پر بھی وقت صرف فرما رہے ہیں اور الحمدللہ کہ اُن کے خیالات وجذبات میں اسلامی قوانین کا رنگ غالب آ رہا ہے۔ وہ دن دور نہیں جبکہ ہم مغرب کی غلامی سے نکل کر اسلام کے دامن میں آ کر اسلامی حکومت قائم کریں اور اس کے لئے مسلم لیگ کے نظام میں رہ کر ہر قربانی کے لئے تیار رہیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط کرتے رہیں۔''

فقیر محمد عبدالحامد

قادری البدایونی

3 مئی 1947ء

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد مولانا بدایونی آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ 13 دسمبر 1947ء بمقام کراچی میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پاکستان کی سرزمین پر آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ آخری اجلاس تھا۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظمؒ نے کی۔ ورکنگ کمیٹی نے بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، ایک تنظیم پاکستان کے لئے اور دوسری بھارت کے لئے۔

1948ء میں کانگرسی نظریات کی حامل جمعیت علماء ہند کے مقابلہ میں ملتان میں علماء اہلسنت کے ملک گیر کنونشن میں جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو مولانا ابوالحسنات قادری (1896-1961ء) کو مرکزی صدر اور علامہ احمد سعید کاظمیؒ (1913-1986ء) کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ مولانا بدایونی کو سندھ و کراچی زون کی صدارت پر فائز کیا گیا۔ آپ نے بڑی محنت اور لگن سے جمعیت علماء پاکستان کی تنظیم کی۔ چنانچہ 1948ء ہی میں امیر ملّت حضرت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء) نے جمعیت علماء پاکستان کراچی کے دفتر کا معائنہ فرماتے ہوئے ارشاد کیا!

''فقیر کو انتہائی مسرت ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان اپنے فرائض کو پوری تندہی سے انجام دے رہی ہے۔ اس جمعیت کے صدر حضرت مولانا شاہ عبدالحامد صاحب قادری بدایونی ہیں

جن کی زندگی مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے وقف رہی۔ وہ اس جمعیت کو پوری قوت کے ساتھ چلا رہے ہیں۔''

اسی سال یعنی 1948ء میں سندھ کے علماء ومشائخ کے ایک وفد نے قائداعظمؒ سے کراچی میں ملاقات کی جس میں مولانا بدایونی بھی شریک تھے۔ مولانا نے تفصیلی یادداشت پیش کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ!

''ملک پاکستان کا دستور کتاب وسنت کی روشنی میں تیار کیا جائے اور دیگر اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی وزارتِ مذہبیہ قائم کی جائے۔''

جنوری 1951ء میں پاکستان کے 31 ممتاز علماء کرام نے مملکت کی بنیاد اسلامی اصولوں پر اٹھانے کے لئے ''22 نکاتی منشور'' پیش کیا۔ یہ منشور اسلام سے اُن کی لازوال وابستگی کا آئینہ دار ہے۔ مولانا بدایونی اس منشور کی تیاری میں پیش پیش تھے۔ آپ کے ساتھ پیر صاحب مانکی شریف محمد امین الحسناتؒ (1922-1960ء)، مولانا حاجی محمد امین پشاوریؒ (1895-1958ء)، مفتی محمد صاحب داد خانؒ (1898-1965ء) اور پیر محمد ہاشم جان مجددی سرہندیؒ (1904-1975ء) اور مشرقی پاکستان کے شاہ ابوجعفر محمد صالح پیر صاحب سرسینہ شریف (1914-1990ء) نے بھرپور تعاون کیا۔

1952ء میں سعودی عرب کے ظلم وستم کی وجہ سے جب حرم شریف اور گنبدِ خضریٰ کو سخت نقصان پہنچا تو عالمِ اسلام میں ہلچل سی مچ گئی۔ ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی، مسلمانانِ پاکستان نے آپ کی قیادت میں ایک وفد سعودی عرب بھیجا تاکہ آپ سعودی حکومت کو اس کے مذموم عزائم سے باز رکھنے کی سعی کریں۔ چنانچہ یہ وفد 23۔ اگست 1952ء کو مکہ معظمہ پہنچا اور شیخ محمد سرور الصبان نائب وزیر مالیات، شیخ صالح کزاز انچارج دفتر محکمہ تعمیر مسجد نبویؐ اور ولی عہد معظم سے تفصیلی گفتگو کر کے مسلمانانِ پاکستان کے جذبات سے آگاہ کیا۔ اس پر ہر سہ حضرات نے وفد کو یقین دلایا کہ سوادِ اعظم کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائی جائے گی اور عنقریب ایک اخباری بیان کے ذریعے عالمِ اسلام کو مطمئن کر دیا جائے گا۔ مگر افسوس کہ سعودی حکومت نے اپنے اس وعدہ کو ایفا نہ کیا اور تا حال اپنی مخصوص پالیسی پر گامزن ہے۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا بدایونی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انتہائی علالت کے باوجود سرفروشانہ کردار ادا کیا۔ حکومت نے آپ کو گرفتار کر کے فروری 1953ء سے جنوری 1954ء تک کراچی اور سکھر کی جیلوں میں قید وبند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رکھا۔ جیل میں بڑی سے بڑی تکلیف بھی آپ کے عزمِ صمیم کو متزلزل نہ کر سکی۔ اسی اسیری میں آپ نے دو کتابیں ''کتاب وسنت غیروں کی نظر میں'' اور

"فلسفۂ عبادات اسلامی"، لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔

یاد رہے کہ مولانا بدایونی نے 1944ء میں بھی مرزائیوں کو مسلم لیگ کا ممبر نہ بنانے کے بارے میں قرارداد پیش کرنے کی سعی جمیلہ کی تھی مگر اُس وقت کے سیاسی حالات کی وجہ سے آپ کو اجازت نہیں ملی تھی۔

1961ء میں مولانا ابوالحسنات قادریؒ کی رحلت کے بعد اتفاق رائے سے آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر چن لیا گیا اور پھر آپ تاحیات اس عہدۂ جلیلہ پر متمکن رہے اور ہر لحاظ سے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

اکتوبر 1962ء میں جمعیت اہلسنت سرگودھا کے دوروزہ اجلاس میں راقم الحروف کو مولانا بدایونی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ بیماری اور ضعف کی وجہ سے بہت نڈھال تھے۔ دو آدمیوں کے سہارے سٹیج پر آئے۔ مگر جب تقریر شروع کی تو شیر کی طرح گرج رہے تھے۔ اب نہ کسی سہارے کی ضرورت رہی اور نہ علالت کا احساس۔ چہرہ مبارک جگمگا رہا تھا۔ مختصر تقریر کے بعد سٹیج سے اُتر کر قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

1965ء میں بھارت جیسے بزدل اور عیار دشمن نے بین الاقوامی سرحدوں کا احترام نہ کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں ارضِ مقدس پاکستان پر حملہ کر دیا تو جہاں ہمارے بہادر، غیور اور جیالے فوجیوں نے جرأت و بیباکی کا مظاہرہ کیا، وہاں علماء ومشائخ نے بھی قوم کے جذبۂ حب الوطنی کو بیدار کیا۔ جنگ کے بعد آپ نے آزاد کشمیر کا دورہ کیا۔ مہاجرین میں تین لاکھ روپیہ نقد اور دیگر سامانِ خورد ونوش تقسیم کیا۔ گیارہ ہزار روپیہ صدر آزاد کشمیر کو پیش کیا۔

مولانا بدایونی نے کراچی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا جس میں علوم قدیم وجدید کے ساتھ ساتھ تمام عالمی زبانوں اور مذاہب کے مطالعہ کا بندوبست کیا گیا۔ یہ ادارہ منگھوپیر روڈ پر واقع ہے جس میں مختلف ممالک کے طلباء زیرِ تعلیم رہے۔ آپ نے مصر، ترکی، برطانیہ، روس، چین، الجیریا، نائیجیریا، تیونس، حجاز مقدس، کویت، عراق اور ایران کا دورہ فرمایا اور وہاں کے نظام تعلیم کا بغور مطالعہ کیا تاکہ اس مطالعہ کی روشنی میں جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ کو شاہراہ ترقی پر گامزن کیا جا سکے۔

آپ نے بے پناہ ملکی وملی مشاغل کے باوجود مندرجہ ذیل کتابیں یادگار چھوڑیں۔

"اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم"، "اسلام کا زراعتی نظام عمل"، "تصحیح العقائد"، "فلسفۂ عباداتِ اسلامی"، "کتاب وسنت غیروں کی نظر میں"، "تاثراتِ دورۂ چین"، "تاثرات دورۂ روس"، "رپورٹ دورۂ آزاد کشمیر"، "حرمت سود"، "عائلی قوانین"، "الجواب المشکو افی المسئلتہ القبور" (عربی)، "مشرقی کا ماضی و

حال''،''مرقع کانگرس''،''انتخابات کے ضروری پہلو''،مشیر الحجاج''،''اسلامک پریئرز''(انگریزی)۔

کئی سال کی علالت کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہو گئے تھے۔ تاہم دینی وملّی خدمت کا جذبہ سرد نہ پڑا، رحلت سے چند روز قبل آپ بظاہر بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، 14 جولائی 1970ء کو اپنی زندگی کی آخری پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ 19 جولائی کو ساڑھے آٹھ بجے شب معمول کے مطابق دفتر جمعیت علماء پاکستان سے گھر تشریف لائے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اہل خانہ سے محوگفتگو تھے کہ اچانک فالج کا حملہ ہوا۔ اسپیشل ہسپتال کراچی میں داخل کر دیئے گئے۔ کھانسی کی شدت سے دماغ کی شریان پھٹ گئی اور یہ محسن ملک وملت، عاشقِ رسول ﷺ، صوفیِ کامل اور بے مثل خطیب 14 جمادی الاوّل 1390ھ بمطابق 20 جولائی 1970ء بروز پیر راہیِ ملکِ بقا ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

نماز جنازہ میں علماء، مشائخ، حکام، غیر ملکی سفراء، سیاسی لیڈروں اور دیگر ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ حضرت سیّد شاہ محمد مختار اشرف کچھوچھویؒ (1914-1996ء) نے پڑھائی۔ حسب وصیت اُن کے قائم کردہ ادارے جامعہ تعلیمات اسلامیہ، منگھو پیر روڈ کراچی میں سپردخاک کر دیا گیا۔

آپ کی رحلت پر روزنامہ ''مشرق'' لاہور نے اپنی اشاعت 23 جولائی 1970ء میں یہ اداریہ لکھا!

''مولانا عبدالحامد بدایونی کے انتقال کے بعد ملک ایک ممتاز عالمِ دین، قائداعظمؒ کے مخلص رفیق کار اور جنگ آزادی کے ایک نامور سپاہی سے محروم ہو گیا، وہ ایک محبِ وطن پاکستانی تھے۔ انہوں نے پاکستان قائم کرنے کی جدوجہد میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا، خاص طور پر سرحد کے ریفرنڈم میں انہوں نے رائے عامہ کو مطالبۂ پاکستان کا حامی بنانے کی جس تندہی اور جانفشانی سے کوشش کی تھی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

مرحوم برعظیم کے اُن علمائے کرام میں شریک تھے جو ابتدا ہی میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے، مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالماجد بدایونی مرحوم کے ساتھ دنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت کے قیام کے سلسلہ میں جس جذبہ وجوش اور ایثار وانہماک کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد مولانا عبدالحامد بدایونی نے ملک میں اسلامی نظام قائم کرنے کی مسلسل جدوجہد جاری رکھی۔ وہ قراردادِ مقاصد کی ترتیب وتسوید میں بھی شریک تھے، وہ آخر دم تک اس کوشش میں مصروف رہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت بن جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے علومِ دین کی

ترویج کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اُن کے درجات بلند کرے اور انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔''

روزنامہ ''جنگ'' کراچی نے 24 جولائی 1970ء کے اداریہ میں یوں خراجِ تحسین پیش کیا!

''مولانا عبدالحامد بدایونی کی رحلت اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک انتہائی غم انگیز سانحہ اور ملک و ملت کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے، جسے پاکستان کے عوام، علماء، سیاسی راہنما، طلباء اور مرحوم کے ارادتمندوں نے بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ اسلام، پاکستان اور ملّت مسلمہ کے لئے انہوں نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ کبھی نہیں بھلائی جا سکتیں۔ مولانا کا شمار ان گنی چنی شخصیتوں میں ہوتا ہے جو مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کے ساتھ تحریکِ خلافت میں بھی شریک تھے، پھر تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، قیامِ پاکستان کے بعد بھی اسے اصل راستے اور منزل کی طرف گامزن رکھنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے تھے۔ آزادی کی جدوجہد اور تحریک پاکستان کا وہ ایک روشن باب تھے جو اُن کی زندگی کے ساتھ ختم ہو گیا۔ قرارداد پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے مولانا کی خطابت نے جو جوہر دکھائے تھے، آپ کے طویل دوروں اور مسلسل جدوجہد نے برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی لگن اور ایک علیحدہ وطن کے حصول کی جو تڑپ پیدا کر دی تھی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ پھر جب صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کا نازک مرحلہ پیش آیا تو مرحوم نے اپنا سارا وقت، صلاحیتیں اور زورِ بیان اُس کے لئے وقف کر دیا، تحریک پاکستان سے مسلمانانِ عالم کو متعارف کرانے کے لئے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا۔ مولانا بدایونی ایک جید عالم، ایک جادو بیان خطیب، ایک ممتاز سیاستدان، مصنف و ادیب، استاذ و محقق، ہمدرد و مشفق مذہبی رہنما ہونے کے ساتھ تحریک پاکستان کے ایک پُر جوش و سرفروش سپاہی بھی تھے، اُن کی زندگی نے اس برصغیر کی تاریخ پر حرکت و عمل اور مسلسل جدوجہد کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جن کی روشنی اور چمک دوسروں کو ہمیشہ ان مقاصد کی قربانی و ایثار پر آمادہ کرتی رہے گی جن کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے اور بلند درجات عطا کرے۔''

ہفت روزہ ''پاک جمہوریت'' لاہور نے 27 جولائی 1970ء کے شمارہ کے صفحہ 20 پر اس طرح

عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کئے!

"20 جولائی کو جنگِ آزادی کے نامور سپاہی اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولانا عبدالحامد بدایونی شام کے 5 بجے تین روز کی بے ہوشی کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مرحوم کی عمر 72 سال تھی۔ انہیں ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اُن پر گزشتہ ہفتہ کی رات کو فالج کا حملہ ہوا تھا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت سے کیا اور جلد ہی ایک نوجوان مقرر کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ انہوں نے تحریک خلافت میں نمایاں حصہ لیا۔ بعدازاں قائداعظمؒ کی ہدایت پر سرحد کے ریفرنڈم میں سرگرم حصہ لیا، جس پر قائداعظمؒ نے انہیں "فاتح سرحد" کا خطاب دیا۔ قیامِ پاکستان سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے ایک وفد کے ساتھ سعودی عرب، عراق اور دوسرے مسلمان ممالک کا دورہ کیا۔ مسلم ممالک کے لوگوں کو برصغیر کی تحریکِ آزادی سے آگاہ کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی۔ 1953ء میں انہوں نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا جس پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اُنہوں نے اپنی ذاتی کوششوں سے ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ قائم کیا۔"

جناب راغبؔ مرادآبادی نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا!

"آہ! ذاکرِ محمد، مولانا عبدالحامد بدایونی"

1390ھ

ہو کیوں نہ غمِ وفاتِ عبدالحامد — اسلام تھا کائنات عبدالحامد

راغبؔ متبسم ہے پسِ پردۂ مرگ — "نصرت آئیں حیات عبدالحامد"

1390ھ

حضرت صابرؔ براری ثم کراچویؒ نے یوں تاریخ کہی!

آہ! مولانا بدایونی عدم کو چل دیے — آپ کی فرقت میں ہے مغموم ہر خورد وکلاں

آپ تھے تحریک پاکستان کے اک رہنما — اور تحریک خلافت کے بھی روحِ رواں

قائداعظمؒ، شہید ملت و علمائے دیں — آپ کی خدمات کے سب رہنما تھے قدرداں

عظمتِ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لئے — آپ نے جھیلی ہیں قید و بند کی بھی سختیاں

اس سے بہتر اور کیا تاریخ ہم صابرؔ کہیں
"عالمِ مشہور حامدؔ عازم باغِ جناں"
1970ء

عزیزؔ حاصل پوریؒ نے بھی تاریخ نکالی!

یہ کیا ہو گیا آج ؟ بارِ الٰہ نظر آ رہی ہے غمیں پُر نگاہ
دل افسردہ ، افسردہ چہرے اُداس ہوئی سوگ میں کس کے ؟ دنیا تباہ
کراچی میں فرما گئے انتقال بدایوں کے ایک صاحبِ عزّ و جاہ
وہ علامہ عبد حامد عزیزؔ وہ صدر جمعیت وہ ملّت پناہ
مسلماں کی چاہتے تھے فلاح رہی زندگی بھر یہی اک چاہ
کہو ہائے کے بعد سے تاریخِ مرگ
"اُٹھے اک علامتہ العصر آہ"
1390ھ

ماخذ:-

1- "اکابر تحریکِ پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 105 تا 114
2- "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی 1971ء ص 195، 304
3- "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی 1986ء ص 107
4- "مسجد نبویؐ اور ماثر مبارکہ کے بقاء و تحفظ کا مطالبہ" از مولانا محمد محسن شافعی مطبوعہ کراچی 1952ء
5- "جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اوّل مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1987ء ص 221، 1006
6- "وفیاتِ مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 130، 131
7- "خفتگان کراچی" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1991ء ص 339
8- "جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار" از ڈاکٹر محمد عبدالجبار لغاری مطبوعہ لاہور 1992ء ص 215 تا 225
9- "مولانا ظفر علی خاں" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور 1993ء ص 304
10- "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور 1991ء ص 49 تا 52، 58 تا 59

11- ''قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1990 ص 78 تا 79
12- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور 1984ء ص 467
13- ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیالکوٹ 1987ء ص 74، 100، 106، 446
14- ''اکابرین تحریک پاکستان'' از محمد علی چراغ مطبوعہ لاہور 1990ء ص 735 تا 740
15- ''تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور 1966ء ص 139، 493
16- ''جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور، 1996ء ص 442، 443
17- ششماہی مجلّہ ''تاریخ وثقافت پاکستان'' اسلام آباد بابت جنوری 1990ء ص 24، 25
18- مجلّہ '' اوج '' گورنمنٹ کالج شاہدرہ ،لاہور، ''قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر'' 1990-91ء ص 188، 570
19- ہفت روزہ ''افق'' کراچی بابت 10 ستمبر 1978ء ص 6۔13 اگست 1980ء ص 24 تا 27
20- ہفت روزہ ''پاک جمہوریت'' لاہور بابت 27 جولائی 1970ء ص 20
21- روزنامہ ''مشرق'' لاہور بابت 21 جولائی، 23 جولائی 1970ء
22- ''تحریک پاکستان میں خطۂ پوٹھوہار کا کردار'' از صفدر شاہد مطبوعہ لاہور 1997ء ص 179
23- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 14 جنوری 1989ء، 23 مارچ 1996ء
24- مکتوب گرامی صاحبزادہ محمد عابد القادری بدایونی (پسر حقیقی مولانا بدایونی) بنام مؤلف از کراچی محررہ 9 جون 1976ء
25- ''اشاریہ نوائے وقت 1947-1944'' مرتبہ سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور 1987ء ص 15
26- ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' از مولانا اللہ وسایا دیوبندی، ملتان 1990ء ص 52، 142
27- ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' 1953ء ص 79 تا 81، 218، 263
28- مجلّہ ''لب جو'' گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، گولڈن جوبلی نمبر 1997ء ص 181، 182، 183
29- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی مطبوعہ کراچی 1996ء ص 45، 88
30- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 538، 650، 1083

31- ''تاریخ پاک وہند'' از قاری احمد پیلی بھیتی مطبوعہ کراچی 1974ء ص199
32- ''عظمت رفتہ'' از سیّد آل احمد رضوی مطبوعہ ایبٹ آباد 1994ء ص305
33- ''آہنگ بازگشت'' از محمد سعید مطبوعہ لاہور 1979ء ص144، 321
34- ''تحریک پاکستان کا ایک اہم باب'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1998ء ص18، 19
35- ''بلوچستان آزادی کے بعد'' (1947-1997ء) از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ 1997ء ص90
36- ''تحریک پاکستان میں مولانا عبدالحامد بدایونیؒ کے کردار کی ایک جھلک'' از ظہور الدین خاں، مطبوعہ لاہور 2005ء متعدد صفحات

مولانا عبدالغفور ہزارویؒ
(1910-1970ء)

شیخ القرآن مولانا علامہ محمد عبدالغفور بن مولانا عبدالحمید بن مولانا محمد عالم کی ولادت باسعادت 20 ربیع الاول 1328ھ/ یکم اپریل 1910ء بروز جمعۃ المبارک ہری پور ضلع ہزارہ کے قریبی گاؤں چنبہ پنڈ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علم وادب کا گہوارہ تھا۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا۔ پھر دہلی کے مختلف مدارس میں پڑھنے کے بعد بریلی شریف تشریف لے جاکر اعلیٰ حضرت بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ (1856-1921ء) کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاںؒ (1875-1942ء) کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی شریف ہی میں مسندِ درس وتدریس پر فائز ہوگئے۔ قابلیت ولیاقت کا یہ عالم تھا کہ مشکل ترین مسائل کو بھی نہایت آسانی سے حل کردیا کرتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت حجۃ الاسلامؒ نے آپ کو ''ابوالحقائق'' کا خطاب بخشا۔

بریلی شریف میں کچھ عرصہ تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد آپ گجرات (پنجاب) میں امیرملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء) کے خلیفۂ ارشد آفتاب ولایت پیر سید ولایت شاہ (1888-1970ء) کے مدرسہ خدام الصوفیہ میں مدرس ہوگئے اور ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد شیشیانوالہ گیٹ گجرات میں خطابت کا جادو جگانے لگے۔ 1935ء میں جامع مسجد نزد ریلوے اسٹیشن وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں خطیب ہوگئے اور پھر تازیست یہاں ہی خطابت کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھاتے رہے۔

بچپن میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ (1859-1937ء) سے بیعت کی تھی۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلویؒ (1875-1942ء)، حضرت معصوم بادشاہ چوراہیؒ (1907-1957ء)، سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی (1933-1991ء)، حضرت سائیں گوہردین جنید ہڑوئیؒ (1868-1952ء) اور حضرت خواجہ نور احمد سہروری سے خلافت حاصل تھی۔

حضرت شیخ القرآن نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 14 جولائی 1935ء کو لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ موچی دروازہ میں ''مجلس اتحاد ملت'' کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو مرکزی نائب صدر منتخب کیا گیا۔ مجلس اتحاد ملت کے پلیٹ فارم سے آپ نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ 1938ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوگئے اور قیامِ پاکستان تک ہر طرح سے اس کی معاونت کرتے رہے۔ مسلم لیگ میں شمولیت کی

تفصیل کچھ یوں ہے کہ 18۔19 اپریل 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کلکتہ میں انعقاد پذیر ہوا۔ 19۔ اپریل کے اجلاس میں حضرت قائداعظمؒ کی موجودگی میں آپ نے ''مجلس اتحاد ملت'' کے توڑنے اور مسلم لیگ میں مدغم کرنے کا اعلان کیا۔ آپ نے اپنی پُرمغز تقریر میں کہا:

''آج سے ہم نے اپنی مجلس اتحاد ملت کو مسلم لیگ میں مدغم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب ہم مسلم لیگ کے پرچم تلے ملک وقوم کی خدمت سرانجام دیں گے۔ اس جماعت کے ''جیش نیلی پوش'' اب مسلم لیگ کے سپاہی ہوں گے۔''

اس پر قائداعظمؒ بہت خوش ہوئے ''ہیئر ہیئر'' کہا اور تالی بجائی اور پھر حاضرین نے پُرجوش نعرے بلند کئے۔ اس کے بعد مسلم لیگ کے لئے پشاور سے کلکتہ تک پیغامِ حق سنایا۔ قاتلانہ حملے ہوئے، جیلیں کاٹیں مگر پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی جنبش نہ ہوئی۔

دسمبر 1938ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ اقدس کی سعادت حاصل کرنے کے لئے گئے تو اُن کے رفیق عزیز عبداللطیف وزیرآبادی نے اُن کے اعزاز میں ایک پُرتکلف دعوت دی۔ اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خاں (1956-1872ء) نے آپ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا!

(1)

حج کو جانے والے ہیں عبدالغفور　آسماں برسا رہا ہے اُن پہ نور
کس زباں سے ہو بیاں وصف آپ کا　آپ موسےٰ ہیں وزیر آباد طور
جا کے مکہ میں کھجوریں کھائیں گے　اور رہے گا اُن سے حلوہ دور دور
جا رہے ہیں پینے یثرب کی شراب　جس کے اندر ہے دو عالم کا سرور
جب مورچہ کی سعادت ہو نصیب　یاد رکھیں ہم غریبوں کو ضرور
کانگرس ٹکرا رہی ہے لیگ سے　آ رہا ہے عقلِ گاندھی میں فتور

(2)

کانپتے تھے اُس کی ہیبت سے زمین و آسماں　جب مسلماں گھر سے نکلا باندھ کر سر پر کفن
شیخ کے تہمد نے گاندھی کی لنگوٹی سے کہا　میں پرستارِ خدا ہوں تو پرستارِ وطن

ایک مرتبہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں احراریوں کا ایک معرکۃ الآرا جلسہ ہو رہا تھا جس میں احراری مقررین اپنی لچھے دار تقریروں سے عوام کو نظریۂ پاکستان سے متنفر و برگشتہ کرنے کی سعیٔ مذموم کر رہے

تھے، دوسری طرف علماء اہلسنت کا اپنا اسٹیج لگا ہوا تھا۔ جب احراریوں کے اجتماع میں عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کے دوران کچھ زیادہ ہی عوام کی کشش نظر آئی تو حضرت شیخ القرآن فوراً مائیک پر تشریف لائے اور ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ لوگ دھڑا دھڑ آپ کے پنڈال میں آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخالف حضرات کے جلسہ میں اُلّو بولنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر مولانا ظفر علی خاں وفورِ جذبات سے دیوانے ہو گئے اور فوراً فی البدیہہ ایک نظم پڑھی جس کے دو شعر ملاحظہ ہوں!

چشمہ اُبل رہا ہے محمدؐ کے نور کا	میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
کیا اس سے ہو مقابلہ اُس بے شعور کا	بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ

مارچ 1940ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس وقت برصغیر کے ممتاز مسلم لیگی لیڈر تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی نمائندگی مولانا عبدالحامد بدایونی اور حضرت شیخ القرآن کر رہے تھے۔ اولذکر نے اس تاریخی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قرارداد پاکستان کی زبردست تائید وحمایت فرمائی۔ حضرت شیخ القرآن سٹیج پر مولانا ظفر علی خاں سے پچھلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ اس سے آپ کے سیاسی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

1941ء میں وزیر آباد میں آپ نے ''پاکستان کانفرنس'' منعقد کرائی۔ یہ صوبہ پنجاب میں پہلی کانفرنس تھی جس میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی گئی۔ اس کانفرنس سے مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ظفر علی خاں، سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی، انورؔ غازی آبادی اور آپ نے خطاب کیا۔ اس کانفرنس سے شہر اور گردونواح کے دیہاتی عوام میں پاکستان کا تخیل پیدا اور پختہ ہوا۔ کانفرنس کی کامیابی پر اس وقت کے مستند اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' نے اداریہ تحریر کیا۔ لوگ جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔

اپریل 1944ء میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس سیالکوٹ میں منعقد ہوا جس کی صدارت سردار عبدالرب نشتر نے کی۔ قائداعظمؒ نے بنفس نفیس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ یہ کانفرنس تین دن جاری رہی۔ اس کانفرنس میں ممتاز مسلم لیگی رہنماؤں مثلاً مولانا عبدالحامد بدایونی، نواب افتخار حسین ممدوٹ، ملک برکت علی، مولانا بشیر احمد اخگر، سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی، میر غلام بھیک نیرنگ، سردار محمد حسین آف گنجہ کلاں، شیخ صادق حسن امرتسری، مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کے علاوہ حضرت شیخ القرآن علامہ ہزارویؒ نے بھی شرکت کی۔ حضرت شیخ القرآن کے ساتھ وزیر آباد کے تمام مسلم لیگی عہدیداروں اور نیشنل گارڈز کے جوانوں نے شمولیت کی۔ حضرت قائداعظمؒ کا فقید المثال جلوس نکالا گیا۔ قائداعظمؒ نے جب حاضرین

کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا تو ایک عجیب کیف وسرور کا عالم تھا۔ اس کے بعد سیالکوٹ جو احرار کا گڑھ تھا اب مسلم لیگ کا شیدائی بن گیا۔

اسی دوران حضرت شیخ القرآن پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا مگر آپ بفضلِ خدا بال بال بچ گئے۔ ہوا یوں کہ ایک دن آپ حسب معمول سیر کرتے ہوئے جی ٹی روڈ پر نالہ پلکھو وزیر آباد کیساتھ ساتھ مغرب کی طرف جا رہے تھے کہ ایک نامراد خنجر آبدار ہاتھ میں لئے آپ کو للکارنے لگا۔ جواباً آپ نے بھی کھیتوں سے مٹی کے ڈھیلے اُٹھا کر اس کی طرف پھینکے۔ دریں اثنا نواحی گاؤں منسی پورہ کا ایک سکھ اُدھر آ نکلا جس کو دیکھ کر وہ شخص بھاگ کھڑا ہوا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

9 تا 11 جنوری 1946ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کی ایک تاریخ ساز کانفرنس امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری قدس سرہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں اکابرِ اہلسنت مثلاً مولانا سیّد ابوالحسنات قادری لاہوری، سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی، خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی، پیر صاحب مانکی شریف، سید علی شاہ سجادہ نشین حضرت میاں میر، لاہور پیر سید محمد عباس کرمانی سجادہ نشین شیر گڑھ ضلع اوکاڑا، مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے علاوہ حضرت شیخ القرآن نے بھی شرکت کر کے اپنے ولولہ خیز اور فکر انگیز خطاب سے نوازا۔

فروری 1946ء کے صوبائی انتخابات میں حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی حمایت میں طوفانی دورے کئے۔ ان کے اپنے حلقہ پنجاب اسمبلی گوجرانوالہ شمالی میں مسلم لیگ کے امیدوار چوہدری صلاح الدین چٹھہ آف احمد نگر تھے جبکہ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے مثمن بُرج وزیر آباد کے راجہ محمد عبداللہ خاں اور ایک آزاد اُمیدوار محمد یار الیکشن لڑ رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی اُمیدوار کی ڈٹ کر حمایت کی اور اسے کامیاب وکامران کرایا۔ مسلم لیگی اُمیدوار نے 7872 ووٹ لے کر فتح ونصرت کے شادیانے بجائے جبکہ یونینسٹ اُمیدوار کو 6332 ووٹ ملے اور نامرادی اُس کا مقدر ٹھہری۔ حالانکہ اُس نے تجوریوں کے منہ کھول رکھے تھے۔ آزاد اُمیدوار کو صرف چار ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہوگئی۔

اپریل 1946ء میں بنارس (انڈیا) میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے پانچ چھ ہزار علماء ومشائخ اور لاکھوں سنی مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کی صدارت حضرت امیر ملت محدّث علی پوریؒ نے فرمائی۔ دوسرے مقررین کے علاوہ حضرت شیخ القرآن نے بھی اس بے مثال تاریخی اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اور دوران تقریر حضرت محدّث اعظم کچھوچھویؒ کے ان الفاظ کی پُرزور تائید وحمایت کی کہ!

''پاکستان ایسا ملک ہوگا جس میں کسی خاندان یا کسی خاص شخص کی حکومت نہ ہوگی بلکہ اسلام کی حکومت ہوگی اور اسلامی اصولوں کی حکومت ہوگی جس میں کسی کا استحصال نہ ہوگا۔''

اگست 1946ء میں قائداعظمؒ کشمیر گئے تا کہ شیخ عبداللہ (1982-1905ء) اور میر واعظ محمد یوسف شاہ (1968-1894ء) میں مفاہمت کرائی جا سکے مگر قائداعظمؒ ایسا نہ کر سکے۔ واپسی پر حضرت شیخ القرآن اور اُن کے ساتھیوں نے قائداعظمؒ کو چند گھنٹے وزیر آباد ٹھہرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ حضرت شیخ القرآن اور عوام کے جمِ غفیر نے گرم ترین دوپہر کو نالہ پلکھو پر اپنے محبوب قائد کا انتظار کیا۔ تین بجے کے قریب قائداعظمؒ کی کار نظر آئی تو فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ ''قائداعظمؒ زندہ باد'' اور ''پاکستان زندہ باد'' کے فلک شگاف نعروں نے فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا۔ قائداعظمؒ نے حضرت شیخ القرآن کی مسجد سے ملحقہ پنڈال میں نصف گھنٹہ خطاب کیا۔

حضرت شیخ القرآن نے اپنی استقبالیہ تقریر میں قائداعظمؒ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس دوران قائداعظمؒ نے بڑے پُرزور انداز میں تالیاں بجائیں۔ جلسہ کے اختتام پر عوام کے ہجومِ بےکراں نے اپنے محبوب لیڈر کو فلک بوس نعروں کے درمیان رخصت کیا۔

جنوری 1947ء میں سر خضر حیات ٹوانہ وزیراعلیٰ پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی اور گورنر پنجاب مسٹر ڈگلس نے مسلم لیگیوں سے خائف ہو کر باغی قرار دے دیا اور دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ ضلع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتاری کی سعادت سب سے پہلے حضرت شیخ القرآن ہی کے حصہ میں آئی۔ اس کے بعد دوسرے کارکن گرفتار ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن نے اپنے زمانۂ اسیری کو ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں بڑی ہمت و پامردی اور خندہ پیشانی سے گزارا۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے شب و روز کام کیا۔ مقامی تحصیلدار اور

تھانیدار کے ساتھ شہر کا گشت کرتے اور خالی مکانات مہاجرین میں تقسیم کرتے۔ آپ کے خلوص کا انداز، اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے لاکھوں روپے کا سامان مہاجرین میں تقسیم کیا مگر خود ایک پائی تک کے رواداربنہ ہوئے جبکہ بہت سے لوگوں نے اُس وقت اپنی تجوریاں بھرلیں اور آج اُسی لوٹ مار کے بل بوتے پر رئیس بنے بیٹھے ہیں۔ آپ نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کے لئے سب کچھ کیا نہ کہ دنیاوی حرص وہوا کی خاطر!

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد آپ نے سیاست کو خیر باد کہہ دیا اور اپنی تمام تر توجہ دین اسلام کی خدمت پر مرکوز کردی۔ وزیر آباد میں ''جامعہ نظامیہ غوثیہ'' کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس میں ہر سال رمضان المبارک میں دورہ قرآن پڑھانا شروع کیا جس میں ملک بھر کے علماء شرکت کرتے۔ قیام وطعام کا سارا انتظام واہتمام آپ ہی کے ذمہ ہوتا۔ قرآن حکیم کے رموز ونکات بڑے احسن طریقے سے بیان فرماتے اور سامعین عش عش کر اُٹھتے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی ایسا پڑھانے والا ملے۔

1948ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ کو مرکزی نائب صدر چنا گیا مگر آپ کی توجہ زیادہ تر تبلیغی خدمات پر مرکوز رہی۔ لیکن جب ایوبی دور میں جمعیت کے بعض رہنماؤں نے ایوبی آمریت کی بے جا حمایت شروع کردی تو غیور طبیعت نے برداشت نہ کیا اور پھر میدانِ عمل میں نکل آئے۔ مرکزی صدر منتخب ہوکر آمریت کو للکارا۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں کفن بردوش ہوکر دیگر مجاہد علماء کے ساتھ میدان میں آ گئے اور اپنی جادو بیانی سے پورے ملک میں مرزائیت کا ناطقہ بند کردیا۔ فخر ملّت مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ابوالحسنات قادری لاہوری اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی طرح آپ کو بھی داخلِ زنداں کیا گیا اور چھ سات کا عرصہ راولپنڈی جیل میں بڑے صبر واستقلال کے ساتھ گزارا۔

آپ عالمِ باعمل، شیخِ طریقت، مناظر، جادو بیان مقرر، نعت گو شاعر اور بہت بڑے عاشق رسول ﷺ تھے۔ راقم الحروف کو اکتوبر 1962ء میں سرگودھا میں اُن کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایسے مقرر روز روز پیدا نہیں ہوا کرتے۔ فصاحت وبلاغت اُن کی تقریر کا خاصا تھا۔

وے صورتیں الٰہی ! کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

70-1969ء میں جب پاکستان میں سوشلزم کے پرچار کا راگ الاپا گیا تو دوسرے علمائے حق کی طرح آپ نے بھی سوشلزم کو کفر قرار دیا۔ اس پر آپ کو مولانا غلام غوث ہزاروی دیوبندی نے بہت بڑی رشوت کی پیشکش کی جسے آپ نے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور کہا کہ میں خدا اور رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے کفر کی حمایت کیسے کر سکتا ہوں۔

آپ شروع ہی سے صبح کی سیر کے عادی تھے۔ چنانچہ 7 شعبان المعظم 1390ھ بمطابق 9۔ اکتوبر 1970ء بروز جمعۃ المبارک حسب معمول وزیر آباد کے نواحی نالہ پلکھو سے جی ٹی روڈ پر گزر رہے تھے کہ اچانک ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آ گئے۔ ٹرک نے آپ کو پُل کی آہنی سلاخوں میں دھکیل دیا جس سے آپ بری طرح زخمی ہو گئے۔ فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ چیختے چلاتے ہسپتال کی طرف بھاگے۔ شہر میں مکمل ہڑتال کر دی گئی۔ ہسپتال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہر طرف لوگ اشکبار آنکھوں سے دست بہ دعا تھے۔ آپ کا ضبط وتحمل ملاحظہ ہو کہ آخری لمحات میں آنکھیں کھول کر فرمایا کہ ''میں نے مجرم کو معاف کیا'' اور پھر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالہ حیات
تاز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

خبرِ رحلت آناً فاناً پورے ملک میں پھیل گئی۔ دوسرے دن مولانا محب النبی گولڑویؒ نے ایک لاکھ شرکاء جنازہ کی آہوں اور سسکیوں میں نماز جنازہ پڑھائی اور وزیر آباد کے قریب آپ کی اپنی اراضی میں سپرد خاک کر دیا گیا جہاں اب عالی شان مزار تعمیر ہو چکا ہے اور ''مہر آباد شریف'' کے نام سے موسوم ہے۔ ہر سال 7 شعبان المعظم کو بڑے تزک واحتشام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

آپ کی رحلت پر ملک بھر کے اخبارات نے اپنے اداریوں میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

روزنامہ ''کوہستان'' لاہور اپنی اشاعت 11۔ اکتوبر 1970ء میں لکھتا ہے!

''اناللہ وانا الیہ راجعون''

''وزیر آباد کے قریب یوں تو آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں اور قیمتی جانیں تیز رفتاری اور موٹر ڈرائیور کی لاپرواہی کی بھینٹ چڑھتی رہتی ہیں لیکن گزشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی

غفلت نے وزیر آباد کو ایک ممتاز خطیب، عالم دین اور جمعیت علمائے پاکستان کے سابق صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی سے محروم کر دیا۔

مولانائے مرحوم نہ صرف تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن تھے بلکہ آمریت، سوشلزم اور اسلام میں طرح طرح کی پیوندکاریوں کے بھی مخالف تھے۔ بحالیٔ جمہوریت کی تحریک میں انہوں نے ممتاز کردار ادا کیا اور اس وقت وہ اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے محبِ اسلام عناصر میں اتحاد و تعاون کے دل سے حامی اور اس مقصد کے لئے اپنے انداز میں سرگرم عمل بھی تھے۔ آپ کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ دین میں انتہا پسندانہ گروہی اور فقہی تعصب کو بھی پسند نہیں کرتے تھے اور وزیر آباد ہی نہیں پورے پنجاب ایک ایک اعتدال پسند اور مخلص اہلِ علم کی حیثیت سے لوگوں میں معروف و مقبول تھے۔ آپ کی وفات بالکل اچانک ہوئی۔ صبح کی سیر آپ کا مستقل معمول تھا۔ گزشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی لاپرواہی سے وہ صبح سیر کرتے ہوئے اچانک ٹرک کی زد میں آ کر شدید زخمی ہو گئے اور ہسپتال میں ڈاکٹروں کی انتہائی کوشش کے باوجود جانبر نہ ہو سکے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

خداوند کریم سے دُعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔''

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے بھی مورخہ 11۔ اکتوبر 1970ء کو یوں اداریہ لکھا!

''جمعیت علمائے پاکستان کے ایک سابق صدر اور تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن مولانا عبدالغفور ہزاروی کی اچانک وفات ایک دردناک حادثہ ہے۔ وہ علماء کے اُس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو سیاسی شعور کی دولت سے بھی مالا مال ہے اور اپنے معتقدات اور نظریات کے مطابق ملکی اور قومی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیتا ہے۔

مولانا ہزاروی چونکہ طویل عرصہ تک مذہب و سیاست کے میدان میں سرگرم عمل رہے اس لئے محالہ طور پر اُن کے حامی اور مخالف دونوں پائے جاتے تھے۔ انہوں نے گزشتہ سال کی تحریکِ جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا اور ملک میں نمائندہ حکومت کے قیام کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اُن کے پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔''

روزنامہ ''جنگ'' راولپنڈی کے اداریئے مورخہ 11۔اکتوبر 1970ء کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو!

''مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وزیر آباد میں تبلیغ اسلام کی نذر کیا۔انہوں نے تحریکِ پاکستان اور دیگر قومی تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔چنانچہ کئی بار انہیں مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کی پاداش میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔آج اُن کی وفات پر اپنے پرائے سبھی نوحہ خواں نظر آتے ہیں اور اُن کی موت کو ایک بہت بڑا قومی المیہ قرار دے رہے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے زندگی کے ہر مرحلہ پر اسلام کا ساتھ دینے کی بھرپور کوشش کی اور کسی قسم کی مصلحت کو اپنی راہ میں سنگ گراں نہ بننے دیا۔اب جبکہ وہ اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف سدھار چکے ہیں ہمیں خدا سے دُعا کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے فضل خاص سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور اُن کے لواحقین کے علاوہ اُن کے اَن گنت عقیدتمندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے تاکہ وہ سب اس صدمۂ عظیم کو برداشت کر سکیں۔''

جناب شورش کاشمیری (1975-1917ء) نے اپنے ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی اشاعت مورخہ 19۔اکتوبر 1970ء صفحہ 4 پر اپنے اداریہ میں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

''آہ! مولانا عبدالغفور ہزاروی''

''9۔اکتوبر کی صبح کو مولانا عبدالغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیر آباد ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آکر اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔اُن سے ذاتی نیاز تو نہیں تھا بس ایک آدھ دفعہ کی سرسری ملاقات تھی، وہ بھی مولانا ظفر علی خاں علیہ الرحمہ کے زمانے میں! ہم مولانا کے عقیدت کیش تھے اور وہ مولانا کے نیاز مند۔مولانا بھی اُن سے بہت محبت کرتے تھے۔مولانا نے اُن کے متعلق چند شعر بھی لکھے ہیں جو اس وقت حافظہ میں نہیں آرہے۔''اتحادِ ملّت'' میں وہ مولانا کے ساتھ رہے۔مولانا ''لیگ'' میں شامل ہوئے تو وہ بھی مولانا کے ساتھ ''لیگ'' میں چلے گئے اور تحریک پاکستان میں خطابت کی دلنشینی سے لوگوں کو مسحور کرتے رہے۔مسلکاً بریلوی مکتبۂ فکر کے علماء میں شامل تھے لیکن ہر مسلک کے لوگوں میں اُن کے لیے احترام ومحبت کے جذبات رہے۔مسلمانوں میں سوشلزم کے متعلق مدافعت کا جو شعور اور جذبہ اُبھر کر مستنکل ہوتا رہا، وہ بھی اس جذبہ وشعور کے

اُبھارنے والوں میں شامل رہے۔ اس سلسلے میں وزیر آباد کے گردونواح کی آبادیاں اُن کی شکرگزار تھیں۔

اُن کی موت سے ایک جیّد عالم، ایک مخلص انسان، ایک اعلیٰ خطیب اور ایک معروف دینی خدمت گزار اُٹھ گیا، ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کے لئے بہت اُجر ہے۔ وہ بارگاہ ایزدی سے اس کا بہت بہت صلہ پائیں گے۔ لیکن صوبہ میں اُن کی موت سے جو خلاء پیدا ہوگیا ہے وہ شاید پُر نہ ہو سکے۔ ہمیں اُن کی موت پر اُن کے اعزہ، اُن کے اقرباء، اُن کے احباب، اُن کے معتقدین حتیٰ کہ اپنی ملّت سے پوری پوری ہمدردی ہے کہ وہ خدمت گزاری اور علم دین کے اس پیکر متحرک سے محروم ہوگئی ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔"

بہت سے شعراء نے آپ کی رحلت پر قطعاتِ تاریخِ وفات لکھے۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

1- از حضرت صابرؔ براریؒ، کراچی

"ہادی مُلک علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی"

1970ء

ہو گئے ہیں آج مولانا شہید — اہلِ حق ہیں اُن کے غم میں چُور چُور
بالیقیں تھے واعظ شعلہ بیاں — شیخِ قرآن حضرت عبدالغفور
رہبرِ تحریکِ پاکستان تھے — تھی سیاست میں بھی شہرت دُور دُور
ہو عطا یارب اُنہیں روز جزا — دید روئے شافعؐ یوم النشور
فکر ہے صابرؔ اگر تاریخ کی — کہیے "مہتابِ فلک عبدالغفور"

1970ء

2- از جناب حکیم سرُورؔ سہارنپوری، گوجرانوالہ!

آج بے نُور ہوئی محفلِ علم و حکمت — اُٹھ گیا واقفِ اسرارِ کتاب و سنت
ذہن میں آیا ہے یہ مصرع تاریخِ وفات — "اہلِ سنت کا امام آج ہوا ہے رخصت"

1970ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریکِ پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 146 تا 154

2- ''عظمتِ رفتہ'' از سیّد آلِ احمد رضوی مطبوعہ ایبٹ آباد 1994ء ص 146 تا 149

3- ''تحریکِ پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ'' از پروفیسر محمد شفیع صابر مطبوعہ پشاور 1990ء ص 169

4- ''جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 964، 965

5- ''تاریخ رفتگاں'' از صابر براری مطبوعہ کراچی 1986ء ص 112

6- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان 1983ء ص 412

7- ''چمنستان'' از مولانا ظفر علی خاں مطبوعہ لاہور 1944ء ص 209، 210

8- ''حضرت امیر ملّت اور تحریکِ پاکستان'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1994ء ص 57

9- ''تحریکِ پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیالکوٹ 1987ء متعدد صفحات

10- ''حضرت شیخ القرآن'' از رانا منظور احمد خاں مطبوعہ وزیر آباد 1971ء متعدد صفحات

11- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 149

12- ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی بابت اکتوبر 1973

13- روزنامہ ''جاوداں'' لاہور بابت 28 ستمبر 1971

14- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17 فروری 1974ء، 3 نومبر 1972، 25 مارچ 1964ء، 11 اکتوبر 1970ء، 22 اکتوبر 1995ء، 26 ستمبر 1989ء، 9 جنوری 1969ء 7 جنوری 1969ء 10 دسمبر، 12 دسمبر 1997ء، 9 جنوری 1998ء

15- روزنامہ ''کوہستان'' لاہور بابت 25 مارچ 1964ء، 11 اکتوبر 1970ء

16- ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور بابت 19۔ اکتوبر 1970ء ص 4

17- ماہنامہ ''رضائے مصطفٰے'' گوجرانوالہ بابت جنوری 1996ء ص 16، 17، نومبر 1970ء ص 4

18- مجلّہ ''مہک'' گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ ''گوجرانوالہ نمبر'' 1982-1984ء ص 437 تا 443

19- رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء ص 81

20- مجلّہ ''لب جُو'' گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ ''گولڈن جوبلی نمبر'' اگست 1997ء ص 27

21- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص679

مولانا غلام دین اشرفیؒ

(1910-1970ء)

خطیبِ پاکستان مولانا غلام دین بن مولانا میاں سیّد احمد بن میاں فضل دین بن میاں کرم دین کی ولادت 1910ء میں فارسی زبان کے شہرۂ آفاق شاعر مُلّا غنیمت کنجاہیؒ (1630-1695ء) کے وطن مالوف کنجاہ کے نواحی گاؤں چکوڑی بکھو ضلع گجرات میں ہوئی۔ والد ماجد سے قرآن پاک پڑھنے کے بعد اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ سے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں مولانا محمد عبداللہ کنجاہیؒ سے سکندر نامہ تک فارسی پڑھی اور صرف ونحو کی کتابیں مولانا فضل حق موضع ٹھیکریاں (گجرات) سے پڑھیں۔ پھر لاہور آ کر ''دارالعلوم حزب الاحناف'' میں داخلہ لے لیا۔ یہاں انہوں نے استاذ العلماء مولانا محمد مہرالدین نقشبندی جماعتی (1901-1987ء)، مفتی اعظم مولانا سیّد ابوالبرکات سید احمد قادریؒ (1901-1978ء) اور امام المحدثین سیّد دیدار علی شاہ الوریؒ (1856-1935ء) سے اکتساب کیا۔ 1352ھ/ 1933ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد شہزادۂ غوث الوریٰ شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھویؒ (1850-1936ء) سے شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ خود فرماتے ہیں!

اشرفی ہوں بندۂ مسکین ہوں　　　خادمِ قوم، غلامِ دین ہوں

فراغت کے بعد بطور خطیب مسجد لال کھوہ اندرون موچی دروازہ لاہور میں تقرر ہوا۔ چند سال بعد مولوی محبوب عالم، مسجد لوکوشیڈ کی امامت وخطابت سے معزول کر دیئے گئے تو اُن کی جگہ آپ کو امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ اس وقت لوکوشیڈ کی مسجد بہت چھوٹی تھی لیکن جب آپ نے یہاں خطابت شروع کی تو ہزاروں کا مجمع ہونے لگا۔ پھر اُن کی سعی وکاوش سے موجودہ عمارت تیار ہوئی جو لاہور کی عالیشان مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا موجودہ نام جامع مسجد صدیقیہ ہے۔

قدرت نے مولانا غلام دین کی آواز میں بلا کا سوز، درد اور اثر پیدا کر دیا تھا کہ لوگ دیوانہ وار اُن کی تقاریر سنتے اور سر دُھنتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی اُن کی دو تقاریر ایوبی دور میں قصور اور بھائی پھیرو ضلع قصور

میں سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ ایسی منظر کشی کرتے تھے کہ سامعین کو محسوس ہوتا تھا کہ ہر چیز اُن کے سامنے موجود ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے دور کے بہترین اور عظیم مقرروں میں سے تھے۔ اُن کے بعد لاہور کو اُن کا ثانی خطیب نہ مل سکا۔

مولانا غلام دین نے تحریکِ کشمیر اور تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں اُن کی خدماتِ جلیلہ کا احاطہ کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ انہوں نے اپنی جادو اثر تقاریر سے جس انداز سے اہالیان لاہور کو خصوصاً اور پنجاب کے لوگوں کو عموماً تحریک پاکستان کے اغراض ومقاصد سے روشناس کرایا وہ انہی کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں دیوبندی مکتبہ فکر کے مؤرخ اور مصنف پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور اپنی کتاب ''تحریک پاکستان'' کے صفحہ 446 پر ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

> ''دیوبندی حلقوں کی جانب سے اس کانفرنس کی کارروائی پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کانفرنس میں شرکاء کا سیاسی وزن کتنا تھا اور اُن کی ملکی سیاست میں کیا حیثیت تھی۔ راقم آثم دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے باوجود عرض کرتا ہوں کہ ان مشائخ اور علماء کا عوام پر بڑا اثر تھا۔ خود لاہور میں تحریکِ پاکستان کے لئے بریلوی مکتبہ فکر کے علماء میں سے مولانا محمد بخش مسلم اور مولانا غلام الدین اشرفی نے جو کام کیا وہ محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ مؤخر الذکر کی تقریریں راقم آثم نے سنی ہیں جس انداز سے وہ گاندھی اور نہرو کو لتاڑتے تھے اور جس بری طرح سے گاندھی اور نہرو کا جوٹھا میٹھا کھانے والے ''کانگرسی مولویوں'' کے لتے لیتے تھے، یہ اُن ہی کا حصہ ہے۔''

1945-46ء کے انتخابات میں مولانا غلام دین نے مسلم لیگی اُمیدواروں کے حلقوں کے طوفانی دورے کر کے مسلم لیگ کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔ لاہور میں مسلم لیگیوں کی کامیابی اُن کا اچھا خاصا عمل دخل ہے۔ 1947ء میں سر حیات خان ٹوانہ (1900-1975ء) وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف تحریکِ سول نافرمانی میں مولانا کی تقریروں نے ایک آگ لگا دی اور مسلم لیگیوں نے جیلیں بھر دیں۔

پاکستان بننے کے بعد سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت کی نمائندہ تنظیم جمعیت علماء پاکستان میں فعال کردار ادا کیا۔ 1953ء کی ''تحریک ختم نبوت'' میں دیوانہ وار حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر کے سنت

یونٹی ادا کی۔ 70-1969ء میں وطن عزیز میں سوشلزم کا فتنہ ظہور پذیر ہوا تو دوسرے علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ انہوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی سرگرم رہے۔ ''فضائل درود شریف''، ''فضائل امام اعظمؒ'' اور ''رفیق الواعظین'' کے نام سے تین کتابیں یادگار چھوڑیں۔ 1964ء میں اپنی مسجد میں دار العلوم جامعہ صدیقیہ قائم کیا جس سے ہزاروں لوگوں نے اکتسابِ علم کیا۔

9۔اکتوبر 1970ء کو شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی ثم وزیر آبادیؒ (1970-1910ء) کی رحلت ہوئی تو آپ اُن کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے وزیر آباد تشریف لے گئے۔ واپسی پر اپنے محبوب دوست کی رحلت کے صدمہ سے چور چور تھے۔ زندگی کا مزا باقی نہ رہا تھا۔ لہٰذا تین چار دن بعد 12۔اکتوبر 1970ء/ 1390ھ بروز پیر، دل کا دورہ پڑنے سے نماز ظہر کی ادائیگی کے دوران اپنی بنا کردہ مسجد صدیقیہ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ سیّد ابوالبرکات قادری (1978-1901ء) نے پڑھائی۔ ایک لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مسجد کی جنوبی جانب مزار پُر انوار بنا جو مرجع خاص وعام ہے۔

آپ کی رحلت پر دنیائے اہلسنت میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بہت سے اخبارات اور رسائل نے اپنے اداریوں میں آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ بطور اختصار صرف جمعیت علماء اسلام (دیو بندی تھانوی گروپ) کے ترجمان ہفت روزہ ''صوت الاسلام'' لاہور بابت 29 اکتوبر 1970ء صفحہ 17 کا اداریہ نقل کیا جاتا ہے۔

> ''ابوالحقائق علامہ پیر عبد الغفور ہزاروی اور حضرت مولانا غلام الدین لاہوری رحمتہ اللہ علیہما کی وفات اُمتِ مسلمہ کیلئے ایک انتہائی اندوہگیں سانحہ ہے جس کا اظہار الفاظ وبیان میں ناممکن ہے۔
>
> آج جبکہ ملّتِ اسلامیہ کفر والحاد کی مہیب قوتوں سے برسرِ پیکار ہے اس لئے اپنے ان دو عظیم مجاہد ساتھیوں سے محروم ہو جانا ایک نا قابل برداشت سانحہ ہے کیونکہ ان ہر دو مجاہدین کی اُمت کو آج پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت تھی۔
>
> ادارہ ''صوت الاسلام'' اُمت کے ان دونوں نامور فرزندوں کی وفات پر انتہائی اندوہگیں ہیں اور دین کے لئے اُن کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے خدائے قدوس کے حضور میں اُن کی مغفرت کے لئے دُعا گو ہے۔''

حضرت صابرؔ براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخِ وفات کہا!

''پاک بیاں مولانا غلام دین خطیب''

......1970ء......

صد حیف وہ بھی عالمِ فانی سے چل دیئے　واعظ جو بے مثال تھے حضرت غلامِ دیں
لاہور لوکو شیڈ کی مسجد کے تھے خطیب　رکھتے تھے سارے ملک میں شہرت غلامِ دیں
تحریکِ پاکستان کے بھی رہنما تھے آپ　یوں کر گئے ہیں ملک کی خدمت غلامِ دیں

صابرؔ ملا ہے غیب سے اُن کا سنِ وفات
'' ہیں ماہِ علم ساکن جنت غلامِ دیں ''
1970ء

جناب سیّد عارف محمود مہجورؔ رضوی گجراتی نے یوں تاریخِ وفات کہی!

روشن طبع خطیبِ اسلام''

......1390ھ......

''سعدیٔ زماں مولانا غلام الدین رحمتہ اللہ علیہ''

......1970ء......

چل دیئے ہیں جہانِ فانی سے　بندۂ اشرفی سعیدِ زماں
خوش بیانی و خوش نوائی آہ　اُن کے غم میں آج محوِ فغاں
اُن کی رحلت پر ہمنشینوں کے　ناتواں ہو گئے ہیں جسم و جاں
خادمِ قوم تھے غلامِ دیں　واعظِ خوش نوا و سحر بیاں
معتقد اُن کا اک زمانہ تھا　معترف آج بھی ہیں پیر و جواں
مسکراتی تھی اُن کے دم سے بہار　بعد رحلت ہوئی ہے وقفِ خزاں

کہیئے ۔ مہجور سالِ مرگ اُن کا
'' واصلِ حق خطیبِ پاکستاں ''
1390ھ

ماخذ:۔

1- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1995ء ص446

2- خفتگانِ خاکِ گجرات'' از ڈاکٹر محمد منیر سلیچ مطبوعہ گجرات 1996ء ص 300
3- ''تذکرہ علمائے پنجاب'' جلد دوم از اختر راہی مطبوعہ لاہور 1980ء ص 443 تا 444
4- ''تذکرہ علماء اہلسنت لاہور'' از علامہ اقبال احمد فاروقی، مطبوعہ لاہور 1975ء ص 365
5- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام 1990ء ص 175
6- ''خفتگانِ خاکِ لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 495 تا 496
7- ''جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 1034
8- ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ بابت نومبر 1970ء ص 4
9- ہفت روزہ ''صوت الاسلام'' لاہور بابت 29 اکتوبر 1970ء ص 17
10- روزنامہ ''مشرق'' لاہور بابت 14-13 اکتوبر 1970
11- مکتوب گرامی جناب پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور بنام مولف محررہ 26 اگست 1997ء
12- رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء ص 81، 88
13- مجلّہ ''لبِ جُو'' گولڈن جوبلی نمبر 1997ء گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ ص 28، 194
14- ''یادِ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 61
15- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 16 نومبر 2000ء

مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقیؒ

(1905-1971ء)

مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقی کی ولادت 1905ء میں قصبہ مہم شریف ضلع رُہتک (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ نویں جماعت پاس کرنے کے بعد مسجد فتح پوری دہلی میں آٹھ سال تک عربی اور فارسی پڑھی۔ پھر چار سال تک طیبہ کالج دہلی میں پڑھتے رہے اور 1928ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ دس سال تک میونسپل کمیٹی رُہتک میں بطور طبیب ملازم رہے۔ اور پھر قیامِ پاکستان تک رہتک میں طبابت کرتے رہے۔ ''آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس'' کی رہتک شاخ کے آٹھ سال تک مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ دس سال مدرسہ خیر المعاد رُہتک کی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری رہے اور اتنا عرصہ ''سیرت کمیٹی'' کے سیکرٹری رہے۔

آپ کو اولیاء اللہ کے عرسوں سے خاص دلچسپی رہی۔ لوگوں کو عرسوں میں شرکت پر آمادہ کرنے کیلئے آپ نے ''انجمن خدام الاولیاء'' قائم کی اور دو سال تک اسکے منتظم رہے۔ آپ رُہتک کی ''نماز کمیٹی'' کے بھی سرگرم کارکن رہے۔ تاریخ و ادب کا اعلیٰ ذوق پایا۔ رُہتک کے میونسپل ہال میں ''بزم ادب'' کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعرہ میں پانچ سال تک بحثیت سیکرٹری کام کیا اور شعر گوئی سے مستفیض کیا۔

تحریک پاکستان کا دورہ آیا تو آپ نے اپنی تمام تر قوتیں اسی میں صرف کر دیں۔ ضلع رہتک میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ جگہ جگہ دورے کر کے عوام کو تحریک پاکستان کا حامی بنایا۔ 35-1934ء میں رہتک مسلم لیگ کے سیکرٹری رہے۔ بحثیت سیکرٹری آپ نے جو خدمات انجام دیں ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ قیام پاکستان کے بعد 1947ء میں ملتان آ گئے اور تین سال ''انجمن صدیقیاں'' کے سیکرٹری رہے۔ 12 جنوری 1971ء کو ملتان میں ہی رحلت فرمائی۔ حضرت صابر براری ثم کراچیؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخِ وفات کہا!

ہو گئے آہ وہ عالمِ بھی جہاں سے رخصت تھا اطباء میں بھی حاصل جنہیں ایک اعلیٰ مقام

کہہ دے اے صابرِ خستہ سنِ رحلت اُن کا ''نامی شہر ہیں اب خلد میں شمس الاسلام''

1971ء

ماخذ:-

1- ''مآثر الاجداد'' از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور 1964ء ص 271، 398

2- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص 98

3- مکتوبِ گرامی جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی بنام محمد صادق قصوری از کیڈٹ کالج حسن ابدال محررہ 10 ستمبر 1975ء

مولوی فرید احمد شہیدؒ
(1923-1971ء)

مولوی فرید احمد کی ولادت 1923ء میں کاکس بازار (چٹا گانگ، مشرقی پاکستان) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ہائی سکول کاکس بازار میں حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج چٹا گانگ سے بی اے (آنرز) کیا۔ ایم اے انگلش اور ایل ایل بی کی ڈگریاں ڈھاکہ یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ دورانِ تعلیم تحریک پاکستان کے سپاہی بن گئے۔ 1945ء میں رمضان المبارک کی 26 ویں شب کو خواب میں حضرت شاہ جلال سلہٹیؒ کی زیارت ہوئی۔ شاہ جلالؒ نے انہیں حکم دیا "فرید! تم فرید احمد ہو، ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے ہو...... ایک بہت بڑا اسلامی ملک بننے والا ہے۔ جاؤ اور جناح کے قافلے میں شامل ہو جاؤ...... تم پاکستان بنانے کے لئے ایک سو قدم چلو گے تو جنت تمہارے خیر مقدم کے لئے ایک لاکھ فرسخ کا فاصلہ طے کرے گی۔"

مولوی صاحب کی جب آنکھ کھلی تو اُن کے ہوسٹل کے کمرے میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اُن کے روم میٹ کی آنکھ بھی کھلی ہوئی تھی اور شاید خوشبو نے اسے بیدار کر دیا تھا۔ مولوی صاحب نے کلمہ شہادت پڑھ کر وضو کیا اور شکرانے کے نفل ادا کیئے۔ اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے، سحری کا وقت ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب نے سحری کھائی اور روزے کی نیت کر کے کلکتہ کو روانہ ہو گئے۔

1946ء میں "انجمن اتحاد طلبہ جامعہ ڈھاکہ" کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ اسی سال "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر منتخب ہوئے اور تحریک پاکستان کے لئے وقف ہو گئے۔ سلہٹ کے ریفرنڈم میں سرگرم مساعی بروئے کار لائیں۔

پاکستان بننے کے بعد گورنمنٹ کالج ڈھاکہ میں انگریزی کے اُستاد ہو گئے۔ 1948ء میں استعفیٰ دے کر کاکس بازار میں وکالت شروع کر دی۔ لیکن اُن کی وکالت بہت کم چلتی تھی کیونکہ وہ موکل کی باقاعدہ تفتیش کرتے تھے کہ وہ حق پر ہے یا جھوٹا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جب سچے موکل کی فیس لیتے تو اسکی فیس کم ہی ہوتی۔ 1952ء میں "نظام اسلام پارٹی" میں شمولیت اختیار کر لی۔ 1954ء میں مشرقی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1955ء میں دوسری دستور ساز کمیٹی کے رکن رہے۔ 1957ء میں چندریگر (1897-1960ء) کی وزارت میں وزیر محنت بنائے گئے۔ 1958ء میں نظام اسلام پارٹی کے سیکرٹری

جنرل منتخب ہوئے۔ 1962ء میں قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ 1965ء میں دوبارہ ایم این اے چنے گئے۔ یہ دور اُن کی سیاست کے عروج کا دور تھا۔ انہوں نے کبھی بھی اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ سیاست کو انہوں نے تجارت نہیں بنایا۔ وکالت سے جو کچھ کمایا وہ سیاست پر لٹا دیا۔ ایوان میں ہمیشہ حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کیا اور ایوب خاں (1974-1907ء) کی آمریت کو للکارا۔

مولوی صاحب کو اسلام اور پاکستان سے عشق تھا۔ وہ درویش خدا مست اور باخدا صوفی تھے۔ اہل سنت و جماعت کے زبردست مبلغ تھے۔ جب بھی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد آتے تو گولڑہ شریف ضرور حاضری دیتے۔ لاہور آتے تو حضرت داتا گنج بخشؒ (10072-1009ء) اور حکیم الامت علامہ اقبال (1938-1877ء) کے مزارات پر خصوصی طور پر حاضری دیتے تھے۔ 23۔اگست 1968ء کو مسلمانانِ سلہٹ نے مولوی صاحب کو ''امیر اہلسنت'' کا خطاب دیا تھا جو اُن کی خدمات کا عکاس تھا۔ اُن کو انگریزی، اُردو، بنگلہ، عربی، پنجابی، پشتو، سندھی، جرمن اور فرانسیسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

1970ء میں ''پاکستان جمہوری پارٹی'' کے نائب صدر تھے۔ دسمبر 1970ء کے الیکشن میں اپنی پارٹی کے ٹکٹ پر حلقہ 161 چاٹگام IX سے قومی اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ مقابلے پر عوامی لیگ کے نور احمد اور کنونشن مسلم لیگ کے ظفر عالم چوہدری تھے۔ غدارِ پاکستان شیخ مجیب الرحمٰن (1975-1922ء) صدر عوامی لیگ کی غنڈہ گردی اور بھارت جیسے کمینہ دشمن کی پشت پناہی سے عوامی لیگ بھاری اکثریت سے جیت گئی اور محبِ وطن قوتیں ہار گئیں۔ عوامی لیگ کے اُمیدوار کے مقابلے میں مولوی فرید احمد بھی شکست سے دوچار ہو گئے۔ مشرقی پاکستان کے حالات ابتر ہوتے گئے۔ دیگر محبِ وطن رہنماؤں کی طرح مولوی صاحب بھی بہت پریشان تھے۔ 1971ء میں انہیں ''مشرقی پاکستان امن کمیٹی'' کا صدر نامزد کیا گیا۔ انہوں نے حالات کو سدھارنے کے لئے پوری پوری کوشش کی۔

27 جون 1971ء کو رنگ پور گرلز کالج گراؤنڈ میں مقامی مسلم لیگ کے زیرِاہتمام ایک جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولوی صاحب نے کہا!

''میں جانتا ہوں...... میری تقریر اخبار والے نہیں چھاپیں گے اسی لئے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اوپر بادلوں کے اوپر کچھ سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہمارے خلاف، آپ کے خلاف اور اُن سب لوگوں کے خلاف جنہوں نے پاکستان بنایا تھا۔ پاکستان ہم نے اس لئے نہیں بنایا تھا کہ

یہاں جم کر بیٹھ جائیں گے۔ ہم نے پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ پھر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو آزاد کرائیں گے۔ ایک بڑی قوم بنے گی اور یہ قوم تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد کرکے ایک بڑی قوم میں تبدیل کردے گی۔ لیکن ہمارے اس خواب کو، اس عظیم مقصد کو تباہ کرنے کے لئے سازشیں ہورہی ہیں۔ ہوشیار...... ہوشیار...... ہوشیار!

اس تقریر میں مولوی صاحب کے یہ آخری الفاظ تھے کیونکہ اس کے بعد وہ اپنی تقریر جاری نہ رکھ سکے۔ اُن کی آواز بھرا گئی اور وہ بلک بلک کر رونے لگے۔ یہی حال حاضرین کا تھا۔

14۔ اگست 1971ء کو پلٹن میدان ڈھاکہ میں عصر کے بعد ''یوم استقلال پاکستان'' کے جلسے سے مولوی صاحب نے خطاب کیا۔ ابتداء میں پلٹن میدان کے عقب میں واقع مسجد میں کچھ ہلچل ہوئی تو مولوی صاحب نے کہا کہ ''میں جانتا ہوں یہ کون لوگ ہیں اور میں ان کی خبر لینا بھی جانتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی ہلچل ختم ہوگئی۔ مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں تحریک پاکستان کے ابتدائی دنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا!

''پاکستان، بنگال کے مسلمانوں نے بنایا ہے۔ مسلم لیگ بنانے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی تو ڈھاکہ میں مسلم لیگ بنائی گئی۔ پاکستان کے لئے سب سے زیادہ ووٹ بنگال کے مسلمانوں نے دیئے۔ ''ڈائریکٹ ایکشن ڈے'' میں اگر کلکتہ کے مسلمانوں کا خون نہ بہتا تو ہرگز ہرگز انگریز اور ہندو، قائداعظمؒ کے سامنے سرنڈر نہ ہوتے۔ آج بنگال ہی کو پاکستان توڑنے کا ذریعہ بنایا جارہا ہے۔''

تقریر کے بعد آخر میں مولوی صاحب یوں گویا ہوئے!

''میں آپ سب کو یاد دلاتا ہوں کہ جب پاکستان قائم ہوا تو اللہ کی رحمت سے یہ ملک 26 اور 27 رمضان المبارک کی درمیانی شب کو قائم ہوا یعنی پاکستان اس رات قائم ہوا جس رات قرآن نازل ہوا۔ یہ ایک غیبی اشارہ تھا کہ پاکستان کیوں قائم ہوا اور اسے کن مقاصد کے لئے کام کرنا ہے۔ لیکن ہم نے اپنا یوم منانے کے لیے اللہ کی دی ہوئی تاریخ کو ٹھکرا کر انگریزوں کی دی ہوئی تاریخ 14 اگست کو اپنا لیا اور اس طرح عوام کے ذہنوں سے تحریک پاسکتان کے مقاصد کو کھرچنے کی کوشش پہلے ہی دن سے شروع کردی تھی۔

چنانچہ اللہ نے بار بار ہمیں وارننگ دی لیکن ہم باز نہ آئے اس لئے امن وسکون ہم سے روٹھ گیا۔ اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ ''ہم جس قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں اس میں

پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔'' ہم جو بمبئی سے خیبر تک اور کراچی سے گوہاٹی تک ایک تھے، اب ڈھاکہ سے کاکس بازار تک بھی ایک نہیں ہیں۔ ذرا سوچئے تو یہ کیا ہے۔ یہ خدا کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں، ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے دُشمن ہو چکے ہیں۔ یاد رکھو! جب کبھی کسی قوم میں انتشار پھیل جائے تو پھر سمجھ لو کہ وہ قوم عذابِ الٰہی میں گرفتار ہے۔''

مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ...... اگر زندہ رہے تو آئندہ سال ''یوم استقلال'' 14 اگست کی بجائے 27 رمضان کو منائیں گے۔ پھر انہوں نے نعرہ لگایا ''اگست ہمیں پست، رمضان حوصلے جوان''۔

جلسہ کے بعد مولوی صاحب سے پوچھا گیا، آپ نے آج کونسا نعرہ بلند کیا ہے؟ مولوی صاحب فرمانے لگے! ''شاہ جلالؒ کل پھر میرے خواب میں آئے تھے اور اُنہوں نے مجھے حکم دیا تھا ''فرید! جاؤ لوگوں کو بتاؤ کہ اللہ اُن سے ناراض ہے کیونکہ وہ 27 رمضان المبارک کی بجائے 14 اگست کے دیوانے ہیں۔'' میں نے حضرت شاہ جلالؒ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب مغربی پاکستان کے دورہ پر آئے اور آخری دفعہ آئے۔ لاہور میں مشرقی پاکستان کے حالات بتاتے ہوئے بڑی دلسوزی کے ساتھ کہنے لگے!

''ایک روز میں عصر کی نماز کے بعد مصلّے ہی پر بیٹھا رہا، دل بے حد افسردہ تھا۔ کیا اب میں کبھی مغربی پاکستان نہ جا سکوں گا؟ کیا اب کبھی داتا گنج بخشؒ اور علامہ اقبالؒ کے مزاروں پر حاضری نصیب نہ ہوگی؟ کیا اب کبھی اپنے بے شمار رفقاء اور دوستوں سے ملنا نہیں ہوگا؟ یہ سوال بار بار ذہن میں اُٹھتے اور میں بے اختیار پکار اُٹھا! یا الٰہی یہ تو بہت ظلم ہوگا۔''

7 نومبر 1971ء کو مولوی صاحب نے ڈھاکہ میں اپنی رہائش گاہ پر اپنی کتاب ''Sun Behind The Clouds'' (سورج بادلوں کی اوٹ میں) کی رونمائی کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ تمام رپورٹروں کو ایک ایک جلد بطور تحفہ پیش کی۔ اس موقع پر اُنہوں نے بڑے دُکھ کے ساتھ کہا کہ ''مغربی پاکستان'' کی قیادت یہ سوچ رہی ہے کہ ''مشرقی پاکستان'' جتنی جلدی الگ ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔'' میں نے اُن سے کہا ''آپ مجھے مجیب سے ملا دیں میں اُس کے پاؤں پر اپنی ٹوپی رکھ کر کہوں گا کہ مفاہمت کر لو۔'' جواباً انہوں نے کہا کہ ''کسی کی مجال نہیں ہے کہ مشرقی پاکستان پر قبضہ کرے۔ مولوی صاحب! آپ کی ٹوپی مشرقی پاکستان سے زیادہ مقدس ہے ہم ہرگز یہ توہین برداشت

نہیں کریں گے اس لئے ملاقات کا کوئی فائدہ نہیں۔''

17 دسمبر 1971ء کے سیاہ دن پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے تو بنگلہ دیش ریڈیو اور ٹی وی نے اعلان کیا کہ پاکستان کے حامی راہنما فوراً اپنے اپنے قریبی تھانہ میں گرفتاریاں پیش کریں۔ مولوی صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ اب کلمۂ شہادت کا وقت آ گیا ہے، تھانہ لال باغ ڈھاکہ میں خود کو پیش کر دیا۔ 18 دسمبر کو چند طالب علم لال باغ تھانے کی حوالات سے زبردستی اپنے ساتھ ''اقبال ہال ڈھاکہ'' لے گئے۔ پولیس کے ایک دو سپاہیوں نے اُن کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو طالب علموں نے اُن کے سینوں کو مشین گن سے نشانہ بنایا تو وہ ایک طرف ہو گئے۔

مولوی صاحب نے کہا تھا کہ کلمۂ شہادت اس طرح ادا ہو کہ گردن پر تیغِ برہنہ ہو اور اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھی ہو اور زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو۔ 19 دسمبر 1971ء کی صبح انہوں نے اسی انداز میں کلمۂ شہادت ادا کیا۔ مکتی باہنی کے جیالوں نے اے ایس ایم عبدالرب کی زیرِ قیادت اُن پر تشدد اور انسانیت سوز سلوک کی انتہا کر دی۔ اُن کی آنکھیں نکال دی گئیں لیکن وہ کلمۂ شہادت ادا کرتے رہے۔ اُن کی ٹانگ کاٹ دی گئی وہ کلمۂ شہادت پڑھتے رہے۔ اُن کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا وہ پھر بھی کلمۂ شہادت پڑھتے رہے اور ''پاکستان زندہ باد'' کہتے رہے یہاں تک کہ اُن کی زبان کاٹ دی گئی اور پھر اُن کی بائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا......! (اللہ گواہ رہنا)۔ یہ تھی شہادت کی موت، ایک عاشقِ رسولؐ، حضرت شاہ جلالؒ کے مرید، ایک پاکستان کے دیوانے اور قائداعظمؒ کے سپاہی کی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

پروفیسر اسرار احمد سہاوری (1921-2000ء) نے مولوی فرید احمد شہیدؒ کے حضور جو خراجِ عقیدت پیش کیا، کون ہے جو پڑھ کر اشکبار نہ ہو۔

چشمِ دل اشکبار ہو کے رہی — فرقتِ دوست خار ہو کے رہی
زندگی با کمال تھی اُس کی — موت بھی با وقار ہو کے رہی
اُس کے عزمِ صمیم کے آگے — دُشمنی شرمسار ہو کے رہی
خونِ ناحق سے اُس کے خاکِ وطن — ہمہ تن لالہ زار ہو کے رہی
زندگی اُس کی اک امانت تھی — جو وطن پر نثار ہو کے رہی

پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔'' ہم جو بمبئی سے خیبر تک اور کراچی سے گوہاٹی تک ایک تھے، اب ڈھاکہ سے کاکس بازار تک بھی ایک نہیں ہیں۔ ذرا سوچئے تو یہ کیا ہے۔ یہ خدا کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں، ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے دُشمن ہو چکے ہیں۔ یاد رکھو! جب کبھی کسی قوم میں انتشار پھیل جائے تو پھر سمجھ لو کہ وہ قوم عذابِ الٰہی میں گرفتار ہے۔''

مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ...... اگر زندہ رہے تو آئندہ سال ''یوم استقلال'' 14 اگست کی بجائے 27 رمضان کو منائیں گے۔ پھر انہوں نے نعرہ لگایا ''اگست ہمیں پست، رمضان حوصلے جوان''۔

جلسہ کے بعد مولوی صاحب سے پوچھا گیا، آپ نے آج کونسا نعرہ بلند کیا ہے؟ مولوی صاحب فرمانے لگے! ''شاہ جلالؒ کل پھر میرے خواب میں آئے تھے اور اُنہوں نے مجھے حکم دیا تھا ''فرید! جاؤ لوگوں کو بتاؤ کہ اللہ اُن سے ناراض ہے کیونکہ وہ 27 رمضان المبارک کی بجائے 14 اگست کے دیوانے ہیں۔'' میں نے حضرت شاہ جلالؒ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب مغربی پاکستان کے دورہ پر آئے اور آخری دفعہ آئے۔ لاہور میں مشرقی پاکستان کے حالات بتاتے ہوئے بڑی دلسوزی کے ساتھ کہنے لگے!

''ایک روز میں عصر کی نماز کے بعد مصلّے ہی پر بیٹھا رہا، دل بے حد افسردہ تھا۔ کیا اب میں کبھی مغربی پاکستان نہ جا سکوں گا؟ کیا اب کبھی داتا گنج بخشؒ اور علامہ اقبالؒ کے مزاروں پر حاضری نصیب نہ ہوگی؟ کیا اب کبھی اپنے بے شمار رفقاء اور دوستوں سے ملنا نہیں ہوگا؟ یہ سوال بار بار ذہن میں اُٹھتے اور میں بے اختیار پکار اُٹھا! یاالٰہی یہ تو بہت ظلم ہوگا۔''

7 نومبر 1971ء کو مولوی صاحب نے ڈھاکہ میں اپنی رہائش گاہ پر اپنی کتاب ''Sun Behind The Clouds'' (سورج بادلوں کی اوٹ میں) کی رونمائی کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ تمام رپورٹروں کو ایک ایک جلد بطور تحفہ پیش کی۔ اس موقع پر اُنہوں نے بڑے دُکھ کے ساتھ کہا کہ ''مغربی پاکستان'' کی قیادت یہ سوچ رہی ہے کہ ''مشرقی پاکستان'' جتنی جلدی الگ ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔'' میں نے اُن سے کہا ''آپ مجھے مجیب سے ملا دیں میں اُس کے پاؤں پر اپنی ٹوپی رکھ کر کہوں گا کہ مفاہمت کر لو۔'' جواباً انہوں نے کہا کہ ''کسی کی مجال نہیں ہے کہ مشرقی پاکستان پر قبضہ کرے۔ مولوی صاحب! آپ کی ٹوپی مشرقی پاکستان سے زیادہ مقدس ہے ہم ہرگز یہ توہین برداشت

یہاں جم کر بیٹھ جائیں گے۔ ہم نے پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ پھر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو آزاد کرائیں گے۔ ایک بڑی قوم بنے گی اور یہ قوم تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد کر کے ایک بڑی قوم میں تبدیل کر دے گی۔ لیکن ہمارے اس خواب کو، اس عظیم مقصد کو تباہ کرنے کے لئے سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہوشیار...... ہوشیار...... ہوشیار!

اس تقریر میں مولوی صاحب کے یہ آخری الفاظ تھے کیونکہ اس کے بعد وہ اپنی تقریر جاری نہ رکھ سکے۔ اُن کی آواز بھرا گئی اور وہ بلک بلک کر رونے لگے۔ یہی حال حاضرین کا تھا۔

14۔ اگست 1971ء کو پلٹن میدان ڈھاکہ میں عصر کے بعد ''یوم استقلال پاکستان'' کے جلسے سے مولوی صاحب نے خطاب کیا۔ ابتداء میں پلٹن میدان کے عقب میں واقع مسجد میں کچھ ہلچل ہوئی تو مولوی صاحب نے کہا کہ ''میں جانتا ہوں یہ کون لوگ ہیں اور میں ان کی خبر لینا بھی جانتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی ہلچل ختم ہوگئی۔ مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں تحریک پاکستان کے ابتدائی دنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا!

''پاکستان، بنگال کے مسلمانوں نے بنایا ہے۔ مسلم لیگ بنانے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی تو ڈھاکہ میں مسلم لیگ بنائی گئی۔ پاکستان کے لئے سب سے زیادہ ووٹ بنگال کے مسلمانوں نے دیئے۔ ''ڈائریکٹ ایکشن ڈے'' میں اگر کلکتہ کے مسلمانوں کا خون نہ بہتا تو ہرگز ہرگز انگریز اور ہندو، قائداعظمؒ کے سامنے سرنڈر نہ ہوتے۔ آج بنگال ہی کو پاکستان توڑنے کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔''

تقریر کے بعد آخر میں مولوی صاحب یوں گویا ہوئے!

''میں آپ سب کو یاد دلاتا ہوں کہ جب پاکستان قائم ہوا تو اللہ کی رحمت سے یہ ملک 26 اور 27 رمضان المبارک کی درمیانی شب کو قائم ہوا یعنی پاکستان اس رات قائم ہوا جس رات قرآن نازل ہوا۔ یہ ایک غیبی اشارہ تھا کہ پاکستان کیوں قائم ہوا اور اسے کن مقاصد کے لئے کام کرنا ہے۔ لیکن ہم نے اپنا یوم منانے کے لیے اللہ کی دی ہوئی تاریخ کو ٹھکرا کر انگریزوں کی دی ہوئی تاریخ 14 اگست کو اپنا لیا اور اس طرح عوام کے ذہنوں سے تحریک پاسکتان کے مقاصد کو کھرچنے کی کوشش پہلے ہی دن سے شروع کر دی تھی۔

چنانچہ اللہ نے بار بار ہمیں وارننگ دی لیکن ہم باز نہ آئے اس لئے امن وسکون ہم سے روٹھ گیا۔ اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ'' ہم جس قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں اس میں

پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔'' ہم جو بمبئی سے خیبر تک اور کراچی سے گوہاٹی تک ایک تھے، اب ڈھاکہ سے کا کس بازار تک بھی ایک نہیں ہیں۔ ذرا سوچئے تو یہ کیا ہے۔ یہ خدا کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں، ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے دُشمن ہو چکے ہیں۔ یاد رکھو! جب بھی کسی قوم میں انتشار پھیل جائے تو پھر سمجھ لو کہ وہ قوم عذابِ الٰہی میں گرفتار ہے۔''

مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ...... اگر زندہ رہے تو آئندہ سال ''یوم استقلال'' 14 اگست کی بجائے 27 رمضان کو منائیں گے۔ پھر انہوں نے نعرہ لگایا ''اگست ہمیں پست، رمضان حوصلے جوان''۔

جلسہ کے بعد مولوی صاحب سے پوچھا گیا، آپ نے آج کونسا نعرہ بلند کیا ہے؟ مولوی صاحب فرمانے لگے! ''شاہ جلالؒ کل پھر میرے خواب میں آئے تھے اور اُنہوں نے مجھے حکم دیا تھا'' فرید! جاؤ لوگوں کو بتاؤ کہ اللہ اُن سے ناراض ہے کیونکہ وہ 27 رمضان المبارک کی بجائے 14 اگست کے دیوانے ہیں۔'' میں نے حضرت شاہ جلالؒ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب مغربی پاکستان کے دورہ پر آئے اور آخری دفعہ آئے۔ لاہور میں مشرقی پاکستان کے حالات بتاتے ہوئے بڑی دلسوزی کے ساتھ کہنے لگے!

''ایک روز میں عصر کی نماز کے بعد مصلّے ہی پر بیٹھا رہا، دل بے حد افسردہ تھا۔ کیا اب میں کبھی مغربی پاکستان نہ جاسکوں گا؟ کیا اب کبھی داتا گنج بخشؒ اور علامہ اقبالؒ کے مزاروں پر حاضری نصیب نہ ہوگی؟ کیا اب کبھی اپنے بے شمار رفقاء اور دوستوں سے ملنا نہیں ہوگا؟ یہ سوال بار بار ذہن میں اُٹھتے اور میں بے اختیار پکار اُٹھا! یا الٰہی یہ تو بہت ظلم ہوگا۔''

7 نومبر 1971ء کو مولوی صاحب نے ڈھاکہ میں اپنی رہائش گاہ پر اپنی کتاب

''Sun Behind The Clouds'' (سورج بادلوں کی اوٹ میں) کی رونمائی کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ تمام رپورٹروں کو ایک ایک جلد بطور تحفہ پیش کی۔ اس موقع پر اُنہوں نے بڑے دُکھ کے ساتھ کہا کہ ''مغربی پاکستان'' کی قیادت یہ سوچ رہی ہے کہ ''مشرقی پاکستان'' جتنی جلدی الگ ہوجائے اتنا ہی اچھا ہے۔'' میں نے اُن سے کہا ''آپ مجھے مجیب سے ملادیں میں اُس کے پاؤں پر اپنی ٹوپی رکھ کر کہوں گا کہ مفاہمت کرلو۔'' جواباً انہوں نے کہا کہ ''کسی کی مجال نہیں ہے کہ مشرقی پاکستان پر قبضہ کرے۔ مولوی صاحب! آپ کی ٹوپی مشرقی پاکستان سے زیادہ مقدس ہے ہم ہرگز یہ توہین برداشت

نہیں کریں گے اس لئے ملاقات کا کوئی فائدہ نہیں۔''

17 دسمبر 1971ء کے سیاہ دن پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے تو بنگلہ دیش ریڈیو اور ٹی وی نے اعلان کیا کہ پاکستان کے حامی راہنما فوراً اپنے اپنے قریبی تھانہ میں گرفتاریاں پیش کریں۔ مولوی صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ اب کلمۂ شہادت کا وقت آ گیا ہے، تھانہ لال باغ ڈھاکہ میں خود کو پیش کر دیا۔ 18 دسمبر کو چند طالب علم لال باغ تھانے کی حوالات سے زبردستی اپنے ساتھ ''اقبال ہال ڈھاکہ'' لے گئے۔ پولیس کے ایک دو سپاہیوں نے اُن کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو طالب علموں نے اُن کے سینوں کو مشین گن سے نشانہ بنایا تو وہ ایک طرف ہو گئے۔

مولوی صاحب نے کہا تھا کہ کلمۂ شہادت اس طرح ادا ہو کہ گردن پر تیغ برہنہ ہو اور اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھی ہو اور زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو۔ 19 دسمبر 1971ء کی صبح انہوں نے اسی انداز میں کلمۂ شہادت ادا کیا۔ مکتی باہنی کے جیالوں نے اے ایس ایم عبدالرب کی زیرِ قیادت اُن پر تشدد اور انسانیت سوز سلوک کی انتہا کر دی۔ اُن کی آنکھیں نکال دی گئیں لیکن وہ کلمۂ شہادت ادا کرتے رہے۔ اُن کی ٹانگ کاٹ دی گئی وہ کلمۂ شہادت پڑھتے رہے۔ اُن کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا وہ پھر بھی کلمۂ شہادت پڑھتے رہے اور ''پاکستان زندہ باد'' کہتے رہے یہاں تک کہ اُن کی زبان کاٹ دی گئی اور پھر اُن کی بائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا...... ! (اللہ گواہ رہنا)۔ یہ تھی شہادت کی موت، ایک عاشقِ رسولؐ، حضرت شاہ جلالؒ کے مرید، ایک پاکستان کے دیوانے اور قائدِاعظمؒ کے سپاہی کی۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

پروفیسر اسرار احمد سہاوری (1921-2000ء) نے مولوی فرید احمد شہیدؒ کے حضور جو خراجِ عقیدت پیش کیا، کون ہے جو پڑھ کر اشکبار نہ ہو۔

چشمِ دل اَشکبار ہو کے رہی — فرقتِ دوست خار ہو کے رہی
زندگی با کمال تھی اُس کی — موت بھی با وقار ہو کے رہی
اُس کے عزمِ صمیم کے آگے — دُشمنی شرمسار ہو کے رہی
خونِ ناحق سے اُس کے خاکِ وطن — ہمہ تن لالہ زار ہو کے رہی
زندگی اُس کی اک امانت تھی — جو وطن پر نثار ہو کے رہی

اُس کے دشمن کی زندگی کی قبا ظلم سے تار تار ہو کے رہی
دُشمنوں کی سیاہ پیشانی کس قدر داغدار ہو کے رہی
ظالموں پر خدا کی قدرت ہے کیسی ذلّت سوار ہو کے رہی
ہر ادا اُس کی دوستوں کے لیے زندگی کا شکار ہو کے رہی
اُس کی یہ بے مثال قربانی باغِ دیں کی بہار ہو کے رہی
اُس کے ظلم وستم کے سہنے سے زُلفِ غم تابدار ہو کے رہی
چشمِ غم میری اُس کی فرقت میں مدتوں اشکبار ہو کے رہی
یاد اُس کی نہیں گئی اسرارؔ
زندگی سوگوار ہو کے رہی

مولوی فرید احمد کے قاتلوں کو نجانے قدرت نے کیا کیا سزائیں اور اذیتیں دیں۔ 27 فروری 1989ء کو پاکستان کے معروف صحافی محمد بدر منیر ڈھاکہ کے دورے پر گئے تو اس دوران وہ نیو مارکیٹ میں پُرانی کتابوں کی دکانوں کی طرف جانکلے جہاں مولوی فرید احمد شہید کا ایک قاتل بھی پرانی کتابوں کا ڈھیر لگائے شدید اذیت میں مبتلا تھا۔ اس کی داستان محمد بدر منیر کی زبانی سنیئے!

''اس مارکیٹ میں ایک چھوٹے سے کھوکھے پر پرانی کتابوں اور اخبار کی ردی کا ڈھیر لگائے ایک شخص بیٹھا ہوتا ہے۔ یہ شخص گاہکوں کو سامنے دیکھ کر بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ اُس کے منہ سے رال ٹپکتی رہتی تھی اور مکھیاں اُسکے چہرے پر بھنکتی رہتی تھیں۔ منہ پر شیشے کی عینک تھی اور وہ ہر وقت بڑبڑاتا رہتا تھا۔ بہت غور کرنے سے اُس کی بات کسی حد تک سمجھ میں آجاتی تھی۔ وہ بس ایک فقرہ دہراتا رہتا تھا، ''اُس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہے۔'' میں نے جب اُس کی بڑبڑاہٹ سنی تو پہلے مجھے حیرت ہوئی کہ وہ بنگالی ہونے کے باوجود اردو میں یہ فقرہ کیوں دُہرا رہا ہے۔ مجھے اُس سے دلچسپی ہوئی تو اس کے قریب جا کر میں نے نرمی سے پوچھا، بڑے صاحب! کس کی انگلی اوپر کی طرف...... پہلے ہی لفظ پر وہ چونک پڑا اور پھر میری بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا'' ہم تو بڑا صاحب نہیں ہے...... بڑا صاحب تو وہ تھا جس کا انگلی اوپر کی طرف اُٹھا ہوا تھا۔''

''وہ کون تھا؟''

وہ اب بھی رات کو آتا ہے اور ہمارا اکھی (آنکھوں) پر انگلی مار کر بولتا ہے میرا جیبھ مت کاٹو۔

وہ کون تھا؟

اُس نے میرا سوال سنا اَن سنا کرتے ہوئے کہا...... ''پھر وہ بولتا ہے ہماری جیبھ کاٹ دیا اب ہمارا ہاتھ تو مت کاٹو''۔

وہ کون تھا؟

''ہم نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو وہ بولنے لگا ہمارا دوسرا ہاتھ مت کاٹو''۔

ہم نے اُس کا جیبھ کاٹ لیا تھا وہ پھر بھی بولتا ہے ''ہاتھ مت کاٹو''

وہ کون تھا؟

وہ کون تھا؟

''ہم اس کا ہاتھ تو نہیں کاٹا پھر اس نمکین چادر میں لپیٹ دیا''

میں نے ذرا سختی سے پوچھا

''پھر وہ مری گئی چھے'' (پھر وہ مر گیا) یہ واحد جملہ تھا جو اس نے بنگلہ میں ادا کیا تھا۔ وہ پھر بڑبڑانے لگا ''ہم اس کا ٹانگ کاٹا تو وہ بولا ''اللہ گواہ رہنا''۔ ہم اس کا جیبھ کاٹا وہ بولا ''اللہ! گواہ رہنا''، تو وہ اپنا انگلی آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ ہم خود سنا اُس کا انگلی بول رہا تھا...... ''اللہ! گواہ رہنا''۔ پھر جب ہم نمک میں گیلا چادر اس کو لپیٹا تو اُس کا انگلی بول رہا تھا ''اللہ گواہ رہنا...... اللہ گواہ رہنا۔''

وہ شخص اب بھی نیو مارکیٹ کے علاقے میں پرانی کتابوں کی مارکیٹ میں اپنے کھوکھے پر بیٹھا ہوا ہے اور ہر وقت یہی بڑبڑاتا رہتا ہے۔ ''اس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہے۔''

حضرت صابر براری ثم کراچوی (ف 2006ء) نے اس شہیدِ وفا کا یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا!

''آہ روشن خیال مولوی فرید احمد شہید''

1971ء

''روشن گوہرِ مشرقی پاکستان''

......1971ء......

حُبِ وطن میں قربان وہ ہو گئے ہیں لیکن — غم یہ ہے کس ستم سے اُن کی ہوئی شہادت

پھوڑی ہیں پہلے آنکھیں پھر کاٹے ہاتھ پاؤں — یوں مُکتی باہنی نے دی ہے اُنہیں اذیت

وہ لیگی رہنما تھے وہ میرِ انجمن تھے — وہ عاشقِ نبیؐ تھے غمخوارِ مُلک و ملت

فردوس میں ہو یارب اعلیٰ مقام اُن کا — ہو روزِ حشر اُن پر سرکارؐ کی عنایت

سالِ وفات کی ہو گر فکر تم کو صابر

کہہ دو ''فرید احمد حق بینِ باغِ جنت''

1971ء

ماخذ:-

1- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 190

2- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 1076

3- ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور بابت 21 تا 27 دسمبر 1970ء ص 42، 24 تا 30 مئی 1971ء ص 15، 16

4- ہفت روزہ ''اُفق'' کراچی بابت 27 اگست 1980ء ص 28 تا 30

5- ہفت روزہ ''طاہر'' (زندگی) لاہور بابت 29 دسمبر 1975ء تا 3 جنوری 1976ء ص 4

6- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، جمعہ میگزین بابت 9 اکتوبر، 30 اکتوبر 1992ء

7- مکتوبِ گرامی حضرت صابر براری از کراچی بنام محمد صادق قصوری محررہ 12 ستمبر 1997ء

8- ''تذکرہ صمدیہ'' از مولانا محی الدین قادری مطبوعہ کراچی 1977ء ص 247، 248

9- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 17 جنوری 1972ء، 4 جولائی 1974ء، 19 فروری 1976ء، 30 ستمبر 1999ء

10- روزنامہ ''خبریں'' لاہور بابت 4 فروری 1998ء مضمون ''مغربی پاکستان کا آخری شہید'' از انور سدید

11- ''تاریخ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 63

مولانا کرم علی ملیح آبادیؒ

(1892-1972ء)

مولانا حافظ کرم علی بن حکیم محمد حامد علی بن محمد نثار علی کی ولادت 1892ء میں ملیح آباد ضلع لکھنؤ (بھارت) میں ہوئی۔ والد گرامی ملیح آباد کے مشہور حکیم و بزرگ تھے اور حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (1794-1895ء) سے بیعت تھے۔ جدّی پیشہ زمینداری اور مشغلہ علم دوستی اور علم پروری رہا۔

حافظ کرم علی نے ابتدائی تعلیم اپنے بہنوئی علامہ مفتی محمد وصی علیؒ (سابق ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے حاصل کرنے کے بعد قرآن حکیم حفظ کیا۔ پھر کانپور کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ جامع العلوم سے تعلیم مکمل کی۔ زمانۂ خلافت میں آپ کی تعلیم آخری مراحل میں تھی۔ کمسنی میں ہی اوئیلِ زمانہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پر سعادت بیعت حاصل کر لی تھی۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز تحریکِ خلافت سے کیا۔ فنِ تقریر پر دسترس حاصل تھی لہٰذا بہت جلد مقبول ہو گئے۔ مسلم کانفرنس، جمعیت علماء ہند (کانپور) کی ورکنگ کمیٹیوں کے رکن رہے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی سے گہرے روابط تھے۔ اُن کے ایماء پر ہی مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور تقسیمِ ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور یوپی مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے۔ کانگرس کی تردید اور مسلم لیگ کی حمایت میں بھرپور دورے کیے۔ ہندوستان بھر میں مسلم لیگ کی رکن سازی اور تنظیم کے سلسلے میں مثالی کام کیا اور اس راہ میں جو بھی مشکلات پیش آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ پریس کے ذریعے خاص طور پر مسلم لیگ کی نشرواشاعت کا کام کیا۔

25، 26 نومبر 1933ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی زیرِ صدارت خان بہادر حافظ ہدایت حسین (1881-1936ء) میں آپ نے سرحد کے قبائلی قبائلوں پر حکومت برطانیہ کی جانب سے بمباری کی مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ قبائل کی آزادی کو سلب کرنے کے مسئلہ پر تشدد اور مظالم کو ترک کیا جائے۔ آپ نے اس ضمن میں ''الامان'' دہلی کے مالک و مدیر مولانا مظہرالدین شیرکوٹی شہید (1888-1939ء) کے تعاون سے اس اجلاس میں ایک قرارداد مذمت منظور کرائی جو اس سالانہ اجلاس کی قراردوں میں سترہویں نمبر پر ہے۔

جون 1937ء میں جھانسی سے مسلم لیگی ممبر خان بہادر حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا تو اس نشست سے مسلم لیگ کے مقابلہ میں جمعیت علماء ہند نے پوری قوت سے ضمنی انتخاب لڑا۔ مولانا کرم علی نے مولانا شوکت علی (1938-1872ء)، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (1941-1888ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ ڈٹ کر جمعیت علماء ہند کا مقابلہ کیا اور اسے شکست فاش سے دوچار کر کے چھوڑا۔

15 تا 17۔ اکتوبر 1937ء کو لکھنؤ میں قائد اعظمؒ کی زیر صدارت ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کا تاریخ ساز سالانہ اجلاس منعقد ہوا جسے بجا طور پر تحریک پاکستان کا نقطۂ آغاز کہا جا سکتا ہے۔ اس اجلاس میں فلسطینی مسلمانوں کی حمایت میں جو قرارداد منظور کی گئی اس کے محرک عبدالرحمٰن صدیقی (1953-1887ء) اور مؤید مولانا کرم علی ملیح آبادی تھے۔ اس قرارداد کا یہ جملہ بے حد اہم تھا کہ اگر حکومتِ برطانیہ نے اپنی یہود نواز پالیسی ترک نہ کی تو مسلمانانِ ہند، مسلمانان عالم کی حمایت میں برطانیہ کو دشمنِ اسلام سمجھیں گے اور اپنے عقیدے کے مطابق اس کے خلاف تمام ضروری اقدامات کریں گے۔ یہ قرارداد اس سیشن کی قراردادوں میں دوسرے نمبر پر ہے اور اس کی حمایت میں نہ صرف اس کے محرک اور مؤید عبدالرحمٰن صدیقی اور مولانا کرم علی ملیح آبادی نے تقریریں کیں بلکہ بیگم صاحبہ مولانا محمد علی جوہر، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا عبدالستار خیری، آنریبل سید محمد حسین، مسٹر علی بہادر حبیب اللہ اور بیگم شاہنواز نے بھی اپنے پُرجوش تقریروں سے اس کی حمایت کی۔

26 تا 29 دسمبر 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا 26 واں سالانہ اجلاس قائد اعظمؒ کی زیر صدارت پٹنہ میں منعقد ہوا۔ مولانا کرم علی نے اس اجلاس میں پوری سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس اجلاس میں بھی جب فلسطین کے مسلمانوں کے حق میں قرارداد منظور کی گئی اور حکومت برطانیہ سے کہا گیا کہ اس اس نے فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنا دیا تو اس سے دنیا میں مستقل بدامنی اور شورش پیدا ہو جائے گی تو مولانا کرم علی نے اس قرارداد کی حمایت میں پُرزور تقریر کی۔ یہ قرارداد پٹنہ سیشن کی قراردادوں میں چوتھے نمبر پر ہے اور اسے مولانا مظہرالدین شیرکوٹیؒ نے پیش کیا تھا اور اس کی تائید مولانا محمد عرفان (1939-1896ء) نے کی تھی۔ قرارداد کی حمایت میں جن اکابرین نے تقریریں کی تھیں ان میں مولانا کرم علی کے علاوہ سید حسین میاں آف بہار (1947-1894ء)، پروفیسر عبدالستار خیری آف یوپی (1945-1886ء)، ابوسعید انور آف پنجاب (1984-1914ء)، مولانا عبدلحامد بدایونی آف یوپی (1970-1898ء)، پروفیسر عنایت اللہ

ملک آف پنجاب (1966-1900ء)، سید رضا علی ایم ایل اے سنٹرل (1949-1880ء) اور بنگال کے مولانا محمد اکرم خان (1968-1870ء) کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

1938ء ہی میں مولانا کرم علی نے مولانا حسرت موہانی اور مولانا عبدالحامد بدایونی کے ساتھ صوبہ یو پی کا بڑا تفصیلی دورہ کر کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ یہ دورہ کئی ہفتوں پر مشتمل تھا۔ اس طوفانی دورہ کا یہ اثر نکلا کہ مسلم لیگ، یو پی میں ایک نہایت فعال اور منظم جماعت بن گئی اور ہندو کانگرس بری طرح ناکام ہوگئی۔

اسی سال (1938ء) میں الہ آباد (یو پی) میں منعقد ہونے والی ایک صوبائی مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا کرم علی نے فرمایا!

''مسلمان کا رؤیاں رؤیاں پاکستان سے بھرا ہوا ہے کیونکہ ہر مسلمان کو پاک وصاف رہنے، پاک صاف لباس پہننے، پاک غذا کھانے اور پاک زمین پر رہنے کا حکم ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان ایک شرعی مطالبہ ہے۔ مسلمان اسلیئے پیدا ہوا ہے کہ دنیا پر قرآنی حکومت قائم کرے۔ اس صورت میں پاکستان کا مطالبہ بھی ایک مناسب مطالبہ ہے۔ اگر مسلمان پاکستان حاصل کرنے کا عزم بالجزم کرلیں تو اُنہیں پاکستان حاصل ہوگا اور ضرور حاصل ہوگا۔'' (نعرۂ تکبیر)

1940ء میں آپ نے قائداعظمؒ کے حکم پر مولانا عبدالحامد بدایونی (1970-1898ء) اور نواب بہادر یار جنگ (1944-1905ء) کے ساتھ صوبہ سرحد کا تفصیلی دورہ کر کے سرخ پوشوں کا زور توڑا اور کانگرس کی بنیادیں ہلا دیں۔ آپ کی ان گرانقدر خدمات کا اعتراف خود دو مرتبہ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کے جلسوں میں کیا۔

12 تا 15 اپریل 1941ء کو مدراس میں ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کا اٹھائیسواں سالانہ اجلاس حضرت قائداعظمؒ کی صدارت میں ہوا تو مولانا کرم علی نے اس اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی کے ساتھ مل کر ضلع بدایوں (یو پی) کے ایک قصبہ اجھیانی میں پولیس فائرنگ سے آٹھ مسلمانوں کی شہادت اور متعدد مسلمانوں کے زخمی ہونے کے سلسلہ میں پولیس کی مذمت میں ایک قرارداد منظور کرائی جس میں حکومت یو پی سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس سانحہ کی آزادانہ تحقیقات کرائے اور مدراس سیشن کی قرارداد میں اس قرارداد کا گیارہواں نمبر ہے۔

تقسیمِ ہند کے بعد آپ پاکستان آنا چاہتے تھے مگر چچازاد بھائی، بہنوئی اور استاد علامہ محمد وصی علی نے

اجازت نہ دی۔ بعد ازاں حکومتِ ہند نے پریشان کرنا شروع کر دیا تو آپ حجاز مقدس روانہ ہو گئے اور تقریباً دس سال تک وہیں مقیم رہے اور اس عرصے میں ہندو پاک کے حجاج کے لئے حکومتِ سعودیہ سے سہولتیں فراہم کراتے رہے۔

آپ نہایت وجیہ، خوش لباس اور خوش اخلاق تھے۔ ہمیشہ لکھنوی لباس زیب تن فرماتے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور متبعِ شریعت تھے۔ تقریباً 30 حج کئے اور آخر کار 80 سال کی عمر پا کر 3 جنوری 1972ء بمطابق 15 ذی قعدہ 1391ھ بروز پیر کانپور ریلوے اسٹیشن پر حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے اور اپنے وطنِ مالوف ملیح آباد میں سپردِ خاک ہوئے۔ انتقال کے وقت یوپی حج کمیٹی کے صدر اور سُنّی وقف بورڈ کے ممبر تھے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

حضرت صابؔر براری آف کراچیؒ نے یہ قطعہ تاریخ کہا!

مشہور تھے مبلغِ اسلام چار سُو — تھے جان نثارِ خسروِ خوباں کرم علی

تحریکِ پاکستان کے ممتاز رہنما — ملّت کے غمگسار و مہرباں کرم علی

عابد تھے، متقی تھے، فرشتہ خصال تھے — وہ مردِ حق وہ مردِ مسلماں کرم علی

صابؔر ملا غیب سے اُن کا سنِ وصال

”فردوس میں ہیں لعل بدخشاں کرم علیؒ“

1972ء

ماخذ:-

1- ”اکابر تحریک پاکستان“ جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 204 تا 205

2- ”تاریخ کانپور“ از سیّد اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی 1990ء ص 54، 192

3- ”قائد اعظمؒ اور مسلم پریس“ از سیّد اشتیاق اظہر، مطبوعہ کراچی 1986ء صفحہ 107

4- ”شاہراہ پاکستان“ از چوہدری خلیق الزمان، مطبوعہ کراچی 1967ء، ص 184، 347، 618، 634، 660

5- ”مولانا غلام یحیٰی ہزاروی“ از سیّد اشتیاق اظہر، مطبوعہ کراچی 1977ء ص 83، 84

6- ششماہی مجلّہ ”تاریخ وثقافت پاکستان“ اسلام آباد جلد 1 شمارہ نمبر 1 بابت جنوری 1990ء ص 24

7- روزنامہ ''مساوات'' کراچی بات 15 اگست 1976ء ص 3
8- مکتوب گرامی جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (1983-1926ء) بنام محمد صادق قصوری محررہ 26 اکتوبر 1974ء از کراچی
9- مکتوبِ گرامی جناب حاجی اشرف علی (خواہرزادہ مولانا کرم علیؒ) بنام محمد صادق قصوری محررہ 14 دسمبر 1974ء، 2 اپریل 1975ء از کراچی
10- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 887

مولانا ظہورالحسن درسؔ صدیقیؒ

(1905-1972ء)

مولانا ظہورالحسن درسؔ صدیقی بن مولانا عبدالکریم درسؔ صدیقی کی ولادت 9 فروری 1905ء بروز جمعرات کراچی میں ہوئی۔ شجرۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت پیر سیّد ظہورالحسن بٹالویؒ (1857-1920ء) نے کان میں اذان کہی اور پھر اپنے ہی نام نامی پر ''ظہورالحسن'' نام تجویز فرمایا۔ والدِ گرامی سے معقولات اور جدِّ امجد حضرت مولانا صوفی عبداللہ درسؔ سے منقولات کی کتابیں پڑھیں اور ساتھ ہی ساتھ ایف۔اے تک انگریزی تعلیم میں بھی دسترس حاصل کی۔ پھر ایک جادو بیان مقرر اور خوشنویس محرر کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہوئے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 8 تا 10 اکتوبر 1938ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں اکناف واطرافِ سندھ سے حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قابلِ دید تھا۔ اس کانفرنس میں دوسرے صوبوں کے لیڈر بھی شریک تھے۔ اس موقعہ پر حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون (1872-1942ء) نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا جس میں اکابرینِ سندھ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ دورانِ ضیافت حاجی عبداللہ ہارون نے آپ کا تعارف حضرت قائداعظمؒ سے کروایا۔ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کا پروگرام اور منشور پیش کیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلمانوں کی خدمت کا فریضہ انجام دینے کو کہا۔ چونکہ مقصد نیک اور منشور مسلمانوں کی فلاح وبہبود سے متعلق تھا اس لئے آپ نے اُسی وقت اپنی جیب خاص سے ایک سو روپے نکال کر قائداعظمؒ کی خدمت میں پیش کئے اور مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان فرمایا۔ اس پر قائداعظمؒ نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرطِ جذبات سے اُٹھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ آپ جیسے عالمِ دین جب ہماری جماعت میں شامل ہو گئے تو اب ہمیں سندھ میں مسلم لیگ کے روشن مستقبل کی ضمانت مل گئی ہے اور پھر قائداعظمؒ نے آپ کو سندھ کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا۔ اس کے بعد آپ نے مسلم لیگ کے جلسوں میں شرکت اور دورے شروع کر دیئے اور اپنی خطابت کا جادو جگا کر مسلم لیگ کو زبردست تقویت پہنچائی۔

28 جنوری 1939ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کی جنرل کونسل کا اجلاس حاجی عبداللہ ہارون کی

صدارت میں منعقد ہوا جس میں صوبائی عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔ صدر حاجی عبداللہ ہارون، نائب صدر محمد ایوب کھوڑو، جنرل سیکرٹری شیخ عبدالمجید سندھی، جوائنٹ سیکرٹری پیر علی محمد راشدی، جوائنٹ سیکرٹری آغا غلام نبی پٹھان، خزانچی حاجی عبداللہ ہارون جبکہ ورکنگ کمیٹی کے لئے 30 ارکان کو چنا گیا جن میں آپ بھی شامل تھے۔

22 دسمبر 1940ء کو سیاسی جدوجہد کو تیز کرنے اور ہر مسلمان کو مسلم لیگ کا ممبر بنانے کیلئے "سندھ مسلم لیگ کونسل" کی کراچی میں میٹنگ ہوئی۔ اس موقعہ پر قائداعظمؒ بھی کراچی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس میٹنگ میں بھی آپ نے فعال کردار ادا کرتے ہوئے حصولِ پاکستان کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کیلئے تجاویز وآراء پیش کیں۔

12 تا 15 اپریل 1941ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس حضرت قائداعظمؒ کی صدارت میں مدراس میں ہوا جس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے مسلمانوں نے جوق در جوق شرکت کر کے عظمتِ اسلام کا ڈنکا بجایا۔ یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کی موجوں کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ ہر شخص عجیب جوش اور ولولہ کا اظہار کر رہا تھا۔ ہندوؤں پر خوف وہراس چھایا ہوا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس اجلاس میں قائداعظمؒ اور نوابزادہ لیاقت علی خاں کی تقاریر نے مسلمانوں میں نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا، جس کو محسوس کیا جا سکتا تھا الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

25 مئی 1941ء کو "سندھ پراونشل مسلم لیگ" کا اجلاس سلطان کوٹ کے مقام پر ہوا جس میں آپ کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے سندھ پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا دوبارہ ممبر منتخب کیا۔ اس کمیٹی میں آپ کے علاوہ حاجی عبداللہ ہارون، محمد ایوب کھوڑو، شیخ عبدالمجید سندھی، جی ایم سیّد، محمد ہاشم گزدر، میر بندے علی خاں تالپور و دیگر حضرات شامل تھے۔

31 جولائی 1943ء کو ٹھٹھہ میں ضلع مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ آپ کی تقریر دلپذیر نے سامعین کے قلب وجگر کو گرما کر رکھ دیا اور لوگ دیوانہ وار مسلم لیگ کے کام میں نکل پڑے اور پورے سندھ میں ہلچل مچ گئی۔

تحریکِ پاکستان کو ہر دل کی دھڑکن بنانے کے بعد اب حصولِ پاکستان کی منزل بہت قریب تھی۔ جدوجہد آزادی کا خواب شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے آپ نے "بزم صوفیہ سندھ" کے نام سے ایک تنظیم

قائم کی جس کے آپ سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اس بزم کے زیر اہتمام 12۔ اکتوبر 1946ء کو عیدگاہ بندر روڈ کراچی میں ایک عظیم الشان ''سنی کانفرنس'' منعقد ہوئی جس میں مبلّغِ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی، مجاہد تحریکِ پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ناصر جلالی دہلوی و دیگر مقتدر علمائے اہلسنت نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر بحیثیت سیکرٹری جنرل سنی کانفرنس آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں کہا!

''پاکستان کے ہم حامی ہیں لیکن آپ سنیں اور غور سے سنیں، دل کے کانوں سے سنیں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآنِ حکیم کے احکامات نافذ ہوں، جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں پاک لوگ بسیں۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ ارکانِ اسلام کی توہین نہ ہو۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں مقابر و مساجد کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے۔ جہاں لامذہبیت اور دہریت کی بنیادیں اُکھاڑ کر پھینک دی جائیں۔ ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے اور انشاء اللہ العزیز لے کر رہیں گے!

لب پہ ساقی کے ہے جاری نامِ پاکستان پاک
اب کوئی دم میں ملے گے جامِ پاکستان پاک
میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہور
لوگ کہتے ہیں مجھے بدنامِ پاکستان پاک

تحریکِ پاکستان میں آپ کی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ آپ 1938ء سے 1947ء تک ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے رکن اور پراونشل مسلم لیگ سندھ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور اہم عہدوں پر فائز رہے۔ صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں آپکے کردار کی شہادت حکومت اور اخبارات کے فائل دیں گے۔ کراچی کی تاریخ میں بہت کم ایسے جلسے ہوئے ہوں گے جن میں قائداعظمؒ کے ساتھ آپ نے تقریر نہ کی ہو۔

آپ کی زندگی قرونِ اولیٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ جرأت و مردانگی، حق گوئی و بیباکی آپ کا طرۂ امتیاز تھا اور اسلامی اصولوں کی دل و جان سے پابندی اُن کا شعار تھا۔ قائداعظمؒ ہمیشہ کراچی میں قیام کے دوران آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد حسب دستور قائداعظمؒ نے نماز عید کے اوقات منگوائے مگر قائداعظمؒ بروقت عیدگاہ نہ پہنچ سکے۔ آپ نے وقت کی پابندی کے ساتھ تقریر ختم کی اور نماز عید پڑھانے کے لئے مصلے پر بیٹھ گئے۔ نواب زادہ لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر، محمد ایوب کھوڑو

و دیگر سیاسی اکابرین نے قائداعظمؒ کی آمد تک نماز میں تعطل کیلئے کہا تو آپ نے گرج کر فرمایا!

"میں ان علماء کرام وحفاظِ عظام کے علم کا احترام کروں یا جناح صاحب کا؟ میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا۔ میں اپنے وقت کا پابند ہوں اور دوسرے یہ کہ میں جناح صاحب کی نماز پڑھانے نہیں آیا بلکہ خدائے اعظم جل جلالہ کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر صفوں کو درست کروا کر تکبیر فرمادی۔ نمازِ عید کے بعد احکامِ عید پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد میں قائداعظم جو پچھلی صفوں میں پہنچ چکے تھے، تشریف لائے اور تقریر فرمائی جس میں آپ کی جرأت ایمانی کی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا کہ!

"ہمارے علماء کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیئے جس کا مظاہرہ آج مولانا درسؔ نے فرمایا ہے۔"

حضرت قائداعظمؒ کی رحلت کے بعد مختلف حکومتوں نے بیشتر مواقع پر آپ کو ڈرایا دھمکایا اور لالچ بھی دیا مگر آپ اپنی فقیرانہ اور قلندرانہ شان میں مگن جرأت و بے باکی سے اپنے مشن کی تکمیل میں لگے رہے۔

دعویٰ ہو جسے ہمسریٔ درسؔ کا کہہ دو
بسم اللہ نکل آئے وہ میدانِ سخن میں

1948ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ بانی ارکان میں شامل تھے۔ مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں۔

چشمِ تلطفِ پنجتن، معاونِ ظہور الحسن، خون کے آنسو، تحقیق الفق امانی کلمتہ الحق وغیرہ وغیرہ۔

مذہب وملّت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے 7 شوال المکرّم 1392ھ بمطابق 14 نومبر 1972ء بروز منگل بوقتِ سحر کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ وفات سے ایک روز قبل مادۂ تاریخ وصال خود استخراج کیا: "نگاہ داشت ان اللہ مع الصابرین"۔ (1392ھ) علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (1989-1918ء) نے نماز جنازہ پڑھائی اور سفیر عراق سید القادر گیلانی (1976-1905ء) نے دُعا فرمائی۔ کراچی کے قدیم قبرستانِ مخدوم صاحب نزد دھوبی گھاٹ میں بعد نمازِ مغرب سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعۂ تاریخ رحلت کہا!

ہوئے آہ وہ عالمِ دیں بھی رُخصت فزوں جن سے ہوتی تھی توقیرِ مجلس
ندا آئی صابرؔ یہ تاریخ کہہ دو "ظہور الحسن درسؔ : ہیں میر مجلس"
1972ء

ماخذ:-

1- ''جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار'' از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری، مطبوعہ لاہور 1992ء ص 359
2- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مطبوعہ مورو سندھ 1984ء ص 202،176،175،146،145
3- وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 125
4- ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی بابت ماہ اپریل 1975ء ص 39، اکتوبر 1977ء ص 70 تا 73
5- ہفت روزہ ''افق'' کراچی بابت 10 ستمبر 1978ء ص 6
6- مکتوب گرامی محمد اصغر درس (پسر حقیقی مولانا ظہور الحسن درسؒ) بنام محمد صادق قصوری از کراچی محررہ 30 اگست 1975ء
7- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی، مطبوعہ کراچی 1996ء ص 45
8- ''تاریخِ رفتگان'' جلد سوم از حضرت صابر براریؒ، مطبوعہ کراچی 2000ء ص 94

مولانا سیّد حامد جلالیؒ
(1904-1973ء)

مولانا سیّد حامد جلالی بن مولانا سیّد امیر حمزہ (1860-1907ء) بن سید امیر شاہ نقوی جلالی کی ولادت 1904ء میں قطب البلاد دہلی میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (1308-1384ء) سے ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی سیّد امیر حمزہ درویش عالمِ دین تھے۔ مدتوں ہندو کالج دہلی میں پروفیسر رہے۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی (1817-1899ء) کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

سیّد حامد جلالی نے 1915ء میں حافظ قاری سید احمد (ف 1947ء) امام عیدگاہ شاہی دہلی سے حفظ قرآن کیا۔ مدرسہ عالیہ جامع فتح پوری دہلی سے تکمیلِ علوم کی۔ مدرسہ طبیہ دہلی سے سندِ حکمت حاصل کی۔ اپنے برادرِ بزرگ سید ناصر جلالی (ف 1965ء) کے ساتھ مل کر ''جماعت اخوان الصفاء'' قائم کی۔ متعدد جرائد مثلاً ماہنامہ ''حق'' ہفت روزہ ''شعلہ''، سہ روزہ ''اتحاد'' اور ماہنامہ ''زبانِ ہند'' جاری کئے۔

1936ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور تن من دھن کی بازی لگا کر اس کی تنظیم، ترقی اور عروج کے لئے کام کیا۔ دہلی اور اس کے اکناف واطراف میں مسلم لیگ کی دھاک بٹھادی۔ مسلم لیگ دہلی کے آپ صفِ اوّل کے لیڈروں میں سے تھے اور ویسے بھی آپ کا شمار دہلی کے ممتاز لوگوں میں ہوتا تھا۔ اتحادِ عالمِ اسلامی کے زبردست حامی تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کراچی تشریف لے آئے۔ ''مجلس اتحادِ عالمِ اسلامی'' کے صدر رہے۔ جمعیت علماء پاکستان کے سرپرست تھے۔ کراچی سے ماہنامہ ''اذان'' اور ماہنامہ ''علم وعرفان'' جاری کیا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ قرآن پاک کی تفسیر اور بخاری شریف کی شرح یادگار ہے۔ ''مجلس محبانِ علامہ اقبال'' کے صدر تھے۔ علامہ اقبال کے بارے کئی کتابیں سپردِ قلم فرمائیں۔ مثنوی مولانا رومؒ کے تقریباً حافظ تھے۔ حرمین شریف کی زیارت سے مشرف تھے۔ ممالکِ اسلامیہ کا دورہ کر کے مسلمانوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبتِ اولیاءاللہ کی دولت تقسیم کی تھی۔ آپ کے بڑے بھائی سیّد ناصر جلالی بھی زبردست عالم تھے۔

آپ بہترین مقرر تھے۔ آپ کا طرزِ بیان مدلل، عالمانہ اور موثر تھا۔ اسی طرح تحریر میں بھی اپنی طرز کے مالک تھے۔ فصاحت وبلاغت کے ساتھ ساتھ اُردوئے معلا کی چاشنی عجب لطف دیتی تھی۔ عربی، فارسی اور انگریزی کے ماہر تھے۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی (1878-1955ء) کی تفسیر میں آپ کا بہت بڑا حصہ

ہے۔ کراچی میں طبابت ذریعۂ روزگار تھا۔ 30 اپریل 1973ء بروز پیر کراچی میں انتقال فرمایا۔

راقم الحروف صادقؔ قصوری نے قطعۂ تاریخ وصال کہا!

عالمِ بے مثل حامد جلالی با ہنر بے عدیل اہل کمال

سر برآوردۂ زمانہ تھے صاحبِ قلم و صاحبِ اقبال

بہر سالِ رحلت اے صادقؔ کہہ دو ''باغِ عشرت'' ہے مسیحی سال

1973ء

ماخذ:-

1- ''تذکرہ اکابرِ اہلسنت'' از مولانا محمد عبدالحکیم شرفؔ قادری، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 127

2- ''حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور اُن کے خلفاء'' از قاری فیوض الرحمٰن، مطبوعہ کراچی 1984ء ص 265

3- ''میرے زمانے کی دلّی'' از ملّا واحدی دہلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص 329

4- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 59

5- ''نزہتہ الخواطر'' جلد ہشتم از حکیم عبدالحی لکھنوی، مطبوعہ کراچی 1976ء، ص 124

6- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 59

7- ''علامہ اقبالؔ اور اُن کی پہلی بیوی'' از سیّد حامد جلالی، مطبوعہ کراچی اپریل 1996ء ص 19، 20

مولانا سید امیر الدین قدوائیؒ
(1900-1973ء)

مولانا سیّد امیرالدین قدوائی بن منشی سیّد وزیر الدین قدوائی وکیل (ف 1934ء) بن سیّد ظہیرالدین قدوائی کی ولادت 1900ء میں موضع بنکی ضلع بارہ بنکی (اودھ، بھارت) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت امام حسنؓ (625-670ء) تک پہنچتا ہے۔

ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول اٹاوہ سے حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی کیا اور پھر علی گڑھ لاء کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (1877-1947ء) کے ساتھ مل کر یونیورسٹی کو ہندو غنڈہ گردی کی آماجگاہ بننے سے روکنے کے لئے مثالی کام کیا۔ سیّدنا وارث حسن شاہ لکھنویؒ سے بیعت تھی اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (1882-1957ء) سے عقیدت ومحبت۔

تحریک خلافت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور علی برادران کے ساتھ بڑی محنت اور لگن سے کام کرتے رہے۔ انجمن خدام کعبہ صوبہ یوپی کے صدر رہے۔ اپنی بے لوث خدمات اور فرض شناسی کی بنا پر علی برادران سے قریبی تعلقات تھے۔ مولانا شوکت علی (1872-1938ء) تو آپ کو ''مائی لیفٹیننٹ'' کہہ کر خطاب کرتے تھے۔

1928ء میں نہرو رپورٹ کے بعد ''آل انڈیا مسلم کانفرنس'' بنی جس کے صدر سر آغا خاں (1877-1973ء) اور نائب صدر حاجی عبداللہ ہارون (1872-1942ء) اور علامہ اقبال (1877-1938ء) تھے۔ آپ مجلس عاملہ کے رکن بنے اور بعد میں سیکرٹری۔ اکتوبر 1931ء میں ''آل انڈیا مسلم یوتھ کانفرنس'' کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ 1936ء میں مسلم لیگ میں سر راس مسعود (1889-1937ء) کے پرسنل اعزازی سیکرٹری مقرر ہوئے اور مسلم یونیورسٹی کی نشاط ثانیہ کیلئے کام کرتے رہے۔

1936ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ 1939ء میں ڈاکٹر سید ظفر الحسنؒ (1879-1949ء) اور ڈاکٹر افضال حسین قادریؒ (1912-1974ء) کے ساتھ مل کر علی گڑھ اسکیم پیش کی جس کو بنیاد بنا کر قائداعظمؒ (1876-1948ء) نے 1940ء کی قرارداد تیار کی۔ مارچ 1940ء میں مسلم لیگ کے اجلاس

لاہور کے موقعہ پر قائداعظمؒ کے حکم پر سر سکندر حیات خاں (1892-1942ء) وزیراعلیٰ پنجاب سے ملاقات کر کے گرفتار شدہ خاکساروں کو رہا کروایا۔ یوپی مسلم لیگ میں کئی حیثیتوں سے کام کرتے رہے۔ 1946ء میں یوپی مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔

1945ء میں ''کل ہند جمعیت علماء اسلام'' کی تاسیس کلکتہ میں ہوئی تو ڈاکٹر سید ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی (مرید خاص حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ) کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک اجلاس کی صدارت کی اور خطاب بھی کیا۔ 1946ء میں پاکستان کے جھنڈے کا ڈیزائن تجویز کر کے قائداعظمؒ کو پیش کیا جسے قائداعظمؒ نے بصد مسرت قبول و منظور فرمایا۔ قائداعظمؒ نے آپ کو وزٹنگ کارڈ پر دستخط کر کے دے رکھے تھے اور اجازت تھی کہ جب چاہیں اُن سے مل سکتے ہیں۔

تحریک پاکستان کے دوران نواب اسماعیل خاں میرٹھی، ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد، نواب افتخار حسین ممدوٹ، سید حسین شہید سہروردی، سردار عبدالرب نشتر اور آئی آئی چندریگر سے اُن کا قریبی تعلق رہا۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد آپ کو بھائی جان کہہ کر پکارتے تھے۔

پاکستان بننے پر 1947ء میں لاہور آ کر لاء کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ بعد ازاں پریکٹس شروع کر لی اور سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ رہے۔ 1948ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اُس کے بانی مرکزی نائب صدر منتخب ہوئے۔ جمعیت کے مرکزی رہنماؤں مولانا سیّد ابوالحسنات قادریؒ، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ اور خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ سے انتہائی مخلصانہ تعلقات تھے۔ 1955ء میں ''آل پاکستان سنی کانفرنس'' کے اجلاس منعقدہ لاہور میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور کئی ایک تجویزیں اور قراردادیں پیش کیں۔

خواجہ حسن نظامی دہلوی سے خصوصی تعلقات تھے۔ اُن کے تعلیمی کاموں میں بھرپور تعاون کرتے تھے۔ 1950ء میں خواجہ صاحبؒ، پاکستان آئے تو لاہور میں بھی نزول فرمایا۔ 16 دسمبر 1950ء بروز ہفتہ کے روزنامچہ میں خواجہ صاحب نے آپ کا ذکر یوں فرمایا ہے:

''امیر الدین صاحب قدوائی اکثر ملنے آتے ہیں۔ یہ قدیم و جدید علوم کی مہارت کے علاوہ کمالاتِ باطن میں بھی برگزیدہ و ممتاز ہیں۔ کل میں نے اُن کی نسبت استخارہ کیا تھا اور اس سے مجھے ایسی باتیں معلوم ہوئیں جو اپنے دوسرے ملنے والوں کی نسبت پہلے کبھی معلوم نہیں ہوئی تھیں۔''

قیامِ پاکستان کے بعد میاں علی محمد چشتی نظامی آف بسّی شریفؒ (1881-1975ء) سے ارادت

محبت کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔ میاں صاحبؒ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو داتا صاحبؒ کے حضور حاضری کے وقت آپ کو ساتھ لے جاتے۔ آپ اکثر اوقات عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ حضور سیّد عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بے پناہ عشق تھا۔ داتا صاحبؒ (1009-1072ء) سے بھی بہت عقیدت تھی۔ آخری دنوں میں کراچی میں مقیم اُن کے عزیزوں (بیٹے اور بیگم صاحبہ) نے بہت کوشش کی کہ آپ کراچی چلے آئیں مگر انہوں نے داتا صاحبؒ کے دربار سے دوری قبول نہ کی۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد بہت غمگین رہتے تھے۔ آپ نے دُعا کرنے والوں کا ایک حلقہ بنایا تھا جس میں ہر اُس آدمی کا نام رجسٹرڈ کر لیتے تھے جو پاکستان کی سلامتی کیلئے دُعا کرنے کا اقرار کر لیتا۔ آپ فرماتے بھئی! دُعا میں یہ الفاظ بھی شامل کر لینا کہ ''اے اللہ! سارے ہندوستان کو پاکستان بنا دے۔''

آخر آپ سقوط ڈھاکہ کے غم کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے اور 21 رجب المرجب 1393ھ بمطابق 21 اگست 1973ء بروز منگل اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ 22 اگست کو 97 ڈی، گلبرگ II نزد مسجد غوثیہ سے جنازہ اُٹھایا گیا۔ نماز جنازہ میں کثیر التعداد لوگوں نے شرکت کی اور گلبرگ کے قبرستان میں سپردِ خاک کئے گئے۔ پسماندگان میں سیّد انور قدوائی جیسے نامور صحافی صاحبزادے چھوڑے۔

حضرت صابرؔ براری آف کراچیؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخِ وفات کہا!

ہائے اب ہو گئے ہیں نہاں ہم سے　　واعظِ خوش بیاں امیر الدین
تھے گلِ گلستانِ قدوائی　　حیدری خاندان امیر الدین
عالمِ دین و جاں نثارِ نبیؐ　　نیک نامِ جہاں امیر الدین
سالِ غم اُن کا خوب ہے صابرؔ　　''رشکِ باغِ جناں امیر الدین''
1973ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریکِ پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 62، 63
2- ''سفر نامہ پاکستان'' از خواجہ حسن نظامی مطبوعہ دہلی 1953ء ص 99
3- ''تحریکِ پاکستان گولڈ میڈل، اعزاز یافتگان وتعارف خدمات'' مطبوعہ لاہور 1991ء ص 39
4- ''وفیات مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 34
5- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 22، 23 اگست 1973ء

6- مکاتیب گرامی جناب سیّد انور قدوائی محررہ از لاہور 11، 20، 27 جولائی 4 اگست 1998ء
7- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ لاہور 1999ء ص832

مولانا محمد ذاکر جھنگویؒ

(1904-1976ء)

مولانا محمد ذاکر بن مولانا عبدالغفور (ف 1946ء) بن میاں عبدالرحمٰن (ف 1912ء) بن میاں غلام محی الدین بن میاں خدایار بن میاں کریم بخش بن میاں خیر محمد بن حافظ شیخ سعد اللہ بن میاں امام الدین المعروف فقیر میاں محمدی (ف 1618ء) بن حافظ الہ داد کی ولادت 1904ء/1322ھ میں قصبہ محمدی شریف تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ شجرۂ نسب قطب شاہی کھوکھروں کے جدِ امجد اعلیٰ حضرت عون المعروف قطب شاہؒ (556ھ/1161ء) کے واسطے سے مولا مشکل کشا شیر خدا سیّدنا علی المرتضیٰؓ (599-661ء) تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں فقیر میاں محمدی (ف 1618ء) سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

مولانا محمد ذاکر نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ محمدی شریف، چنیوٹ اور جامعہ عباسیہ بہاولپور اور سیال شریف ضلع سرگودھا سے حاصل کرنے کے بعد 1924ء میں دارالعلوم دیوبند میں اعتدال پسند مولانا انور شاہ کاشمیری (1875-1934ء) سے دورۂ حدیث پڑھا اور پھر ضیاء الملّت والدّین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ (1887-1929ء) کے مشورے سے چنیوٹ سے اٹھارہ میل دُور جامعہ محمدی شریف کی بنیاد رکھی اور دینی تعلیم کی خدمات انجام دینے لگے۔

تحریکِ خلافت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ پیرومرشد کے شانہ بشانہ انگریز حکومت کی کھل کر مخالفت کی۔ اپنی اس جرأت وبیباکی کی پاداش میں ایک سال دس ماہ داخل زنداں رہے لیکن عزم واستقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ جب بھی رہا ہوتے، حکومت کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے۔

1931ء میں جھنگ میں ''انجمن کساناں'' قائم کر کے انگریزی حکومت کے جور واستبداد کے خلاف آواز اٹھائی۔ تحریک کشمیر کے سلسلہ میں بھی بھرپور جدوجہد کی۔ ایک وفد لے کر کشمیر روانہ ہوئے مگر راستہ میں گرفتار کر لئے گئے اور تین ماہ تک اسیری کی مشقت اُٹھاتے رہے۔

1936ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ 1938ء میں ضلع جھنگ میں مسلم لیگ کی تنظیم ہوئی تو اس کی کامیابی وکامرانی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ 1940ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد سرگرم

عمل ہوکر تحریک پاکستان کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے وقف ہو گئے۔ 1944ء میں مسلم لیگ کے باقاعدہ عہدیدار بنے اور ضلعی نائب صدر چنے گئے۔ مہر غلام فرید کپلانہ کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا اور 1946ء میں مجلس عاملہ کے رکن بنے۔

تحریک پاکستان میں اپنے سود و زیاں سے بے نیاز ہوکر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ ضلع جھنگ کی تاریخ کا ایک انوکھا باب ہے۔ اس دوران آپ کو جس قدر مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کا بیان یہاں ممکن نہیں مگر آفرین اس مرد قلندر کے کہ ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔

پاکستان بننے کے بعد اپنی تمام تر توجہ اپنے دارالعلوم جامع محمدی شریف پر ہی مرکوز رکھی اور 1948ء میں اسے رجسٹرڈ کروایا۔ 1951ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر بنے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں سرفروشانہ کردار ادا کیا اور پابندِ سلاسل رہے۔ 1956ء میں دوبارہ پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1964ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر بنے۔ جمعیت علماء پاکستان سے آپ کا تعلق شروع ہی سے رہا۔ 1970ء میں جمعیت علماء پاکستان نے سیاست میں حصہ لیا تو اس کے ٹکٹ پر بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوگئے۔ جھنگ کی دوسری دونوں قومی اسمبلی کی نشستوں پر بھی جمعیت علماء پاکستان کے اُمیدوار صاحبزادہ نذیر سلطان اور مہر غلام حیدر بھروانہ کامیاب ہوئے۔ مگر افسوس کہ مؤخرالذکر دونوں حضرات جمعیت علماء پاکستان سے بے وفائی کرکے پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے جبکہ مولانا محمد ذاکر تازیست اپنی جماعت سے وابستہ رہے اور ڈٹ کر اسمبلی کے اندر اور باہر پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرتے رہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی کسی سے جا کر ووٹ نہیں مانگے بلکہ اپنے جھونپڑے ہی میں بیٹھے رہے۔ عوام چونکہ آپ کے خلوص، زہد و تقویٰ اور جذبۂ خدمت سے واقف تھے اس لئے اُنہیں ہر بار بغیر کسی حیل و حجت کے کامیاب کیا۔ آپ کی فرض شناسی کا یہ عالم تھا کہ انتہائی علالت کے باوجود وہیل چیئر پر بیٹھ کر قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت فرماتے تھے۔

1974ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو آپ نے شدید علالت کے باوجود سرگرمی سے حصہ لیا اور قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ قادیانیوں کے عقائد آئین کی دفعہ 43 جدول سوم سے متصادم ہیں۔

آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے کوششیں کیں۔

آپ کی یادگار جامعہ محمدی شریف، پاکستان کی عظیم دینی درس گاہوں میں سے ایک ہے جہاں طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ایم اے تک انگریزی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک ماہنامہ ''الجامعہ'' بھی محمدی شریف سے نکلتا ہے جس میں عالم اسلام کے مسائل پر سیر حاصل تبصرہ ہوتا ہے۔

آٹھ سالہ طویل علالت کے بعد آپ کی رحلت 3 ذوالحجہ 1396ھ بمطابق 25 نومبر 1976ء بروز جمعرات ساڑھے نو بجے صبح ہوئی۔ 4 بجے سہ پہر آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ وفات کی خبر آناً فاناً تمام ملک میں پھیل گئی۔ عوام کے علاوہ حکومت کے ایوانوں میں بھی سوگ منایا گیا۔ ملک بھر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ کیوں نہ بچھتی کہ!

ڈھونڈو گے ہمیں مُلکوں مُلکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آپ کی وفات حسرت آیات پر متعدد اخبارات و رسائل نے اپنے اداریتی کالموں میں بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور مورخہ 27 نومبر 1976ء کا اداریہ درج ذیل ہے۔

''مولانا محمد ذاکر صاحب بانیٔ جامعہ محمدی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مولانا موصوف نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کی جہدِ آزادی اور طلبِ حقوق کی بہت سی تحریکیں دیکھیں اور اُن میں جوش و سرگرمی سے حصہ لیا۔ وہ اپنے اوضاع و اطوار میں بزرگانِ سلف کا نمونہ تھے اور مسلمانوں کی دینی تعلیم کیلئے دل میں بڑی تڑپ رکھتے تھے۔ جھنگ جیسے پسماندہ ضلع میں انہوں نے جامعہ محمدی کی بنیاد رکھی۔ کالج تعمیر کرایا اور اس سلسلے میں اتنی محنت اور تگ و دو سے کام لیا کہ اپنی صحت بھی قربان کر دی۔ اُن کی خواہش تھی کہ کسی طرح جامعہ کو یونیورسٹی کا درجہ مل جائے لیکن وہ یہ حسرت دل میں لئے دنیا سے اُٹھ گئے۔ تعلیم کے علاوہ بھی وہ مسلمانوں کی ہر جہتی صلاح و فلاح کا خیال رکھتے تھے۔ اُن کا مزاج اگرچہ سیاسی نہ تھا تاہم وہ اپنے حلقۂ انتخاب سے صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور آج کل وہ قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ صحت جواب دے چکی تھی، چلنے پھرنے سے معذور تھے، لیکن شوقِ خدمت کا یہ حال کہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر ایوان میں آتے اور حقِ نمائندگی ادا کرتے۔ 80 برس تک اس دنیائے آب و گل کی سرد و گرم چکھ کر 25 نومبر کو وہ اس جہانِ فانی سے عالمِ بقا کو سدھار ے۔ اُن کی جدائی کو پورے ملک میں محسوس کیا گیا اور اکابرِ پاکستان نے اپنے غم و رنج کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات آخرت میں بلند کرے اور قوم اور حکومت کو توفیق دے کہ وہ اُن کے قائم

کئے ہوئے تعلیمی اداروں کی نگرانی اور اُن کی بہتری کا اہتمام کر سکیں۔ ہم اُن کے پسماندگان کے حق میں صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔''

آپ کی رحلت پر بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے۔ جناب طارق سلطانپوری نے مندرجہ ذیل قطعہ کہا!

''محمد رسول اللہ کا ذاکر''

......1396ھ......

فقر و عرفاں کی حق نے اُسے بخشی دولت — پیکرِ علم و عمل تھا وہ خجستہ قسمت

''دین وملّت کی ضیا'' اسے ہے جو ہستی معروف — اُس سے حاصل تھا اسے شرف وکمال بیعت

جہدِ آزادی میں پُرجوش تھا کردار اُس کا — صدق واخلاص سے کی لیگ کی اُس نے نصرت

اُس کی گرویدہ دل و جان سے تھی خلقِ خدا — ہر الیکشن میں فتح مند تھا وہ با عظمت

نُور پھیلایا علومِ نبویؐ کا اُس نے — عمر بھر کرتا رہا دینِ نبیؐ کی خدمت

اُس کی درویشی و بے لوثی کی دنیا ہے مُقِر — فخرِ عالم تھا وہ شیدائے کتاب و سنت

اُس کی خدماتِ جلیلہ کی ملے اُس کو جزا — اُس کی تربت ہو خیابانِ ریاضِ جنّت

اُس کا از رُوئے ''یگانہ'' کہا طارق سنِ وصل

''ایک انسان جسے[10] کہیے فرشتہ سیرت''

10+1966=1976ء

ا۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یوں تاریخ وفات کہی!

وہ مردِ مجاہد وہ درویش ذیشاں — جدا ہو گئے آہ مولانا ذاکر

شریعت کے عامل طریقت کے حامل — حقیقت سے آگاہ مولانا ذاکر

وہ اکثر اسمبلی کے ممبر رہے ہیں — تھے یُوں صاحبِ جاہ مولانا ذاکر

ندا آئی صابر کہو سالِ رحلت

''ہیں جنّت میں اب شاہ مولانا ذاکر''

1976ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 234 تا 235
2- ''تاریخ جھنگ'' از بلال زبیری مطبوعہ جھنگ 1976ء ص 364، 454، 467، 519
3- ''تلخ وشیریں یادیں'' از شیخ ریاض پرویز، مطبوعہ ملتان 1977ء ص 249
4- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 1474
5- ''ذاکرِ ذکر'' از نصرت علی اثیر جُپہ، مطبوعہ جامع محمد شریف (جھنگ) 1997ء، ص 87، 88
6- ''مشکلاتِ لا الہ'' از شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ، مطبوعہ جھنگ 1981ء ص 73، 184، 187، 190، 192
7- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 237
8- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26، 27 نومبر 1976ء
9- ''تحریک جامعہ محمدی شریف'' از مولانا سیّد محمد متین ہاشمی، مطبوعہ جامعہ محمدی شریف (جھنگ) 1973ء متعدد صفحات
10- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 998، 999
11- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری، مطبوعہ کراچی 2000ء ص 107

مولانا حکیم محمد انور بابریؒ
(1922-1977ء)

مولانا حکیم محمد انور بابری بن حکیم محمد شریف بابری (ف 1960ء) کی ولادت 1922ء میں لاہور میں ہوئی۔ 1944ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے کرنے کے بعد ''زبدۃ الحکماء'' کی سند حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو دینی تعلیم سے بھی آراستہ کیا۔ والد ماجد کے ساتھ ''دوانہ خانہ رفیقِ صحت''، متصل برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ لاہور اور یونانی طبّی بورڈ میں بطور رکن کام کرتے رہے اور اُن ہی سے طبِ یونانی اسلامی میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔

دورِ طالبِ علمی میں مجاہد ملّت مجدّد سیاست مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (1915-2001ء) کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے اور تحریکِ پاکستان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ جیسا کہ مجاہد ملّت اپنے ایک خط بنام جسٹس (ر) ذکی الدین پال محررہ 2 مارچ 1997ء میں رقمطراز ہیں!

''حکیم محمد انور بابری صاحب کے ساتھ میرا رابطہ 1936ء میں ہوا جب وہ اسلامیہ کالج لاہور میں ایف اے کے طالب علم تھے۔ اسی سال حضرت علامہ اقبالؒ کے مشورہ اور رہنمائی سے ہم نے ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' قائم کی۔ ابتدائی دور میں شیخ انوار الحق مرحوم سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، میاں محمد شفیع صاحب (م ش) اور عبدالحمید نظامی صاحب 1936-37ء میں یکے بعد دیگرے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر رہے۔ 1938ء میں مجھے صدر منتخب کیا گیا۔ حکیم محمد انور بابری صاحب فیڈریشن کے سرگرم کارکن اور آفس سیکرٹری رہے۔ 1941ء میں اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے پاکستان کانفرنس منعقد کی تو بابری صاحب نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں تاریخی کردار ادا کیا۔

1939ء میں ہم نے دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی جانب سے خلافت پاکستان اسکیم پیش کی۔ 1940ء میں جب ''آل انڈیا مسلم لیگ'' نے لاہور ریزولیشن پاس کیا تو اسی دوران 23 مارچ 1940ء کو ہم نے راجہ محمود آباد امیر احمد خان صدر آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی زیرِ صدارت حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں ''خلافتِ پاکستان کانفرنس'' منعقد کی۔ سردار اورنگ زیب خان اور چوہدری خلیق الزمان صاحبان نے اس کانفرنس میں خطاب کیا۔ حکیم محمد

انور بابری صاحب اس کانفرنس کے پروپیگنڈہ سیکرٹری تھے۔

1941ء میں ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے زیر اہتمام پاکستان کانفرنس میں قائداعظمؒ کی صدارت میں ''آل پاکستان رورل پروپیگنڈہ کمیٹی'' قائم ہوئی جس کا سیکرٹری مجھے مقرر کیا گیا۔ حکیم محمد انور بابری صاحب اس کمیٹی کے رکن تھے۔ 1942ء میں حکیم صاحب ''پنجاب مسلم لیگ کونسل'' کے ممبر منتخب ہوئے اور دیہات میں مسلم لیگ کی تنظیم میں میرے ساتھ کام کرتے رہے۔

1941ء میں برٹش گورنمنٹ نے سر سکندر حیات خاں وزیراعظم پنجاب، مولوی سرائے کے فضل الحق وزیراعظم بنگال، سر سعداللہ خاں وزیراعظم آسام، سر سلطان احمد خاں اور بیگم جہاں آراء شاہنواز (جو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے) کو قائداعظمؒ کی رضامندی کے بغیر ''نیشنل ڈیفنس کونسل'' کا ممبر بنالیا۔ حالانکہ قائداعظمؒ نے جنگی سرگرمیوں میں تعاون سے انکار کر دیا تھا بلکہ مطالبۂ پاکستان منظور کرنے کی حکومت پر شرط عائد کر دی۔ پنجاب اور بنگال میں اس کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوا۔ پنجاب میں پاکستان رورل پروپیگنڈہ کمیٹی نے اس احتجاجی ایجی ٹیشن میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ہم نے لاہور اور فیصل آباد میں نیشنل ڈیفنس کونسل میں شامل ارکان کے خلاف ایجی ٹیشن کیا اور ان کے خلاف تادیبی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ اس ایجی ٹیشن میں حکیم محمد انور بابری نے سرگرم حصہ لیا اور کانفرنسوں میں شریک رہے۔

1946ء میں خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ کی گرفتاری کے بعد شیخ صادق حسن نائب صدر نے تحریک کی قیادت کی۔ اُن کی گرفتاری کے بعد میاں عبدالباری صاحب ڈکٹیٹر مقرر ہوئے۔ یہ گرفتار ہوئے تو مجھے تحریک کا ڈکٹیٹر صدر مقرر کیا گیا۔ میری گرفتاری کے بعد مولوی محمد ابراہیم علی چشتی صاحب ڈکٹیٹر مقرر ہوئے اور ساٹھ ہزار کا جلوس لے کر گرفتاری پیش کی۔ حکیم محمد انور بابری صاحب بھی اس تحریک میں گرفتار ہوئے۔ القصہ حکیم محمد انور بابری صاحب نے بحیثیت ممبر ورکنگ کمیٹی پاکستان رورل پروپیگنڈہ کمیٹی، بحیثیت ممبر پنجاب مسلم لیگ کونسل، بحیثیت آفس سیکرٹری دی پنجاب مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ، نمایاں خدمات سرانجام دیں۔''

1947ء میں مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ قائم ہوا تو حکیم صاحب اُس کے آفس سیکرٹری تھے۔ انہوں نے خلافت پاکستان گروپ کی طرف سے کافی لٹریچر شائع کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا

محمد عبدالستار خان نیازی کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات انجام دیں۔ 1951ء میں مولانا نیازی نے ''تحریک خلافت پاکستان''، تشکیل دی تو حکیم صاحب اُس کی مرکزی انتظامیہ کے رکن رہے۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں تن من دھن کی بازی لگا کر ناموسِ رسالت ﷺ کا تحفظ کیا اور مولانا نیازی کے ساتھ شاہی قلعہ لاہور میں قیدو بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ کیا مجال کہ پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لرزش آئی ہو۔ حکیم صاحب، مجاہد ملّت مولانا نیازی کے جگری دوست اور دستِ راست تھے۔ مولانا نیازی کے خلاف مقدماتِ بغاوت سے لے کر ایم پی، ایل، او کے تحت جتنے مقدمات بنے سب کی وہی پیروی کرتے رہے۔ بڑے نڈر، بے باک اور جری انسان تھے۔ جمیعت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

حکیم صاحب نے فرید العصر حضرت میاں علی محمد خان آف بسّی شریف (1975-1881ء) کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔ مولانا محمد ابراہیم علی چشتیؒ (1968-1917ء) سے بھی اکتسابِ فیض کیا تھا۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ اُن کے پُرنور، بارُعب اور روشن چہرے کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ ایک زاہد و مرتاض اور عابد شب زندہ دار تھے۔ شب و روز اوراد و وظائف میں منہمک رہتے تھے اور ہر وقت ذکر الٰہی اور درود شریف سے زبان تر رکھتے تھے۔ راقم الحروف کو اُن کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔

حکیم صاحب کی وفات حسرت آیات یکم ربیع الاوّل 1397ء بمطابق 20 فروری 1977ء بروز اتوار ہوئی اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ کئی ایک شعراء نے قطعاتِ تاریخ وصال کہے جو درج ذیل ہیں:-

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعہ تاریخ کہا!

ماہرِ طب وہ بابری صاحب ہائے افسوس آج ہم میں نہیں
فیض مُرشدِ علی محمدؒ سے چشتیہ سلسلے کے تھے وہ امیں
عشقِ سرکارؐ اور حبِّ وطن تھا یہی اُن کا دین اور یقیں
زندگی بھر رہی یہی کاوش ملک میں ہو نفاذِ شرع مُبیں

کہیے صابر یہ مصرعۂ تاریخ
''جانِ انور مقیم خلد بریں''
1397ھ

سیّد عارف محمود مہجور رضوی گجراتی نے بھی تاریخ کہی!

چھوڑ کر تنہا ہمیں دنیا سے ہیں رخصت ہوئے سن کے پیغامِ اجل آہ! انور بابری

خدمتِ قوم و وطن تھا اُن کا دستورِ حیات وقفِ خدمت تھے وہ ہر پل آہ ! انور بابری

قائد تحریکِ پاکستان بھی تھے وہ بالیقیں تھے سراپا فردِ اکمل آہ ! انور بابری

دوستی کے کوئی سیکھے اُن سے آدابِ حسیں آج ہے محفل میں ہلچل آہ ! انور بابری

اُن کو تھی از حد ارادت درگہہ بتّی کے ساتھ ایک تھے چاہت کی کونپل آہ ! انور بابری

آج علامہ نیازی بھی ہیں بے شک رات دن آپ کی فرقت میں بیکل آہ ! انور بابری

بے سرِ الفا کہو مہجورؔ یہ سالِ وفات

''فخرِ ملّتِ بے بدل'' آہ ! انور بابری

1397ھ

15 اگست 1997ء کو تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ، لاہور کی تقریب میں اُن کی خدمات کے پیشِ نظر گولڈ میڈل دیا گیا۔

ماخذ:-

1- ''وے صورتیں الٰہی'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 21

2- ''خفتگانِ خاکِ لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 23

3- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ 1990ء ص 224

4- ''مجاہدِ ملّت'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1996ء ص 53، 68، 104، 138، 143، 201

5- ''یارانِ مکتب'' جلد اوّل از بیدار ملک مطبوعہ لاہور 1986ء ص 288

6- ماہنامہ ''نقوش'' لاہور ''لاہور نمبر'' بابت فروری 1962ء ص 830

7- ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور ''مجاہدِ ملّت ایڈیشن'' بابت 28 مئی 1987ء ص 105 تا 108، 156، 157

8- مکتوبِ گرامی مجاہدِ ملّت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی بنام جسٹس (ریٹائرڈ) ذکی الدین پال محررہ از لاہور مورخہ 2 مارچ 1997ء

9- مکتوبِ گرامی جناب مودود علی بابری پسر حقیقی حکیم محمد انور بابری بنام محمد صادق قصوری از لاہور محررہ 26 جولائی 1997ء

10- ''تاریخِ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری، مطبوعہ کراچی 1998ء ص 80

11- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16 اگست 1997ء

مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھیؒ

(1909-1979ء)

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری بن مولانا حکیم شاہ محمد حبیب اللہ قادری رضوی (1887-1948ء) بن مولانا شاہ محمد عظیم اللہ (1912- 18ء) کی ولادت با سعادت 14 شوال المکرّم 1327ھ بمطابق 29 اکتوبر 1909ء بروز جمعتہ المبارک میرٹھ (انڈیا) میں ہوئی۔ یہ وہی میرٹھ ہے جسے جنگِ آزادی 1857ء میں سب سے پہلے انقلابی شہر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد الاسلام، مدرسہ قومیہ عربیہ اور انتہائی کتب میرٹھ کی قدیم درسگاہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں پڑھیں۔ 25 نومبر 1933ء کو آپ کی دستار بندی ہوئی۔ بعدازاں عربی، فارسی اور انگریزی کے امتحانات الہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خاندانی دستور کے مطابق والد گرامی کے حکم کے مطابق جامع مسجد خیر المساجد میرٹھ میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ تبلیغی دورے کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ اندازِ تقریر مبلّغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھیؒ (1954-1893ء) سے سیکھا اور جلد ہی ایک نامور مقرر کی حیثیت سے معروف ہو گئے۔ کچھ مدت کے بعد شہر کے کئی اداروں اور انجمنوں کے سرپرست اور رکن بن گئے۔

1351ھ بمطابق 1932ء میں حضرت شاہ علی حسین کچھوچھویؒ (1936-1850ء) کے دستِ حق پر بیعت کر کے تاجِ خلافت حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خانؒ (1921-1856ء) کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے کے لیے 1359ھ بمطابق 1940ء میں والد گرامیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے تمام رضوی اوراد و معمولات کی اجازت پائی۔

تحریکِ پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ نواب محمد اسماعیل خاں (1958-1883ء) نے ضلع میرٹھ میں مسلم لیگ کی تنظیم کی تو آپ نے فعال کردار ادا کیا اور ضلع بھر میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ پھر مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچانے کیلئے 25 نومبر 1945ء کو میرٹھ میں سنّی کانفرنس کا اہتمام فرمایا۔ 12 دسمبر 1945ء کو مسلم لیگ کی حمایت میں ایک عظیم الشان کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے بمبئی میں فرمایا کہ!

''ہندو مسلم اتحاد بالکل ناممکن ہے۔ ہم ایسا علیحدہ وطن چاہتے ہیں جہاں آئینِ شریعت کے مطابق فقہی اصولوں پر حکومت قائم کی جائے گی۔''

نواب محمد اسماعیل خاں صدر صوبہ مسلم لیگ یو پی کی زیر قیادت شہری مسلم لیگ پولٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ 31 دسمبر 1945ء و یکم تا 2 جنوری 1946ء کو مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے 1857ء سے لے کر تحریک پاکستان تک مسلمانوں کی جدو جہد آزادی پر روشنی ڈالی۔

اپریل 1946ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے آپ نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (1883-1948ء) اور حضرت محدث اعظم کچھوچھویؒ (1894-1961ء) کی معیّت میں یو پی، سی پی، بہار، پنجاب اور بنگال کے دورے کئے۔ اس کانفرنس نے تحریک پاکستان کو ایک نئی روح بخشی۔ پھر مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء) اور مولانا صبغتہ اللہ شہید فرنگی محلی (ف 1964ء) کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں شرکت کرتے رہے حتیٰ کہ پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

1949ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ و زیارتِ روضۂ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ جب واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ تحریک پاکستان میں حصہ لینے اور مسلم لیگ کا سرگرم رکن ہونے کے جرم میں گرفتاری کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اطلاع ملتے ہی صرف جائیداد کے کاغذ لے کر دہلی پہنچے اور بعد میں براستہ بمبئی بذریعہ بحری جہاز 1950ء میں پاکستان آ گئے۔ کچھ عرصہ کراچی اور خوشاب میں رہنے کے بعد راولپنڈی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔

راولپنڈی میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور ملک کے طول وعرض میں تبلیغی دورے بھی کرتے رہے۔ 1951ء میں جمعیت علمائے پاکستان راولپنڈی کے صدر منتخب ہوئے اور تازیست اس عہدہ پر فائز رہے۔ ''دارالعلوم احسن البرکات'' کا اجراء کیا۔ مارچ 1953ء میں ماہنامہ ''سالک'' جاری کیا جو بفضلِ خدا بارہ سال تک مذہب وملّت کی گرانقدر خدمت کا فریضہ ادا کرتا رہا۔

1953ء اور 1974ء کی تحریکِ ختم نبوت میں جرأت مندانہ کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی نبرد آزما رہے۔ 24 اگست 1959ء کو ایوبی مارشل لاء کے نفاذ پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر جی ایم یزدانی ملک کے نامناسب رویے کی بنا پر مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کی خطابت سے مستعفی ہو گئے۔ ملک کے طول وعرض سے خطابت کی پیشکشیں ہوئیں لیکن آپ نے باصرار جامع مسجد واہ فیکٹری میں خطابت منظور فرمائی جو آخر تک جاری رہی۔ (یاد رہے کہ یزدانی ملک ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کی قدرت نے ایسی

گرفت کہ وہ یحییٰ خان کے دور میں اپنی بداعمالیوں کی بنا پر 313 افسروں کے گروپ میں کمال بے عزتی سے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا) 1965ء میں متاثرین ومجاہدین کشمیر کیلئے امدادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اندرون ملک دوروں کے علاوہ آپ نے بیرونِ ممالک بھی تبلیغی دورے کئے۔ 1968ء میں بغداد، نجف اشرف، کربلا اور کاظمین سے ہوتے ہوئے انگلستان پہنچے اور آٹھ ماہ قیام فرما کر پورے ملک میں خطاب کیا اور لاتعداد عیسائیوں نے آپ کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔ 21 اپریل 1974ء کو دوبارہ ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت کی اور اگست تک مختلف شہروں اور قصبوں میں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔

مارچ 1977ء کے عام انتخابات میں پیپلز پارٹی کی بے مثال دھاندلی کے بعد تحریک نظام مصطفیٰؐ چلی تو آپ نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی سال جنرل ضیاء الحق (1988-1924ء) کی مارشل لاء حکومت نے آپ کو رؤیت ہلال کمیٹی کا چیئر مین مقرر کیا۔

مذہب وملّت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے 30 ربیع الاول 1399ھ بمطابق 28 فروری 1979ء بروز بدھ راولپنڈی میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ثم لاہوریؒ نے پڑھائی۔ حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے قطعۂ تاریخ کہا!

رخصت ہوئے جہاں سے جادو بیاں مقرر	مغموم اس لئے ہیں پیر و جوان کہئے
تھا عالمانِ دین میں اعلیٰ مقام اُن کا	تھی منفرد جہاں میں حضرت کی شان کہئے
گزری ہے عمر اُن کی تبلیغِ دین حق میں	دین مبین کا اُن کو روشن جہان کہئے
وہ ہر جگہ ہماری کرتے تھے پیشوائی	حضرت کو اہل حق کا اِک ترجمان کہئے

صابرؔ اگر ہے فکر تاریخِ سالِ رحلت
مولانا عارف اللہ جنت نشان کہئے
1399ھ

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 102 تا 104
2- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 128
3- ''تاریخ رفتگاں'' از صابر براری، مطبوعہ کراچی 1986ء ص 188 تا 189
4- ''افکار راولپنڈی ڈائریکٹر 1962ء'' مرتبہ سیّد غلام مصطفیٰ خالد گیلانی، مطبوعہ راولپنڈی

1962ء ص 640

5- ''اذکارِ حبیب رضا'' از شاہ عارف اللہ میرٹھی، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 6، 19

6- ''تعارف علمائے اہلسنت'' از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور 1979ء 129 تا 132

7- ''تذکرہ علمائے پنجاب'' جلد اوّل از اختر راہی، مطبوعہ لاہور 1980ء ص 244 تا 246

8- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 949

9- ہفت روزہ ''اُفق'' کراچی بابت 13 مارچ 1980ء ص 34 تا 36

10- متعدد روزنامے۔

مولانا محمد مطیع الرضا خاں قادریؒ

(1927-1979ء)

مولانا محمد مطیع الرضا خاں قادری بن حکیم احمد رضا خاں کی ولادت موضع چندوسی ضلع مراد آباد (یو پی، بھارت) کے ایک علمی گھرانے میں 29 ستمبر 1927ء کو ہوئی۔ بچپن میں والد گرامی کا انتقال ہو گیا تو والدہ ماجدہ نے تعلیم دلاوی۔ وادوں ضلع علی گڑھ اور بریلی شریف سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد امجد علی مولف ''بہار شریعت'' (1878-1948ء)، مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی (1914-1973ء) اور مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری (1918-1989ء) شامل ہیں۔ مولانا حامد رضا خاں بریلوی (1875-1942ء) سے شرف بیعت حاصل کیا۔ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (1893-1981ء) سے سند حدیث، اوراد و وظائف اور سلسلہ رضویہ کے تمام سلاسل کی اجازت مرحمت ہوئی تھی۔ 1941ء میں جامعہ طبیہ لکھنؤ سے حکیم حاذق کی سند حاصل کی۔ شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ رضا تخلص کرتے تھے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 11 دسمبر 1945ء کو ''پاکستان کلب چندوسی'' کے جنرل سیکرٹری منتخب کیئے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی زبردست جدوجہد سے چندوسی میں عین کانگریسی مرکز چوک حسینی بازار میں مسلم لیگ کا دفتر قائم ہو گیا۔ اس بات نے کانگریس کے اعلیٰ حلقوں تک ہلچل مچا دی اور مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے سے باز رکھنے کیلئے کوششیں تیز تر کر دی گئیں۔ ہندوؤں نے دارالعلوم دیوبند کے پرنسپل مولانا حسین احمد مدنی (1879-1957ء) کو خصوصی طور پر مدعو کیا اور ایک بہت بڑے جلسے کے انعقاد کی بھرپور کوشش کی گئی۔ لیکن مولانا مطیع الرضا خان اور اُن کے مخلص اور بے لوث ساتھیوں کی شبانہ روز مساعی رنگ لائیں اور جلسہ گاہ میں ہندوؤں کو اُن کی توقعات کے بالکل برعکس حالات دیکھنے پڑے۔ اس واقعہ سے کانگریسیوں کی ہمت پست ہو گئی اور لوگوں میں مسلم لیگ کی آواز خوب کھل کر سامنے آئی۔

تحریکِ پاکستان کے ان ایام میں آپ نے دیگر رفقاء کے ساتھ انتہائی جدوجہد سے کام کیا۔ ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب کیا اور مختلف جگہوں پر پیامِ آزادی کو عام کیا۔ اسی دوران چند ہندو

لیڈروں نے آپ سے سوال کیا کہ ''آپ جو پاکستان کیلئے اس قدر تگ ودو کر رہے ہیں لیکن کیا کبھی سوچا کہ پاکستان اس علاقہ (یو پی) میں بنے گا یا صرف مسلم اکثریت کے علاقوں میں۔'' آپ نے جواب دیا، ''پاکستان کا حدود اربع تیار کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا ایک لیڈر قائداعظمؒ ہے جس کی قیادت نے کلکتہ سے خیبر تک کے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لا اکٹھا کیا ہے وہ جہاں پاکستان بنائے گا وہ ہمارا پاکستان بنے گا۔ ہم تو ہندوستان کے اندر ایک ایسی سرزمین چاہتے ہیں جہاں مسلمان اسلامی اصولوں کے مطابق طرزِ زندگی اختیار کر سکیں۔''

قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے کراچی آ گئے اور پھر راولپنڈی کو اپنا مستقل وطن بنا لیا اور تا زیست جامع مسجد لال کڑتی راولپنڈی میں خطابت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ تحریک ختم نبوت (1953ء، 1974ء) اور تحریک نظامِ مصطفیٰؐ (1977ء) میں مجاہدانہ شان سے حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی نبرد آزما رہے۔ مدرسہ رضویہ قائم کر کے علم و ادب کی خدمات بجالاتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ قادری دواخانہ کے نام سے مطب بھی چلاتے رہے۔

مولانا مطیع الرضا خاں خوش گفتار خطیب، اچھے مدرس، حاذق طبیب، نعت گو شاعر اور بہترین عالمِ دین تھے۔ 4 اپریل 1979ء کو بعارضہ اختلاجِ قلب آپ کی وفات ہوئی اور اپنے قائم کردہ مدرسہ رضویہ کے صحن میں آخری آرامگاہ بنی۔

جناب طارق سلطان پوری نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا!

مظہرِ شانِ عالمانِ کبیر　　علم و عرفان و عشق کا پیکر
رنگِ حامد رضاؒ سے تھا ممتاز　　تھا جو اُس کا لباس فکر و نظر
حُبِ محبوبِؐ حق تعالیٰ میں　　زندگی بھر رہا وہ نغمہ گر
علم و حکمت کا نُور پھیلایا　　ظلمتوں میں رہا وہ سینہ سپر
خلقت ارضِ پاک کی خاطر　　کی جدوجہد اُس نے بڑھ چڑھ کر
اُس کا مقصود و مدعائے حیات　　اوج و اقبالِ اُمّتِ سرورؐ

سالِ وصل اُس کا ہے ز روئے ''جلیل''
''حق سرشت حق شعار[3] دیدہ ور''
3+1976=1979ء

ماخذ:-

1- ''افکار راولپنڈی ڈائریکٹری 1962ء'' از سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی، ص 640
2- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 1505
3- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 281
4- ''تذکرہ علمائے پنجاب'' جلد دوم از اختر راہی، مطبوعہ لاہور 1980ء ص 742
5- کتابچہ ''فیضِ رضا'' مرتبہ حمید اللہ چوہدری، محمد عباس رضا، شاہد حنیف وارثی، مطبوعہ راولپنڈی 1980ء
6- پمفلٹ '' مولانا مطیع الرضا خاں قادری'' شائع کردہ انجمن طلباء اسلام راولپنڈی، لال کڑتی یونٹ، سن ندارد

مولانا غلام قادر اشرفیؒ

(1906-1979ء)

مولانا غلام قادر بن میاں باغ علی چشتی کی والدات 14 محرم الحرام 1324ھ بمطابق 10 مارچ 1906ء بروز ہفتہ فرید کوٹ (بھارت) میں ہوئی۔ ابھی صغر سن تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ 1911ء میں سکول میں داخل ہوئے اور 1922ء میں امتیازی حیثیت سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخلہ لیا مگر طبیعت مائل نہ ہوئی۔ مذہبی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی اور درج ذیل اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔

1- حضرت مولانا محمد سعید شبلی فرید کوٹیؒ (1896-1982ء)

2- حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلویؒ (1886-1966ء)

3- حضرت مولانا یٰسین صاحب چڑیا کوٹیؒ (-)

4- حضرت مولانا سیّد غلام قطب برہمچاری اشرفی سہوانیؒ (ف1932ء)

5- حضرت بابا خلیل داس ایم اے (سنسکرت) چترویدیؒ

6- حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتح پوریؒ (1884-19ء)

7- حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ (1883-1948ء)

سندِ فراغت جامعہ نعیمیہ مرادآباد (یوپی) سے حاصل کی اور اسی دوران ''مدرسہ حلقۂ اشاعۃ الحق گشتی مرادآباد'' کا تبلیغی کورس بھی مکمل کرلیا جس میں ہندی، بھاشا اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ گورمکھی اور گیانی پر بھی عبور حاصل کیا۔

حضرت شاہ علی حسین کچھوچھویؒ (1850-1936ء) کے دستِ حق پر بیعت کرکے اجازت و خلافت حاصل کی۔ علاوہ ازیں حضرت میاں شاہ محبوب قادری فیروز پوریؒ اور حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنیؒ (1877-1981ء) سے بھی اجازت وخلافت تھی۔

دورانِ طالب علمی سنی کانفرنس مرادآباد (1925ء) میں ایک رضا کار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ آپ نے رضا کاروں کی ٹیم کے ساتھ کانفرنس کے انتظام وانصرام میں بہت دلچسپی اور شوق کا مظاہرہ کیا۔ تحصیلِ علم کے بعد 1926ء تا 1928ء یعنی تین سال تک مُکتسر ضلع فیروز پور (حال بھارت) میں تدریس و

خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور ساتھ ہی ساتھ سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ ضلع فیروز پور میں مسلم لیگ کے نصب العین اور سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے سلسلے میں کام کرتے رہے۔ شاردا ایکٹ کو ناکام بنانے میں بھی بھرپور دلچسپی لیتے ہوئے علماء ومشائخ کے شانہ بشانہ کام کیا۔

1929ء میں عملی طور پر میدانِ سیاست میں وارد ہو گئے اور مغلپورہ ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ 1931ء میں تحریکِ کشمیر اور 1932ء میں مسلمانانِ ریاست الور، جب ریاستی مظالم کی تاب نہ لاکر اجمیر شریف، بھرت پور، گوڑ گانواں اور دہلی کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تو آپ اپنے برادرِ طریقت میر غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ (1952-1876ء) سیکرٹری جنرل انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ کی زیر کمان کام کرتے رہے۔ 1933ء میں تحریکِ قادیاں اور 1935ء میں ''تحریکِ شہید گنج'' میں بھرپور حصہ لیا۔ 37-1936ء میں خان غلام رسول خاں ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ اور ملک برکت علی (1946-1885ء) کے ایما پر مسلم لیگ کیلئے خدمات انجام دیں اور لاہور کے مفاضات میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔

1938ء میں ''تحریک آریہ سماج'' جو نظامِ حیدر آباد دکن کے خلاف جتھ بندی کی صورت میں چلائی گئی تھی، کے انسداد کیلئے کافی خدمات سرانجام دیں اور ''یوم نظام'' منایا۔ 1939ء میں حضرت قائداعظمؒ کی ہدایت پر ''یوم نجات'' منایا گیا تو آپ نے بھی مجلس تبلیغ الاسلام لالہ موسیٰ کے زیر اہتمام یہ دن منایا۔ بھرپور کوشش کرکے ضلع بھر میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں لائے اور جابجا اُس کی شاخیں قائم کیں۔

1945ء میں ملک فیروز خاں نون (1970-1893ء) اور سردار شوکت حیات خاں (1998-1912ء) کے ساتھ مسلم لیگی اُمیدواروں کیلئے شب و روز کام کیا اور اسی سال آپ نے لالہ موسیٰ کے مسلم لیگیوں کی طرف سے قائداعظمؒ کی خدمت میں مسلم لیگ کیلئے تھیلی پیش کی۔ اس کی دلچسپ تفصیل خود آپ کی زبانی سنیئے!

''قائداعظمؒ بذریعہ کار کشمیر سے واپس لاہور تشریف لا رہے تھے اور راستہ میں انہیں جابجا جلسوں سے خطاب کرنا تھا۔ ہم نے بھی لالہ موسیٰ میں استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں اور نذرانہ کی تھیلی کا بھی بندوبست کیا۔ جی ٹی روڈ پر میل ڈیڑھ میل تک جھنڈیاں اور محرابیں بنوائیں، مسلم لیگ کے جھنڈے لگائے اور تمام علاقہ میں آدمی دوڑا کر صبح تک ہزاروں آدمی جمع کر لئے۔ پنڈال میں میلے کا سماں تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ سٹیج تیار ہو چکا تھا، شامیانے نصب تھے لیکن لُطف کی بات یہ کہ نہ تو قائداعظمؒ کو اس کی اطلاع تھی اور نہ اُن کے پروگرام میں

لالہ موسیٰ ٹھہرنے کا اندراج تھا۔

دوپہر کو قائداعظمؒ تشریف لائے تو فضا نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، مسلم لیگ زندہ باد، قائداعظم زندہ باد، لے کے رہیں گے پاکستان، آنکھوں کا نور پاکستان، دل کا سرور پاکستان، سے گونج اُٹھی۔ لالہ موسیٰ کی فضا میں انتہائی جوش وخروش تھا۔ قائداعظمؒ نے پوچھا ''یہ کونسی جگہ ہے؟'' عرض کیا گیا! لالہ موسیٰ۔ فرمایا! ''ہمارے پروگرام میں شامل نہیں ہم گجرات ٹھہریں گے۔''

سڑک پر استقبال کیلئے چوہدری غلام احمد قادری جنرل سیکرٹری مسلم لیگ لالہ موسیٰ مع رفقاء موجود تھے۔ میری ڈیوٹی اسٹیج پر تھی۔ جب قائداعظمؒ نے ٹھہرنے سے انکار کردیا اور کار سے نہ اُترے تو چوہدری صاحب نے مجھے آواز دی ''وہ جارہے ہیں، یہیں آ کر مل لو۔'' میں نے فوراً آ کر سلام عرض کر کے ہاتھ ملایا اور عرض کیا ''ذرا باہر آ کر کھڑے ہوں جائیں تا کہ لیگ کے کارکن جو دُور دراز سے راتوں رات پیدل سفر کر کے یہاں پہنچے ہیں، اپنے محبوب قائد کو ایک نظر دیکھ تو لیں۔''

یہ سن کر قائداعظمؒ موٹر کے پائیدان پر کھڑے ہو گئے۔ میں نے پھر عرض کیا ''آپ زمین سے فٹ ڈیڑھ فٹ بلندی پر کھڑے ہیں، اگر چھ سات فٹ اونچے کھڑے ہوں تو زیادہ لوگ دیکھ سکیں گے۔'' فرمانے لگے کیوں؟ میں نے عرض کیا، ''اس لئے کہ میں مسلم لیگ کا جنم ساتھی ہوں اور آپ اُس کے صدر ہیں۔'' فرمایا، کیسے؟ میں نے کہا کہ میری پیدائش 1906ء میں ہوئی اور مسلم لیگ کا قیام بھی 1906ء میں ہوا، چونکہ میں اور مسلم لیگ اکٹھے پیدا ہوئے لہٰذا میں اس کا جنم ساتھی ہوں۔

اس پر قائداعظمؒ نے وفورِ جذبات سے مجھے گلے لگا لیا اور میرا ہاتھ ہاتھ پکڑ کر اسٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا! ''حضرات! میرا مولانا سے لڑائی ہوا تو وہ لڑائی پیار اور محبت کا تھا، یہ سامنے انڈیا کا نقشہ ہے، میں اس پر پاکستان کو اُبھرتا ہوا دیکھ رہا ہوں، منزل بالکل قریب ہے، آپ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر میرے ہاتھ مضبوط کریں، اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔''

اس دلکش اور وجد اور خطاب کے بعد ''مسلم لیگ زندہ باد'' اور ''قائداعظمؒ زندہ باد'' کے نعروں کی گونج میں میں نے نذرانہ کی تھیلی پیش کی اور اُن کا قافلہ شاداں وفرحاں عازمِ گجرات ہوا۔''

1946ء میں بنارس کی آل انڈیا سُنّی کانفرنس میں مولانا اپنے بہت سے ساتھی لے کر شریک ہوئے

اور واپس آ کر شب و روز تخلیقِ پاکستان کیلئے کام کیا۔ ان مجاہدانہ سرگرمیوں کی بنا پر مختلف اوقات میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ مجموعی طور آپ نے ملک وملّت کے لیے تقریباً چار سال کا عرصہ جیلوں کی نذر کیا مگر آپ کے عزم وولولے میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہوئی اور پوری دلجمعی کے ساتھ اپنے نصب العین کے حصول میں منہمک رہے۔ انتخابات کے دوران ضلع بھر کے اہم مقامات کا دورہ کیا۔ مسلم لیگ کا سبز پرچم لہراتے ہوئے گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے!

''سبز جھنڈے کی کون سنے گا؟'' پھر جواب دیتے ''اللہ پاک سنے گا''۔

بڑی بوڑھیاں مکانوں پر کھڑی ہو کر یوں دُعائیں دیتیں ''ماں قربان جاوے پترو! سدا جیو! اللہ ساوے جھنڈے دی لاج رکھے، کملی والی سرکارؐ داناں اُچا ہووے'' وغیرہ وغیرہ۔ یہ سلسلہ صبح سے لے کر رات گئے تک جاری رہتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جنوری 1947ء میں خضر وزارت کے خلاف مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی اُٹھائیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد زیادہ تر توجہ مذہبی امور کی طرف مبذول رہی تاہم سیاسی تحریکات سے دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ 1970ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے پاکستان کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ 1974ء میں جب دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ کام کیا۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفیؐ میں پیرانہ سالی کے باوجود مجاہدانہ اور سرفروشانہ کردار ادا کیا۔

الغرض اسلام اور ملک کیلئے بے پناہ خدمات انجام دینے والا یہ باعمل عالمِ دین اور شیخ طریقت 26۔ اگست 1979ء بمطابق 2 شوال المکرم 1399ھ بروز اتوار ڈیڑھ بجے دوپہر عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف سدھار گیا۔ پانچ بجے سہ پہر آپ کے استاذ محترم مولانا محمد سعید شبلی (1982-1896ء) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جی ٹی روڈ لالہ موسیٰ پر مزار اقدس بنا۔ 4 اکتوبر 1979ء بروز جمعرات خانقاہ اشرفیہ پر تقریب چہلم منعقد ہوئی جس میں پیر سید برکات احمد شاہ، سجادہ نشین جلال پور شریف ضلع جہلم (1994-1918ء)، ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف ضلع سرگودھا (1998-1918ء)، خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف ضلع سرگودھا (1981-1906ء)، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (2001-1915ء) اور دیگر علماء ومشائخ نے شرکت فرما کر آپ کے حضور خراجِ عقیدت پیش کیا۔

بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے مگر بطور اختصار جناب ابوالطاہر فدا حسین فدؔا، ایڈیٹر ماہنامہ ''مہروفا'' لاہور کا قطعہ درج ذیل ہے۔

لبیک کہہ کے حضرت رُخصت ہوئے جہاں سے — جب دائمی اجل نے پیغامِ حق سُنایا
مغموم اس پر بے شک سب اہل دل ہیں، لیکن — ہے موت ہر بشر کی تقدیر کا تقاضا
شاہِ علی حسین۱ کے الحق تھے آپ نائب — مشتاق حسن احمد غوث الوریٰ کے شیدا
محبوب کبریاؐ کی اُن پر تھی خاص رحمت — دل میں فروزاں اُن کے جلوہ ضیائے دیں۲ کا
واعظ تھے اور خطیب بھی عالم بھی، مردِ حق بھی — مہر و وفا کا پیکر، خلق و ادب سراپا

ہاتف ز روئے ابجد گویا ہوا فدؔا سے
'' حاجی غلام قادر''، سالِ وصال اُن کا
1399ھ

۱۔ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے نواسے صاحبزادہ ضیاء الحسن سجادہ نشین ہوئے جو آپ کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں اور اُن کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ عطاالحسن بھی اپنے نانا جان کے افکار و نظریات کے امین ہیں۔

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص176 تا181
2- ''انوارِ قطب مدینہ'' از خلیل احمد رانا، مطبوعہ لاہور 1987ء ص243
3- ''خفتگانِ خاکِ گجرات'' از ڈاکٹر منیر احمد سلیچ، مطبوعہ گجرات 1996ء ص152 تا153
4- ''معدن التواریخ'' از ابوالطاہر فدا حسین فدؔا، مطبوعہ لاہور 1992ء ص40
5- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص189
6- ''جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص1037

مولانا شائستہ گل مردانیؒ
(1891-1981ء)

مولانا شائستہ گل بن مولانا محمد علی (1837-1925ء) بن ملک العلماء مولانا عمر راز کی ولادت 1891ء میں موضع لنڈی شاہ متہ ضلع مردان (سرحد) کے ''یوسف زئی منڈر افغان قبیلہ'' میں ہوئی۔ والد گرامی کے علاوہ مختلف نامور علماء سے علمی استفادہ کیا۔ سندِ حدیث مولانا عبدالعلی دہلوی سے حاصل کی۔ نیز جون پور (بھارت) کے دارالعلوم حنفیہ سے بھی دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ قرأت مولانا مولوی قاری عبدالسلام بن قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (1812-1896ء) سے پڑھی۔ تیس برس کی عمر میں تمام علوم مروجہ معقول ومنقول میں کمال حاصل کر لیا۔ فراغتِ علم کے بعد درس وتدریس اور افتاء کو مقصدِ حیات بنالیا۔ اپنے گاؤں میں ''دارالعلوم حنفیہ سنّیہ'' کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس میں درس نظامی کا مکمل اہتمام تھا۔

آپ نے سلسلہ قادریہ زاہدیہ میں حضرت پیر عبدالوہاب آف مانکی شریف (1797-1904ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔ مذہبی مصروفیات وخدمات کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی بھرپور دلچسپی لی اور ''تحریک خدائی خدمتگار'' میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خان (1890-1988ء) کے دوش بدوش آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ مگر جب خان موصوف نے اپنی تنظیم کو ''انڈین نیشنل کانفرنس'' میں مدغم کر دیا تو آپ نے اُس سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

1945ء میں پیر صاحب مانکی شریف محمد امین الحسنات (1922-1960ء) نے آپ کے مشورے سے مانکی شریف میں علماء ومشائخ کی کانفرنس طلب کی جس میں سینکڑوں علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء)، صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (1883-1948ء)، پیر عبداللطیف زکوڑی شریفؒ (1914-1978ء)، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ (1898-1970ء)، خواجہ غلام سدید الدین تونسویؒ (1909-1960ء)، دیوان سیّد آلِ رسول علی خان اجمیریؒ (1893-1974ء)، خواجہ عبدالرشید پانی پتیؒ (1888-1962ء)، خواجہ حسن نظامی دہلویؒ (1878-1955ء)، پیر صاحب کر بوغہ شریفؒ (1880-1952ء)، مولانا بادشاہ گل آف اکوڑہ خٹکؒ، مولانا حضرت گل آف دوسہرہؒ، فقیر عبدالوسع بنوںؒ۔ اس عظیم الشان اجتماع میں جمعیت الاصفیاء کی تشکیل عمل میں لائی گئی جس کا ناظم مولانا شائستہ گل اور صدر

پیر صاحب مانکی شریف کو منتخب کیا گیا۔ اس اجتماع کی صدارت پیر معصوم بادشاہ چوراہیؒ (1957-1907ء) نے کی تھی۔ اس اجتماع میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔ پھر مسلسل دورے کر کے مولانا شائستہ گل نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی جڑیں مضبوط کیں حتیٰ کہ پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب صوبہ سرحد میں مسلم لیگی وزارت خان عبدالقیوم خاں (1981-1901ء) نے سنبھالی تو مولانا شائستہ گل نے اپنی تقاریر میں نفاذ شریعت کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کے جلسہ کوہاٹ میں شریک ہو کر مسلم لیگ کو شریعت کے نفاذ کا وعدہ یاد دلا کر پُرزور مطالبہ کیا۔ حکومت کو آپ کی یہ بات ناگوار گزری اور واپسی پر درہ کوہاٹ کی چوٹی پر آپ کو پکڑ کر تین دن تک حوالات میں بند کر دیا گیا۔ بعدازاں گیارہ ماہ کیلئے خارج از پاکستان کر دیا۔ آپ وہاں سے سیدھے سوات میں تھانہ کے مقام پر گئے اور وعظ و نصیحت میں مصروف ہو گئے۔ اب آپ کو مسلم لیگ سے کُلی طور پر مایوسی ہوگئی اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے عقائد حقہ کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود گیارہ کتابیں بھی یادگار چھوڑیں جن میں قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر اُردو زبان میں اپنی نظیر آپ ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات 5 رمضان المبارک 1401ھ بمطابق 7 جولائی 1981ء بروز منگل مردان میں ہوئی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ راقم الحروف محمد صادق قصوری نے قطعہ تاریخِ رحلت کہا:

نامِ نامی شائستہ گل مردانی — ہے باعثِ فخر اور عزت
ہاتف غیب نے کہا صادقؔ — ہے سالِ رحلت ''ریاضِ عشرت''
1981ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1979ء ص 139 تا 142
2- ''تذکرہ علماء و مشائخ سرحد'' جلد دوم از سیّد محمد امیر شاہ قادری، مطبوعہ لاہور 1972ء ص 23
3- ''تحریکِ پاکستان اور مشائخِ عظام'' از محمد صاق قصوری، مطبوعہ لاہور 1997ء ص 109
4- مکتوب گرامی مہتمم دار العلوم قادریہ بغدادہ، مردان بنام محمد صادق قصوری محررہ 28 نومبر 1996ء

مولانا عبدالشکور شیوہؒ
(1906-1983ء)

مولانا عبدالشکور بن گل محمد خان کی ولادت 15 نومبر 1906ء بمطابق 27 رمضان المبارک 1324ھ بروز جمعرات شیوہ ضلع مردان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کی مسجد سے حاصل کرنے کے بعد موضع طورو میں قاضی سلطان محمود و دیگر علماء کرام سے استفادہ کیا۔ حفظِ قرآن وفقہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور 1927ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

1922ء میں دورانِ تعلیم حاجی صاحب ترنگزئی (1885-1937ء) کے دستِ حق پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ 1930ء میں سرخپوش تحریک میں شمولیت اختیار کرلی مگر جب اس تحریک کے باطل نظریات اور گاندھی کی کاسہ لیسی کی داستانیں منظرِ عام پر آئیں تو آپ نے اُس کو خیر باد کہہ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی اور جان ودل سے مسلم لیگ کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔

مسلم لیگ میں آپ نے اس قدر جانفشانی سے کام کیا کہ مسلم لیگی لیڈر آپ کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کو پرائمری مسلم لیگ شیوہ کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ آپ نے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور کانگرسی گماشتوں کے دامِ فریب کو تارتار کیا۔ اگرچہ آپ کو صدائے حق بلند کرنے کی وجہ سے گونا گوں مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے اُن کو پرکاہ کے برابر وقعت نہ دی اور اپنے نصب العین سے مُو برابر بھی متزلزل نہ ہوئے۔

1940ء میں قراردادِ پاکستان کا تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا تو اپنے تمام رفقاء سمیت اس اجلاس میں شامل ہوئے اور ایک جانباز سپاہی کی طرح دورانِ اجلاس خدمات انجام دیتے رہے۔ قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد دیگر علماء اہلسنت کی طرح میدانِ عمل میں خوب سرگرمی دکھا کر مسلم لیگ کے پیغام کو گلی گلی کوچہ کوچہ پہنچانے کیلئے مقدور بھر کوشش کی۔

تحریکِ پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے مرکزی رہنماؤں نواب بہادر یار جنگ (1905-1944ء)، مولانا شوکت علی (1872-1938ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء)، مولانا کرم علی ملیح آبادی (1892-1972ء)، قائداعظم (1876-1948ء)، نوابزادہ لیاقت علی خاں (1895-1951ء) کے سرحد کے دوروں کے وقت ہرممکن تعاون کیا اور اپنے جان ومال کے خطرات کو

بالائے طاق رکھ کر اُن کے جلسوں کو کامیاب کرایا۔ ان رہنماؤں کے ساتھ آپ کی خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ ایک دفعہ قائداعظمؒ نے تحریک پاکستان کیلئے مالی امداد کی اپیل کی تو آپ نے اپنی خالص حلال کمائی میں سے چھ آنے بطور چندہ ارسال کئے اور ساتھ ہی اپنی مالی حیثیت سے اپنے قائد کو آگاہ کیا۔ جواب میں قائداعظمؒ نے آپ کو شکریے کا خط لکھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے جہادِ کشمیر میں مردانہ وار حصہ لیا اور اوڑی کے محاذ پر دادِ شجاعت دی۔ 17 جون 1983ء بروز جمعتہ المبارک آپ کی رحلت ہوئی۔ شیوہ میں ہی سپردِ خاک ہوئے۔ حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا!

حاجی ترنگ زئی کے تھے وہ مریدِ مخلص مردان ہی نہیں، تھا سرحد میں اُن کا شُہرہ
سالِ وفات اُن کا صابر نے کہا ہے ''سرمست ہیں جناں میں عبدالشکور شیوہ''
1983ء

ماخذ:۔

1- ''اکابرِ تحریکِ پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 179 تا 180
2- مکتوب گرامی قاضی محمد حبیب الحق، پرمولی ضلع صوابی مردان بنام محمد صادق قصوری محررہ یکم فروری 1998ء
3- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری، مطبوعہ کراچی 2000ء ص 129

مولانا عبدالباقی محمد بُرہان الحق جبلپوریؒ

(1892-1984ء)

مولانا مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق بن مولانا شاہ محمد عبدالسلام (1866-1952ء) بن مولانا شاہ محمد عبدالکریم حیدرآبادی (ف 1899ء) بن شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ محمد عبدالسلام صدیقیؒ کی ولادت جبل پور (سی پی) بھارت میں 21 ربیع الاوّل 1310ھ بمطابق 13 اکتوبر 1892ء بروز جمعرات ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ 1897ء میں جدامجد نے بسم اللہ شریف کا افتتاح فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ مدرسہ برہانیہ جبلپور میں عم محترم قاری بشیرالدین سے فارسی پڑھی۔ منقولات ومعقولات کی تکمیل والد ماجد سے کی۔ 1905ء میں پہلی بار بمبئی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاںؒ (1856-1921ء) سے ملاقات ہوئی اور اُن کے ہی ہو کر رہ گئے۔ 1913ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ دارالافتاء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشادات قلمبند کیے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مولانا ظہور حسین مجددی رامپوری (1857-1924ء) صدر مدرس کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ تین سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں رہے۔ مارچ 1919ء میں جب اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ، جبلپور تشریف لائے تو اُن سے ''علمِ توقیت'' کی تحصیل کی اور جبلپور میں ہی اسی سال اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دستار فضیلت وسند اجازت وخلافت سے نوازا۔

مولانا عبدالباقی محمد برہان الحق نے 1920ء میں سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ اُن کی سیاسی بصیرت فراست مومنانہ کا بہترین نمونہ تھی۔ میدانِ سیاست میں عملی حصہ لیا تو ملک کے طول وعرض میں اپنی خطابت اور سیاسی بصیرت کا سکّہ بٹھا دیا۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے پُر آشوب دور میں جبکہ اکثر بڑے بڑے مشہور علماء بھی حالات کے دھارے میں بہہ رہے تھے اور شعائر اسلام ومسلمین کو زبردست خطرات کا سامنا تھا، اس وقت وقت بھی آپ نے اعتدال وسنجیدگی اور شریعت اسلامیہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنے کی تلقین وہدایت کی اور جوش واشتعال کے مضر اثرات اور عملت پسندی کے نقصان دہ مضمرات کی نشاندہی کی۔

25 مارچ 1921ء کو جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام مولانا ابوالکلام آزاد (1888-1958ء) کی زیر صدارت بریلی شریف میں ایک اجلاسِ عام ہوا۔ مفتی محمد برہان الحق نے اس اجلاس میں شرکت کر کے اپنی گرجدار اور پُر زور تقریر میں مولانا آزاد کی ہندو نوازی اور گاندھی پرستی کو ہدفِ تنقید بنایا۔ مولانا آزاد سے

کوئی جواب نہ بن پڑا اور جان چھڑانا مشکل ہوگئی۔

1934ء میں مفتی محمد برہان الحق نے مسلم لیگ سے وابستگی اختیار کر لی اور پھر تن من دھن کی بازی لگا کر اس کی کامیابی وکامرانی کیلئے ڈٹ گئے۔ وہ ضلع مسلم لیگ جبل پور کے صدر اور صوبہ مسلم لیگ سی پی و برار کے نائب صدر منتخب ہوئے اور پھر 1949ء تک ان باوقار عہدوں پر فائز رہے جبکہ صوبہ مسلم لیگ سی پی و برار کے صدر حضرت سیّد عبدالرؤف شاہ (1954-1878ء) تھے۔ قائداعظمؒ کے نزدیک مفتی صاحب کا سیاسی مقام ومرتبہ مسلمہ طور پر باعزت وباوقار تھا۔ وہ قائداعظمؒ کے دستِ راست تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے ممبر بھی رہے۔

یکم تا 3 جنوری 1940ء کو آپ نے ضلع مسلم لیگ جبل پور کی طرف سے عیدگاہ جبلپور میں ایک شاندار مسلم لیگ کانفرنس منعقد کی۔ صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے اس موقعہ پر آپ نے جو خطبہ صدارت پڑھا وہ تحریک پاکستان کی تحریک کا ایک درخشاں باب ہے۔ اس کانفرنس میں شیر بنگال ابوالقاسم مولوی فضل الحق (1962-1873ء)، عزیزِ ملّت بیرسٹر سیّد عبدالعزیز آف پٹنہ (1948-1885ء) اور بیرسٹر ظہور احمد آف الہ آباد (ف 1942ء) خصوصی طور پر مدعو تھے۔ آپ نے اس موقعہ پر قائداعظمؒ، شیر بنگال، بیرسٹر عبدالعزیز اور بیرسٹر ظہور احمد کی شان میں خیر مقدمی اشعار کہے جو درج ذیل ہیں۔

''سلطان القائدین محمد علی جناح''

سلطانِ قائدین محمد علی جناح — شُدہ بہرِ ہند نعرۂ صدقش جلی نجاح
فرزانۂ زمانہ محمد علی جناح — ہمت سے اِن کے ہند نے پائی بڑی نجاح

''شیرِ بنگال ابوالقاسم مولوی فضل الحق''

قدومِ میمنتِ فضلِ حق مبارکباد — وزیراعظمِ بنگال باد، دائم شاد
صدورِ مفتخرش نورِ بخشِ سی ،پی شُد — قلوبِ اہلِ جبل پور گشتہ، زندہ مراد

''عزیزِ ملّت بیرسٹر عبدالعزیز''

عزیزِ قوم ز پٹنہ بہار، می آید — خوشا نصیب ز پٹنہ، بہار می آید

''بیرسٹر ظہور احمد''

سیاست کا وہ آفتابِ درخشاں — ظہور احمدِ سرورِ سرفرازاں
جبل پور میں خیر مقدم سے اِن کے — ہوا مجلسِ لیگ کا بخت تاباں

مفتی صاحب کا خطبۂ صدارت جبلپور مسلم لیگ کانفرنس بقول مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازیؒ، معلومات کا خزانہ اور ہمارے جداگانہ ملّی وجود کی تائید و حمایت میں دلائل و براہین کا میگزین، سنگین حصار اور اسلحہ خانہ ہے۔ انہوں نے قرارداد پاکستان منظور ہونے سے قبل جس انداز میں مملکتِ اسلامی کے خدو خال اور 10 کروڑ مسلمانوں کے ملّی تشخص کو نمایاں کیا، وہ اُن کی فراستِ مومنانہ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی تربیتِ حکیمانہ کا ثمرہ ہے۔ سوراج کے نام سے فرنگی، بنیا، برہمن اور شریعت فروش مولویوں کے تگڈم سے جو ہمرنگِ زمین دامِ فریب پھیلایا گیا تھا، مفتی صاحب نے اُس کی خباثت، نجاست، بربریت اور استعماریت کو طشت از بام کر کے واشگاف الفاظ میں ''رام راج زیر سایہ ٹام راج'' قرار دیا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس ''ہندوستان اور مسلم اقلیت''، ''شکلا جی کی حرکتِ مذبوحی''، ''کانسٹی ٹونٹ اسمبلی''...... جس کا ''منشا یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ اپنی قدیمی مراعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے (اقلیت اور اکثریت) سب کو ہانک کر ایک جگہ جمع کر دے۔ پھر گاندھی جی اور اُن کی ذریت کو اپنی تمنائیں پوری کرنے کا موقعہ ملے۔ یہ ہے وہ راستہ جو گاندھی اینڈ کو نے سوراج یا رام راج یا ہندو راج حاصل کرنے کا نکالا ہے۔''

ڈومینین اسٹیٹس کا ڈھونگ، جبلپور میں مظالمِ کانگریس کی فہرست کم از کم 44 زہرہ گداز مظالم اور جفا کاریوں کی پُرالم فہرست بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ!

''(ان) سے ہمارے قلوب سخت مجروح ہیں اور ہمارے کلیجے چھلنی ہو رہے ہیں۔ گو اس وقت تلخ حقیقت کے انکشاف پر ہمارے یارانِ وطن آڑی ترچھی نگاہوں اور غضب ناک تیوروں سے ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر ہم تو یہی کہیں گے!

اظہارِ سوز و غم پر میری زباں نہ کھینچو
ہاتھوں میں چبھ نہ جائیں کانٹے میری زباں کے

اپنے اس تاریخ ساز خطبہ میں فرماتے ہیں!

''آج ہمارا یہ اجتماع عظیم اور مسلم لیگ کانفرنس کا یہ اجلاس ہماری آئندہ فتح مندی، کامیابی، کامرانی کا افتتاحی اجلاس ہے جس کے بعد ہماری اُمیدیں پوری ارتقاء کے ساتھ اپنی منزلِ مراد تک انشاءاللہ تعالیٰ پہنچ جائیں گی۔''

کانفرنس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں!

''اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی آواز ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچا کر دنیا کو اپنی مظلومانہ حالت بتائیں اور اپنے اضلاع صوبہ سی پی کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے منظم اور متحد ہونے کی دعوت دیں۔''

23 مارچ 1940ء کو اقبال پارک لاہور میں ''قراردادِ پاکستان'' منظور ہوئی تو سی پی کے مسلم لیگی وفد کے ساتھ مفتی صاحب نے بھی اس تاریخ ساز اجتماع میں شرکت کی۔ سی پی مسلم لیگ کے صدر مولانا سید عبدالرؤف شاہ نے قراردادِ پاکستان کی حمایت میں تقریر کی جس کی تیاری میں مفتی صاحب کا خاصا عمل دخل تھا۔

قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد سر عبداللہ ہارون کی سربراہی میں ایک بارہ رکنی وفد نے پنجاب، سرحد اور صوبہ سندھ کا طوفانی اور تفصیلی دورہ کر کے مسلم لیگ کا پیغام عام کیا۔ اس وفد میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا کرم علی ملیح آبادی، مولانا سید حسین میاں سجادہ نشین پھلواری شریف، پٹنہ (بہار) اور نواب صدیق علی خاں آف ناگپور وغیرہم کے علاوہ مفتی محمد برہان الحق بھی شامل تھے۔ اس وفد نے پنجاب کے شہروں جالندھر، امرتسر، گوجرانوالہ، ملتان، منٹگمری (حال ساہیوال)، لائل پور (حال فیصل آباد)، اوکاڑہ، ڈیرہ غازی خان اور راولپنڈی میں شاندار جلسے کیئے۔ صوبہ سرحد میں مسجد مہابت خان پشاور، ایبٹ آباد، نوشہرہ، مردان، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان اور صوبہ سندھ میں کراچی، حیدر آباد، نواب شاہ، شکار پور، گڑھی یاسین اور جیکب آباد میں جلسہ ہائے عام سے خطاب کر کے مسلم لیگ کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔ اس دورہ کے دوران مفتی صاحب کی تقاریر بڑی توجہ اور دلچسپی سے سنی جاتی تھیں۔ پاکستان کے حق میں مفتی صاحب کی اس سخت جدوجہد اور کوششوں کو حضرت قائداعظمؒ نے سراہا اور شکریہ کا خط لکھا۔

اسی دوران حضرت قائداعظمؒ جبل پور تشریف لائے تو دورانِ ملاقات مفتی صاحب کے والد گرامی مولانا شاہ محمد عبدالسلام رضوی نے پاکستان بن جانے کے بعد نفاذِ اسلام کی صراحت چاہی تو قائداعظمؒ نے نہایت پُرعزم لہجہ میں فرمایا!

''مولانا! جُداگانہ مسلم قومیت کی بنا پر خود مختار ریاست کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان وہاں اسلامی قوانین رائج کریں اور قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر کریں۔ مولانا! دُعا فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے۔''

تحریکِ پاکستان کے دوران مفتی صاحب کے حضرت قائداعظمؒ کے علاوہ دیگر اکابرِ ملت کے ساتھ دوستانہ مراسم رہے۔ خاص طور پر لسانِ ملت خطیب اسلام نواب بہادر یار جنگ (1944-1905ء) صدر آل انڈیا

اسٹیٹس مسلم لیگ و مجلس اتحاد المسلمین نے آپ کے نام کئی خطوط تحریر کئے جن میں سے تین مکتوب درج ذیل ہیں!

2۔فروردی 1351ف
(مطابق 3 فروری 1942ء)
مولانا محمد برہان الحق صاحب!
جبل پور

مکرمی! اگرامی نامہ دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ خدا مولوی تاج الدین مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اُن کا اچھا بدل عطا فرمائے۔ ایسٹر کی تعطیلیں اپریل کی غالبًا چوتھی، پانچویں کو آ رہی ہیں۔ میں نے الہ آباد سے لکھنؤ اور کانپور جانے کا وعدہ کرلیا ہے اس لئے الہ آباد جاتے ہوئے حاضر ہو سکتا ہوں۔ لیگ کے اجلاس سے ایک یا دو روز قبل آپ جو تاریخ مناسب سمجھیں مقرر فرما کر مطلع فرمائیے۔ انشاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا۔

31 فروردی 1351ف
(مطابق 4 مارچ 1942ء)
معتمد صاحب ڈسٹرکٹ مسلم لیگ
جبل پور

مکرمی! خط پہنچا۔ میں مولانا بُرہان الحق صاحب ہی کی دعوت پر جبل پور آ رہا ہوں اور مسلم لیگ ہی کے پلیٹ فارم سے صرف ایک تقریر کروں گا۔ میں قومی مقاصد کیلئے جب کبھی سفر کرتا ہوں تو عادتاً کسی کا مہمان نہیں ہوا کرتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں خاکسار رہ چکا ہوں اور خاکساری کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ مہمان داریاں قبول نہ کی جائیں۔ میرے ساتھ بیگم صاحبہ بھی ہوں گی۔ میں ممنون ہوں گا، اگر آپ میرے قیام کا انتظام کسی مسافر بنگلے یا ہوٹل میں فرمائیں۔

8۔اردی بہشت 1352ف
(مطابق 12۔مارچ 1944ء)
مولانا مفتی خطیب محمد بُرہان الحق صاحب
جبل پور

مکرمی! گرامی نامہ مورخہ 2-ربیع الاوّل آج ایک طویل سفر سے واپسی کے بعد نظر گزرا اور اس کے ساتھ جناب سید عبدالہادی جنرل سیکرٹری مجلس استقبالیہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور جناب محمد افتخار علی صاحب سیکرٹری سیرت النبیؐ کے زیر اہتمام جلسۂ سیرت میں شرکت کی مسرت حاصل کروں گا۔

یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے۔ میں اس عنایت کیلئے سب کا ممنون ہوں۔

اپنے والد محترم کی خدمت میں میرا اسلام نیاز پہنچایئے۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔''

قارئین کرام! نواب بہادر یار جنگ رحمتہ اللہ علیہ کے تینوں خطوط سے مفتی محمد بُرہان الحق صاحب کی مسلم لیگ سے وابستگی اور خدمات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس مردِ مومن کو قائداعظمؒ، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ یہی وہ جذبہ تھا جسے سُنّی علماء ومشائخ نے عوام وخواص میں پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ خیبر سے لے کر راس کماری تک تمام مسلمان قائداعظم محمد علی جناحؒ کی بے مثال قیادت پر جمع ہو گئے۔

دسمبر 1945ء میں کل ہند مرکزی اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو مفتی صاحب اور اُن کے جانثار ساتھیوں کی مساعی جمیلہ کی بدولت مسلم لیگی اُمیدوار نواب صدیق علی خاں (1974-1899ء) صوبہ سی پی کی واحد نشست سے بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے۔ کسی کانگرسی، احراری اور جمعیتی اُمیدوار کو کھڑا ہونے کی جرأت نہ ہو سکی۔

فروری 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا غلغلہ بلند ہوا تو سی پی اسمبلی میں کل 14 مسلم حلقے تھے۔ مسلم لیگ نے 13 نشستیں جیت کر 93 فیصد کامیابی حاصل کی۔ ایک سیٹ پر آزاد اُمیدوار کامیاب ہوا۔ نیشنلسٹ مسلمانوں کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔ خود مولانا محمد بُرہان الحق صاحب صوبائی حلقہ جبل پور نمبر 8 سے مسلم لیگ کی طرف سے اُمیدوار تھے۔ ان کے مدمقابل دو اُمیدوار تھے، محمد حنیف انصاری (مومن مجلس) اور اسرار حسین (آزاد اُمیدوار)۔ مفتی صاحب 8936 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے جبکہ دوسرے دونوں اُمیدواروں نے علی الترتیب 672 اور 11 ووٹ حاصل کیے۔ مؤخرالذکر کی تو ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔ ان نتائج سے مفتی صاحب اور ان کے عظیم ساتھیوں کی منصوبہ بندی، اثر ورسوخ اور مقبولیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

11 جون 1946ء کو جمعیت علماء اسلام کا دوسرا سالانہ اجلاس انجمن حمایت اسلام دہلی کے دفتر میں ہوا جس میں مسلم لیگ کی طرف سے حسین شہید سہروردی (1963-1893ء) اور مفتی محمد بُرہان الحق وغیرہم نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں علماء کی طرف سے تحریک پاکستان کی زبردست حمایت کی گئی۔ اس سلسلہ میں اس اجلاس میں مفتی صاحب کی تقریر تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد مفتی صاحب جبل پور ہی میں رہے۔ اسمبلی کے اندر اور باہر مسلم حقوق کے

حصول کی جنگ لڑتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی مذہبی، روحانی اور سیاسی تربیت کرتے رہے۔ اندرا گاندھی (1984-1917ء) کے دور میں ''مسلم پرسنل لاء'' میں ترمیم وتحریف اور تبدیلی کا بل پیش ہوا تو مفتی صاحب نے فوری طور پر احتجاجاً ایک مراسلہ حکومتِ ہند کو ارسال کیا جس میں ''مسلم پرسنل لاء'' میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی، ترمیم یا تحریف کو مسلمانوں کی جانب سے ناقابل قبول قرار دیا اور اس کیلئے قانونی شرعی پہلوؤں کو اس مراسلے میں تحریر کیا گیا۔

اس کے بعد ہندوستان کے اربابِ فکرودانش نے علماء کرام کی زیرِ قیادت بمبئی میں ایک احتجاجی جلسہ کا اعلان کیا۔ مفتی صاحب نے دولاکھ کے اس تاریخی اجتماع میں بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے حکومتِ ہند پر واضح کیا کہ!

''مسلم پرسنل لاء مسلمانوں کا قرآنی شرعی اسلامی قانون ہے جس میں ایک حرف کی نہ تو ترمیم ہوسکتی ہے نہ ہی کسی قسم کی تحریف وتبدیلی کی جاسکتی ہے۔ قرآن عظیم کے حکم کے مطابق اس میں کسی قسم کی ترمیم وتحریف یا تبدیلی کرنا تو درکنار اس قسم کا کوئی ارادہ کرنا اور اس کا اظہار کرنا ہی کفر ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے'' ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم لکفرون ''......اور بھی قرآن کریم کا ارشاد ہے''ان الحکم الا اللہ '' اسلام کیلئے حکم دینا صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے، اللہ ہی اسلام میں احکام کا مالک ہے۔''

حکومت ہند کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ!

''مسلمان سر پر کفن باندھ کر حکومت کے ہر اُس اقدام کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں اور ہر اُس حکم کی دھجیاں اُڑانے کو مستعد ہیں اور یہ طے کر چکے ہیں کہ وہ حکومت کے اس ارادہ کو کبھی بھی کامیاب نہ ہونے دیں گے کہ وہ مسلم پرسنل لاء میں کسی قسم کی ترمیم وتحریف، تبدیلی کی کوشش کرے اور حکومت چونکہ سیکولر ہے اسے اپنی سیکولرازم کے پیش نظر مسلمانوں کے مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی احکام میں دخل دینے سے احتراز کرنا چاہیئے اور ملکی قانون کے تحت شخصی و مذہبی آزادی میں حکومت کو کسی قسم کی دخل اندازی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

حکومت کے پاس جو کچھ فضلہ خوار نام کے مسلمان ہیں اور اپنی مطلب براری کیلئے پال رکھے گئے ہیں، وہ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ وہ احکام الٰہی میں کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ یا تحریف کا ارادہ کریں اور حکومت سے درخواست کریں تو وہ جب سرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ خارج از

سلام ہیں، اُن کی بات مسلمانوں کی بات نہ ہوگی اور انہیں مسلم پرسنل لاء کے متعلق کچھ کہنے کا قانونی حق بھی نہیں ہے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے مقاطعہ کریں، اُن سے سلام و کلام ترک کریں، بیمار پڑیں تو عیادت نہ کریں، مرجائیں تو اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔

میں حکومت کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وزیراعظم اندرا گاندھی نے اعلان کیا ہے کہ اگر مسلمان چاہیں گے تو مسلم پرسنل لاء میں اُن کی منشاء کے مطابق تبدیلی کرنے کا قانون بنایا جا سکتا ہے، حکومت اور وزیراعظم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان کبھی بھی مسلم پرسنل لاء میں کسی بھی قسم کی تبدیلی برداشت نہ کریں گے اور جو مسلمان نہیں، انہیں مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا کوئی قانونی حق نہیں۔ حکومت ان کی باتوں پر ہرگز ہرگز توجہ نہ دے۔''

مفتی صاحب کی اس بے باکانہ تقریر نے حکومت کے کان چوکنے کر دیئے اور تقریر کے دوران نعرۂ تکبیر و رسالت گونجتے رہے۔ اگلے دن جب جلسے کی کارروائی مفتی صاحب کی تقریر کے ساتھ اخبارات میں جلی حروف کے ساتھ شائع ہوئی تو علماء اہلسنت نے آپ کیلئے دُعائیں کیں اور کامیابی پر مبارکباد دی۔

مذہبی، روحانی، سیاسی اور علمی میدان میں گوناگوں خدمات سرانجام دینے کے بعد مفتی صاحب نے 26 ربیع الاوّل 1405ھ بمطابق 20 دسمبر 1984ء بروز جمعرات سوا چھ بجے شام رحلت فرمائی۔ جبل پور میں آخری آرامگاہ بنی۔ مزار مقدس مرجعِ خاص و عام ہے۔

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے قطعہ تاریخ وصال کہا!

''عالم معقول مفتی محمد برہان الحق''

......1405ھ......

مفتیِ اعظم جبل پوری شیرِ مردانِ حق — ہو گئے ہیں آج ہائے راہیِ راہِ بقا

نُورِ چشمِ حضرت عبدالسلام قادری — اہل سنت و الجماعت کے معزز پیشوا

تھے امامِ اہلسنت کے خلیفہ آخری — ان کے دم سے خوب پھیلا رضویت کا سلسلہ

دین کی خدمت بھی کی اور قوم کی خدمت بھی کی — تھے مسلمانانِ بھارت کے سیاسی رہنما

غمزدہ صابر براری کہہ یہ تاریخِ وفات

'' مفتی سی پی شہہ بُرہانِ حق شیریں لقا ''

1984ء

جنابِ ابوالطاہر فدا حسین فدؔا ایڈیٹر "مہروماہ" لاہور نے بھی تاریخ کہی!

رخصت جہاں سے آج ہیں بُرہانِ حق ہوئے — تھے متقی و عابد و زاہد وہ خوش خصال

رحلت پہ اُن کی آج ہے مغموم اک جہاں — ہر آنکھ اشکبار ہے ہر قلب پُر ملال

قائم مقام حضرتِ احمد رضا تھے وہ — ملتی علومِ دیں میں ہے اُن کی کہاں مثال؟

تھے اسوۂ نبی مکرّمؐ کے وہ نقیب — ہر ذکر و فکر اُن کا حقیقت میں لازوال

آئی ندا یہ عرشِ معلیٰ سے اے فدؔا

سالِ وصال اُن کا ہے "مغفور لایزال"

1405ھ

ماخذ:-

1- "اکرامِ امام احمد رضا" از مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مطبوعہ لاہور 1981ء، متعدد صفحات

2- "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، مطبوعہ بنارس (بھارت) 1989ء ص462، 463

3- "تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت" از محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری، مطبوعہ کراچی 1992ء ص 271 تا 277

4- "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں، مطبوعہ کراچی 1971ء ص148، 178، 195، 263

5- "بُرہانِ ملّت" از مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مطبوعہ لاہور سن ندارد متعدد صفحات

6- "تحریک پاکستان کی اہم دستاویز" از مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مطبوعہ لاہور 1986ء متعدد صفحات

7- "تذکرہ علماء اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) 1971ء ص69 تا 70

8- "تاریخِ رفتگاں" جلد اوّل از صابر براری مطبوعہ کراچی 1986ء ص270 تا 271

9- "رہبر و رہنما" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور سن ندارد ص15

10- "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص374، 391، 392

11- "مکاتیب بہادر یار جنگ" مطبوعہ بہادر یار جنگ اکادمی کراچی 1967ء ص257، 258، 278، 540

12- "معمارِ پاکستان" از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، مطبوعہ حیدرآباد سندھ 1996ء ص23

13- ''قائد اعظمؒ خطوط کے آئینے میں'' از خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ کراچی 1985ء ص 95

14- ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور، ''تحریکِ پاکستان نمبر'' بابت اگست 1995ء ص 163، 172، 173، 175، 180، 186، 191

15- ''تحریکِ آزادی ہند اور السواد اعظم'' از پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور 1979ء ص 145، 146 (حاشیہ)

16- ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' کراچی بابت 16 تا 22 مئی 1983ء ص 15

17- ''تذکرہ حضرت برہانِ ملّت'' از محمد رمضان عبدالعزیز رضوی سلامی، مطبوعہ جبل پور (بھارت) 1985ء

مولانا عبدالقدیر نعمانیؒ

(1911-1986ء)

مولانا عبدالقدیر نعمانی بن غلام محی الدین کی ولادت 11 مئی 1911ء کو گجرات میں ہوئی۔ ایم اے نفسیات اور ایم اے اکنامکس کرنے کے بعد صحافت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ کالج کی تعلیم کے دوران حمید نظامی (1962-1915ء)، میاں محمد شفیع، م ش (1993-1914ء)، حکیم محمد انور بابری (1977-1922ء)، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (1968-1917ء) اور مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی سے شناسائی ہوئی جو ایسی ارادت ومحبت میں بدل گئی کہ تازیست ایک دوسرے کے جانثار رہے۔ مولانا نیازی کے ساتھ مل کر ''پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کی بنیاد رکھی اور پھر پوری سرگرمی سے اسے پروان چڑھایا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ''پاکستان ٹائمز'' لاہور اور دیگر جرائد میں کام کر کے تحریک پاکستان کو جلا بخشی۔ ''تحریک خلافت پاکستان گروپ'' میں جن پانچ اشخاص نے سب سے پہلے شرکت کی اُن میں آپ بھی شامل تھے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر وعدہ کیا کہ وہ ''خلافت پاکستان'' کے قیام کیلئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں اور جب تک اپنا مقصد حاصل نہیں کر لیں گے، رشتۂ ازواج سے منسلک نہیں ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے حلف کی پاسداری کی، تجرّد میں زندگی گزاری۔ اپنے قلم کے تمام ذرائع تحریک پاکستان کیلئے وقف رکھے۔ رزقِ حلال کمایا، ساری عمر عسرت میں گزری لیکن اپنے قلم کا سودا نہ کیا۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن اور پنجاب کی سیاست کے چشم دید گواہ تھے۔

1945ء میں کیبنٹ مشن کی ناکامی کے بعد قائداعظمؒ نے مجموعی انتخابات کے ذریعے مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ کرنا چاہا تو اسلامیانِ ہند بالخصوص مسلم طلباء سے امداد طلب کی کہ وہ مسلم لیگ کو کامیاب بنائیں تاکہ پاکستان کا حصول یقینی بن جائے۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی اس وقت اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ تھے۔ انہوں نے طلباء کو اکٹھا کر کے اس پیغام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ان طلباء نے دیوانہ وار کام کیا اور سارے صوبے میں پھیل گئے بلکہ علی گڑھ کے طلباء تو صوبہ سرحد کے پہاڑوں اور جنگلوں میں دورے کرتے نظر آتے تھے۔ اس مہم میں مولانا عبدالقدیر نعمانی نے طلباء کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی۔ اس سے قبل 1941ء میں پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی کی تحریک میں بھی آپ نے مولوی محمد

ابراہیم علی چشتی (1917-1968ء)، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ (1916-1957ء)، حکیم محمد انور بابری (1922-1977ء)، حمید نظامی (1915-1962ء)، ابو سعید انور (1914-1984ء)، پروفیسر چوہدری محمد صادق (1914-1987ء)، ظفر اللہ خاں ملک المعروف زیڈ کے ملک (ف 1992ء)، میاں محمد شفیع، م ش (1914-1993ء)، ظہور عالم شہید (1918-1988ء)، میاں کفایت علی (1901-1994ء)، پروفیسر منظور الحق صدیقی (1917-2004ء)، خواجہ اشرف احمد (1916-1995ء) و دیگر حضرات کے ساتھ مل کر نمایاں کردار ادا کیا۔

وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ اپنے بڑے بھائی محمد حیات کی علالت کی وجہ سے لاہور سے گجرات منتقل ہو گئے تھے۔ 26 مارچ 1986ء کو اُن کے بھائی کا انتقال ہو گیا جس کا انہیں دلی دُکھ ہوا۔ گردوں نے کام کرنا بند کر دیا تھا اور خون کا دباؤ بڑھ جانے سے اُن کے دماغ کی شریان پھٹ گئی جس کی وجہ سے 27 اپریل 1986ء بروز اتوار چار بجے صبح اُن کی رحلت ہو گئی۔ 29 اپریل 1986ء کو صبح 8 بجے محلہ فتو پورہ گجرات میں اُن کے بھائی کے مکان ''حیات منزل'' میں ختم قُل کی رسم ادا کی گئی۔

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے آپ کی رحلت پر 30 اپریل 1986ء کو یہ اداریہ لکھا!

''مولوی عبدالقدیر نعمانی جن کی زندگی کا زیادہ حصہ فری لانس صحافی کی حیثیت سے گزرا، ایک مختصر سی علالت کے بعد 75 برس کی عمر میں آخرت کو سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! نعمانی صاحب نے اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد باقاعدہ ملازمت کی جگہ صحافت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ وہ مختلف اخبارات میں کالم اور مضامین لکھتے رہے۔ اُن کا پسندیدہ موضوع بین الاقوامی اور زیادہ تر قومی مسائل ہی تھے۔ مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد پر وہ اکثر قلم برداشتہ کالم اور مضامین لکھتے تھے۔ طبعاً نہایت خاموش اور متین قسم کے انسان تھے اور حسنِ خلق کی وجہ سے اُن کے احباب کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ ایک عرصہ تک وہ ریڈیو پاکستان لاہور سے بھی منسلک رہے۔ آج کل اپنے بڑے بھائی کے بلاوے پر وہ گجرات میں رہائش پذیر تھے۔ پچھلے دنوں اُن کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے وہ بہت ملول و افسردہ رہتے تھے۔ غالباً یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ''نوائے وقت'' سے اُن کا خاص تعلق تھا اور وہ وقتاً فوقتاً بعض اہم موضوعات پر لکھتے رہے تھے۔ ادارہ اُن کے سوگواروں کے غم میں شریک اور اُن کی مغفرت کیلئے دُعا گو ہے۔''

حضرت صاؔبر براری آف کراچیؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وصال کہا!

تحریک پاکستان کے معروف رہنما لاریب تھے وہ ارضِ صحافت کے اک نگیں

صاؔبر ملیں گے اب تو وہ میدان حشر میں ''عبدالقدیر عالمِ ذی احترام دیں''

......1986ء......

ماخذ:-

1- ''مجاہد ملت'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1996ء ص 53

2- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 151

3- ''خفتگانِ خاکِ گجرات'' از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، مطبوعہ گجرات 1996ء ص 282

4- ''وے صورتیں الٰہی'' از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 21

5- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28 اپریل، 30 اپریل 1986ء، 28 ستمبر 1992ء

6- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 9 مئی 1986ء منو بھائی کا کالم ''گریبان''

7- ''انسائیکلوپیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 687

8- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صاؔبر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 142

علامہ سیّد احمد سعید کاظمیؒ
(1913-1986ء)

علامہ سیّد احمد سعید کاظمی بن سیّد محمد مختار کاظمی کی ولادت 13 مارچ 1913ء کو امروہہ ضلع مراد آباد (یو۔پی، بھارت) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ ایام طفولیت میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ آپ کی پرورش برادرِ اکبر سیّد محمد خلیل کاظمی (1896-1970ء) نے فرمائی اور سولہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے انہی کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ دستار بندی حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (1850-1936ء) نے فرمائی اور اس تقریب میں مولانا معوان حسین رام پوری (1889-1933ء)، صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (1883-1948ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (1880-1934ء) ودیگر اکابر علماء ومشائخ جلوہ افروز تھے۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ 1931ء میں امروہہ واپس چلے گئے اور چار سال تک امروہہ کے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں تدریس فرماتے رہے۔ 1935ء میں ملتان تشریف لے آئے اور مدرسہ انوارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ علم وعرفان کی ندیاں بہائیں، طالبانِ حق آ آ کر شرابِ توحید ورسالت کے جام لنڈھانے لگے۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ 1935ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور پھر مسلم لیگ کے سٹیج سے قیامِ پاکستان کیلئے جلسے کرتے رہے۔ ملتان ڈویژن میں مسلم لیگ کو فعال بنانے کیلئے طوفانی دورے کیے۔ برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں ہونے والے مسلم لیگ کے جلسوں کو رونق بخشی اور اپنی جادو بیانی سے اہالیانِ لاہور کو نظریۂ پاکستان کا متوالا وشیدا بنا دیا۔ 1946ء میں قراردادِ پاکستان کی توثیق کیلئے بنارس کی آل انڈیا سنّی کانفرنس میں شرکت کی۔ جس زمانہ میں کانگرسی اور احراری علماء سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے، اس وقت آپ حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1841-1951ء) کی زیر قیادت الگ قومیت اور آزاد پاکستان کیلئے سعی مسلسل اور جہد پیہم کر رہے تھے۔ کانگرسی اور احراری مقررین کے لچر اعتراضات کے جوابات دینے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

1948ء میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھنے کیلئے ملتان میں علماء اہلسنت کا کنونشن بلایا

جس میں مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری (1961-1896ء) کو صدر اور آپ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اہلسنت کو منظم کرنے میں فعال کردار ادا کیا۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1963 تا 1974ء جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ اکتوبر 1978ء میں ملتان میں ''کل پاکستان سنّی کانفرنس'' کا انعقاد کر کے سوئے ہوئے سنّیوں کو بیدار کیا۔ ملک کے طول و عرض میں دورے کر کے مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے سرگرمِ عمل رہے۔ بالآخر علم و عمل اور شریعت و طریقت کا یہ آفتاب 25 رمضان المبارک 1406ھ بمطابق 4 جون 1986ء بروز بدھ ملتان کی زمین میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔

ابوالطاہر فدا حسین فداؔ مدیر ''مہر و ماہ'' لاہور نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا!

کس نے جانا، کون تھا، کیا تھا وہ مردِ حق نیوش — کیا سمجھ پائے گا کوئی حال و قالِ کاظمی
اُن کے اُٹھ جانے سے علم و فضل ہیں وقفِ فغاں — اب کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں مثالِ کاظمی
عاملِ قرآں تھے وہ اور عالمِ فقہ و حدیث! — مشعلِ راہِ ہدیٰ فضل و کمالِ کاظمی
قُدسیانِ حق بھی حاضر تھے بہنگامِ نزع — اللہ اللہ کیا ہوا روشن مالِ کاظمی
آپ تھے مہر و مؤدت کا سراپائے حسیں — پیکرِ اخلاص و خلق و صدق آلِ کاظمی

اے فداؔ ہاتف نے مجھ سے کہہ دیا بے ساختہ
'' تربتِ شاہ زماں '' سالِ وصالِ کاظمی
1406ھ

خان شاہدؔ اکبر آبادی ثم کراچوی (ف 1994ء) نے بھی تاریخ کہی۔

جب سے گئے وہ خُلد کو شاہدؔ یہ فکر تھی — کوئی ملے تو پوچھوں وہ کیسے ہیں خُلد میں
دیکھا جو مضطرب مجھے تاریخ بول اُٹھی — '' احمد سعید کاظمی اچھے ہیں خُلد میں ''
1986ء

ماخذ:-

1- ''مقالاتِ سعیدی'' از مولانا غلام رسول سعیدی، مطبوعہ لاہور 1982ء ص 676 تا 693

2- ''تعارف علماء اہلسنت'' از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور 1979ء ص 26 تا 32

3- ''مقالاتِ کاظمی'' جلد اوّل از سیّد احمد سعید کاظمی مطبوعہ لاہور 1977ء ص10 تا16 (مقدمہ)

4- ''تلخ وشیریں یادیں'' از شیخ ریاض پرویز، مطبوعہ ملتان 1977ء ص156 تا158

5- ''تاریخِ ملتان'' جلد دوم از مولانا نور احمد خان فریدی، مطبوعہ ملتان 1973ء ص383

6- ''آئینۂ ملتان'' از منشی عبدالرحمٰن خان، مطبوعہ گجرات 1976ء ص474

7- ''اکابرِ تحریکِ پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات 1976ء ص51 تا52

8- ''معدن التواریخ'' از ابوالطاہر فدا حسین فدا مطبوعہ لاہور 1992ء ص58

9- ماہنامہ ''السعید'' ملتان بابت مارچ 1995ء، فروری 1996ء، فروری 1997ء، متعدد صفحات

10- ''جلوۂ خورشید حرم'' از خان شاہد اکبر آبادی مطبوعہ کراچی 1993ء ص215

11- ماہنامہ ''السعید'' ملتان بابت فروری 1998ء ص103، 104

12- ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء) ص96، 282

مولانا محمد بخش مسلم بی اے
(1887-1987ء)

مولانا محمد بخش مسلم بن میاں پیر بخش 18 فروری 1887ء بمطابق 24 جمادی الاوّل 1304ھ بروز جمعتہ المبارک چھتہ بازار لاہور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور سے میٹرک کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کئے۔ 1919ء میں بطور پرائیویٹ اُمیدوار بی اے ڈگری حاصل کی۔ مولانا محمد ذاکر بگوی (1875-1916ء) مولانا اصغر علی روحی (1867-1954ء)، مولانا غلام مرشد (1894-1979ء) و دیگر علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔

تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1919ء میں علماء نے فتویٰ دیا کہ انگریز کی نوکری حرام ہے۔ مولانا مسلم نے اسی موضوع پر گجرات میں تقریر کی تو ڈپٹی کمشنر گجرات نے ضلع بدر کر دیا۔ گویا یہ انگریز سے بغاوت کی ابتدا تھی۔ روزنامہ ''سیاست'' اور روزنامہ ''زمیندار'' لاہور میں ساڑھے تین برس ملازمت کی۔ محکمہ امداد باہمی کے مجلّہ ''امداد باہمی'' کے مدیر بھی رہے۔ کسی نہ کسی طور 1956ء تک صحافت سے وابستہ رہے۔

1930ء میں باقاعدہ خطابت کا آغاز کیا۔ خطابت کے علاوہ شاعری کے شغل کو بھی اپنائے رکھا۔ مسلم مسجد لوہاری گیٹ لاہور کی بنیاد، تعمیر و ترقی اور تکمیل انہی کے ہاتھوں ہوئی اور تادم زیست اسی مسجد میں خطابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی بھرپور خدمت کرتے رہے اور علامہ اقبال کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی حاصل تھا۔

تحریک پاکستان میں مولانا مسلم نے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ 1933ء میں محرم الحرام کے جلسہ کے سلسلہ میں بمبئی گئے تو وہاں صوبائی مسلم لیگ کے صدر الحاج یوسف مکی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مولانا مسلم کو مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دی۔ مولانا مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور پھر دیوانہ وار تحریک پاکستان کیلئے کام کیا۔ اسی زمانے میں ''مقروض قوم'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کیا گیا ہے۔

مارچ 1940ء میں اجلاس قرارداد پاکستان منعقدہ اقبال پارک لاہور میں شرکت کی اور پھر مسلم لیگ کے پیغام کو ملک کے طول و عرض میں پہنچانے کیلئے سرگرم ہو گئے۔ جمعتہ المبارک کے خطبات میں اپنی مدلل تقاریر

سے مسلمانوں میں تحریک پاکستان کے مقاصد کو اُجاگر کیا۔ دیہاتی لوگوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کیلئے آپ بڑی سادہ سی بات کہتے کہ ''مسلم لیگ کفر اور اسلام کے درمیان ''لیک'' ہے۔ (خط یا لکیر کو پنجابی میں ''لیک'' کہتے ہیں)۔ آپ کی اس سادہ سی بات سے عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور واضح ہو جاتا تھا۔

مسلم لیگ کیلئے مولانا مسلم کی مخلصانہ خدمات کا ذکر لاہور کے مشہور جانثار مسلم لیگی میاں فیروزالدین احمد (1901-1946ء) نے حضرت قائداعظمؒ (1876-1948ء) سے کیا تو قائداعظمؒ نے کہا کہ مسلم صاحب کو میرے پاس لاؤ، میں ملنا چاہتا ہوں۔ قائداعظمؒ اُن دنوں ''ممدوٹ وِلا'' میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میاں فیروزالدین احمد نے مولانا مسلم کی ممدوٹ ولا میں ملاقات کرائی تو قائداعظمؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا!

''ان جیسے عُلماء یقیناً تحریک پاکستان کی کامیابی کا باعث بنیں گے۔''

1942ء میں مولانا مسلم حضرت قائداعظمؒ کے حکم پر روزنامہ ''ڈان'' دہلی کے اجراء کے سلسلہ میں چندہ لینے کیلئے کاٹھیاواڑ گئے۔ وہاں کے معروف تاجر طاہر محمود جانو اور علی سیٹھ نے کہا کہ ہمیں پسند نہیں کہ آپ جلسہ میں چندہ مانگیں۔ ہمیں بتائیں کہ ''داراجی'' کے علاقے سے آپ کتنا روپیہ لینا چاہتے ہیں۔ مولانا مسلم نے جواب دیا کہ قائداعظم کی فہرست کے مطابق تین لاکھ۔ ان جیالوں نے پانچ لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔ قائداعظمؒ نے صرف تین لاکھ لیا، باقی دو لاکھ اُنہیں واپس کر دیا جسے انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ قائداعظمؒ نے حکم دیا کہ اسے ''داراجی'' کی مسجد فاروقی کو دے دیا جائے۔

1943ء، 1944ء اور 1945ء میں مولانا مسلم ایک ایک ماہ کیلئے دھوراجی (کاٹھیاواڑ) تشریف لے جاتے رہے۔ وہاں کے آباد مسلمانوں کا شمار امیر ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا مسلم نے انہیں مسلم لیگ میں شامل کرنے اور کراچی میں کاروبار کرنے کیلئے انتھک محنت کی۔ بفضلِ خدا نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور یوں مسلم لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔

1946ء میں پھلور ضلع جالندھر (حال مشرقی پنجاب، بھارت) میں ''مجلس احرار'' نے ایک جلسہ کیا اور دعوے کے ساتھ کہا کہ ''پاکستان قائم نہیں ہوگا۔'' مسلمانوں کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے لاہور سے نوابزادہ رشید علی خاں (1904-1974ء) اور مولانا مسلم کو بلایا۔ پہلے ان کا شہر کے بازاروں میں بڑا شاندار جلوس نکالا گیا۔ پھر پرانی منڈی میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جس میں نوابزادہ رشید علی خاں اور مولانا مسلم نے پاکستان کے حق میں پُرزور اور مدلل تقریریں کی۔ مولانا مسلم کی تقریر نے تو سماں باندھ دیا۔ رائے عامہ ہموار ہو چکی تھی اور یوں احراریوں کو ذلت آمیز خفت اُٹھانا پڑی۔

جنوری 1947ء میں غدار خضر حیات ٹوانہ (1975-1900ء) وزیر اعظم پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی تو مولانا مسلم نے پیش پیش رہ کر تحریک کو کامیاب کرنے کی سعی کی۔ دوسرے لیڈروں کے ساتھ گرفتار ہو کر سنٹرل جیل لاہور میں ایک ماہ قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد بیس سال تک ہفت روزہ ''استقلال'' لاہور کے ایڈیٹر رہے۔ 1948ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تاسیس ہوئی تو آپ بانی رکن اور پہلے سیکرٹری نشر و اشاعت بنے اور استحکام پاکستان کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ گونا گوں مصروفیات کے باوجود مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔

''کتاب الاخلاق''، ''آدمی کی انسانیت''، ''تعلیم الاسلام''، ''روزہ اور اُس کا فلسفہ''، ''غزوۂ بدر''، ''مسلمانوں کی زبوں حالی''، ''مظلوم قوم''، ''ختم نبوت''، ''خطباتِ نبوی ﷺ''، ''تحریکِ پاکستان''، ''مسلم لیگ اور جناحؒ''۔

17 فروری 1987ء بمطابق 18 جمادی الثانی 1407ھ بروز منگل آپ کی وفات ہوئی۔ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی تعمیر کردہ مسلم مسجد کے جنوب مغربی گوشے کے ایک تہہ خانے میں سپردِ خاک ہوئے۔

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے اپنی اشاعت 19 فروری 1987ء میں ''مولانا مسلم کا انتقال پُرملال'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل اداریہ لکھ کر یوں خراجِ عقیدت پیش کیا!

> ''تحریکِ پاکستان کے معروف کارکن اور نامور عالم دین مولانا محمد بخش مسلم گذشتہ روز لاہور میں انتقال کر گئے۔ اُن کی عمر ایک سو سال تھی۔ مولانا مرحوم کا شمار اُن علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے جدوجہدِ آزادی اور قیامِ پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم لیگ کے ایک پُرجوش مبلغ کارکن کی حیثیت سے اسلامیانِ برصغیر کو ''دوقومی نظریہ'' کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کیا۔ وہ ایک خوش الحان مقرر کی حیثیت سے پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبوں میں بھی مقبول تھے اور اپنی اس مقبولیت کو انہوں نے ہمیشہ ملک و قوم میں اتحاد و یگانگت کے جذبات کے فروغ کیلئے استعمال کیا۔ اپنی مرنجاں مرنج طبیعت اور صلح کُل مشرب کے سبب اُن کا تمام مکاتب فکر میں احترام کیا جاتا تھا اور وہ عمر بھر اُمت کو اتفاق و اتحاد کی تلقین کرتے رہے۔ مولانا مرحوم کو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ وہ علامہ اقبال اور قائداعظمؒ کے جانثار ساتھیوں میں سے تھے اور اپنی اس حیثیت میں انہوں نے مسلم لیگ کا پیغام برصغیر کے طول و عرض میں پہنچایا

تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ اُن کی وفات سے تحریکِ پاکستان کا ایک ہیرو اور اسلام کا انتہائی مخلص مبلغ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عاشقِ رسول ﷺ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔''

بہت سے شعراء نے آپ کی وفاتِ حسرت آیات پر قطعاتِ تاریخ لکھے۔ بخوفِ طوالت صرف ابوالطاہر فدا حسین فداؔ، مدیر ''مہر و ماہ'' لاہور، جناب محمد حسن میرانی نوشاہی آف بہاولپور اور حضرت صابر براری ثم کراچویؒ کے قطعات نقل کئے جاتے ہیں۔

(1)

پیر صد سالہ محمد بخش آہ ! دہر فانی سے گئے وہ بے گماں
کامرانی سے ہوئے وہ ہمکنار مل گئی اُن کو حیاتِ جاوداں
قاطع الحاد و کفر و شریک تھے مسلکِ سنّت کے وہ رُوحِ رواں
سر میں تھا سودائے عشقِ مصطفیٰؐ دردِ ملّت کی تڑپ دل میں نہاں
صاحبِ علم و عمل ، واعظ ، خطیب عظمتِ دین متیں کے پاسباں
اہلِ دل، اہلِ نظر ، جانِ شعور علم وحکمت کا وہ بحرِ بیکراں

کر رقم اُن کا سنِ رحلت فداؔ
'' قُلزمِ دیں مُسلّم خُلد آشیاں ''

1407ھ

(2)

وہ محمد بخش مُسلّم خوش خصال تھے خطابت کے مُسلّم بادشاہ
دین کی خدمت بڑی وہ کر گئے چھوڑ کر دُنیا کو ، لی جنت کی راہ
سالِ رحلت لب پہ آیا حسنؔ '' چل بسے ہیں مُسلّم ذی شان آہ''

1407ھ

(3)

کیوں نہ ہو اُن کی جدائی ہم کو شاق تھے محمد بخش اک عالی صفت
ہے یہ صابرؔ اُن کا سالِ انتقال '' مسلم شیریں زبان و نیکِ ذات ''

......1987ء......

ماخذ:-

1- ''سفرنامہ ہند'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1995ء ص 487
2- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد دوم از شیخ غلام علی اینڈ سنز، مطبوعہ لاہور 1988ء ص 52، 1451
3- ''اشاریہ نوائے وقت'' (1947-1944ء) از سرفراز حسین مرزا، مطبوعہ لاہور 1987ء ص 46
4- ''خفتگانِ خاکِ لاہور'' از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور 1993ء ص 498
5- ''قراردادِ پاکستان صحافتی محاذ پر'' از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ کوئٹہ 1990ء ص 273
6- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد دوم از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 928
7- ''قائداعظم'' خطوط کے آئینے میں'' از خواجہ رضی حیدر، مطبوعہ کراچی 1985ء ص 95
8- ''معدن التواریخ'' از ابوالطاہر فدا حسین فدؔا، مطبوعہ لاہور 1992ء ص 63
9- ''قندیلِ تواریخ'' از محمد حسن میرانی، مطبوعہ بہاولپور 1991ء ص 193
10- ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور، 'تحریکِ پاکستان نمبر' بابت اگست 1995ء ص 159، 172، 184، 213
11- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12، 19، 21 فروری، 6 مارچ 1987ء
12- ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور بابت 7 اپریل 1987ء ص 4
13- ''شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا'' از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور 1987ء ص 613
14- ''تحریکِ آزادی میں پنجاب کا کردار'' از ایم جے اعوان، مطبوعہ اسلام آباد 1993ء ص 250
15- ''بقائے دوام'' از سجاد مرزا، مطبوعہ لاہور 1988ء ص 58
16- ''جب امرتسر جل رہا تھا'' از خواجہ افتخار، مطبوعہ 1982ء ص 86، 17.3
17- مجلّہ ''لبِ جُو'' گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ ''گولڈن جوبلی نمبر'' 1997ء ص 26، 194، 904
18- ''تاریخِ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری، مطبوعہ کراچی 1998ء ص 121
19- ''آہنگ بازگشت'' از محمد سعید، مطبوعہ لاہور 1979ء ص 145
20- ''تذکرہ علمائے اہلسنت و جماعت لاہور'' از اقبال احمد فاروقی، مطبوعہ لاہور 1975ء ص 374، 375
21- ''انسائیکلو پیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ مطبوعہ لاہور 1999ء ص 1090
22- ''تحریکِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ 1995ء صفحہ 446

مولانا صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتیؒ
(1922-1987ء)

صاحبزادہ سیّد محمود شاہ بن آفتابِ ولایت سیّد ولایت شاہؒ (1888-1970ء) کی ولات باسعادت 1922ء میں گجرات میں ہوئی۔ والد گرامی کے مدرسہ تجوید وقرأت مسجد حاجی پیر بخش گجرات سے قرآن پاک حفظ کیا اور ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں پہلی بار نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ ساتویں جماعت تک سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ خدّام الصوفیہ گجرات میں دینی تعلیم حاصل کرنے لگے جہاں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزارویؒ (1910-1970ء) نے انہیں بڑی محنت وکاوش سے پڑھایا۔ علامہ ہزارویؒ کی وزیر آباد آمد کے بعد آپ نے ''دارالعلوم حزب الاحناف'' لاہور میں داخلہ لے کر سندِ فراغت حاصل کی۔

صاحبزادہ سیّد محمود شاہؒ نے 1939ء میں امیر ملت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوریؒ کے دست مبارک پر سعادت بیعت حاصل کی اور انہی کے ارشاد گرامی پر مسلم لیگ میں شامل ہو کر ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ حضرت امیر ملّت قدس سرہ العزیز نے آپ میں جرأت وبیباکی کے آثار دیکھ کر آپ کی پشت مبارک پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا تھا!

''یہ علماء اہلسنت میں نڈر، بہادر اور لیڈر ہو گا۔''

چنانچہ آپ علماء میں آفتاب وماہتاب بن کر چمکے اور بڑے سے بڑے جابر حکمران کے سامنے بھی کلمۂ حق بلند کرنے سے گریز نہ کیا۔

1944ء میں آپ پنجاب مسلم لیگ کے ممبر منتخب ہوئے۔ شب وروز تحریک پاکستان کیلئے سرگرم عمل رہے۔ طویل دورے کر کے ہر جگہ نظریہء پاکستان کا پرچار کیا اور لوگوں کو مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ 1946ء کی سول نافرمانی کی تحریک میں سب سے پہلے جیش لے کر جیل گئے۔ یہ وہ دور تھا جب گجرات کے بڑے بڑے سیاسی لیڈر یونینسٹ اور بڑے بڑے علماء مجلس احرار اور کانگرس میں شامل تھے۔ جب آپ ڈسٹرکٹ جیل گجرات گئے تو اس وقت آپ سے پہلے میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (1916-1995ء)، میاں عبدالباری (1895-1982ء)، نوابزادہ مہدی علی (1907-1958ء) اور سابق صدر پاکستان چوہدری فضل الٰہی (1904-1982ء) جیل میں موجود تھے۔ جیل میں 12 ربیع الاوّل شریف کا دن آیا تو صاحبزادہ سیّد محمود شاہ اور اُن کے ساتھی پریشان اور بیقرار ہو گئے کہ ہم عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں

شرکت نہ کر سکیں گے۔ آپ کے والد گرامی حضرت پیر سیّد ولایت شاہ رحمت اللہ علیہ جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ جب وہ تیس ہزار کے قریب شمعِ رسالت کے پروانوں کا جلوس لے کر جیل کے قریب پہنچے تو جونہی جلوس کی آواز جیل میں پہنچی، سیاسی کارکنوں میں ایک نیا اسلامی جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ نوجوان جیل کی کوٹھڑیوں پر چڑھ گئے اور صاحبزادہ صاحب کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا اور جیل کے در و دیوار کو نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے ہلا دیا۔ آپ نے تقریر کرنے کی خواہش ظاہر کی تو شمع رسالت کے پروانے جیل کی دیواروں سے لگ گئے۔ میاں ممتاز دولتانہ آپ کو تقریر سے روکا کہ کہیں سزا طویل نہ ہو جائے مگر آپ نے تمام قانونی حدود و قیود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تقریباً آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا کہ ''اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمان، پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ اب یہ تحریک کہیں نہیں رُک سکتی۔''

آپ کی تقریر اس قدر جامع اور مؤثر تھی کہ جیل کے اندر اور باہر ہر طرف نعرے لگ رہے تھے۔ جیل کے سامنے انگریز ایس پی مسٹر وائل اور ہندو ڈپٹی کمشنر وزیر چند، سینکڑوں ڈوگرا اور سکھ سپاہیوں کے ساتھ کھڑے منہ دیکھتے رہ گئے۔ شرکاء جلوس نے گولیوں اور سنگینوں کی پرواہ کئے بغیر ''پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ'' کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ شام کو آپ کی اپیل پر یہ جلوس پُرامن طور پر منتشر ہو گیا۔

پاکستان بننے کے بعد مہاجرین کی آبادکاری میں سرگرم حصہ لیا۔ پیر صاحب مانکی شریف (1960-1922ء) کی زیرِ قیادت جہادِ کشمیر میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ 1949ء میں آنریری ریکروٹنگ آفیسر مقرر ہوئے۔ جولائی 1952ء میں پنجاب مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق قرارداد پیش کی۔ 27 جولائی کو یہ قرارداد آٹھ کے مقابلے میں 284 کی عظیم اکثریت سے منظور ہوئی۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ عقیدہ ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات بنیادی ہیں اور انہی اختلافات کی وجہ سے یہ تجویز دی گئی ہے کہ دستورِ پاکستان میں احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

1953ء کی تحریکِ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ضلعی تحریک کے سربراہ چنے گئے۔ قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ 1958ء تک پنجاب مسلم لیگ اور آل پاکستان مسلم لیگ کے ممبر رہے۔ بعد میں مسلم لیگ میں انتشار اور دھڑے بندی کی بنا پر الگ ہو گئے اور جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی۔ صدر محمد ایوب خاں (1974-1907ء) کی آمریت کے خلاف ڈٹے رہے اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازیؒ کے ساتھ مل کر ایوبی جبر و استبداد کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔

1974ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو مجلسِ عمل کے ضلعی سربراہ بنے۔ 13 جون 1974ء کو گرفتار ہوئے۔ گجرات، میانوالی اور سیالکوٹ کی جیلوں میں سنتِ یوسفی ادا کرتے رہے۔ 12 ستمبر 1974ء کو سیالکوٹ جیل سے رہا ہوئے۔

ذوالفقار علی بھٹو (1979-1928ء) کے دورِ حکومت میں نعرۂ حق بلند کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرنا تو کجا اپنے حقوق کی طلبی کو بھی جرم گردانا جاتا تھا۔ پیپلز پارٹی کے جیالے ملک بھر میں اُدھم مچائے ہوئے تھے۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازیؒ کے علاوہ صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گنتی کے اُن چند افراد میں سے تھے، جنہوں نے ہر قسم کی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حکومت پر کڑی تنقید کی۔ اگر چہ اُن کو مقامی طور پر گوناگوں دشواریوں کے پہاڑوں سے ٹکرانا پڑا مگر انہوں نے حق گوئی وبیباکی کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

14، 15 جون 1974ء کو متحدہ جمہوری محاذ نے لاہور میں ''قومی کنونشن'' بلایا تو آپ نے اس تاریخی اجتماع کے دوسرے روز خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ!

> ''تحریکِ پاکستان میں حکمران جماعت کے قائدین یا اُن کے حمائیتوں کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ اور آج یہ لوگ پاکستان کے مجاہد بننے کی کوششیں کر رہے ہیں حالانکہ ان کے نظریات شروع ہی سے پاکستان دشمن ہیں۔''

پھر آپ نے ببانگِ دہل اعلان کیا کہ!

> ''اپوزیشن لیڈر اپنی جائیدادیں عوام کیلئے دینے کو اس شرط پر تیار ہیں کہ حکومتی پارٹی کے تمام لیڈر اور مرکزی وزراء بھی اپنی جائیدادیں چھوڑ دیں۔''

اس کے بعد عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

> ''عوام کو اب قربانیاں دینے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے اور کُفر پھیلانے والوں کا متحد ہو کر محاسبہ کرنا چاہیئے۔''

1978ء میں مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے جمعیت علماء پاکستان پر آمرانہ پالیسیاں مسلط کرنے کے خلاف آواز بلند کی جو مولانا نورانی اور ان کے جی حضوریوں کی نازک طبع برداشت نہ کر سکی۔ نتیجتاً صاحبزادہ صاحب نے جمعیت علماء پاکستان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا اور اپنی زندگی تبلیغی کاموں میں صرف کر دی اور تازیست عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو شہر شہر ہی نہیں بلکہ نگر نگر پھیلاتے رہے اور اسی میں ہی

اُن کی عمر تمام ہوگئی۔

صاحبزادہ سید محمود شاہ نے جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی نائب صدر کی حیثیت سے مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلیئے تن من دھن کی بازی لگائی۔ اپنی پُرسوز تقاریر کے ذریعے پورے ملک میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کیا۔ قدرت نے اُنہیں بڑی پُرسوز آواز، دردمندانہ لہجہ اور خطابت کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ دورانِ تقریر حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے اشعار جھوم جھوم کر پڑھتے تو سامعین کے قلب وجگر میں بجلی سی کوند جاتی۔ راقم کو اُن کی کئی تقاریر سنے کا اتفاق ہوا لیکن ہر دفعہ دوبارہ سننے کی تشنگی باقی رہی۔

آپ کی وفات حسرت آیا 28 ذیقعد 1407ھ بمطابق 25 جولائی 1987ء بروز ہفتہ صبح 7 بجے بوجہ حرکت قلب بند ہوئی۔ والد گرامی کے پہلو میں محلّہ علی پورہ گجرات میں آخری آرام گاہ بنی۔ حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا!

"فصیح بیاں صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتی نقشبندی"

......1987ء......

گلشنِ شاہِ ولایتؒ کی کلی !　تھی جہانِ پاک میں نکہت فشاں

آہ وہ ہستی جہاں سے اُٹھ گئی　تھا ہر اک کے دل میں جس کا احترام

بالیقیں تھی ذاتِ اقدس آپ کی　رُوحِ تحریکِ نظامِ مصطفیٰؐ

تھے مقرر بھی وہ بے باک و جری　وہ سیاستداں بھی تھے عالم بھی تھے

اب ہیں صابرؔ ، ساکنِ خلد بریں !

" حضرت محمود شاہ صالح ولی "

1987ء

ماخذ:-

1- "اکابرِ تحریکِ پاکستان" جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 249 تا 250

2- "شیدایانِ امیرِ ملّت" از محمد صادق قصوری، مطبوعہ بُرج کلاں (قصور) 1997ء ص 107 تا 116

3- "تذکرہ شاہ ولایت" از محمد نواز شاہدؔ، مطبوعہ گجرات 1980ء ص 146 تا 157

4- "حیاتِ شاہ ولایت" از محمد یونس شاہ کاظمی، مطبوعہ گجرات 1392ھ ص 45،46

5- "نقشِ حیات" از پروفیسر وقار حسین طاہرؔ مطبوعہ گجرات 1978ء ص 47،48

6- ''خفتگانِ خاکِ گجرات'' از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، مطبوعہ گجرات 1996ء ص 249، 250
7- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 274
8- ''جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1988ء ص 1516
9- منیر انکوائری رپورٹ 1953ء مطبوعہ لاہور 1954ء ص 95، 282
10- ''تذکرہ مجاہدین ختمِ نبوت'' از مولانا اللہ وسایا دیوبندی، مطبوعہ ملتان 1990ء ص 94
11- ماہنامہ ''رضائے حبیب'' گجرات بابت جنوری فروری 1971ء ص 7
12- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 23 مارچ 1974ء، 10 اگست 1974ء، 26 جولائی 1987ء
13- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 26 جولائی 1987ء
14- مجلّہ ''لب جو'' گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ ''گولڈن جوبلی نمبر'' 1997ء ص 27
15- ''یادِ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 126
16- ''انسائیکلوپیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 1036

مولانا بشیر احمد اَخگرؒ
(1916-1994ء)

مولانا بشیر احمد اَخگر بن مولوی حامد شاہ (1888-1937ء) کی ولادت 13 اپریل 1916ء بروز جمعرات کٹھوعہ ریاست جموں وکشمیر میں ہوئی، جہاں اُن کے والد ماجد بسلسلہ تبلیغ وارشاد مقیم تھے۔ اصل وطن گمٹالہ تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت شاہ بہلول دریائی چنیوٹیؒ (1514-1630ء) سے ملتا ہے۔ دینی تعلیم والد ماجد، دارالعلوم انجمن نعمانیہ امرتسر اور دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے مکمل کی۔ 1938ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ دورانِ تعلیم ایم اے او کالج امرتسر کے میگزین ''الہلال'' کے انگریزی حصہ کے مدیر رہے۔ متعدد سوسائٹیز کے صدر اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوتے رہے۔ 1941ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی ٹی کی۔

کالج میں دورانِ تعلیم مسلم لیگ سے تعلق پیدا ہوا۔ 1939ء میں باقاعدہ رکن بنے اور تقریر وتحریر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ 1941ء میں ''پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' نے لاہور میں پاکستان کانفرنس منعقد کی تو اس کی کامیابی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ ''پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' کے رکن پروفیسر چوہدری محمد صادق (1914-1987ء) کے ساتھ سیالکوٹ کے اکثر دیہات میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ ازاں بعد 1943ء تا 1949ء پنجاب مسلم لیگ کونسل کے ممبر، 1944ء تا 1947ء تحصیل مسلم لیگ شکر گڑھ کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔

آپ کی وضع قطع متشرع، زبان میں لوچ اور اثر کی وجہ سے اُردو اور پنجابی میں تقاریر بہت ہی کامیاب رہا کرتی تھیں۔ تحریک پاکستان کو عوام کے دلوں میں بٹھانے میں اُن کے عوامی لہجے اور زبان نے بڑا کام کیا۔ 28 تا 30 اپریل 1944ء کو سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت قائداعظمؒ (1876-1948ء) نوابزادہ لیاقت علی خان (1895-1951ء)، سردار عبدالرب نشتر (1899-1958ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ (1906-1969ء)، ملک برکت علی (1885-1946ء)، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (1916-1995ء)، راجہ غضنفر علی خاں (1895-1963ء)، میر غلام بھیک نیرنگ (1876-1952ء)، قاضی محمد عیسیٰ (1913-1976ء)، سیّد غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی (1907-1989ء)، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں

نیازیؒ (1915-2001ء) اور مولانا بشیر احمد اخگرؔ نے شرکت کر کے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

30 اپریل 1944ء کو اجلاس کی آخری نشست تھی جس کی صدارت سردار عبدالرب نشتر نے کی۔ مولانا بشیر احمد اُخگر نے اپنی تقریر میں بڑی گرم جوشی کے ساتھ یونینسٹوں کے تانے بانے کے تار و پور بکھیر دیئے اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ!

''کبھی انہیں جاٹ مہا سبھا کے نام پر ورغلایا جاتا ہے، کبھی رفاقت کمیٹی کے چکر میں بہکایا جاتا ہے۔ ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحد و متفق ہو کر اپنی ملّی بقا اور قومی آزادی کی جنگ کامیابی سے جاری رکھ سکتے ہیں۔ ہم میں تفرقہ ڈالنے کیلئے آئے روز نئے بہروپ بھرے جاتے ہیں جس سے یونینسٹ اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ چھوٹو رام اور سُندر سنگھ مجیٹھیہ کے جال میں نہ پھنسیں اور صرف قائداعظمؒ کی رہنمائی پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیں۔''

آپ نے ایک قرارداد میں جاٹ مہا سبھا، زمیندارہ لیگ اور اس نوعیت کی تنظیموں کے قیام کی مذمت کی کہ اس کی اساس گروہی سیاست پر رکھی گئی ہے جس سے پیشے کی بنیاد پر عصبیت پھیلانا مقصود تھا۔ اس قرارداد کی تائید چوہدری محمد سرفراز خاں گورایہ صدر ضلع مسلم لیگ سیالکوٹ نے کیا اور یہ اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔

آپ تقریر کر کے مائیک سے پیچھے ہٹنے لگے تو قائداعظمؒ نے اُن کی پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا!

''I want such yong men in the Organization''

اس دوران مکان شریف ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت سیّد امام علی شاہؒ (1797-1866ء) کے عرس شریف پر سجادہ نشین سیّد محفوظ حسین (ف 1998ء) نے احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری (1891-1961ء) کو بلا رکھا تھا جبکہ اسی خاندان کے فرد سیّد منظور احمد شاہؒ (1905-1969ء) جو مسلم لیگ کے حامی تھے، نے آپ کو مدعو کیا ہوا تھا۔ دونوں اسٹیج آمنے سامنے تھے۔ نصف گھنٹہ کے بعد بخاری صاحب کے سامعین اِدھر چلے آئے اور وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ اس بات سے آپ کی سحر بیانی اور شعلہ افشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

29 نومبر 1944ء کو ضلع مسلم لیگ لاہور کا ایک اسپیشل اجلاس نوابزادہ رشید علی خاں (1904-1974ء) بار ایٹ لاء صدر لاہور سٹی مسلم لیگ کی صدارت میں قصور منڈی میں ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا اُخگر نے اپنے دلکش انداز میں واضح کیا کہ جب تک انگریز اور ہندو کی سیاست

اس ملک میں موجود ہے اس کے مقابلے کیلئے قائداعظم محمد علی جناحؒ مسلمانانِ ہند کے بہترین رہنما اور ترجمان ہیں۔

1946ء میں مجلسِ احرار نے بٹالہ ضلع گورداسپور میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں اکابرینِ احرار شریک ہوئے۔ مسلم لیگ، قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کو بڑی شدت سے ہدفِ تنقید وملامت بنایا گیا۔ مسلم لیگ نے مقابلے پر جلسہ کا اہتمام کیا اور آپ کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ دونوں جلسہ گاہیں پاس پاس تھیں۔ مولانا اخگر کی آواز بہت بلند تھی۔ علاوہ ازیں اُن کا کمال یہ تھا کہ وہ کلام اللہ کی تلاوت انتہائی پرتاثیر آواز میں کرتے تھے۔ اس جلسہ میں بھی انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے کیا۔ لوگ اُن کے خوش الحان انداز تلاوت سے جلسے میں کھنچے چلے آئے۔ اس کے بعد انہوں نے مسلم لیگ اور قائداعظمؒ کے خلاف لگائے گئے الزامات کا بڑے مؤثر انداز میں جواب دیا اور مخالفین کو انتباہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے محبوب قائد کے خلاف دُشنام طرازی سے باز آجائیں ورنہ مسلم لیگی کارکن اُن کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا!

عاشق بُری بلا ہے پہنچتا ہے دُور دُور
اور تیرے گھر کے گرد تو دیوار بھی نہیں

یہ شعر نہایت ہی برمحل تھا اور مجلس احرار پر ٹھیک چسپاں ہوتا تھا۔ اس شعر نے حاضرین میں اس قدر جوش پیدا کر دیا کہ مخالفین کو بٹالہ سے اپنا بستر گول کرنا پڑا۔

1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی اکثر ضلعی شاخوں کی طرف سے صوبائی مسلم لیگ کے دفتر میں یہ مطالبہ کیا جاتا تھا کہ اُن کے حلقے میں مولانا بشیر احمد اخگر کو ضرور بھیجا جائے۔ اجنالہ ضلع امرتسر کی نشست پر مسلم لیگی اُمیدوار کا یونینسٹ اُمیدوار چوہدری انور حسین سے بڑا کانٹے دار مقابلہ تھا۔ مسلم لیگی اُمیدوار چوہدری نصر اللہ خاں ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے سیکرٹری بھی تھے۔ اجنالہ شہر کی وسیع وعریض جامع مسجد میں بہت بڑا انتخابی جلسہ ہوا جو رات کو بعد از نماز عشاء شروع ہوا اور نماز فجر کے قریب اختتام پذیر ہوا۔ مولانا اخگرؒ اس جلسے میں سب سے اہم اور آخری مقرر تھے۔ اُن کی تقریر کے دوران لوگ دم بخود ہو کر بیٹھے رہے۔ اُن کی تقریر جو اُردو، پنجابی اور انگریزی زبانوں کا حسین امتزاج تھی لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی گئی۔

تقریر کے آخر میں انہوں نے سامعین سے وعدہ لیا کہ وہ مسلم لیگ کے اُمیدوار کو ووٹ دیں گے۔ چنانچہ چوہدری نصر اللہ خاں 5326 ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے جبکہ یونینسٹ اُمیدوار 1476 ووٹ

لے کر خاسر ونامراد رہا۔ دیگر چار آزاد امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔

جسٹس (ریٹائرڈ) ذکی الدین پال (ف 2000ء) راوی ہیں کہ ایک دفعہ اسی الیکشن کے دوران ہم مولانا بشیر احمد اخگر کی معیت میں ضلع امرتسر کے ایک گاؤں پہنچے اور گاؤں کے خطیب سے رابطہ کر کے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا۔ مولانا نے لوگوں کو بڑے مؤثر اور دل پذیر انداز میں سمجھایا کہ اس وقت مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی کیوں ضرورت ہے اور قائداعظمؒ کو قائد ماننا کیوں ضروری ہے۔ سامعین میں اُن کی تقریر سے بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُن کی طرف سے یہ تک کہا گیا کہ اب ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک واضح تفریق پیدا ہو گئی ہے اور ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ اس تفریق کے مطابق ہو گا۔

تحریک پاکستان کے دوران خطیب حضرات اکثر و بیشتر مطالبۂ پاکستان کی تائید میں دُھواں دھار تقاریر کیا کرتے تھے۔ جمعہ کا دن ہو یا عید کا موقعہ، مسلمانوں کے ذہنوں میں مطالبۂ پاکستان کی اہمیت کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی تھی۔ 1946ء میں جب تحریک پاکستان اپنے پورے جوبن پر تھی اور عیدالفطر قریب تھی، جسٹس ذکی الدین پال کے اہل محلہ نے اس مرتبہ ایک کھلے میدان میں نماز عید ادا کرنے کا پروگرام بنایا اور اس موقعہ پر مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازیؒ اور مولانا بشیر احمد اخگر کو دعوت خطاب دی گئی۔ دونوں حضرات عید کے روز سے ایک دن قبل ہی امرتسر پہنچ گئے۔ نماز عید سے پہلے ہزاروں کا اجتماع ہو گیا اور دونوں حضرات کی تقاریر نے ایک ولولہ پیدا کر دیا۔ اور یوں امرتسر میں مخالفین پاکستان کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

مولانا اخگر، اسلامیہ ہائی سکول مینگڑی تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ (تب ضلع گورداسپور) میں بطور سینئر انگلش ٹیچر 1945ء تک متعین رہے۔ 46-1945ء کے انتخابات میں سکول کا مینجر چوہدری عبدالرحیم (ف 1988ء) یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کیلئے کھڑا ہو گیا تو مولانا کا اُس سے اختلاف ہو گیا اور مستعفی ہو کر اس کے خلاف سرگرم ہو گئے اور بفضل خدا مسلم لیگی اُمیدوار عبدالغفور قمر نے 4516 ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی جبکہ چوہدری عبدالرحیم نے 3778 ووٹ لے کر شکست کھائی۔ اسی طرح سیالکوٹ جنوبی (نارووال) کی نشست پر مسلم لیگی امیدوار میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ کی پُرزور مہم چلائی۔ دولتانہ 8361 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے اور یونینسٹ اُمیدوار خان بہادر نواب محمد دین باجوہ

3983 ووٹ لے کرنا کام ہوا۔

ان انتخابات میں مولانا اخگر نے پنجاب کے علاوہ صوبہ سندھ اور سرحد میں بھی اپنی جادو بیانی کا ڈنکا بجایا۔ 1947ء کے ریفرنڈم کے موقعہ پر آپ کی تقاریر نے خرمنِ کانگرس کو راکھ کا ڈھیر کر دیا۔ غرض تحریکِ پاکستان میں اُن کی خدمات کا احاطہ کرنے کیلئے کئی دفتر درکار ہیں بقول شاعر ۔

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

قیامِ پاکستان کے بعد سیاست کو خیر باد کہہ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ چک 159 بی ایس صادق آباد ضلع رحیم یار خاں میں زمیندارہ میں مصروف ہو گئے۔ لیکن مرتے دم تک مسلم لیگ کی محبت اُن کے دل سے نہ نکل سکی اور پاکستان میں نظامِ مصطفےٰؐ کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰؐ کے تحفظ کیلئے سرگرم عمل رہے۔ 1987ء میں حکومت پنجاب نے اُن کی تحریک پاکستان میں خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں ''گولڈ میڈل'' دیا۔

مولانا اخگر نے حضرت پیر محمد فاضل قادری نوشاہیؒ سندر پور شریف ضلع سیالکوٹ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی۔ حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی صابری گورداسپوریؒ (1932-1857ء) اور امیر ملّت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری (1951-1841ء) سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ مجاہد ملّت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازیؒ سے برادرانہ، مخلصانہ تعلقات تھے۔ آخری عمر میں ہر فکر ماسواء سے بے نیاز ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ایک مردِ مومن کی طرح جیئے اور مردِ مومن کی طرح مرے۔

15 مئی 1994ء بمطابق 3 ذوالحجہ 1414ھ بروز اتوار دل کا دورہ پڑنے سے رحلت ہوئی اور ہزاروں آہوں اور سسکیوں کے دوران اپنے چک 159 بی ایس صادق آباد ضلع رحیم یار خاں میں سپرد خاک ہوئے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

سید عارف محمود مہجور رضوی آف گجرات نے راقم آثم کی فرمائش پر یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا!

''مقبولِ جہاں طوطیٔ دہر مولانا بشیر احمد اَخگر''

......1994ء......

محترم ذیشان تھا اخگر کہو — عزم کا عنوان تھا اخگر کہو
اپنے اوصافِ حمیدہ کے سبب — ایک عظیم انسان تھا اخگر کہو
جنگِ آزادی کا وہ لاریب اک — بے بدل سلطان تھا اخگر کہو
زندۂ جاوید ہے وہ بے گماں — راسخ الایمان تھا اخگر کہو

اُس کے سالِ مرگ پر مہجور تم
'' فخرِ پاکستان '' تھا اخگرؔ کہو
1414ھ

راقم آثم صادقؔ قصوری نے بھی تاریخ کہی!

''گرامیٔ دہر مولانا بشیر احمد اُخگرؒ''

......1994ء......

چل دیئے گلشن ہستی سے بزرگِ نامی
واظ شعلہ بیاں مردِ مجاہد رہبر

اُن کی خدمات کے واصف تھے یہ جملہ قائد
قائداعظمؒ و لیاقت ہوں کہ ناظم، نشتر

کیوں نہ غمگیں ہوں مولانا نیازی صاحب
آپ کے وہ تھے محب آپ تھے اُن کے دلبر

سنِ رحلت کوئی پوچھے تو یہ کہہ دو صادقؔ
'' ہیں گل و لالۂ فردوس جناب اخگرؔ''

1414ھ

ماخذ:-

1- ''اکابرِ تحریکِ پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1979ء ص 101، 102

2- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 411، 412

3- ''بے تیغ سپاہی'' از نواب صدیق علیخاں، مطبوعہ کراچی 1971ء ص 205

4- ''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا'' از ڈاکٹر محمد الیاس مسعود، مطبوعہ لاہور 1963ء

5- ''تحریک پاکستان'' (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں) از سرفراز حسین مرزا، مطبوعہ لاہور 1987ء ص 305، 502 تا 504

6- ''اشاریہ، نوائے وقت'' (1944-1947ء) از سرفراز حسین مرزا، مطبوعہ لاہور 1987ء ص 80، 81

7- ''اولیائے سیالکوٹ'' از رشید نیاز، مطبوعہ سیالکوٹ 1992ء ص 124 تا 126

8- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور بابت جولائی 1994ء ص 83 تا 86

9- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16 مئی، 16 جون، 18 جولائی، 2 ستمبر 1994ء

10- مجلّہ ''برگِ گُل'' اُردو کالج کراچی، ''قائداعظم نمبر'' 1976ء ص 198

11- مکاتیب گرامی مولانا بشیر احمد اخگر بنام حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ محررہ 27 اگست، 2 ستمبر 1987ء

12- مکاتیب گرامی مولانا بشیر احمد اخگر بنام محمد صادق قصوری محررہ 9 جنوری، 23 جنوری 1985ء
از صادق آباد ضلع رحیم یار خان
13- ''انوارِلاثانی'' از پروفیسر محمد حسین آسی، مطبوعہ علی پور سیداں 1985ء (طبع سوم) ص 409
14- ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور، ''تحریک پاکستان نمبر'' اگست 1995ء ص 183
15- ''تحریک پاکستان اور سرگودھا کی یادیں'' از ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ مطبوعہ سرگودھا 1984ء ص
26، 39
16- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 73
17- ''تحریکِ پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل، مطبوعہ سیالکوٹ 1987ء ص 311، 312

علامہ محمد یعقوب خاں سیالکوٹیؒ

(1923-1997ء)

مولانا علامہ حکیم محمد یعقوب خاں کی ولادت 1923ء میں سیالکوٹ میں ہوئی۔ دار العلوم حزب الاحناف لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔ پھر منشی فاضل کا امتحان اعلیٰ پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ جامع مسجد حنفیہ جماعتیہ (چوہدریاں) رنگ پورہ روڈ سیالکوٹ میں خطابت کی ذمہ داریاں سنبھالیں جو تا زیست بحسن وخوبی نبھائیں۔ پچاس سال تک اسی مسجد میں بعد نماز فجر درس قرآن دیا۔ پانچ مرتبہ درس ختم کر کے چھٹی بار شروع کیا تھا کہ پیامِ اجل آ پہنچا۔

علامہ صاحب نے امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے دستِ حق پر سعادتِ بیعت حاصل کی تھی۔ پیرومرشد کے والا وشیدا تھے۔ انہی کے حکم پر تحریک پاکستان میں فعال کردار ادا کیا۔ 1937ء میں سٹی مسلم لیگ سیالکوٹ کی بنیاد رکھی گئی تو آغا غلام حیدر خاں پہلے صدر چنے گئے۔ علامہ صاحب ایک نوجوان سرگرم کارکن کی حیثیت سے مسلم لیگ کے اُفق پر نمودار ہوئے اور پھر اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت سیالکوٹ مسلم لیگ میں ایسے چھائے کہ اُن کے بغیر کوئی جلسہ کامیاب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

دار العلوم شہابیہ سیالکوٹ سے مولانا محمد علی کاندھلوی کی زیر قیادت قوم پرست مسلمانوں کی ترجمانی کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا تھا اور مسلم لیگ اور نظریہء پاکستان کے خلاف مذموم پروپیگنڈا کیا جاتا تھا۔ مسلم لیگ کی طرف سے علامہ محمد یعقوب خاں ایسے دلائل و براہین سے مسلم لیگی موقف کی وضاحت فرماتے کہ مخالفین کے کیئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔ وہ پھر از سرِ نو مسلم لیگ پر حملہ آور ہوتے مگر اِدھر سے مسکت جواب ملنے پر خاسر ونامراد ہو جاتے۔

1945-46ء کے انتخابات مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ تھے۔ حضرت امیر ملّت محدث علی پوری قدس سرّہ العزیز اُن کی اولاد امجاد اور مریدین نے طوفانی دورے کر کے مخالفین پاکستان کے مکروہ مذموم عزائم کو ناکام بنا دیا۔ انہی دنوں حضرت امیر ملّت قدس سرّہ کو سیالکوٹ شہر میں تشریف لا کر خطاب فرمانے کی دعوت دی گئی۔ آپ شدید علالت اور کبرسنّی کے باوجود تشریف لائے۔ نقاہت کے باعث کسی جلسہ میں تقریر کرنے کی سکت نہ تھی۔ آپ نے پکا گڑھا (سیالکوٹ کی ایک آبادی) میں قیام فرمایا۔ آپ کے مریدین اور ہزاروں شہری روزانہ حاضری دیتے تو آپ چارپائی پر ہی حاضرین کو خطاب فرماتے اور تلقین کرتے کہ ''وقت کا تقاضا

ہے کہ مسلم لیگی اُمیدواروں کی بھرپور اعانت کی جائے۔'' آپ کی ہدایت نے ایک ولولہ پیدا کیا اور سیالکوٹ کے شہری والہانہ انداز میں انتخابی مہم کو کامیاب بنانے کیلئے سرگرم عمل ہو گئے۔

اس موقعہ پر علامہ محمد یعقوب خاں بھی اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے۔ یوں حضرت امیرِ ملت قدس سرّہ کے اس مرید خاص کی مساعی جمیلہ سے لوگوں نے مسلم لیگی اُمیدواروں کا بھرپور ساتھ دیا۔ جب الیکشن کا نتیجہ سامنے آیا تو مخالفین خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے۔ سیالکوٹ کے تین صوبائی حلقوں کے نتائج کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

نمبر شمار	نام حلقہ	نام اُمیدواران	نام جماعت	حاصل ووٹ	نتیجہ
1	سیالکوٹ مرکزی	چوہدری سرفراز خان	مسلم لیگ	6358	کامیاب
		صاحبزادہ سید فیض الحسن	مجلسِ احرار	4514	ناکام
		غلام رسول	یونینسٹ	52	ضمانت ضبط
2	سیالکوٹ جنوبی	میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ	مسلم لیگ	8361	کامیاب
		خان بہادر نواب محمد دین باجوہ	یونینسٹ	3983	ناکام
		چوہدری محمد عبداللہ	مجلس احرار	583	ضمانت ضبط
		محمد ابراہیم	آزاد	12	ضمانت ضبط
		محمد نقی	آزاد	2	ضمانت ضبط
3	سیالکوٹ شمالی	چوہدری ناصر الدین	مسلم لیگ	9880	کامیاب
		غلام جیلانی خاں	یونینسٹ	2874	ناکام
		ملک خیر الدین	آزاد	313	ضمانب ضبط
		چوہدری سردار علی	آزاد	6	ضمانت ضبط

4 جولائی 1947ء کو صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہونا قرار پایا تو سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں کی سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے متحدہ ہندوستان سے مسلم لیگی رہنما اور کارکن اس مہم میں شامل ہونے کیلئے سرحد پہنچ گئے۔ حضرت امیر ملت قدس سرّہ پیرانہ سالی اور علالتِ طبع کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جا سکے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادوں، مریدوں اور ارادتمندوں کو اس جہاد میں حصہ لینے کیلئے بھیجا۔ سیالکوٹ سے علامہ محمد یقوب خاں کی زیر قیادت ایک وفد آپ کے حکم پر تشکیل دیا گیا۔ اس وفد نے حویلیاں، مانسہرہ اور

نواحی علاقہ میں پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کیلئے بھرپور تگ و دو کی۔

پاکستان بننے کے بعد مہاجرین کی آبادکاری میں جدوجہد کی۔ 1953ء کی ''تحریکِ ختمِ نبوّت'' میں سرفروشانہ کردار ادا کیا اور پولیس کے ہاتھوں بڑی اذیتیں برداشت کیں۔ 1974ء میں دوبارہ ''تحریک ختم نبوّت'' چلی تو پھر دیوانہ وار میدانِ عمل میں سرگرم رہے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی پیش پیش رہے۔ پیر و مرشد کے انتہائی وفادار اور معتمد مرید تھے۔ راقم الحروف کو ایک دفعہ سیالکوٹ میں زیارت کا موقعہ ملا تھا۔ بڑے سادہ، درویش طبع اور بزرگ عالمِ دین تھے۔ طبابت میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے اور باقاعدہ دواخانہ قائم کیا ہوا تھا۔

آپ کی رحلت جمادی الاوّل 1418 بمطابق ستمبر 1997ء میں ہوئی اور سیالکوٹ میں ہی آخری آرام گاہ بنی۔ راقم الحروف نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا!

علامہ یعقوب خاں عالی جناب — کر گئے اس دنیا سے ہیں سفر
اپنے احباب میں تھے یوں ممتاز — جیسے تاروں کی انجمن میں بدر
سالِ رحلت اُن کا اے صادق — لکھ دو '' مخلص نواز پاک نظر ''
1997ء

ماخذ:-

1- ''تاریخِ سیالکوٹ'' از رشید نیاز، مطبوعہ سیالکوٹ طبع دوم 1998ء ص 94

2- ''تحریکِ پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل، مطبوعہ سیالکوٹ 1987ء ص 145، 346،245،146

3- ''جہانِ امیر ملّت'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ 2001ء ص 138،، 150

4- ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ بابت اکتوبر 1997ء ص 24

5- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل، از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 412

6- ''سیاسی اُتار چڑھاؤ'' از منیر احمد منیر، مطبوعہ لاہور 1985ء ص 299

مولانا محمد عبداللہ قصوریؒ

(1920-1999ء)

شیخ الحدیث ابوالعلاء مولانا محمد عبداللہ قادری اشرفی برکاتی " بن الحاج میاں گلاب الدینؒ (المتوفی 1947ء مدفون موضع پٹھان کے نزد ہڈیارہ ضلع لاہور) کی ولادتِ باسعادت 26 رمضان المبارک 1338ھ بمطابق 14 جون 1920ء بروز پیر قصبہ سُر سنگھ نزد پٹی ضلع لاہور (حال ضلع امرتسر، مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ والدگرامی ریٹائرڈ صوبیدار میجر تھے اور اپنی مذہبی، علمی، سماجی اور رفاعی خدمات کی بدولت قصبہ کے عوام و خواص میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مولانا محمد عبداللہ نے ورنیکلر سکول گھڑیالہ سے مڈل کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ پھر ایم بی ہائی سکول پٹی میں داخلہ لے کر اپنی شرافت، دیانت اور محنت کے سبب سکول کے بہترین طلباء میں شمار ہونے لگے۔ ابھی دسویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ والد گرامیؒ نے اشارۂ غیبی پا کر آپ کی سکول کی تعلیم ختم کروا کر 1937ء میں برصغیر کی نامور درسگاہ دارالعلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ لاہور میں داخلہ لے دیا۔ وہاں آپ نے استاذ العلماء حضرت مولانا محمد مہرالدین نقشبندی جماعتی " (1901-1987ء) سے درسِ نظامی اور مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ سیّد ابوالبرکات سید احمد قادریؒ (1901-1978ء) سے دورۂ حدیث پڑھ کر 1943ء میں سند فراغت حاصل کی۔

آپ نے دورانِ طالب علمی حضرت سیّد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کے زُہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر بیعت کر لی تھی اور پھر 1943ء میں سندِ فراغت کے موقعہ پر سیّد صاحب قبلہ نے سلاسل اربعہ میں اجازت و خلافت سے آراستہ فرما دیا تھا۔ علاوہ ازیں 1961ء میں حضرت سیّدنا طاہر علاؤالدین بغدادیؒ (1933-1991ء) نے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ میں خرقۂ خلافت سے نواز دیا تھا۔

سندِ فراغت کے بعد 1943ء میں ہی اپنے قصبہ سُر سنگھ میں دارالعلوم جامعہ حنفیہ کے نام سے ایک عظیم الشان درسگاہ کا سنگِ بنیاد رکھا جو تا قیامِ پاکستان علم و فضل کے دریا بہاتا رہا۔

1940ء کے اجلاسِ لاہور کے بعد جب مسلم لیگ نے قیامِ پاکستان کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دی، شہر شہر، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں میں مسلم لیگ کا نعرہ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" عام کرنے کی مہم تیز کر دی

تو مولانا محمد عبداللہ قادریؒ نے بھی اپنے اکابر کی پیروی میں اپنے علاقہ میں مسلم لیگ کے اس رُوح پرور نعرے کو کوچہ کوچہ اور گھر گھر پہنچانے کیلئے کمر ہمت باندھی۔ دن کو دارالعلوم میں طلباء کو درس وتدریس سے آراستہ کرتے اور رات کو دورے کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بناتے تھے۔

27 تا30۔اپریل 1946ء کو بنارس (حال بھارت) میں حضور قبلۂ عالم امیر ملّت حضرت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدّث پوریؒ (1951-1841ء) کی زیر صدارت ''آل انڈیا سنّی کانفرنس'' کا تاریخ ساز اجتماع ہوا تو شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ قادریؒ بھی ایک بہت بڑے قافلہ کی قیادت فرماتے ہوئے اس فقید المثال اجتماع میں شریک ہوئے اور پھر واپس تشریف لا کر کانفرنس کی غرض وغایت اور مقاصد کے حصول کیلئے تن من دھن کی بازی لگادی۔

1946ء کے انتخابات میں آپ نے مسلم لیگ کی تائید وحمایت میں مقدور بھر کام کیا۔ اپنے علاقہ میں مسلم لیگ کے جلسوں اور اجلاسوں میں شرکت کر کے تحریکِ پاکستان کو ایک ولولۂ تازہ بخشا۔ اس الیکشن میں آپ کے حلقہ میں پنجاب اسمبلی کیلئے مسلم لیگ کے اُمیدوار میاں افتخار الدین آف باغبانپورہ لاہور (1962-1907ء) تھے جبکہ یونینسٹ پارٹی نے خان صاحب چوہدری اللہ دتہ آف کیسر گڑھ نزد قصور (ف 1949ء) کو ٹکٹ دیا تھا۔ آپ نے دن رات ایک کر کے قصبہ کے ایک ایک گھر جا کر کنویسنگ کی اور علاقہ بھر میں دورے کر کے مسلم لیگ کے اُمیدوار کے حق میں فضا ہموار کی۔

چنانچہ الیکشن کے روز قصبہ سُرسنگھ میں مسلم لیگ کے کیمپ میں عوام وخواص کا اژدھام اور ہجوم بخوم تھا جبکہ یونینسٹ اُمیدوار کے کیمپ میں ہُو کا عالم طاری تھا۔ شام کو جب نتیجہ نکلا تو قصبہ کے تمام ووٹ مسلم لیگی اُمیدوار کو ملے اور یونینسٹ اُمیدوار کے مقدر میں صرف ایک ووٹ ٹھہرا۔ مجموعی طور پر مسلم لیگ اُمیدوار کو 6969 ووٹ ملے، یونینسٹ اُمیدوار 2118 ووٹ لے کر خاسر و نامراد اور ناکام ونا شاد ہوا۔ جبکہ کانگرسی اُمیدوار عبدالغفور 283 ووٹ لے کر ضمانت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

القصہ مسلم لیگی اُمیدوار کی کامیابی وکامرانی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ قادریؒ کی مساعی جمیلہ بھی کارفرما تھیں جبکہ دوسرے علماء ومشائخ نے بھی اس حلقہ میں اپنا اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا۔ یوں 14۔اگست 1947ء کو ہمیں سورج سے بھی روشن منزل پیارے پاکستان کی صورت میں مل گئی۔ آزادی کی شمع روشن ہوتے ہی ہندوؤں اور سکھوں نے قتل وغارت کا بازار گرم کیا تو آپ ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لے آئے۔ مختلف شہروں سے پھرتے پھراتے بُلھے شاہؒ کی نگری قصور میں جلوہ افروز ہو گئے۔

1949ء میں ''دارالعلوم جامعہ حنفیہ'' کا ازسرِنو اجراء فرما کر اپنی دینی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا اور پھر تادمِ زیست قرآن وحدیث کا فیض تقسیم کرتے رہے۔

آپ کی وفات حسرتِ آیات 8 ذیعقد 1419ھ بمطابق 25 فروری 1999ء بروز جمعرات 11 بج کر 40 منٹ پر ہوئی اور اپنے بنا کردہ دارالعلوم میں آخری آرام گاہ بنی۔ بے قرار زندگی بھی آپ کو ہر طرف سے لا کر یہیں ٹھہرایا کرتی تھی اور پُرسکون موت بھی یہیں لے آئی۔ زندگی اور موت کے اس حیرت انگیز اتحادِ عمل کا فلسفہ شاید یہی تو نہیں کہ دارالعلوم جو قرارِ زندگی تھا وہی قرارِ موت بھی ہے۔ یا دلِ دانا اور چشمِ بینا رکھنے والے ہی اس گتھی کو سُلجھائیں۔ ہمیں تو یہی عرض کرنا ہے کہ آپ کی آخری آرام گاہ دارالعلوم کا ایک گوشہ ہی بنا اور یہاں قبر کے اندر کفن میں لپٹا ہوا حضرت آسؔی غازی پوریؒ (1834-1917ء) کا شعر جارہا تھا۔

آج پھولے نہ سمائیں گے میں کفن میں آسؔی !!!
ہے شبِ گور بھی اُس گُل سے ملاقات کی رات

راقم الحروف نے درج ذیل تاریخِ وفات کہی۔

چل بسے آہ ! حضرت عبداللہ بھی — مشہور تھی جن کی وجاہت و حشمت
نیک طنیت تھے ، نیک سیرت تھے — معترف ہیں سب اہل بصیرت
بالیقین تھے وہ پیکرِ شرافت — بالیقین وہ شاد ہیں زیرِ تُربت
میں تھا اُن کی وفات پر غمگیں — فکر تھی ہو رقم سنِ رحلت
آئی آواز غیب سے یہ صادقؔ — کہہ دو ناں ، '' ارمغانِ بہشت ''
1999ء

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے مفتی پیر حافظ محمد اختر علی قادری مدظلہ، سجادہ نشین ہوئے جو اپنے والد گرامی کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ کریم اُن کے فیوض و برکات سے ایک زمانہ کو مستفید و مستفیض فرمائے۔

ماخذ:۔

1- ''تاریخ مشائخ قادریہ رضویہ برکاتیہ'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 2004ء متعدد صفحات
2- ''تذکرہ علمائے اہلسنت لاہور'' از علامہ اقبال احمد فاروقی، مطبوعہ لاہور 1975ء، متعدد صفحات

3- ''سیدی ابوالبرکات'' از سیّد محمود احمد رضوی، مطبوعہ لاہور 1979ء، متعدد صفحات
4- ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ، بابت مارچ 1999ء صفحہ 11
5- ماہنامہ ''العلماء''، لاہور، مارچ 1999ء صفحہ 6
6- ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور، مارچ 1999ء صفحہ 8
7- ماہنامہ ''نورالحبیب'' بصیر پور ضلع اوکاڑہ، مارچ 1999ء صفحہ 78
8- ماہنامہ ''نوائے اہلسنت'' اسلام آباد، مارچ 1999ء صفحہ 2
9- ہفت روزہ ''اخبار مجدد الف ثانی'' شرقپور، بابت 6 مارچ 1999ء صفحہ 8
10- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26، 29 فروری 1999ء، 8 مئی 1999ء
11- روزنامہ ''جنگ'' لاہور، بابت 26، 29 فروری 1999ء

مولانا محمد عبدالستار خان نیازیؒ

(1915-2001ء)

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

ضیغمِ اسلام، فاتح تختۂ دار، غازی تحریکِ ختم نبوت، بطلِ حُریت، مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بن ذوالفقار خان (1919- 18ء) کی ولادت باسعادت یکم اکتوبر 1915ء بمطابق 22 ذیعقد 1333ھ بروز جمعتہ المبارک بمقام اٹک پنیالہ تحصیل عیسیٰ خیل میانوالی کے ممتاز نیازی خاندان میں ہوئی۔ شجرۂ نسب شیر شاہ سوری (1545-1485ء) کی افواج کے کمانڈر انچیف عیسیٰ خاں نیازی سے جاملتا ہے۔

1933ء میں گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل سے میٹرک کرنے کے بعد اسی سال لاہور تشریف لے آئے اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے قائم کردہ اشاعت اسلام کالج میں داخلہ لے کر دو سالہ ''ماہر تبلیغ'' کا کورس مکمل کر کے 1935ء میں کالج میں ٹاپ کر کے حکیم الامتؒ کے دستخطوں سے مزین سند حاصل کی۔ 1935ء ہی میں منشی فاضل کا امتحان اوّل پوزیشن میں پاس کرلیا۔ 1936ء میں ایف اے اور 1938ء میں بی۔ اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ 1940ء میں ایم اے (عربی) اور 1941ء میں ایم۔اے (فارسی) کے امتحانات میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ دورانِ تعلیم اسلامیہ کالج لاہور کے نمایاں طالب علموں میں شمار ہوتے تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت فقیر قادر بخش (1885-1955ء) آستانہ عالیہ میبل شریف ضلع بھکر کے دست اقدس پر سعادتِ بیعت حاصل کی تھی۔

مولانا نیازی ابتدا ہی سے اسلامی انقلابی ذہن رکھتے تھے۔ انہوں نے 1936ء میں ''مجلس اصلاح قوم میانوالی'' کی بنا ڈالی۔ اسی سال لاہور میں ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کی بنیاد رکھی۔ 1937ء میں قائداعظمؒ (1948-1876ء) کی حمایت کا کھل کر ڈٹ کر اعلان کیا۔ 1938ء میں ضلع مسلم لیگ میانوالی کے کنوینر اور صدر منتخب ہوئے۔ 1939ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نصب العین ''خلافت پاکستان'' کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اُن دنوں دہلی میں آل انڈیا مسلم کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے اجلاس ہو رہے تھے۔ اکتوبر 1939ء میں مولانا نیازی کو آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کونسل اور

ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ عربک کالج دہلی میں بحیثیت صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن شرکت کا موقعہ ملا تو وہاں نوابزادہ لیاقت علی خان (1951-1895ء) سے ملاقات ہوئی جو دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر کی حیثیت سے شریکِ اجلاس تھے۔ شام کو عربک کالج ہال میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جس میں مولانا نیازی نے ''خلافت پاکستان سکیم'' کے اہم نکات کی وضاحت کی۔ جلسہ کے بعد نوابزادہ لیاقت علی خاں کی زبانی معلوم ہوا کہ کل اُن کی کوٹھی ''گلِ رعنا'' ہارڈنگ روڈ نئی دہلی میں ''کانسٹی ٹیوشن کمیٹی'' کا اجلاس ہو رہا ہے اگر آپ اس کمیٹی میں پیش ہو کر اپنے یہی خیالات ارکانِ کمیٹی کے گوش گزار کریں تو بہتر ہوگا۔ مولانا نیازی اس سے قبل سکیم کا ایک نسخہ قائداعظمؒ کے نام بصیغہ رجسٹری ارسال کر چکے تھے۔ چنانچہ دوسرے روز نیازی صاحب دس بجے صبح ''گلِ رعنا'' میں پہنچے اور پہلی بار حضرت قائداعظمؒ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ جب قائداعظمؒ کی خدمت میں سکیم کا ایک نسخہ پیش کیا تو قائداعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہاری سکیم ہمارے زیرِ غور ہے۔'' پھر فرمایا!

"Your Scheme is very Hot" (تمہاری سکیم بہت گرم ہے)۔

اس پر مولانا نیازی سے برجستہ جواب دیا کہ!

"My scheme is hot because it has come out from a boiling hort"

(میری سکیم اس لئے گرم ہے کہ یہ خوفناک طوفان خیز قلب سے نکلی ہے)۔

اس پر قائداعظمؒ ہنس دیئے اور مولانا نیازی سے فرمایا کہ! ''تم نے مسلمان کو سُپر مین بنا دیا ہے۔'' قائداعظمؒ کا اشارہ غالباً اس سکیم میں ''انصاف کا تصور'' کے عنوان سے لکھے گئے کلمات کی طرف تھا۔ ان تمام کلمات کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے البتہ اختصار کے طور پر ان میں سے چند فقرات پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہوں!

''ایک ناکارہ مسلمان، ایک جاہل اور بے وقوف مسلمان، حتیٰ کہ ہندوستان کا موجودہ نالائق مسلمان بھی ہماری نگاہوں میں واردھا اور لندن کے بہترین غیر مسلموں پر ترجیح رکھتا ہے کیونکہ مسلمان کی فطرت کو صرف تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے لیکن غیر مسلم ابھی حیوانیت کے اُس درجہ میں ہے جہاں انسانیت کا مرتبہ حاصل کرنے کیلئے قبولِ اسلام کی کسر باقی رہتی ہے۔''

''اُمتِ مسلمہ کا یہ خیر الامم ہونا ہمارے عقیدے کی وہ آخری بنیاد ہے جہاں تسلسل دلائل ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام کا مذہب ہونا اور مکمل انسان بننے کیلئے قبولِ اسلام کا لازمی ہونا ہمارے

استدلال کی وہ ابتدا ہے جسے منطق سے نہیں بلکہ عمل کی قوت سے منوایا جاتا ہے۔ خود منطق کو اپنی اس کمزوری کا اقرار ہے کہ آخری دلیل کسی دلیل سے نہیں منوائی جاسکتی۔ اگر کوئی سوال کرے کہ نیکی کیوں اچھی ہے اور برائی کیوں بری تو اس کا جواب منطق سے نہیں بلکہ عمل سے دیا جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس مسلمان کی کافر پر فضیلت کسی لیجسلیٹو ہال میں یا کسی گول میز کانفرنس پر ثابت نہیں کی جاسکتی بلکہ اس قسم کے مناظرے پانی پت کے وسیع میدان میں طے ہو چکے ہیں اور اب بھی بالآخر کسی ایسی ہی جگہ طے پائیں گے۔

مومنے بالائے ہر بالا ترے

غیرتِ اُو برنتابد ہمسرے

القصہ قائداعظمؒ نے اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کیا۔ چنانچہ حاجی عبداللہ ہارون (1942-1872ء) کی سربراہی میں قائم شدہ مسلم لیگ کی سفارشات کمیٹی میں اس سکیم کو پیش کیا گیا۔ یہ سب سے پہلی سکیم تھی جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان کاری ڈور کیلئے علاقے کا مطالبہ شامل تھا۔ مولانا نیازی نے خوب خوب زور دیا تھا کہ اگر ''کاری ڈور'' کے حصول کی کوئی صورت نہ نکالی گئی تو ایک وقت آئے گا کہ بھارت، مشرقی اور مغربی حصوں کو الگ کر دے گا۔ قائداعظمؒ نے قراردادِ لاہور کے موقع پر 1940ء میں پہلی بار ''کاری ڈور'' کا ذکر بھی فرمایا تھا۔

مارچ 1940ء میں اقبالؒ پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا 26واں سالانہ اجلاس منعقد ہوا جہاں 23 مارچ کو قراردادِ پاکستان منظور کی گئی تو اس وقت مولانا نیازی ایم اے فائنل ایئر میں تھے۔ مولانا نیازی اور اُن کے ساتھیوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیرِ اہتمام ''پاکستان کانفرنس'' منعقد کی۔ مولانا نیازی اس وقت پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر اور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (1968-1917ء) سیکرٹری جنرل تھے۔ سردار اورنگ زیب خاں آف صوبہ سرحد (1957-1892ء)، چوہدری خلیق الزمان (1973-1889ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (1973-1914ء) نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اس کانفرنس میں ''خلافتِ پاکستان'' کا تصور اُجاگر کیا اور پاکستان کا نقشہ بھی شائع کیا۔ یہ نقشہ اس کانفرنس کے انعقاد سے تین برس پیشتر مولانا محمد ابراہیم علی چشتی نے ''انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ'' میں بھی شائع کیا تھا۔

مولانا نیازی کی عقابی نگاہ اور انقلابی پروگرام کا اندازہ کیجئے کہ جب اکابر مسلم لیگ، پاکستان کا نام لیتے

بغیر لاہور ریزولیشن پیش کر رہے تھے تو وہ ''خلافت پاکستان'' کانفرنس منعقد کر رہے تھے۔ اور یہ سعادت بھی مولانا نیازی ہی کو نصیب ہوئی کہ اس کانفرنس میں ڈیڑھ لاکھ نفوس کی موجودگی میں لاہور ریزولیشن پیش ہونے پر انہوں نے اس قرارداد کو پاکستان کی تعبیر سمجھ کر پوری طاقت کے ساتھ ''پاکستان زندہ باد'' کا نعرہ لگایا۔ اگر چہ اس جلسہ سے خطاب کرنے والے تمام مقررین کا مدعا قیامِ پاکستان ہی تھا مگر کسی نے بھی پاکستان کا نام نہیں لیا۔

قرارداد لاہور میں حصولِ پاکستان، ملّت کا نصب العین قرار پایا تو مولانا نیازی ایم اے کرنے کے بعد گویا اسی کام کیلئے وقف ہو گئے۔ آپ قریہ قریہ، بستی بستی، نگر نگر اور شہر شہر گھومے اور پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

اجلاسِ لاہور کے فوراً بعد اکناف و اطراف میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام جلسوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تا کہ عوام کو حصولِ پاکستان کی منزل کو حاصل کرنے کیلئے کمر بستہ کیا جائے۔ ایک ایسا ہی جلسہ شہری مسلم لیگ سیالکوٹ کے زیر اہتمام پرانی سبزی منڈی میں انعقاد پذیر ہوا جس میں مولانا نیازی نے ولولہ انگیز خطاب کر کے نہ صرف مسلم لیگ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ عوام و خواص کے قلب و جگر کو اک ولولۂ تازہ بخشا۔

28 فروری تا یکم مارچ 1941ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کی گراؤنڈ میں ''پاکستان کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کی صدارت قائداعظمؒ نے فرمائی۔ مولانا نیازی نے پاکستان کی حمایت میں تقریر کرنے کے بعد مرکزی ریزولیشن پیش کیا۔ اس اجلاس کے ساتھ ایک دلچسپ بلکہ روح پرور یہ یاد وابستہ ہے کہ چند روز قبل سر سکندر حیات خاں (1942-1892ء) وزیر اعظم پنجاب نے اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں تقسیم انعامات کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت کی تھی اور پنجابیوں کی حکومت کا نعرہ لگایا تھا۔ سر سکندر نے اعلان کیا تھا!

''ہم ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت کرتے ہیں، اپنا مستقل وجود رکھتا ہے وہ کسی سکیم میں شامل نہ ہوگا اور پنجاب میں صرف پنجابیوں کی حکومت ہوگی، یہ نوجوان سوائے پُر جوش نعروں کے کچھ نہیں۔''

سر سکندر حیات خاں کے ان الفاظ سے فضا میں ایک زبردست تلخی موجود تھی۔ یہ جملے نوجوان نسل کیلئے تیر و نشتر کا کام کر گئے اور وہ سخت برافروختہ تھے۔ مولانا نیازی نے حضرت قائداعظمؒ کی صدارت اور موجودگی میں اس سے اختلاف کرتے ہوئے اور قرارداد پیش کرتے وقت فرمایا تھا!

''ہم پاکستان کے اندر ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جو رنگ، نسل، قومیت، وطنیت، علاقائیت اور دیگر تعصبات سے پاک ہو۔ اس میں حاکمیتِ اعلیٰ کا حق ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے

کسی کا نہیں مانتے کیونکہ!

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آذری

حاکمیت مطلقہ اور ملکیت مطلقہ میں ہم نیابت و امانت کے اصول کو تسلیم کر کے ''خلافتِ علیٰ منہاج نبوت'' کا نقشہ دماغ میں رکھتے ہیں۔ ہمارا اللہ، رب الناس ہے، ملک الناس ہے، الہ الناس ہے۔ اس لئے پنجاب میں پنجابی کی حکومت، ہندوستان میں ہندوستانی کی حکومت، بلوچستان میں بلوچی کی حکومت کے تصور کو مسترد کر کے ربانی خلافت کے اصول کو اپنے مجوزہ خطۂ پاکستان میں نافذ العمل کرنا چاہتے ہیں۔ سر سکندر کی یہ بھول ہے کہ پنجاب میں پنجابیوں کی حکومت ہوگی۔ خوشامدیوں نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ ورنہ جہاں تک ملّتِ اسلامیہ ہند کا تعلق ہے ہم انگریز کے اس کاسہ لیس وزیر اعظم کی حیثیت ایک ٹکے سے زیادہ نہیں سمجھتے اور وہ وقت بالکل قریب ہے کہ سوائے قائداعظمؒ کی جوتیوں میں بیٹھنے کے اسے کسی دوسری جگہ پناہ نہیں ملے گی۔''

اس کے بعد مولانا نیازی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ!

''قرارداد پاکستان کی منظوری ہماری زندگی میں ایک زبردست انقلابی موڑ ہے۔ تم لوگ پاکستان کی تائید کرنے سے پہلے ان خطرات اور محرکات کا بھی اندازہ کر لو جو تمہارے راستے میں سنگِ گراں بن کر رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ میں اس موقعہ پر بیعتِ عقبیٰ اولیٰ کے اُن گیارہ مجاہدین کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جب مدینہ طیبہ سے آنے والے گیارہ عاشقِ رسول ﷺ نے بیعت کر لی تو اُن کے قائد حضرت سعد بن زارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے رفقاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''جانتے ہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مطلب کیا ہے؟ یہ جن و انس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے، تمام دنیا سے لڑائی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ تمہاری مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے گا۔ اگر تم ان سب مشکلات کا مقابلہ کرنے ہمت رکھتے ہو تو پھر ضرور بیعت کرو ورنہ اپنے آپ کو فریب نہ دو۔'' سب نے جواب دیا کہ ''ہم خوب سوچ سمجھ کر بیعت کر رہے ہیں اور بیعت کے بعد سب کچھ قربان کر دیں گے۔''

بعینہٖ آپ لوگ بھی نظریۂ پاکستان سے متفق ہونے کے بعد ان تمام قربانیوں کیلئے تیار ہو تو بے شک اس قرارداد کی تائید کرو بصورتِ دیگر نہ اپنے آپ کو دھوکہ دو اور نہ قائداعظمؒ کو دھوکہ دو۔

ہمیں ادھورے مقلدین کی ضرورت نہیں، بے عمل لوگوں کی پاکستان کو ضرورت نہیں، منافقین کی ضرورت نہیں کیونکہ!

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور تیر کے جانا ہے

جہاں تک ہمارے رفقاء کا تعلق ہے ہم اس بھرے مجمع میں بانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ہم قیامِ پاکستان کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ جب تک پاکستان نہیں بن جاتا، زندگی کی تمام لذتیں، راحتیں اور آسائشیں تیاگ کر ہم سر بکف میدانِ عمل میں سرگرمِ عمل رہیں گے۔ نہ خود چین سے بیٹھیں گے اور نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔ اے حاضرین! آپ اسی جذبے کے تحت قرارداد پاس کریں۔''

اس پر کم وبیش یک لاکھ کے مجمع نے ہاتھ لہرا لہرا کر قرارداد کی تائید کی اور نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کئے۔ جب مولانا نیازی تقریر کر رہے تھے تو قائداعظمؒ ہمہ وقت اُن کی طرف متوجہ رہے۔

تحریکِ پاکستان کے نامور کارکن، مصنف اور صحافی چوہدری حبیب احمد (1980-1919ء) کے الفاظ میں!

''نیازی صاحب خطبہ استقبالیہ کیلئے سٹیج پر جلوہ نما ہوئے، بھرپور شباب، سرخ وسفید چہرہ، سفید لٹھے کی شلوار، سیاہ اچکن، دبدبہ وطنطنہ اور تمکنت سے مالا مال آواز، تلوار مارکہ باریک مونچھیں، بال انگریزی، یہ پیکرِ جمال وجلال، حسن ورعنائی کا مجسمہ جب اپنے خلوص وایثار، جاں رنگی اور جان سپردگی کے بیتاب جذبوں کو نمایاں کر رہا تھا اور جوانوں کو زندگی کی خُو پیدا کرنے کی تلقین وہدایت کے ساتھ ساتھ اپنا عشق اور اپنی نظر بخش رہا تھا اور بزرگوں کے دلوں کو احساسِ ملّی سے گرما اور اُن کی ذمہ داریوں سے اُن کو باخبر کر رہا تھا تو قائداعظمؒ کی نگاہیں بار بار اُس پُرشکوہ چہرے اور پیکرِ عزم واستقلال کی طرف اٹھتی رہیں۔ بالآخر جوشِ ایمان ومسرت سے قائداعظمؒ کے شگفتہ اور متین ومدبر رُخِ زیبا پر اظہارِ خوشی ومسرت کی حسین لکیریں اُبھریں اور انہوں نے متبسم انداز اور پُروقار لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ!

''جس قوم کے پاس عبدالستار خاں نیازی جیسے پیکرانِ یقین وصداقت ہوں، اُس کے پاکستان کو کون روک سکتا ہے۔'' یہ ایک عظیم المرتبت شخصیت کی طرف سے عظیم اعتراف وخراج تھا۔''

اس موقعہ پر مولانا نیازی نے مسلم لیگ کا پیغام دیہات اور دُور افتادہ مقامات تک پہنچانے کیلئے "پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی" کے قیام کی تجویز پیش کی۔ مولانا نیازی کو اس کمیٹی کا سیکرٹری بنایا گیا۔ قائداعظمؒ کی زیرِ صدارت اس کمیٹی کے قیام کا ریزولیشن پاس ہوا۔ یہ اجلاس 28 فروری 1941ء کو منعقد ہوا۔ یکم مارچ 1941ء کو قائداعظمؒ نے نوجوانوں کو پیغام دیا "March On" (آگے بڑھو)۔

مولانا نیازی آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تو پہلے ہی تھے، اب رورل پروپیگنڈا کمیٹی کا سیکرٹری بھی بنا دیا گیا۔ آپ نے پنجاب اور سرحد کے تفصیلی دورے کر کے مسلم لیگ کا پیغام قریہ قریہ، شہر شہر اور گلی گلی پہنچایا اور مسلم لیگ کو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔

جولائی 1941ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران ہندوستان کے لیڈروں اور عوام کا تعاون حاصل کرنے کیلئے وائسرائے نے ایک نیشنل ڈیفنس کونسل تشکیل دی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ دورانِ جنگ تعاون کیلئے ہندو کانگرس کا یہ نعرہ تھا کہ "ہندوستان چھوڑ دو" جبکہ قائداعظمؒ کا نعرہ یہ تھا کہ "سارا ملک ہندو کانگرس کے سپرد کر کے ملک چھوڑنے کی بجائے آپ دس کروڑ مسلمانوں کے حقِ خود ارادیت کو تسلیم کرتے ہوئے پہلے ملک کو تقسیم کرو، پھر چھوڑ دو"۔(First devide and then quit)

انگریز حکومت نے ہندوستانی اور عالمی رائے عامہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کیلئے "نیشنل ڈیفنس کونسل" قائم کر کے سر سکندر حیات خاں (1892-1942ء) وزیراعظم پنجاب، مولوی اے کے فضل الحق (1873-1962ء) وزیراعظم بنگال، سر سعد اللہ خاں (1886-1955ء) وزیراعظم آسام، سر سلطان احمد (1880-1963ء) ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ اور بیگم جہاں آرا شاہنواز (1896-1979ء) کو ممبر نامزد کیا۔ نیشنل ڈیفنس کونسل کا قیام براہِ راست قائداعظمؒ کے موقف سے انحراف تھا، بغاوت تھی، غداری تھی۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت قائداعظمؒ کی پرواہ کئے بغیر غالب مسلم اکثریت کے صوبوں سے حکومت نے سربرآوردہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔

صوبہ پنجاب مسلم لیگ، سر سکندر کی پاکٹ میں تھی اور دوسری تنظیمیں، جاگیردار اور سرمایہ دار اُن کے زیرِ اثر تھے۔ بدیں وجہ کسی طرف سے بھی حضرت قائداعظمؒ کی تائید و حمایت میں آواز بلند نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ صرف قائداعظمؒ کی ذات کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ دس کروڑ مسلمانوں کی عزت و وقار اور غیرت کو چیلنج کیا گیا تھا۔ جب ہر طرف سے خاموشی کی فضا قائم ہوگئی تو آل پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی کے نوجوان جو بقول حکیم الامتؒ

سے

دیوانہ با گفتارم فرزانہ با کردارم
از بادۂ شوقِ تُو ہُشیارم و مستم من

مولانا نیازی کی قیادت میں آگے بڑھے اور قائداعظمؒ کے موقف کی تائید و حمایت میں سارے صوبے میں جلسوں اور کانفرنسوں کی بھرمار کر دی۔ لاہور میں سکندر حیات کا جنازہ نکال دیا گیا۔ لُطف کی بات یہ ہے کہ جو نوجوان دن کو تانگے میں بیٹھ کر جلسے کی منادی کر رہے تھے وہی رات کے جلسے میں اسٹیج کے منتظم تھے۔ مولانا نیازی بتاتے ہیں کہ میں نے خود ایک ٹیکسی پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے جلسہ کی منادی کی اور رات کو تیس ہزار کے جلسہ کی صدارت بھی کی۔

مولانا نیازی نے اس سلسلہ میں لائل پور (حال فیصل آباد) میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر سکندر حیات نے ''آل پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی'' کے بعض کارکنوں کو لالچ دے کر اغوا کر لیا اور اُن کے زیرِ اہتمام 5 جولائی 1941ء کو دسہرہ گراؤنڈ فیصل آباد میں طلباء کی ایک ''سپانسرڈ کانفرنس'' منعقد کی جس میں پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے سر سکندر حیات نے کہا:

> ''پاکستان لغوستان ہے، ہم اسے نہیں بننے دیں گے۔ ایک ضدی اور خود سر پٹھان (مولانا نیازی) نے ہمارے نوجوانوں کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے اُکسانے پر میرے خلاف مظاہرے کئے جا رہے ہیں۔ نوجوانو! تم اپنے مستقبل کی سوچو، تم اس کے پیچھے کیوں لگ گئے ہو۔ آج جو تم نعرے لگاتے پھر رہے ہو، جلسے کرتے پھرتے ہو، کل تعلیم سے فارغ ہو کر پچاس پچاس روپے کی نوکری کیلئے ہمارے دفتروں میں جوتیاں چٹخاتے پھرو گے۔ پاکستان ایک دیوانے کا خواب ہے، مجذوب کی بڑ ہے، اس لئے اے نوجوانو! میں تمہیں بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ وقتی اور ہنگامی نعروں سے گمراہ نہ ہو جانا، اپنے مستقبل کی فکر کرو۔''

سر سکندر حیات خاں کی تقریر کے دوران پنڈال سے ''مسلم لیگ زندہ باد، پاکستان زندہ باد، قائداعظمؒ زندہ باد'' کے فلک شگاف نعرے لگے تو سر سکندر غصے سے لال پیلا ہو گیا اور کہا کہ ''ہم تمہارے قائداعظم اور تم سب سے نپٹ لیں گے۔''

مولانا نیازی نے سر سکندر حیات کی لائل پور کی تقریر کے اخباری تراشے قائداعظمؒ کو بھیجے اور ساتھ ہی خط لکھا کہ ہم سر سکندر حیات کی کانفرنس کے جواب میں لائل پور میں طلباء کی کانفرنس کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ملک برکت علی ایڈووکیٹ (1946-1885ء) کو اس کانفرنس سے خطاب کیلئے آمادہ کیا گیا اور اعلان کر

دیا گیا کہ اسی جگہ 18، 19 جولائی 1941ء کو جوابی کانفرنس ہوگی۔ مولانا نیازی کی ایجی ٹیشن کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ سر سکندر حیات نے قائداعظمؒ کی قیادت سے بغاوت کی ہے اس کا واحد حل یہ ہے کہ وہ ''نیشنل ڈیفنس'' کونسل سے فی الفور استعفیٰ دے کر قائداعظمؒ سے معافی مانگے۔

اس کانفرنس کی صدارت ملک برکت علی ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ جیسے مشہور قانون دان اور ہر دلعزیز مسلم لیگی رہنما کر رہے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں (1956-1872ء) بھی اس میں خطاب کر رہے تھے۔ اس دوران سر سکندر حیات نے مولوی غلام محی الدین قصوری ایڈووکیٹ (1963-1880ء) اور میر مقبول محمود امرتسری (1948-1923ء)، چیف پارلیمانی سیکرٹری حکومت پنجاب (سر سکندر حیات کے بیٹے سردار شوکت حیات خاں کے ماموں وخسر) کے ذریعے مولانا نیازی اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرات شروع کیے۔ ہر قسم کے لالچ دیئے، اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں مثلاً ڈپٹی کمشنر وغیرہ کی پیشکش کی گئی اور ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ نقد پیش کرنے پر آمادہ تھے مگر مولانا نیازی جیسے اقبالؒ کے مردِ مومن کا جواب یہ تھا کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نہ عہدے کی اور نہ سیم وزر کی۔ ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہ ہے کہ سر سکندر ''نیشنل ڈیفنس کانفرنس'' سے استعفیٰ دے کر قائداعظمؒ سے معافی مانگے، ہم تمہاری پیشکش پر تھوکتے بھی نہیں۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے!

مذاکرات ناکام ہوگئے۔ مولانا نیازی نے اپنی مہم جاری رکھی۔ 18، 19 جولائی کو کانفرنس کے انعقاد کے مصمم ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر تل گئے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلمان دکانداروں نے جلسے کیلئے میز، کرسیاں، شامیانے اور لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دینے سے انکار کر دیا۔ لائل پور کے ڈپٹی کمشنر شیخ نور محمد (ف 1965ء) نے سر سکندر حیات کے حکم پر گراؤنڈ میں پانی چھوڑ دیا۔ ایک سکھ دکاندار کو ڈبل کرایہ دے کر سارا سامان حاصل کیا گیا۔ میاں نور اللہ ایم ایل اے (1984-1899ء) کی کوٹھی پر جا کر اُن کی کار حاصل کر کے اس پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے منادی شروع کر دی۔ سوئے اتفاق کہ زبردست بارش شروع ہوگئی اور دیر تک جاری رہی جس سے رات کی نشست نہ ہو سکی۔ دوسرے دن بروز اتوار 19 جولائی کو پھر منادی شروع کر دی گئی۔ نو بجے کا جلسہ بارہ بجے دن شروع ہوا۔ ساری انتظامیہ مخالف تھی۔ مقامی مسلم لیگ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈال رہی تھی مگر مولانا نیازی اور اُن کے جیالے ساتھی مردانہ وار اپنے نصب العین کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے دوپہر جلسہ شروع ہوا۔ صدر مجلس استقبالیہ چوہدری مختار احمد المعروف

پریمیئر کو سر سکندر نے اغوا کر لیا تھا، اس کی عدم موجودگی میں مولانا نیازی نے توجیہ کی کہ ''صورت مبیں حالش مپرس'' کے مصداق درودیوار خطبہ استقبالیہ پڑھ رہے ہیں۔ ہم خود اس کانفرنس کی اہمیت کو جانتے ہیں۔ ہماری ٹکر وزیر اعظم سے ہے، ظاہر ہے کہ سوائے عوام کے کسی کی تائید کی توقع نہیں ہے، اس لئے خطبۂ صدارت ہوگا جو ملک برکت علی پیش کریں گے۔ رات کی نشست بعد نماز عشا شروع ہوگی جس میں ہم عصرِ حاضر کے میر جعفر سر سکندر حیات خاں کی غداریوں کو بے نقاب کریں گے۔

رات کو جلسہ ہوا اور خوب ہوا۔ مسٹر ابو سعید انور (1914-1984ء)، مولانا ظفر علی خاں (1872-1956ء) اور مولانا نیازی نے خطاب کیا۔ ملک برکت علی نے خطبۂ صدارت دیا۔ مولانا نیازی کی تقریر بڑی شعلہ بار تھی۔ انہوں نے جب یہ برسرِ عام ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ!

''مسمی سکندر حیات ولد محمد حیات ذات کھٹڑ ساکن موضع واہ (واہ کینٹ) ضلع کیمبل پور (حال اٹک) جو نکلسن کے اردلی کا بیٹا ہے، اُس کو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ غیر پاکستان جو سر سکندر حیات بزعم خویش اپنی خود غرضیوں، مکاریوں، عیاریوں اور ستم رانیوں کی خاطر بنائے گا یقیناً وہ ''لغوستان'' ہوگا۔ لیکن جو پاکستان کتاب وسنت کی بالادستی اور شریعت کی سیادت وقیادت قائم کرنے کیلئے وجود میں آئے گا وہ بن کر رہے گا۔ کتے بھونکتے رہتے ہیں اور کارواں چلا جاتا ہے۔ سر سکندر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلم نوجوان آگ کے شعلے ہیں، ان سے ٹکرانے والا جل کر راکھ ہو جائے گا اور پاکستان بن کر رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!''

تو تیس ہزار کا مجمع جھوم اُٹھا اور فضا چھٹ گئی۔

اس جلسے کا اہتمام کرنے والوں میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (1917-1968ء)، حکیم محمد انور بابری (1922-1977ء)، مولوی عبدالقدیر نعمانی (1911-1988ء)، ابوسعید انور (1914-1984ء)، ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (1922-1985ء)، ظہور عالم شہید (1918-1986ء)، حمید نظامی (1915-1962ء) اور شیخ محمد اقبال احمد نے بڑی ہمت، جرأت اور جوانمردی اور استقامت سے کانفرنس کو کامیاب کیا۔ جلسہ بے حد کامیاب ہوا۔ حضرت قائداعظمؒ کو اس کی روئیداد بھیجی گئی۔ بہت خوش ہوئے اور مولانا نیازی کے نام جو خط لکھا خاص طور پر اُس کا یہ فقرہ قابل توجہ تھا۔

"You young men are doing a great work. I am with you. You will succeed ultimately, Ansha Allah."

اس کانفرنس کا زبردست اثر ہوا، سر سکندر بوکھلا گیا۔

اسی دوران لاہور کے دو اخبارات (روزنامہ ''انقلاب'' اور ''شہباز'') نے سر سکندر کی حمایت اور قائداعظمؒ کے خلاف بڑی شدومد کے ساتھ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ مسٹر جناح محض ایک سیاسی جماعت کے سربراہ ہیں اور سر سکندر حیات پنجاب کے منتخب وزیراعظم ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ سر سکندر کی حیثیت زیادہ مضبوط ہے۔

پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی نے ان اخبارات کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا۔ ان اخبارات کے بہت سے پرچے خریدے گئے اور 30 جولائی 1941ء کو دو بجے دن سے شام کے ساڑھے سات بجے تک لاہور کے ہر قابل ذکر چوک میں کھڑے ہو کر ان اخبارات کو نذر آتش کیا گیا۔ اخبار سوزی کی یہ رسم پورے لوازم کے ساتھ ادا کی جاتی۔ چوک میں پہنچ کر تانگے والے کھڑے کر لئے جاتے۔ ''پاکستان زندہ باد'' اور ''قائداعظمؒ زندہ باد'' کے نعروں کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود ترنم کے ساتھ ترانہ ملّی پڑھتے۔ اتنے میں دو چار سو راہ گیر اور دکاندار جمع ہو جاتے۔ پھر مولانا نیازی اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرماتے، جس کے اختتام پر اخبار جلائے جاتے۔ اخبار جلانے کے بعد شام کے جلسے کا اعلان کیا جاتا۔ رات کو دہلی دروازہ کے باہر جلسہ ہوا۔ تلاوت کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود نے ترانہ ملی سنایا۔ پھر چوہدری نصراللہ خاں ایڈووکیٹ (1957-1916ء)، پروفیسر چوہدری محمد صادق (1987-1914ء)، پروفیسر منظور الحق صدیقی (2004-1917ء) اور ظفر اللہ خاں ملک (1992-1919ء) نے تقریریں کیں۔ آخر میں مولانا نیازی نے اپنی شعلہ نوائی سے حاضرین کے قلب وجگر کو گرمایا۔ مولانا نیازی کے اس خطاب کے بارے میں پروفیسر منظور الحق صدیقی لکھتے ہیں!

> ''نیازی صاحب عوامی نفسیات کو خوب سمجھتے تھے۔ خود طویل القامت اور اُوپر طرے دار پگڑی، پھر آواز میں گھن گرج، الفاظ پُرشکوہ، ہر خوف کو پاؤں کے نیچے رگیدتے اور ہر مصلحت کو ٹھوکر مارتے ہوئے بیباکانہ تقریر کی۔ ازلی کاسہ لیس، غدار ابن غدار مسمّٰی سکندر حیات ولد محمد حیات قوم کھٹڑ ساکن واہ...... ''ایسے بیباکانہ الفاظ کسی پبلک جلسے میں ہم نے اُن کی زبان سے نہ سُنے۔''
>
> (حکایتِ صادق، ص 38، 39)

''مجلس احرار کے گڑھ میں پاکستان کے حق میں یہ پہلا جلسہ تھا جسے منعقد کرنے کی جرأت اور کوئی نہ کر سکتا تھا۔ اس مظاہرے سے دونوں اخبارات کی فروخت پر خاصا اثر پڑا اور قائداعظمؒ کو بیسیوں انجمنوں کی طرف سے تار دیئے گئے:

Expel Sakandar. finish the traitor. kill the weather cock. Do away the judas, Buray The Mir Jaffar of the Punjab.

''سکندر کو نکال دو، غدّار کو نیست ونابود کرو۔ اس مرغ بادنما کو ختم کرو، اس یہودا اسکر یوطیوں کو نکال پھینکو۔ پنجاب کے اس میر جعفر کو بزور نکال کر دفن کردو۔''

مولانا نیازی کی ان سرفروشانہ سرگرمیوں سے سر سکندر کی نیند حرام ہوگئی اور اُس نے ایک دفعہ پھر نیازی صاحب کو رام کرنے کی کوشش کی۔ اُن کو فوری وطر پر محکمہ ''دیہات سدھار'' کا ڈویژنل ڈائریکٹر مقرر کرنے اور بعد میں باقاعدہ سول سروس میں لینے کی پیشکش کی اور میر مقبول محمود نے دولاکھ روپے بھی پیش کرنے چاہے مگر آپ نے دونوں پیشکشوں کو پائے استحقار کے ساتھ ٹھکرا کر سر سکندر کے طلسم فریب کو توڑ دیا۔

برو ایں دام بہ مُرغِ دگر نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اسی دوران 1941ء میں بعض قانونی وجوہ کی بنا پر حلقہ اندرون لاہور (مسلم نشست) سے خالد لطیف گابا المعروف کے ایل گابا (1981-1899ء) کے دیوالیہ قرار پانے کی وجہ سے ضمنی انتخاب کا اعلان ہوا تو سوال پیدا ہوا کہ پنجاب کے دارالسلطنت سے، جو صوبے کا سب سے بڑا مرکز تھا، کس کو کھڑا کیا جائے؟ سر سکندر حیات خاں اور نواب شاہنواز خاں ممدوٹ کی خواہش کی تھی کہ ٹکٹ میاں امیرالدینؒ (1989-1889ء) کو دیا جائے لہٰذا پنجاب مسلم لیگ پارلیمینٹری بورڈ نے اُسے ٹکٹ دیا۔ نوجوان سر سکندر کے اس خاص الخاص گماشتے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اُن کی خواہش تھی کہ قائداعظمؒ کا جاں نثار اور مخلص کارکن میدان میں آئے اور قائداعظمؒ اُس کی مدد کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قائداعظمؒ کو متوجہ کیا گیا تاکہ برٹش گورنمنٹ پر واضح ہوجائے کہ قوم کس کے ساتھ ہے۔ بہرحال نوجوان مسلم لیگی کارکنوں کی خواہش تھی کہ یہ ٹکٹ مولانا نیازی کو دیا جائے کیونکہ اُن کی خدماتِ جلیلہ سے پنجاب مسلم لیگ کو بہت تقویت حاصل ہوئی تھی اور اس کا احساس حضرت قائداعظمؒ کو بھی تھا۔ چنانچہ مولانا نیازی اور اُن کے ساتھیوں نے حضرت قائداعظمؒ کو اس ضمنی انتخاب کی طرف متوجہ کیا کہ یہاں پر آپ اپنا نمائندہ کھڑا کریں اور دورانِ الیکشن تشریف بھی لائیں، لاہور کے غیور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی موقعہ پر ہی سر سکندر حیات کی اوقات کھل کر سامنے آجائے گی۔ آپ کا نمائندہ لازمی کامیاب ہوگا اور اُس کا بالواسطہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ ''نیشنل ڈیفنس کونسل'' کے رکن رکین سر سکندر حیات کے اثر ورسوخ، مقبولیت اور ہردلعزیزی کا بھرم بھی کھل جائے گا۔

القصہ مولانا نیازی کو ٹکٹ دے دیا گیا اور انہوں نے کاغذاتِ نامزدگی داخل کر دیئے۔ سر سکندر حیات کے اُمیدوار میاں امیرالدین تھے۔ مولانا نیازی کے پیچھے ملک برکت علی ایڈووکیٹ جیسے ہردلعزیز مسلم

لیگیوں اور پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی طاقت تھی۔ سکندر گھبرا گیا اور سردار اورنگ زیب خاں سابق وزیر اعظم صوبہ سرحد اور ابوسعید انور کو میاں امیر الدین کی طرف سے نیازی صاحب کے پاس بھیجا کہ جو چاہو لے لو، ہم دینے کو تیار ہیں اور ہمارے مقابلہ سے دستبردار ہو جاؤ۔ بیس ہزار روپیہ نقد اور دیگر مراعات کی پیشکش کی مگر مولانا نیازی نے یہ پیشکش پائے استحقار سے ٹھکرا دی۔ اور کہا کہ بکنے اور جھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، قائد اعظمؒ کے حکم سے میدان میں اُترا ہوں۔ جب تک سر سکندر حیات، قائد اعظمؒ سے معافی نہیں مانگے گا اور نیشنل ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ نہیں دے گا، ہماری جنگ جاری رہے گی۔

مولانا نیازی نے اپنی انتخابی مہم شروع کر دی اور ہر جلسے کی کارروائی قائد اعظم کو پہنچنا شروع ہوگئی۔ چنانچہ سر سکندر گھبرا گیا اور پھر گورنر بمبئی کے ذریعے اُس کا یہ موقف بھی مسترد ہو گیا کہ اسے بحیثیت ''چیف مسلم'' نہیں بلکہ بحیثیت وزیر اعظم ''ڈیفنس کونسل'' میں لیا گیا ہے کیونکہ وائسرائے کے خط نے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا کہ اس کو بحیثیت وزیر اعظم نہیں بلکہ بحیثیت چیف مسلم لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا نیازی اور اُن کے ساتھیوں کی لاج رکھ لی۔ سکندر حیات نے 24 اگست 1941ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں نیشنل ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ دے دیا اور قائد اعظمؒ سے معافی مانگ لی۔

اس کے بعد مولانا نیازی نے اپنی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ دستبرداری کے بعد میاں امیر الدین نے دوبارہ ابوسعید انور کو مولانا نیازی کے پاس بھیجا اور پیشکش کی کہ ضمنی انتخاب کے سلسلے میں آپ کا جو خرچ ہوا ہے، وہ ہم دینے کو تیار ہیں، بیس پچیس ہزار تک دینے کو تیار ہیں۔ مولانا نیازی نے اس کے جواب میں کہا!

> ''ہمارا انتخاب کیلئے کھڑا ہونا کسی ذاتی غرض، مفاد یا لالچ کیلئے نہیں تھا بلکہ ہم یہ چاہتے تھے کہ سر سکندر، قائد اعظمؒ کا وفادار بن جائے اور دس کروڑ مسلمانوں کے موقف سے آگاہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے جو خرچ کیا ہے، ملّی غیرت اور ذاتی کردار کی استقامت کی خاطر کیا ہے، ہم اس کا اجر کسی سے نہیں لیتے۔ فرض کی ادائیگی کا شوق اور ولولہ تھا جو ہم نے پورا کر دکھایا۔''

اس ضمنی انتخاب میں سر سکندر حیات خاں کو قائد اعظمؒ کی قیادت و سیادت تسلیم کرنے پر مجبور کرنے کے بعد مولانا نیازی اور اُن کے ساتھی، حضرت قائد اعظمؒ سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اب ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہیئے۔ چند خطوط کے تبادلہ کے بعد حضرت قائد اعظمؒ نے مولانا نیازی کو لکھا کہ یہ بات خطوط کے ذریعے نہیں ہو سکتی، آپ لوگ میرے پاس آئیں، بالمشافہ گفتگو ہوگی۔

چنانچہ ستمبر/ اکتوبر 1941ء میں مولانا نیازی اور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، دہلی میں اُن کی رہائش گاہ 10۔اورنگ زیب روڈ پر حاضر ہوئے۔ حضرت قائد اعظمؒ نے لاہور کے ضمنی انتخاب کے سلسلہ میں دونوں کو مبارکباد دی اور فرمایا!

''نوجوانو! تم بہت بڑی قوت ہو۔ یہ تمہاری کامیابی ہے۔ میری کامیابی تمہاری وجہ سے ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے۔''

دونوں حضرات نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ پروگرام کا پوچھا تو اُنہوں نے کہا!

''آپ لوگ مسلم لیگ کو مقبول عام بنائیں۔''

1942ء میں مولانا نیازی، ضلع مسلم لیگ میانوالی کے دوبارہ صدر منتخب ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن بھی چُن لیا گیا۔ اب آپ نے اپنا تمام وقت مسلم لیگ کیلئے وقف کر دیا۔ اسی سال مولانا نیازی بحیثیت سیکرٹری، ''اقبال ڈے کمیٹی'' حضرت قائد اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوم اقبالؒ کی صدارت کیلئے دعوت دی۔ قائد اعظمؒ پہلے سے بعض مقامات پر اپنے دورے کا پروگرام طے کر چکے تھے، اس لئے معذرت کی۔ البتہ ''اقبالؒ ڈے'' کیلئے ایک مفصل پیغام ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا جو بعد میں انہوں نے پورا بھی کیا۔ اس پیغام کا خلاصہ کچھ یوں ہے!

''علامہ اقبالؒ برصغیر میں مسلمانوں کے استقلال اور عروج کیلئے علیحدہ ہوم لینڈ کا مطالبہ اپنے خطبہ الہ آباد میں فرما چکے ہیں۔ ہم نے ''اقبال ڈے'' کے موقعہ پر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسلامی نظامِ حیات کو برپا کرنے کیلئے قوتِ عمل سے جلد از جلد وہ خطۂ ارضی حاصل کر لیں۔ اقبالؒ ملت کے عزائم کا ترجمان ہے اور نوجوانوں کو سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے۔ میں اس کے خواب کی تعبیر کیلئے مصروف کار ہیں اور ہر مسلمان کو اس پاکیزہ مقصد کے حصول کیلئے ہر ممکن ایثار و قربانی کی دعوت دیتا ہوں۔''

نومبر 1942ء میں ''پنجاب پراونشل مسلم لیگ'' کا سالانہ اجلاس لائل پور (حال فیصل آباد) میں منعقد ہوا۔ قائد اعظمؒ اس سلسلہ میں 17 تا 19 نومبر یہاں مقیم رہے۔ مولانا نیازی نے اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔

17 نومبر 1942ء کو قائد اعظمؒ لاہور سے عازمِ لائل پور ہوئے تو ٹرین کے انجن کے ساتھ دو سبز پرچم آخری بوگی پر لہرا رہے تھے جس میں حضرت قائد اعظمؒ سوار تھے۔ باقی ٹرین میں اکابرین مسلم لیگ۔ مولانا عبدالحامد بدایونی، خواجہ ناظم الدین، نواب افتخار حسین ممدوٹ، سید بہاؤ الدین گیلانی بٹالوی، آغا محمد

جان بیرسٹر راولپنڈی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی وغیرہم کے ساتھ مولانا نیازی بھی سوار تھے۔

1943ء میں مولانا نیازی کو پنجاب مسلم لیگ کا پروپیگنڈا سیکرٹری بنا دیا گیا۔ اسی سال پنجاب مسلم لیگ کے تحت ایک کانفرنس ہوئی۔ اسی طرح کی ایک اور کانفرنس جو آل انڈیا مسلم لیگ سطح کی تھی، دہلی میں منعقد ہوئی۔ مولانا نیازی نے ان دونوں کانفرنسوں میں شرکت کی اور ریزولیشن بھی پیش کیے۔ یہ ریزولیشن ''پاکستان جنرل سٹاف ریزولیشن'' کے نام سے پیش کیا گیا تاکہ جب پاکستان قائم ہوجائے تو اس کا تنظیمی ڈھانچہ کیا ہو؟ یہ ریزولیشن مسلم لیگ کے ایجنڈے پر آیا اور اس پر تقریریں وغیرہ ہوئیں۔

28 تا 30 اپریل 1944ء کو سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت قائداعظمؒ، نوابزادہ لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر، مولانا عبدالحامد بدایونی، راجہ غضنفر علی خاں، ملک برکت علی، شیخ صادق حسن امرتسری، سردار محمد حسین گنجیانوالہ، رانا نصراللہ خاں، نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ، میر غلام بھیک نیرنگ، سید قاسم رضوی، قاضی محمد عیسیٰ، حکیم آفتاب احمد قرشی، ابوسعید انور، مولانا بشیر احمد اخگر، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ، سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی، سردار شوکت حیات خان، مولانا عبدالستار خاں نیازی و دیگر بہت سے مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے شرکت کی اور اپنے خطابات سے سیالکوٹ کی فضاؤں کو گرما کے رکھ دیا اور پنجاب مسلم لیگ کو ایک ولولۂ تازہ بخشا۔

افتتاحی نشست 28 اپریل 1944ء کو بعد نماز عشاء سردار عبدالرب نشتر کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ مولانا نیازی نے خطاب کرتے ہوئے دلائل و براہین سے مطالبۂ پاکستان کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کی کہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کا بنظرِ عمیق اندازہ کریں اور اس حقیقت کو سمجھیں کہ قومی تشخص کو اُجاگر کر کے کامل اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت درپیش ہے، اس لئے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور باہمی اختلافات کو ختم کردیں۔ اپنی اجتماعی کاوشوں سے پاکستان دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ یہ جنگ اسلامیانِ ہند کی دینی اور سیاسی جنگ ہے۔، آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کے قیام کی جنگ ہے، جس کی کامیابی سے مسلمانوں کو ایک ایسا خطہ زمین ہاتھ آئے گا جہاں وہ آزاد فضا میں اپنے دینی شعائر سے عہدہ برآ ہونے کیلئے شریعتِ اسلامیہ کو جاری و ساری کرنے کے مکمل طور پر مختار و مجاز ہوں گے۔

17 تا 19 جون 1944ء مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن راولپنڈی کے زیر اہتمام اسلامیہ ہائی سکول مری روڈ راولپنڈی میں سردار شوکت حیات خاں کی زیر صدارت ایک شاندار کانفرنس منعقد ہوئی جس سے

نوابزادہ لیاقت علی خاں سیکرٹری جنرل آل انڈیا مسلم لیگ، نواب صدیق علی خاں سالارِ اعلیٰ آل انڈیا مسلم لیگ، قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ، جی ایم سید صدر سندھ مسلم لیگ، سردار اورنگ زیب خاں وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد، سردار عبدالرب نشتر وزیر مال صوبہ سرحد، مولانا ظفر علی خاں ایم ایل اے سنٹرل، راجہ غضنفر علی خاں ایم ایل اے، نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ ایم ایل اے، خان بہادر محمد اسماعیل، مولانا محمد اسحاق مانسہروی، سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی اور مجاہدِ ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی آرگنائزنگ سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ نے شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اپنے حقائق افروز اور باطل سوز خطاب میں مخالفینِ پاکستان کی دھجیاں بکھیر دیں۔ آپ نے نظریۂ پاکستان کے موضوع پر اپنی ولولہ انگیز اور فکر خیز تقریر میں سامعین کے قلب وجگر میں آگ لگا دی اور تمام پنڈال ''نعرہ تکبیر ورسالت'' اور ''قائداعظم زندہ باد''، ''پاکستان زندہ باد'' کے نعروں سے گونج اُٹھا۔

14، 15 اکتوبر 1944ء کو امرتسر میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب کی دو روزہ ڈویژنل کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ پہلا اجلاس 14 اکتوبر بعد نماز عشا راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد کی زیرِ صدارت ہوا جس میں مولانا نیازی نے اسلامی نظامِ حیات کی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔ سیاستِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے کہا!

''دورِ ماضی میں کفر کئی رنگ بدل کر آیا مگر اسلام کو سرنگوں نہ کر سکا۔ اب پھر مسلمانوں کو ''ہم رنگِ زمین'' دامِ فریب میں پھنسانے کی کوشش کی گئی لیکن مردِ مومن قائداعظمؒ کی فراست نے اس جال میں بھی پھنسنا پسند نہ کیا۔ مسلمان نوجوانوں کے ولولے بڑھ چکے ہیں، وہ نہ ہندو پر اعتماد کرتے ہیں نہ انگریز پر۔ اس لئے کہ اللہ والوں کو ہمیشہ اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے۔''

مولانا نیازی نے واضح کیا کہ مسلمان اس امر کے خلاف نہیں کہ ہندو اپنی اکثریت والے علاقوں میں اپنی آزاد ریاست قائم نہ کریں۔ انہوں نے مذہب اور سیاست کو دو مختلف چیزیں ثابت کرنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ!

''اسلام کسی حالت میں یہ اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان کسی ''غیر اسلامی آئین'' کے سامنے سر جھکائے۔ مسلمان کے سامنے رسول اکرم ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی مشعل راہ ہے۔ ہمارے سامنے دین کی مکمل تشریح اور پورا سوشل آرڈر موجود ہے۔ اسلام نے نسل، قومیت، رنگ، وطنیت، تمام بتوں کو مٹا دیا ہے۔ مسلمانوں کی سیاست مذہب ہے اور مذہب

سیاست ہے۔''

سلسلۂ تقریر جاری کرتے ہوئے مولانا نیازی نے گاندھی پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ!

''وہ مکار ہندوستان کی آزادی کے بارے میں مخلص نہیں وگرنہ وہ قائداعظمؒ سے ضرور معاہدہ طے کر لیتا۔''

''گاندھی کبھی بھی یہ اعلان نہیں کرے گا کہ وہ ہندوؤں کا لیڈر رہے، حالانکہ قائداعظمؒ واضح طور پر اعلان کر چکے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لیڈر رہیں۔''

1944ء میں ہی جب مولانا نیازی، صوبہ مسلم لیگ پنجاب کے سیکرٹری اور اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علومِ اسلامیہ تھے تو قائداعظمؒ تقسیم انعامات کی تقریب کے موقعہ پر لاہور تشریف لائے۔ رات کو جلسۂ عام منعقد ہوا۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکنوں نے مولانا نیازی کو بھی تقریر کیلئے مدعو کیا۔ نیازی صاحب نے نہایت ہی تندو تیز لہجہ میں حکومتِ وقت پر تنقید کی اور حصولِ پاکستان کیلئے سردھڑ کی بازی لگانے کیلئے سامعین کو اُبھارا۔ جلسہ کے بعد جب حضرت قائداعظمؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ!

" You are still very hot "

''تم تا حال بہت گرم ہو۔''

مولانا نیازی نے جواب دیا ''اس لئے کہ ماحول کو پگھلانا ہے۔'' اس پر قائداعظمؒ نے قہقہہ لگایا اور فرمایا!

" Do ahead cautiously."

''محتاط انداز میں بڑھے چلو۔''

اسی سال یعنی 1944ء میں مولانا نیازی نے پنجاب مسلم لیگ کونسل سے یہ تجویز پاس کرائی!

''پاکستان کا آئین شریعتِ سلامیہ پر مبنی ہوگا۔''

صوبائی کونسل کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ تجویز منظور کر لی۔

1945ء میں مولانا نیازی نے معروف صحافی اور نامور مسلم لیگی کارکن میاں محمد شفیع المعروف م ش کے ساتھ مل کر ''پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا؟'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں زندگی کے ہر مسئلہ پر نظریۂ خلافت کے نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قیامِ پاکستان کی منزل قریب آ رہی تھی اور مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے سیاستدان مختلف حربوں سے شامل ہو رہے تھے۔ کیمونسٹ بھی ایک سازش کے تحت اس میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ مولانا نیازی نے اپنے احباب کے تعاون سے پنجاب

مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں کیمونسٹوں کو مسلم لیگ سے نکالنے کی قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی اور مسلم لیگ سے دانیال لطیفی، ڈاکٹر ذاکر مشہدی، شیر محمد بھٹی اور دیگر کیمونسٹوں کو نکال دیا گیا۔

1945ء میں ''کیبنٹ کمشن'' کی ناکامی کے بعد قائداعظمؒ نے مجموعی انتخابات کے ذریعے مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ کرنا چاہا تو اسلامیانِ ہند بالخصوص مسلم طلباء سے امداد طلب کی کہ وہ مسلم لیگ کو کامیاب بنائیں تاکہ پاکستان کا حصول یقینی بنایا جائے۔ مولانا نیازی اس وقت بھی اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علومِ اسلامیہ تھے۔ انہوں نے طلباء کو اکٹھا کر کے اس پیغام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ مسلمان نوجوانوں نے دیوانہ وار کام کیا اور سارے صوبے میں پھیل گئے بلکہ علی گڑھ کے طلباء تو صوبہ سرحد کے پہاڑوں اور جنگلوں میں دورے کرتے نظر آتے تھے۔ اس مہم میں مولانا نیازی کے شاگردوں میں سے جن نوجوانوں نے صفِ اوّل میں کام کیا اُن میں سیّد قاسم رضوی سی ایس پی، حکیم آفتاب احمد قرشی اور اقبال سنبل وغیرہم نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس سے قبل پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی کی تحریک میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ، مولوی عبدالقدیر نعمانی، حکیم محمد انور بابری، حمید نظامی، ابوسعید انور، پروفیسر چوہدری محمد صادق، ظفر اللہ خاں ملک المروف زیڈ کے ملک، خواجہ اشرف احمد، میاں محمد شفیع المعروف م ش، ظہور عالم شہید، میاں کفایت علی، پروفیسر منظور الحق صدیقی، شیخ محمد اقبال اور ڈاکٹر ضیاء الاسلام نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

9، 10، 11 جنوری 1946ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کی ایک شاندار کانفرنس امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی جس کا مقصد پنجاب میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کرنا تھا تاکہ آنے والے الیکشن میں مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب و کامران ہو۔ اس کانفرنس سے اکابر اہلسنت مولانا سیّد ابوالحسنات قادریؒ، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی، خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ، مخدوم سیّد محمد رضا شاہ گیلانی ملتانیؒ، خواجہ غلام محی الدین گولڑوی، پیر صاحب مانکی شریف، مولانا جمال میاں فرنگی محلی وغیرہم کے علاوہ مولانا نیازی نے بھی خطاب فرمایا۔

فروری 1946ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ نے آپ کو ضلع میانوالی سے صوبائی سیٹ کا ٹکٹ جاری کیا۔ اس نشست پر مولانا نیازی کے مقابلہ میں ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر خالق داد میدان میں آیا۔ اسے اپنے مال و دولت، شان و شوکت اور یونینسٹ پارٹی پر بڑا ناز تھا۔ مگر مولانا کے پاس نظریۂ پاکستان کا لازوال جذبہ تھا چنانچہ اس حلقہ (میانوالی شمالی) کے عوام و خواص نے اُن کیلئے دیدہ و دل فرشِ راہ کیا اور ہر سُو اس

نغمے کی گونج سنائی دی۔

دھر رگڑے تے رگڑا مستانہ — ایہہ ووٹاں دا جھگڑا مستانہ

جیہڑا لیگ توں کنڈ کریسی — اوہ ہر گز جنت نہ وسی

اوہندا ہوسی جہنم ٹھکانہ — دھر گڑے تے رگڑا مستانہ

الیکشن کا نتیجہ سامنے آیا تو مولانا نیازی 8310 ووٹ لے کر کامیاب ٹھہرے جبکہ یونینسٹ اُمیدوار کو 4081 ووٹ ملے اور اُس کا غرور وتکبر خاک میں مل گیا۔

غرور ولعب مٹ جاتا ہے سب مال والوں کا

خدا ساتھی ہوا کرتا ہے استقلال والوں کا

اس الیکشن میں مسلم لیگ کو عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ کانگرس کو تو یہ کامیابی ناقابل برداشت تھی ہی لیکن امام الہنود ابوالکلام آزاد پر مسلم لیگ کی یہ سربلندی برق بن کر گری۔ وہ لاہور آئے، فلیٹی ہوٹل میں قیام کے دوران سر خضر حیات ٹوانہ سے ملاقاتیں کر کے مسلم لیگ کو اکثریت ہوتے ہوئے بھی کانگرس، یونینسٹ اور اکالی دل کے اتحاد سے بحر وزارت بنوادی۔ خضر حیات ٹوانہ جیسے ملّت فروش کو پنجاب کا وزیراعظم بنادیا گیا۔ پنجاب کے اکثریتی صوبہ میں چند مسلمان غدّاروں کے تعاون سے کانگرس اور اکالی دل نے اپنی وزارت قائم کر لی اور مسلم لیگ کو حزب مخالف کا رول ادا کرنا پڑا۔ ہندوؤں اور سکھوں کو بے دریغ مسلح کیا گیا جس کے نتیجے میں بعد میں مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا۔ اگر مسلمان زعماء کے ہاتھوں یہ غیر مسلم وزارت نہ بنتی تو پنجاب اس بے دردی سے تقسیم نہ ہوتا۔ یہ مولانا آزاد کا ہی سنہری کارنامہ ہے کہ مسلمان کاز کو یہ ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔

نواب افتخار حسین ممدوٹ نے گورنر پنجاب کے اس غیر آئینی اقدام کو چیلنج بھی کیا مگر بے سود۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی اس عظیم الشان کامیابی (پنجاب میں غیر مسلم وزارت کی تشکیل) پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اپنی کتاب ''انڈیا ونزم فریڈم'' میں لکھا کہ ''ملک کے اطراف وجوانب سے مبارکبادی کے تاروں کی مجھ پر بھرمار ہوگئی ہے۔ یوپی کانگرس کے ترجمان اخبار ''نیشنل ہیرالڈ'' نے مجھے مبارکباد دی ہے۔''

مولانا آزاد کے اس کارنامے پر نامور مورخ جناب رئیس احمد جعفری (1968-1912ء) نے اپنی کتاب ''آزادیِ ہند'' میں شاندار تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

'' مولانا کو اپنے جس کارنامہ پر فخر ہے، جس کی داد ''نیشنل ہیرالڈ'' اور دوسرے کانگرسی

اخبارات نے دی، اس طرح کا فخر ''نظام حیدر آباد'' کو بھی تھا، جب اُس نے انگریزوں کا ساتھ دے کر ٹیپو سلطان کی حکومت ختم کرائی تھی۔ حکیم احسن اللہ خاں کو اور میر رجب علی اور مرزا الٰہی بخش کو بھی تھا جنہوں نے بہادر شاہ ظفر کی حکومت ختم کرائی۔ علی نقی کو بھی تھا، جس نے واجد علی شاہ کا تختہ ڈبویا۔ حیرت ہے کہ قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کے خلاف مولانا آزاد اتنے آگے جا پہنچے کہ وہ یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہو گئے؟ انہوں نے ذرا نہ سوچا کہ ملّت اسلامیہ تو ممکن ہے اُنہیں معاف کر دے لیکن تاریخ جس سے ہمیشہ سہمے رہتے تھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔''

انہی دنوں بعض لوگوں نے نعرہ مارا کہ پنجاب میں مسلم لیگ اور کانگرس کو ایک ہو جانا چاہیئے۔ اس پر مولانا نیازی نے ایک بیان میں کہا کہ!

''اس مرحلہ پر پنجاب میں ''لیگ کانگرس ایک ہو'' کا نعرہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ مسلم لیگ، کانگرس سے باعزت سمجھوتہ کیلئے ماضی میں ہمیشہ آمادہ رہی اور اب بھی آمادہ ہے مگر سمجھوتہ کیلئے ایک خاص فضا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت پنجاب میں یہ فضا قطعاً مفقود ہے۔ ہندو کانگرس کے مسلمان راشٹر پتی جناب ابوالکلام آزاد اس صوبہ میں دھرنا مار کر بیٹھے رہے اور اس وقت یہاں سے روانہ ہوئے جب اُن کی کوششوں سے مسلمانانِ پنجاب میں انتشار پیدا ہو گیا۔''

مسلم لیگ کی اس حق تلفی اور بے مثال زیادتی کے خلاف ''تحریک سول نافرمانی'' چلی تو مولانا نیازی نے پنجاب میں طوفانی دورہ کر کے مسلمانوں کو منظم کیا۔ خضر حیات جہاں جاتا آپ اُس کا تعاقب کرتے، میاں چنوں ضلع ملتان میں تو تصادم ہوتے ہوتے بچا۔ خضر حیات نے تنگ آ کر آپ کو لالچ دینا چاہا اور منہ مانگی مراد پانے کی پیشکش کی تو مولانا نے فرمایا!

''میرے لئے دولتِ ایمان ہی کافی ہے۔''

زمین دینا چاہی تو فرمایا!

''تم چند سو ایکڑ کی بات کرتے ہو ہم چھ صوبوں کا پاکستان مانگتے ہیں۔''

شریکِ اقتدار ہونے کا لالچ دیا تو آپ نے فرمایا!

''اسلام کی دی ہوئی عزت ہی کافی ہے۔''

جب خدا کا یہ شیر طرح طرح کے دام ہائے فریب میں نہ پھنسا تو خضر مجبوراً خاموش ہو گیا اور آپ پاکستان کا پرچم بلند فرماتے ہوئے دورے کرتے رہے۔

اسی سال (1946ء) میں جب عمومی انتخابات کے بعد ''مسلم لیگ اسمبلی پارٹی'' کا پہلا اجلاس ہوا تو اس کے چند دنوں بعد حضرت قائداعظمؒ لاہور تشریف لائے اور حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج میں ایک لنچ کا اہتمام کیا گیا۔ اتفاقاً مولانا نیازی کی نشست ایک ہی میز پر قائداعظمؒ کے مدِ مقابل آ گئی۔ کھانا کھاتے وقت وہ گفتگو کرتے رہے۔ راجہ غضنفر علی خاں، نیازی صاحب کی بائیں طرف موجود تھے۔ مولانا نیازی فرماتے ہیں کہ اس گفتگو کا صرف ایک تاریخی جملہ یاد رہ گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا!

''قیامِ پاکستان سے قبل وزارت سے کچھ فائدہ ضرور پہنچ سکتا ہے مگر ناکام رہنے کی صورت میں ہماری جدوجہد میں کمی نہیں آنی چاہیئے۔ اس صورت میں تصادم کیلئے ہمت بڑھ جاتی ہے۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا، وزارت بنانے میں مسلم لیگ ناکام رہی مگر ملّی وحدت و استحکام کے جوش و خروش نے بالآخر سول نافرمانی کی شکل اختیار کر لی اور خضر وزارت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔

10 اپریل 1946ء کو قائداعظمؒ نے عربک کالج دہلی میں ''مسلم لیجسلیٹرز کنونشن'' طلب کیا، جس میں سارے ہندوستان سے صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے ارکان کے علاوہ آل انڈیا مسلم لیگ کے ممبر بھی شامل تھے۔ قائداعظمؒ نے اپنے دولت کدہ 10 اورنگ زیب روڈ نیو دہلی میں تمام ممبران کو ہلکے مشروب کی پارٹی دی اور تمام ارکان سے ایک ''میثاق'' پر دستخط کروائے گئے۔ ہر رکن کے سامنے ایک پرچہ لایا جاتا تھا جس پر ''میثاق'' کی عبارت درج تھی۔ مولانا نیازی کو بھی یہ حلف نامہ پیش کیا گیا۔ اس کے الفاظ یہ تھے!

مورخہ 7۔ اپریل 1946ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ۔ وَاعتصِموبَحِبلِ اللّٰه جَمِيعاً وَّلَا تَفَرَّقُو

(پارہ 4 سورہ آل عمران:103)

(اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو)

حلف نامہ

(جس پر سب سے پہلے قائداعظمؒ نے دستخط کیئے)

قُل اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَ مَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین O لَاشَرِیکَ لَہٗ O وَبِذٰلِکَ اُمِرتُ وَاَنَا اَوَّلُ المُسلِمِین O	''اے میرے محبوبؐ! آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔''
(پارہ:8 سورہ الانعام:162،163)	

میں .... رکن مسلم لیگ اسمبلی پارٹی صوبائی لیجسلیٹو اسمبلی کونسل ......صوبہ ...... اپنے اس پختہ عقیدے کا اعلان کرتا ہوں کہ ''برِ کوچک ہند'' میں بسنے والی مسلم قوم کی نجات، اُس کی سلامتی، اُس کا تحفظ اور اُس کا مستقبل، حصولِ پاکستان میں مضمر ہے اور پاکستان ہی اس وسیع تر ''برِ کوچک'' کے پیچیدہ دستوری مسائل کا باوقار اور معقول حل ہے اور اسی کے ذریعے یہاں بسنے والی تمام قوموں اور فرقوں کو امن، آزادی اور خوشحالی نصیب ہو سکتی ہے۔

میں بصمیمِ قلب اقرار کرتا ہوں کہ اس مقصدِ عظیم یعنی پاکستان کو حاصل کرنے کیلئے ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کی طرف سے جو تحریک بھی رُوبہ عمل لائی جائے گی اور اس سلسلہ میں جو ہدایات اور احکامات جاری کئے جائیں گے، میں بلاپس و پیش اس امر کا کامل یقین رکھتے ہوئے کہ میرا مقصد و مدعا حق و انصاف پر مبنی ہے، عہد کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو خطرات اور آزمائشیں پیش آئیں گی اور جن قربانیوں کا مطالبہ ہوگا، اُنہیں برداشت کروں گا۔

رَبَّنَا اَفرِغ عَلَینَا صَبرًا وَّ ثَبِّت اَقدَامَنَا وَانصُرنَا عَلَی القَومِ الکَافِرِین ط

''اے ہمارے رب! ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتح یاب کر۔'' (پارہ 3 البقرہ:250)

دستخط

مورخہ.........

مولانا نیازی یہ فارم پُر کر کے سیدھے قائداعظمؒ کے پاس چلے گئے اور دریافت کیا، ''کیا آپ نے بھی یہ فارم پُر کیا ہے؟'' قائداعظمؒ نے جواب دیا کہ!

''میں کسی ایسے کام کیلئے اپنے ارکان سے مطالبہ نہیں کرتا جس پر خود عمل نہ کرلوں۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے اس فارم پر دستخط کئے ہیں۔''

یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ کچھ آیت کریمہ کا تاثر، پھر ماحول کی کیفیت اور آخر میں دُعا نے ایک وجد آفرین سماں باندھ دیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کی دُعاؤں کو ضرور شرفِ قبولیت بخشے گا۔ اس اجتماع کی تعداد ساڑھے چھ سو سے زیادہ تھی۔

1946ء میں ''کیبنٹ مشن پلان'' کے تحت ہندوستان کیلئے ایک گروپنگ سکیم سامنے آئی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ ہندوستان میں تین گروپ بنائے جائیں گے۔

اے گروپ: اس میں ہندو اکثریت والے صوبے شامل ہوں گے۔

بی گروپ: اس میں مُسلم اکثریت والے صوبے شامل ہوں گے۔ (اس میں وہ علاقے تھے جو بعد میں مغربی پاکستان میں شامل ہوئے)۔

سی گروپ: اس میں آسام اور بنگال وغیرہ کو شامل کیا جانا تھا۔

سکیم یہ تھی کہ ان تینوں گروپوں کی الگ الگ حکومتیں قائم کی جائیں اور ان تینوں کو ملا کر ایک ''یونین گورنمنٹ'' بنائی جائے گی۔ خارجہ، فنانس اور دفاع و مواصلات کے سوا باقی تمام تر اختیارات ان گروپوں کو دیئے جائیں گے۔ سکیم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہ گروپ دس سال تک برقرار رہیں گے۔ دس سال تک کوئی صوبہ اس یونین سے الگ نہیں ہوسکتا۔ ''یونین گورنمنٹ'' میں کانگرس اور مسلم لیگ کے علاوہ اقلیتوں کی بھی نمائندگی ہوگی۔ پروگرام یہ تھا کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق خاص طور پر مسلمانوں سے ہو یا انہیں متاثر کررہا ہو وہ مسلم اکثریت طے کرے گی۔ اسی طرح ہندوؤں سے متعلق مسئلے کو یونین میں ہندو اکثریت طے کرے گی۔ اس کو ہندوؤں نے سمجھا کہ یہ ایک لحاظ سے ویٹو ہے۔ اس سکیم کے ساتھ انگریزوں نے شرط رکھی کہ جو فریق اس سکیم کو قبول کریگا، حکومت اُسے منتقل کردی جائے گی۔ اس پر غور کیلئے امپیریل ہوٹل دہلی میں 9 جون 1946ء کو قائداعظمؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس طلب کرلیا۔

مولانا نیازی دیر سے دہلی پہنچے تھے لہٰذا سیدھے جلسہ گاہ میں چلے گئے اور ایک چٹ کے ذریعے حضرت قائداعظمؒ (جو صدر جلسہ تھے) سے تقریر کرنے کی اجازت طلب کی۔ اُنہوں نے فوراً بلا لیا۔ آپ نے سکیم کی پُرزور مخالفت کی اور کہا!

''اگر کیبنٹ مشن پلان منظور کرلیا جائے اور تین گروپوں کی تجویز کو قبول کرلیا جائے، تو پاکستان کے قیام کا مطالبہ دس سال کیلئے ملتوی ہو جائے گا۔ دوسرے اگر اس گروپنگ کو مان لیا جائے تو جداگانہ قومیت کا تصور جو ہم لے کر اُٹھے ہیں، دس سال کے اندر اسے بری طرح نقصان پہنچے

گا۔ تیسرے پنجاب، سندھ، سرحد اور بنگال میں کسی جگہ بھی ہماری مضبوط وزارت نہیں بن سکے گی، کیونکہ مسلمان ان علاقوں میں زیادہ سے زیادہ 68 فیصد بنتے ہیں۔ پنجاب میں ہم 56 فیصد ہیں اور سندھ میں اس سے ذرا زیادہ ہیں۔ جب ہم اس گروپنگ میں آئیں گے تو ''بی'' اور ''سی'' گروپوں میں بھی ہماری حکومت کے قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو ہندو واضح اکثریت رکھتے ہیں۔ پھر یہ کہ دفاع، مواصلات اور خزانہ کے امور یونین گورنمنٹ کے پاس رہیں گے۔ اس طرح وہ ہم پر حاوی ہو جائیں گے جس سے آہستہ آہستہ پاکستان کا تصوّر غارت ہو جائے گا۔''

ستم ظریفی دیکھئے کہ ووٹنگ پر ساڑھے چھ سو کے ہاؤس میں بمشکل 19 آدمی مولانا نیازی کے ہمنوا بن سکے۔ مولانا نیازی کے بعد سیّد الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ نے تقریر کی اور اُنہوں نے بھی اس سکیم کی مخالفت کی مگر ہاؤس کو وہ بھی قائل نہ کر سکے۔ سکیم کے خلاف بدستور وہی اُنیس اراکین رہے۔ چنانچہ یہ سکیم مسلم لیگ کی جانب سے بھاری اکثریت سے منظور کر لی گئی۔

یہ سکیم صرف اس لئے قبول کر لی گئی تھی کہ اکثریت کے خیال میں ''بی'' اور ''سی'' گروپ عملاً پاکستان بن گئے تھے اور دس سال کے اندر مسلمان اس پاکستان کو قبول کر سکتے تھے۔ چنانچہ اُن کے دلائل کے حق میں فضا سازگار ہوئی اور کیبنٹ مشن پلان قبول کر لیا گیا۔

اجلاس کے بعد کچھ لوگ قائداعظمؒ سے ملے اور استفسار کیا کہ کیا آپ کے پاس مولانا نیازی کی ان دلیلوں کا کوئی جواب ہے جو اُنہوں نے مخالفت میں دی ہیں؟ قائداعظمؒ نے فرمایا ''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہر بات میں ہی مسترد کر دوں؟ کانگرس خود اسے مسترد کر دے گی۔''

چنانچہ واقعی کانگرس نے اس پلان کو مسترد کر دیا اور اس طرح حضرت قائداعظمؒ کی بصیرت کی دھاک بیٹھ گئی۔ انگریزوں نے اس سکیم کو پیش کرتے ہوئے شرط رکھی تھی کہ جو فریق (کانگرس اور مسلم لیگ میں سے) اسے تسلیم کرے گا اسے اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ عبوری حکومت بھی وہی فریق بنائے گا۔ مگر جب مسلم لیگ نے اس سکیم کو مان لیا تو کانگرس نے سکیم کے دوسرے حصے یعنی یونین میں اختیارات کی تقسیم اس طرح ہو گی کہ مسلمانوں کی اکثریت اُن سے خصوصی تعلق کے معاملات میں فیصلہ کن حیثیت رکھے گی، کو ایک طرح کا ویٹو قرار دیا اور اسے مسترد کر دیا اور انگریز باوجود پیشکش کے بدعہدی پر اُتر آیا اور قائداعظمؒ سے کہنا شروع کر دیا کہ آپ نہرو سے ملیں۔ اس پر قائداعظمؒ نے کہا کہ ہم نہرو سے کیوں ملیں؟ نہرو کون ہے؟

تم اپنا وعدہ پورا کرو، تم لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ چنانچہ قائداعظمؒ نے ساری سکیم مسترد کرتے ہوئے 29 جولائی 1946ء کو ''راست اقدام'' (Direct Action) کا فیصلہ کیا اور قومی خدام سے فعال جدوجہد کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ 16 اگست 1946ء کو راست اقدام بڑے جوش و خروش سے منایا گیا۔

مولانا نیازی نے اس فیصلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسلامیہ کالج لاہور میں بحیثیت صدر شعبہ اسلامیات اپنی مصروفیات کو خیر باد کہہ دیا اور ہمہ تن ''راست اقدام'' کی سرگرمیوں کیلئے وقف ہو گئے۔ پروگرام تیار کیا اور فضا سازگار کی۔ 1946ء اسی کشمکش میں گزرا۔ اسی زمانے میں پنجاب میں ''سول نافرمانی کی تحریک'' چل رہی تھی جس سے پریشان ہو کر خضر حکومت نے جنوری 1947ء میں ''مسلم لیگ نیشنل گارڈز'' پر پابندی لگا دی اور پبلک سیفٹی ایکٹ نافذ کر دیا گیا اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے دفتر (واقع رائل پارک لاہور) کی تلاشی لی گئی۔

24، 25 جون 1947ء کی درمیانی رات جب پولیس مسلم لیگ کے دفتر رائل پارک میکلوڈ روڈ کی تلاشی کیلئے آئی تو مولانا نیازی ایم ایل اے ہونے کی حیثیت سے اس وقت ''پیپلز ہاؤس'' میں قیام پذیر تھے۔ جب پولیس نے تلاشی کی غرض سے دفتر پر چھاپہ مارا تو میاں افتخار الدین (1962-1907ء) دفتر کے آگے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں تلاشی نہیں لینے دوں گا۔ انہیں پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اسی طرح نواب افتخار حسین ممدوٹ (1969-1906ء)، بیگم شاہنواز (1979-1896ء)، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (1995-1916ء) اور سردار شوکت حیات خاں (1998-1912ء) نے مزاحمت کی اور ان سب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

ان گرفتاریوں پر 25 جنوری 1947ء کو لاہور میں ''تحریک سول نافرمانی'' شروع ہو گئی۔ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کا اجلاس ہوا۔ مولانا نیازی نے اس سے خطاب کیا۔ شیخ صادق حسن امرتسری ایم ایل اے (1959-1887ء) نائب صدر پنجاب مسلم لیگ نے تجویز پیش کی کہ ہر روز پانچ ایم ایل اے دفعہ 144 اور سیفٹی ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گرفتاری پیش کریں۔ کل 85 ایم ایل اے ہیں، لہٰذا 17 دن اس طرح کام چل سکتا ہے۔ مولانا نیازی نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور کہا کہ ''روزانہ پانچ گرفتاریاں دینے سے بھی کبھی تحریکیں چلی ہیں؟ یہ تو پچاس ہزار کا جلوس ہو تب تحریک چلے گی ورنہ سب کے سب پکڑے جائیں گے اور جماعت کا خاتمہ ہو جائے گا۔''

شیخ صادق حسن (1959-1887ء) نے بحیثیت قائم مقام صوبائی صدر روڈ کٹیٹر تحریک کی قیادت کی اور گرفتار ہوئے۔ اُن کی جگہ میاں عبدالباری (1968-1895ء) نے قیادت سنبھالی اور برکت علی اسلامیہ

ہال لاہور میں جلسہ کیا جہاں پولیس نے اشک آور گیس پھینک کر لوگوں کو منتشر کر دیا۔ میاں عبدالباری نے مولانا نیازی سے کہا کہ آج رات میں تو گرفتار ہو جاؤں گا۔ میرے بعد تم پارٹی ڈکٹیٹر (احکام جاری کرنے والا) ہو گے۔ انہوں نے باقاعدہ تحریری طور پر مولانا نیازی کی نامزدگی کی۔ ڈکٹیٹر خود بخود صدر کے فرائض بھی ادا کرتا تھا۔ اس طرح میاں عبدالباری کے بعد مولانا نیازی نے کام سنبھالا اور آرگنائز کیا۔ پنجاب مسلم لیگ کے پاس اُس وقت کل سات سو روپیہ تھا۔ مولانا نیازی نے وہ بینک سے نکلوالیا۔ کالج کے طلباء کو بُلا کر انہیں اپنے ساتھ شامل کرلیا اور سارے صوبے میں اُن سے کام لینے کا پروگرام مرتب کیا۔

مولانا نیازی سے پہلے سول نافرمانی کا طریق کار یہ تھا کہ ڈکیٹر پانچ ممبران اسمبلی کو لے کر سڑک پر آتا تھا اور سیفٹی ایکٹ کے خلاف نعرے لگا کر اپنے آپ کو بمعہ رفقاء گرفتاری کیلئے پیش کر دیتا تھا۔ مولانا نیازی سے اس طریقِ کار کو بدل دیا۔ انہوں نے طلباء کو سمجھایا کہ!

> ''آپ نے تحریک چلانی ہے، جلوس نکالنے ہیں، گرفتاریاں پیش کرنی ہیں۔ لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے جائیں، سلوگن منفی نہیں مثبت ہونے چاہئیں۔ اسطرح آپ نے گورنمنٹ کے دفاتر کا کام معطل کرنا ہے۔ ڈپٹی کمشنر ہو یا سیکرٹری، کسی بھی سرکاری دفتر میں کام نہیں ہونا چاہیئے، ایڈمنسٹریشن کو جام کر کے رکھ دو۔''

مقصد یہ تھا کہ جب تک حکومت کے کاروبار کو معطل نہ کر دیا جائے اور ساری قوم پُرامن طریق پر جلوس کی شکل میں مظاہرہ نہ کرے، ہماری تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی۔

متحدہ پنجاب کے 29 اضلاع تھے۔ مولانا نیازی نے اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء (جو اُن کے شاگرد تھے) کو ہدایات دے کر تمام ضلعی مراکز میں بھیجا کہ ہر ضلع میں جلسے کئے جائیں، جلوس نکالے جائیں۔ سیفٹی ایکٹ کے خلاف قراردادیں پاس کی جائیں اور خضر وزارت کی برطرفی کا مطالبہ کیا جائے۔ اس طرح یہ تحریک سارے پنجاب میں بیک وقت پھیل گئی اور پورے صوبے میں حکومت کا کاروبار روک دیا گیا۔ مولانا کی گرفتاری کسی وقت بھی عمل میں آسکتی تھی چنانچہ اُنہوں نے اپنے بعد مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (1917-1968ء) ممبر پراونشل مسلم لیگ کونسل وسیکرٹری مشائخ کمیٹی کو اپنی جگہ ڈکٹیٹر پریذیڈنٹ نامزد کر دیا۔

مولانا نیازی پیپلز ہاؤس کے اے بلاک کے کمرہ نمبر 8 میں مقیم تھے۔ 28 جنوری 1947ء کو رات کو 2 بجے اُن کے کمرے کے دروازہ پر دستک ہوئی تو انہوں نے جواب دیا ''میں جاگ گیا ہوں تم جاؤ!'' کیونکہ اُن کا خادم اُن کو تہجد کی نماز کیلئے جگایا کرتا تھا۔ پھر دستک ہوئی تو مولانا نے کہا'' جاؤ، بے وقوف! کہہ

تو دیا میں جاگ گیا ہوں۔'' تیسری بات پھر دستک ہوئی تو مولانا نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا تو باہر ایک ایڈیشنل ایس پی بھاری پولیس فورس ہمراہ لئے کھڑا تھا۔ مولانا کو دیکھتے ہی بولا ''معاف کیجئے، آپ کی گرفتاری کا ناخوشگوار فریضہ مجھے انجام دینا ہے۔''

مولانا نے کہا ٹھیک ہے، میں اپنا بستر وغیرہ باندھ لوں۔ اس پر اُس نے کہا ''بستر میں آپ کا باندھتا ہوں۔'' وہ بستر باندھنے لگ گیا اور مولانا کتابیں وغیرہ سمیٹنے میں لگ گئے۔ مولانا نے اپنے خادم کو بلایا اور اُسے ضروری ہدایات دیں۔ اس طرح رات اڑھائی بجے مولانا کو گرفتار کر کے پولیس گاڑی میں بٹھا کر تھانہ سول لائن لے گئے۔ یاد رہے کہ گرفتاری سے قبل پولیس نے ٹیلی فون تار کاٹ دیئے تھے۔

مولانا بستر بچھانے کا ارادہ کر رہی رہے تھے کہ پولیس والے نے کہا کہ یہاں بستر مت بچھائیں، ہم آپ لوگوں کو یہاں سے منتقل کرنے والے ہیں۔ مولانا اپنا سامان لے کر سول لائن تھانے سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جس پولیس ویگن میں اُنہیں بٹھایا جا رہا ہے اُس میں ملک فیروز خاں نون (1893-1970ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ (1906-1969ء)، ڈاکٹر عمر حیات ملک (1892-1982ء) پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور اور ڈاکٹر عبدالوحید آف فیروز سنز (1909-1984ء) وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پولیس سب کو فیروز پور جیل میں لے گئی۔ وہاں سب کو جیل کی انیکسی میں رکھا۔ سب لوگ نظر بند تھے اس لئے سب کو جیل میں اے کلاس مل گئی۔ نواب افتخار حسین ممدوٹ کی چونکہ وہاں ''جلال آباد ممدوٹ'' ریاست تھی لہٰذا کھانا وغیرہ باہر ہی سے آتا تھا۔ جیل کے اندر درسِ قرآن و دوسری بحث و مباحثہ کی سرگرمیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ بعد میں علامہ علاؤالدین صدیقی (1907-1977ء) اور ملک لال خاں (1889-1976ء) بھی وہاں لائے گئے۔ تحریک ایک ماہ تک جاری رہی اور مولانا نیازی اور اُن کے ساتھی فیروز پور جیل میں نظر بند رہے۔ 28 فروری کو مولانا اور دوسرے لیڈروں کی رہائی ہوئی۔ یکم مارچ 1947ء کو گورنمنٹ نے نیشنل گارڈ سے پابندی واپس لے لی۔ 3 مارچ کو خضر وزارت مستعفی ہوگئی۔ پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات کا آغاز ہوگیا۔

یہ حالات تھے جب مولانا نیازی نے 20 مارچ 1947ء کو قائداعظمؒ کے نام ایک مفصل مکتوب ارسال کیا جس میں آل انڈیا مسلم لیگ لیجسلیو کونشن کے موقع پر پیش کردہ ''پاکستان جنرل سٹاف'' کی تجاویز کی روشنی میں انقلابی پروگرام مرتب کرنے کی درخواست کی۔ سنگین خطرات ظاہر کر کے انہیں متوجہ کیا کہ پنجاب کی موجودہ قیادت کی بے عملی اور کوتاہ اندیشی سے مہلک ترین نتائج سامنے آرہے

ہیں۔ آپ فوری توجہ مبذول فرمائیں۔ 30 مارچ 1947ء کو ''صوبہ مسلم لیگ کونسل'' کے اجلاس میں مولانا نے اپنی ان تجاویز کو دہرایا مگر اُس وقت صوبائی قیادت کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پس جو کچھ ہوا، اس کے ذکر سے روح لرز جاتی ہے اور دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ حضرت قائداعظمؒ کی صحت پر ان فسادات کا بہت اثر ہوا۔

خضر حیات ٹوانہ کے استعفیٰ کے بعد آئین کی دفعہ 93 کے تحت پنجاب میں گورنر راج نافذ ہو گیا۔ 3 جون 1947ء کو قیامِ پاکستان کا حتمی فیصلہ ہو گیا۔ بالآخر 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ اُس روز رمضان المبارک کی 27 تاریخ تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا نیازی کی خدماتِ جلیلہ کی تفصیلات جاننے کیلئے راقم الحروف محمد صادق قصوری کی کتاب ''مجاہد ملت'' (سوانح وخدمات مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی) مطبوعہ لاہور 2002ء کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ویسے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد تحریکِ نفاذِ شریعت، تحریکِ ختم نبوت، تحریک بحالیِ جمہوریت، تحریکِ نفاذِ نظامِ مصطفیٰؐ میں مولانا نیازی نے جو خدمات انجام دی ہیں اور جس طرح قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ گورنر جنرل غلام محمد (1956-1895ء)، صدر سکندر مرزا (1969-1899ء)، صدر ایوب خاں (1974-1907ء)، وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو (1979-1928ء)، ڈکٹیٹر جنرل محمد ضیاء الحق (1988-1924ء)، وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے دور میں ڈنکے کی چوٹ کلمۂ حق بلند کیا۔ دار و رسن تک بھی پہنچے مگر دنیا کی کوئی طاقت اُنہیں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے باز نہ رکھ سکی۔ اُن کی زندگی ایک مردِ مومن کی زندگی تھی بلکہ قرونِ اولیٰ کی یاد دلاتی ہے!

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان

مولانا نیازی کی وفاتِ حسرت آیات 7 صفر المظفر 1422ھ بمطابق 2 مئی 2001ء بروز بدھ بعد نماز فجر پانچ بج کر بیس منٹ پر حرکت قلب بند ہو جانے سے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میانوالی میں ہوئی۔ چھ بجے شام ہاکی اسٹیڈیم میانوالی میں حضرت پیر محمد صدیق سجادہ نشین بھور شریف ضلع میانوالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ میانوالی کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔ نماز جنازہ میں ملک بھر سے مذہبی، سیاسی اور سماجی رہنماؤں کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

آپ کی وصیت کے مطابق مجاہد ملت کمپلیکس روکھڑی موڑ میانوالی میں آپ کی بنا کردہ ''مجاہد ملت مسجد'' کی بائیں جانب آخری آرام گاہ بنائی گئی، جہاں انوار وتجلیات کی بارش ہو رہی ہے اور اکناف و اطراف سے عقیدت مند حاضر ہو کر فیوض و برکات کی دولت لُوٹ لُوٹ کر لے جا رہے ہیں۔

مولانا نیازی کی رحلت پر ملک بھر کے اخبارات نے اُن کی مذہبی، ملّی، سیاسی، سماجی اور رُوحانی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے، چند ایک درج ذیل ہیں۔

1- حضرت مرزا احمد صابر، صابر براریؒ (ف 2006ء)...... کراچی

''آہ رہنمائے دیں مولانا عبدالستار خاں نیازی''

......2001ء......

ہوئے آج رُخصت وہ بزمِ جہاں سے — تھے جو نامور عالمِ اہلِ سُنّت

گھٹا غم کی چاروں طرف چھا گئی ہے — ہے ہر اک کے رُخ سے عیاں دردِ فرقت

تھے وہ دین و ملّت کے اعلیٰ مُجاہد — رقم ہو گئی تاریخ میں اُن کی خدمت

مقرر بھی بے شک وہ شعلہ بیاں تھے — تھی اہلِ جہاں میں بڑی اُن کی عزت

جمعیت کے تھے آپ صدرِ حقیقی — تھے حامی تحریکِ ختمِ نبوّت

ہو یارب عطا اُن کو فردوسِ اعلیٰ — سدا اُن کی تربت پر ہو ابرِ رحمت

کہو اُن کی تاریخِ رحلت یہ صابر

''جنابِ نیازی سخن فہمِ جنت''

1422ھ

2- حضرت شمیم صبائی متھراوی......اسلام آباد

ستار نیازی بھی رُخصت ہوئے دُنیا سے — اس واسطے شیون کی کثرت ہے بتا دینا

تاریخ جُدائی کی جب چاہو شمیم اُن کی — ''ستار نیازی کی رحلت ہے''، بتا دینا

1422ھ

3- حضرت مختار اجمیری...... کراچی

''آہ صفر مولانا عبدالستار خاں نیازی''

2001ء

خبر آئی میانوالی سے سُنیئے وہ مولانا نیازی چل بسے ہیں
نظامِ مصطفےٰؐ ، ختمِ نبوت کی تحریکوں میں جو ہر دَم ہجے ہیں
رہے مختار آنکھوں میں جو ہر دم وہ اب فردوس میں جا کر بسے ہیں
'' سخن اکمل تھے مولانا نیازی '' اسی مصرع سے ہجری میں رچے ہیں

1422ھ

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، مطبوعہ گجرات 1976ء ص 122 تا 140
2- ''مجاہد ملّت'' جلد اول (سوانح و خدمات مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی) از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1996ء ص 17 تا 65
3- ''مجاہد ملت اور قائد اعظمؒ'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ بُرج کلاں (قصور) 1994ء متعدد صفحات
4- ''مکاتیبِ مجاہد ملّت'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1995ء متعدد صفحات
5- ''نگارشاتِ مجاہد ملّت'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1997ء متعدد صفحات
6- ''خطباتِ مجاہد ملّت'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1998ء متعدد صفحات
7- ''حکایتِ صادق'' از پروفیسر منظور الحق صدیقی، مطبوعہ لاہور 1990ء ص 38، 39
8- ''قائد اعظمؒ اور راولپنڈی'' از پروفیسر منظور الحق صدیقی، مطبوعہ اسلام آباد 1983ء ص 75
9- ''شجرۂ نسب حضرت آدم علیہ السلام تا حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم و نیازی پٹھان وقطب شاہی اعوان'' از حاجی خلاص خان، مطبوعہ میانوالی 1984ء ص 4 تا 11
10- ''حضرت امیر ملّت اور تحریکِ پاکستان'' از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1994ء ص 57
11- ''یارانِ مکتب'' جلد اوّل از بیدار ملک، مطبوعہ لاہور 1986ء ص 42، 82، 83، 84، 116، 120، 125، 216، 293، 300، 381، 422
12- ''میں مولانا عبدالستار خاں نیازی'' لاہور 1991ء متعدد صفحات
13- ''بے تیغ سپاہی'' نواب صدیق علی خاں، مطبوعہ کراچی 1971ء ص 205، 251
14- ''تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' از چوہدری حبیب احمد، مطبوعہ لاہور 1966ء متعدد صفحات
15- ''تاریخ نظریۂ پاکستان'' از پیام شاہجہان پوری، مطبوعہ لاہور 1970ء ص 401 تا 405

16- ''تعارف علمائے اہلسنت'' از مولانا محمد صدیق ہزاروی، مطبوعہ لاہور 1979ء ص 150 تا 178
17- ''تحریک ختمِ نبوّت'' از شورش کاشمیری، مطبوعہ لاہور 1976ء متعدد صفحات
18- ''چالیس چہرے'' از رفیق ڈوگر، مطبوعہ لاہور 1977ء ص 56 تا 58
19- ''دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' از سرفراز حسین مرزا، مطبوعہ لاہور 1978ء متعدد صفحات
20- ''دو نامور مجاہد'' از مولانا محمد صدیق ہزاروی، مطبوعہ لاہور 1978ء ص 37 تا 80
21- ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء'' از جسٹس محمد منیر مطبوعہ لاہور 1954ء متعدد صفحات
22- ''سیرتِ امیر ملّت'' از سیّد اختر حسین، مطبوعہ علی پور سیّداں (سیالکوٹ) 1975ء ص 581
23- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی، مطبوعہ لاہور 1984ء ص 56، 97، 106، 297، 415، 502
24- ''کل پاکستان سنّی کانفرنس'' از سید عالم، مطبوعہ کراچی 1979ء ص 205، 218، تا 226
25- ''قائداعظمؒ اور لائل پور'' از ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن، مطبوعہ لاہور 1977ء متعدد صفحات
26- ''قائداعظمؒ خطوط کے آئینے میں'' از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی 1986ء ص 324، 345
27- ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل، مطبوعہ سیالکوٹ 1987ء متعدد صفحات
28- ''بازگشت'' از پروفیسر محمد اجمل نیازی، مطبوعہ لاہور 1989ء متعدد صفحات
29- ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' از مولانا اللہ وسایا دیو بندی، مطبوعہ ملتان 1990ء ص 93، 94، 217، 377
30- ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' از مولانا اللہ وسایا دیو بندی، مطبوعہ ملتان 1990ء متعدد صفحات
31- ''تحریکِ پاکستان میں اسلامیہ کالج کا کردار'' از محمد حنیف شاہد، مطبوعہ ریاض (سعودیہ) 1992ء ص 29، 187
32- ''اشاریہ نوائے وقت'' از ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا، مطبوعہ لاہور 1987ء متعدد صفحات
33- ''جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مطبوعہ لاہور 1996ء متعدد صفحات
34- دیگر بہت سی کتب، رسائل، اخبارات وغیرہ
35- ''قائداعظمؒ، تحریکِ پاکستان اور صحافتی محاذ'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، مطبوعہ کوئٹہ 2001ء ص 95
36- ''مجاہدِ ملت، حیات وخدمات تعلیمات'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 2002ء ص 1 تا 824

حصہ دوئم

مشائخ عظام

مولانا جمال میاں فرنگی محلی

(1919ء-)

تحریکِ پاکستان کے نامور مجاہد مولانا محمد جمال الدین عبدالوہاب المعروف بہ جمال میاں ابن قیام الملّت والدین مولانا محمد عبدالباری (1877-1926ء) کی ولادت 12 ربیع الاوّل 1338ء ھ بمطابق 5 دسمبر 1919ء بروز جمعتہ المبارک بوقت فجر فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر تمام عزیز واقارب نے مسرت وشادمانی کے شادیانے بجائے کیونکہ اس سے قبل حضرت قیام الملّت والدّین کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ آپ کی پیدائش پر سب کا بے حد مسرور ہونا ایک لازمی امر تھا۔

مولانا جمال میاں نے اپنے خاندانی مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل سے حفظِ قران کے بعد تمام علومِ متداولہ پر مہارت تامہ حاصل کر کے ''مولانا'' کی سند حاصل کی۔ والدگرامی کے علاوہ اپنے پھوپھا حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (1869-1945ء) سے اجازتِ حدیث وسلاسل طریقت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (1888-1941ء) جیسے افاضل شامل ہیں۔

تحریکِ پاکستان میں علمائے فرنگی محل نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے وہ کسی بھی چشم بینا سے مخفی نہیں ہے۔ مولانا عبدالباری کی رحلت کے بعد مولانا قطب الدین عبدالوالی (1896-1954ء)، مولانا صبغتہ اللہ شہید (ف 1964ء) اور مولانا عنایت اللہ (1888-1941ء) نے اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آزادیٔ وطن کیلئے بھرپور جدوجہد کی اور انہی بزرگوں کے شانہ بشانہ مولانا جمال میاں نے بھی اوائل عمری میں ہی اپنے آپ کو لیلیٰ آزادی کے حصول کی خاطر وقف کر دیا۔

مولانا جمال میاں شروع سے ہی مسلم لیگ کے حامی تھے لیکن عملی طور پر 1937ء کے ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے سالانہ اجلاس لکھنؤ کے موقع پر اس جماعت میں شمولیت کی اور پھر 1943ء میں دہلی کے سالانہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئے اور تقسیم برصغیر تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ اپنی ذہنی اور دماغی صلاحیتوں کی بدولت اوّلین شباب سے ہی ہندوستان کی سیاست میں اپنی شیریں گفتاری اور قابلیت سے لیڈروں کی صف میں آ گئے تھے۔

1937ء میں صوبہ سرحد میں عوامی طور پر مسلم لیگ کی ابتدا ہوئی اور ایبٹ آباد میں ایک شاندار ''مسلم لیگ کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی جس میں ضیغم اسلام مولانا شوکت علی (1872-1938ء)،

مولانا عبدالحامد بدایونی (1970-1898ء)، چوہدری خلیق الزمان (1973-1889ء) اور مولانا جمال میاں نے شرکت کر کے اپنی شعلہ بار تقاریر سے عوام وخواص کو مسلم لیگ کا والا وشید ابنا دیا۔ اسی سال یو۔ پی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلے میں آپ نے مولانا شوکت علی اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کر کے مسلم لیگی اُمیدواروں کیلئے بھر پور جدوجہد کی جس کے نتیجے میں اس صوبے سے کانگرس کا جنازہ نکل گیا۔

7 تا 10 اکتوبر 1938ء کو کراچی میں قائداعظمؒ (1948-1876ء) کی زیر صدارت سندھ مسلم لیگ کی پہلی صوبائی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں نواب زادہ لیاقت علی خاں (1951-1895ء)، مولانا شوکت علی (1938-1872ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (1947-1885ء)، راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (1973-1914ء)، مولانا عبدالحامد بدایوی (1970-1898ء)، میر غلام بھیک نیرنگ (1952-1876ء)، مولوی اے کے فضل الحق (1962-1873ء)، حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (1988-1886ء)، سید عبدالرؤف شاہ براری (1954-1878ء) ودیگر بہت سے رہنماؤں کے علاوہ مولانا جمال میاں نے بھی شرکت فرمائی۔ 9 اکتوبر کی رات کی نشست زیر صدارت قائداعظمؒ میں مولانا جمال میاں نے بڑے جذباتی اور پُر اثر انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا!

> ''...... مسلمان ایک شیر کی مثل ہے۔ شیر سوائے چھیڑ چھاڑ کے کسی پر حملہ نہیں کرتا۔ ہمیں اپنے کانگرسی دوستوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے سوئے ہوئے شیر کو گولی مار کر گہری نیند سے جگایا ہے اور اُس کے منتشر شیرازہ کو اکٹھے ہونے کا موقعہ دیا ہے۔''

آل انڈیا مسلم لیگ کو فروغ دینے، مسلمانوں کو منظم کرنے اور مسلم لیگیوں کو قائم کرنے کیلئے صوبائی لیڈروں نے اپنے اپنے صوبوں میں رات دن تگ ودو کی۔ شہری، ضلعی اور صوبائی سطحوں پر کانفرنسیں ہوئیں۔ کل ہند شہرت رکھنے والے اکابرین کو خاص خاص جلسوں میں کبھی مہمان خصوصی بنا کر مدعو کیا گیا اور کبھی کانفرنسوں کا صدر بنایا گیا۔ اس کے علاوہ ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے کئی وفود نے دورے کئے اور اُس کے تمام عہدیداروں نے بھاورش کی خاک چھانی۔ قائداعظمؒ باوجود اپنی اہم گونا گوں مصروفیات کے لوگوں سے ملنے اور اُن کو منظم کرنے کا کوئی بھی موقعہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

ان حالات میں مولانا جمال میاں نے بھی آرام وآسائش کو خیر باد کہہ کر اپنی تمام تر مساعی مسلم لیگ کیلئے وقف کر دیں۔ 10، 11 جون 1939ء کو ناگپور شہر (سی پی) میں دوروزہ ناگپور مسلم پولٹیکل کانفرنس

انقاد پذیر ہوئی تو مولانا جمال میاں نے لکھنؤ سے بہ نفس نفیس تشریف لاکر اس کانفرنس کو زینت بخشی۔ آپ کی تشریف آوری سے یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی اور بہت سے لوگ جو ساحل پر بیٹھے ہوئے تماشا دیکھا کرتے تھے، مسلم لیگ کی کشتی میں سوار ہو گئے جس سے غیر متوقع طور پر مسلم لیگ کو بڑی تقویت پہنچی کیونکہ مسلم لیگ کی تنظیم نو کا یہ ابتدائی دور تھا۔

22 دسمبر 1939ء کو ''یوم نجات'' کے سلسلے میں سب سے بڑا اجتماع بمبئی میں ہوا جس میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ جلسہ گاہ کے باہر جو بینر لگایا گیا تھا اس پر یہ نعرہ تحریر تھا، ''شکر ہے خدائے پاک ذات، مل گئی ظالم حکومت سے نجات''۔ اس تاریخی اجتماع میں قائداعظمؒ، آئی آئی چندریگر اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد کے ساتھ مولانا جمال میاں نے بھی شرکت کر کے اپنی شعلہ نوائی سے حاضرین وسامعین کے دلوں کو گرمایا۔

مارچ 1940ء میں قرارداد لاہور والے اجلاس میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی و دیگر ساتھیوں کے ساتھ شرکت کی اور پھر مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے تن من دھن کی بازی لگادی۔

قراردادِ پاکستان کی تفہیم ونشرواشاعت کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ نے پورے ہندوستان میں بڑے بڑے جلسے کر کے اور جلوس نکال کر ''یوم پاکستان'' منانے کا حکم دیا تو کانگرس اور ہندوؤں نے اپنی عادت کے مطابق اس میں بہت کیڑے نکالے۔ ہندومہاسبھا نے جو کچھ کہا اور کیا، وہ سمجھنے کی بات تھی کیونکہ انہوں نے لگی لپٹی کے بغیر ہمیشہ کھل کر مخالفت کی تھی۔ لیکن شری راج گوپال اچاریہ (1972-1879ء) جیسے ایک معمر، مدبر، معاملہ فہم کانگرسی کی حرکت بڑی ناشائستہ اور نازیبا بھی تھی۔ اُس نے اپنی باطنی مخاصمت کو یہ کہہ کر طشت ازبام کیا کہ ''تقسیم ہند کا مطالبہ ایسا ہی ہے جیسا ''گئو ماتا'' کے دو ٹکڑے کئے جائیں۔'' یہ بڑی اشتعال انگیز دلیل تھی جس نے ہندوؤں کے مذہبی عقیدہ کو مجروح کر کے مشتعل کیا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ کانگرسی ذہنیت بخوبی اُجاگر ہوئی اور اس کی مزید تصدیق ہوگئی کہ وہ حق تلفی کے معاملہ میں کتنے پانی میں ہے۔ قائداعظمؒ نے مزید نشرواشاعت کے لئے بمبئی سے ایک وفد کا اعلان کیا جس کے رکن راجہ صاحب محمود آباد (1973-1914ء)، راجہ صاحب پیر پور سیّد محمد مہدی (19-1896ء)، سر کریم بھائی ابراہیم، مرزا ابوالحسن اصفہانی (1981-1902ء) نواب صدیق علی خاں (1974-1899ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی تھے۔ سب سے پہلے اس وفد نے صوبہ بہار کا وسیع دورہ کیا اور گھر گھر پاکستان کی افادیت وضرورت کا ڈھنڈورا پیٹا۔ اس دورے میں مولانا جمال میاں کی شعلہ بیانیوں نے جادو کا کام کیا۔

مولانا جمال میاں، ہندوستان کے نوجوان خطیبوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ نفاست زبان، روانی

بیان اور طنزِ ملیح اُن کی خطابت کے خاص اوصاف تھے۔ تحریک پاکستان کو برقانے میں مولانا کی تقریروں کا ناقابلِ فراموش حصہ رہا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اُن کی شعلہ بار تقریروں نے مسلم لیگ کو بہت تقویت بخشی۔ 1941ء میں لکھنؤ میں ''پاکستان کانفرنس'' منعقد ہوئی تو مولانا نے دن رات کام کر کے اس کو کامیاب و کامران بنایا جس سے تحریکِ پاکستان کی گاڑی تیز تر ہوگئی۔

17 تا 19 نومبر 1942ء کو پنجاب مسلم لیگ کے سہ روزہ اجلاس منعقدہ اجلاس لائل پور (حال فیصل آباد) میں مولانا جمال میاں نے بھی حضرت قائداعظمؒ کے ساتھ شرکت کی۔ جس ٹرین میں قائداعظمؒ سفر کر رہے تھے اس کے انجن کے ساتھ دو سبز پرچم لہرا رہے تھے اور دو سبز پرچم آخری بوگی پر لہرا رہے تھے جس میں قائداعظمؒ سوار تھے۔ باقی ٹرین میں مولانا جمال میاں کے ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی، خواجہ ناظم الدین، نواب افتخار حسین ممدوٹ اور دیگر حضرات سوار تھے۔

19 نومبر کو اس کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں خواجہ ناظم الدین کی صدارت میں ایک قرارداد ''پاکستان پر یقین'' اور ''بمبئی کی قراردادوں کی تصدیق'' کے طور پر ابوسعید انور نے پیش کی۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا جمال میاں و دیگر مقررین نے اس کی تصدیق کی۔

1942ء میں جھنگ میں ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کانفرنس کا انعقاد مہر غلام فرید کپلانہ (-1916) کی کوششوں سے ہوا۔ اس کانفرنس میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (1969-1906ء)، میاں عبدالباری (1968-1895ء)، ابوسعید انور (1984-1914ء)، مولانا عبدالستار خان نیازی (2001-1915ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے تشریف لاکر جھنگ کے لوگوں کو گرمایا۔ یہ کانفرنس بڑی کامیاب رہی اور جلد ہی ضلع بھر میں مسلم لیگ کا جال بچھ گیا۔

مولانا جمال میاں کی آتش نوائی، خلوص اور جذبۂ کار نے یوپی کے عوام کو پاکستان کا شیدائی بنا دیا تھا۔ پاکستان کی تحریک میں اُن کی شعلہ بار تقریریں بڑی مقبول ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں آپ نے ''وطنیت'' اور ''ہندو ذہنیت'' کے خلاف منظم جدوجہد کی اور ''مسلم قومیت'' پر زوردار مقالے لکھے۔ آپ کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی (1970-1898ء) اور مولانا آزاد سبحانی (1957-1882ء) نے بھی مسلم قومیت کو اُبھارنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ مولانا آزاد سبحانی نے ''خلافت ربانی'' کا تصور پیش کیا اور اس مقصد کیلئے پورے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا۔ مفتیٔ اعظم فلسطین سید امین الحسینی (1974-1897ء) سے ملے۔ ان سب کوششوں نے پاکستان کے نصب العین کو فکری اور ذہنی غذا فراہم کی۔

1944ء میں صوبہ سرحد میں ضمنی انتخابات کا مرحلہ آیا تو اس موقعہ پر بھی مولانا جمال میاں نے مولانا عبدالحامد بدایونی کے ساتھ سرحد کا دورہ کر کے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران کرایا اور کانگریس و سرخپوشوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

23 جولائی تا 4 اگست 1944ء کو لاہور میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام ایک تربیتی کنونشن کا انعقاد ہوا۔ اس کنونشن کے ناظم اعلیٰ پروفیسر چوہدری محمد صادق (1987-1914ء) تھے۔ پنجاب بھر سے کارکنوں نے شرکت کی جن میں سیّد قاسم رضوی (1975-1927ء)، ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (1985-1922ء)، خلیفہ امام الدین بقا جالندھری (1995-1895ء)، سیّد احمد سعید کرمانی، شیخ رفیق احمد، کرنل ڈاکٹر صبیح الدین طور اور خواجہ اشرف احمد (1995-1916ء) وغیرہ شامل تھے۔ اس کیمپ میں نظم و ضبط اور تربیت کا انداز بالکل ایک فوجی کیمپ کی طرح تھا۔ باقاعدہ حاضری لگتی تھی، پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کی جاتی۔ صبح سویرے جسمانی ورزش کا پیریڈ ہوتا، ناشتہ کے بعد درس قرآن ہوتا۔ اس کے بعد دوپہر تک اسلامی تاریخ، مسلمانانِ ہند کی اقتصادی اور سماجی مشکلات اور ضروریات، نظامِ تعلیم اور سب سے بڑھ کر پاکستان کی اہمیت اور نظریہ پاکستان پر لیکچر دیئے جاتے جس کیلئے پروفیسر علم الدین سالک (1973-1900ء)، میں عبدالباری (1968-1895ء)، ڈاکٹر سید عبداللہ (1986-1904ء) اور دیگر دانشور تشریف لا کر مذاکروں اور مباحثوں میں شرکت کر کے کارکنوں کی رہنمائی اور تربیت میں حصہ لیتے۔ کیمپ میں ایک چھوٹی سی لائبریری کا بھی بندوبست تھا اور اخبارات و جرائد بھی مہیا کئے جاتے تھے۔ رات کو عشاء کے بعد حاضری لگا کر گیٹ بند کر دیئے جاتے تھے۔ اس کیمپ میں جن قائدین مسلم لیگ نے تشریف لا کر عزت بخشی اُن میں نوابزادہ لیاقت علی خان (1951-1895ء)، سید حسین امام (1985-1897ء)، نواب زادہ افتخار حسین ممدوٹ (1969-1906ء)، میاں ممتاز احمد خان دولتانہ (1995-1916ء)، نواب محمد حیات قریشی آف سرگودھا (1948-1874ء) کے علاوہ مولانا جمال میاں بھی شامل تھے۔

اپنی شعلہ بار تقریروں کے علاوہ مولانا جمال میاں نے میدانِ تحریر میں بھی بے مثال کارنامے سرانجام دیئے۔ اپنے اخبار روزنامہ ''ہمدم'' لکھنؤ کے ذریعے مسلم لیگ کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ چنانچہ جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی (1955-1878ء) رقمطراز ہیں:-

''لکھنؤ کے مشہور روزنامہ اخبار ''ہمدم'' کو جناب مولانا جمال الدین عبدالوہاب خلف الرشید حضرت مولانا عبدالباری صاحب ''صوت الایمان'' فرنگی محلی نے مسلم لیگ کا آرگن بنا دیا ہے

اور جب سے مولانا جمال میاں کی نگرانی میں آیا ہے، ''ہمدم'' میں اخباری جمال پیدا ہوگیا ہے اور لکھنؤ کی شاعری کا جمال بھی روزنامہ ''ہمدم'' کی پیشانی پر نظر آتا ہے کہ ہر سُرخی شاری کا ایک مصرعہ بن جاتی ہے۔

''ہمدم'' جالب صاحب دہلوی کی یادگار ہے۔ اُن کی وفات کے بعد نواب عبداللہ خان کسمنڈوی اس کو چلاتے رہے اور اب فرنگی محل کے ایک ہونہار نوجوان نے ایک چائے کی پیالی اس اخبار کو پلائی ہے۔

فرنگی محل کے علماء جس محلّے میں رہتے ہیں اُس کا نام کسی ناواقف کے سامنے لیا جاتا تو وہ کہتا کہ یہ مولوی، کانگرسی مولویوں کی طرح فرنگیوں کے مولوی ہوں گے کیونکہ فرنگیوں کے محل میں میں رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فرنگی محل کے مولویوں کے اجداد نے اُن سب عربی مدرسوں کا نصابِ تعلیم بنایا تھا جو ہندوستان میں پائے جاتے ہیں جن میں دیوبند کا مدرسہ بھی شامل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شاید اس نصابِ تعلیم کی یہ تاثیر ہے کہ دیوبندی تعلیم کے مولوی صاحبان کی اکثریت ہندوؤں میں جذب ہوگئی ہے تو میں عرض کروں گا کہ فرنگی محل کے علماء بے شک خلافت کے زمانے میں ہندوؤں کے ساتھ تھے لیکن بہت جلدی اُن کی ذہانت نے ہندو ذہنیت کو سمجھ لیا اور وہ مسلم لیگ کے ساتھ ہوگئے۔ دیوبندی علماء کی ذہانت زیادہ تیز اور روشن نہیں تھی وہ اب تک ہندو ذہنیت کا شکار ہیں۔

مولانا جمال میاں بہت کم عمر ہیں اور مسٹر جناح کی طرح بہت دُبلے پتلے ہیں اور میں اُن کو مولوی اس لئے نہیں مانتا کہ اُن کی جسمانیت مولویت کے منافی ہے لیکن اُن کی روحانیت یا عقلیت بھی اُن کے جسم کی طرح بہت نازک اندام ہے اور بہت شوخ ہے اور ذرا کچھ شریر بھی ہے۔ وہ لکھنؤ کے دریا میں رہتے ہیں اور کانگرسی حکومت کے مگر مچھ سے بیر رکھتے ہیں۔ میں مسلم لیگ کا ممبر نہیں ہوں لیکن مسلم لیگ کا ہمدم ضرور ہوں۔ اس واسطے مولانا جمال میاں کی قلم کاری کی یادگار اخبار ''ہمدم'' کا ویلکم "Well Come" کرتا ہوں۔''

(ہفت روزہ ''منادی'' دہلی بابت 16 تا 24 اکتوبر 1946ء ص 14)

جنوری 1946ء میں اسلامیہ کالج گراؤنڈ لاہور میں ایک شاندار ''علماء ومشائخ کانفرنس'' منعقد ہوئی جس میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدّث علی پوری (1951-1841ء)، صدر کانفرنس،

مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء)، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (1906-1981ء)، پیر محمد امین الحسنات آف مانکی شریف (1922-1960ء)، مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (1896-1949ء)، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (1915-2001ء) وغیرہم کے علاوہ مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے بھی شرکت کی اور اپنی ایمان افروز اور باطل سوز تقریر سے سامعین کو اک ولولۂ تازہ بخشا۔ کانفرنس بہت کامیاب رہی اور پاکستان کی منزل قریب تر ہوگئی۔

مولانا جمال میاں کی بے لوث اور سرفروشانہ خدماتِ جلیلہ کی بنا پر حضرت قائداعظمؒ اور دیگر اکابرین مسلم لیگ اُن پر جان چھڑکتے تھے۔ قائداعظمؒ نے آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا کونسلر نامزد کیا تھا اور 1946ء کے تاریخ ساز الیکشن میں صوبہ یو پی کے دیہی حلقہ ضلع بارہ بنکی سے مسلم لیگ کا ٹکٹ بھی دیا تھا۔ مولانا کے مقابلے پر کانگرسی اُمیدوار جمیل الرحمٰن قدوائی تھا۔ مولانا نے دس ہزار چھ ووٹ حاصل کئے جبکہ کانگرسی اُمیدوار کو 4390 ووٹ ملے۔ آپ کی اس کامیابی نے تحریک پاکستان کو بہت تقویت بخشی۔

لسان الامت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ (1905-1944ء) سے مولانا جمال میاں کے خصوصی تعلقات تھے۔ دونوں میں بہت سی دوسری چیزوں کے علاوہ مشترک چیز تحریک پاکستان بھی تھی۔ ذیل میں نواب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خط نقل کیا جارہا ہے جس سے دونوں بزرگوں کی آپس میں محبت وشفقت کا پتہ چلتا ہے۔

6۔ اردی بہشت 1352ف

(بمطابق 11 مارچ 1943ء)

مولانا جمال میاں صاحب

فرنگی محل۔ لکھنؤ

عزیزِ مکرم سلمکم اللہ!

گرامی نامہ 23 فروری پہنچا۔ لیکن میرے مسلسل دوروں اور کثیر مشاغل کی وجہ سے آج میری نظر سے گزرا۔ جواب میں تاخیر کیلئے متاسف ہوں۔ ''جلسۂ سیرت طیبہ'' میں شرکت ہی میرے لئے کیا کم سعادت ہے کہ آپ مجھ سے صدارت کی خواہش فرماتے ہیں۔ اگر ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے اجلاس دہلی کے عین بعد یہ جلسہ منعقد ہو تو میرے لئے باعثِ سہولت ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ دہلی میں اس کی تفصیلات پر گفتگو ہوگی۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔''

تقسیم برصغیر کے بعد آپ کی خواہش تھی کہ قائداعظمؒ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کی قیادت فرمائیں۔ چنانچہ دسمبر 1947ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا تو آپ نے بڑے جذباتی انداز میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اجلاس کی تھوڑی سی تفصیل درج کردی جائے تاکہ قارئین کرام اس تاریخی اجلاس کی اہمیت سے آگاہ ہوسکیں۔

ڈاکٹر صفدر محمود (زندہ۔1944ء) اپنی کتاب ''مسلم لیگ کا دورِ حکومت'' میں یوں رقمطراز ہیں:

''13 دسمبر 1947ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس آخری دفعہ پاکستان کی سر زمین پر منعقد ہوا۔ قائداعظمؒ خرابی صحت کے سبب صرف صبح والے اجلاس میں شریک ہوسکے۔ ورکنگ کمیٹی نے غور وخوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو دوحصوں میں تقسیم کردیا جائے اور اس ضمن میں ریزولیشن، کونسل کے سامنے پیش کیا جائے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس خالق دینا ہال کراچی میں ہوا۔ کونسل نے ایک قرارداد مرتب کی جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو علیحدہ اور جداگانہ تنظیموں میں تقسیم کردینے کی سفارش کی۔ ایک تنظیم پاکستان کیلئے اور دوسری بھارت کیلئے۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظمؒ کررہے تھے۔

اجلاس کا ماحول بڑا پُرمژدہ تھا۔ فضا پر اُداسی چھائی ہوئی تھی اور کونسلروں کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں عیاں تھیں۔ مسلمانانِ ہند وپاک کے وہ راہنما جنہوں نے متحد ہوکر نصف صدی تک انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جنگ لڑی تھی اور دُکھ سُکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔ آج حالات کے اس موڑ پر آن کھڑے تھے جہاں سے اُن کی راہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے الگ ہوجاتی تھیں۔ اُن کو اس امر کا بھی احساس تھا کہ مستقبل اُن کے درمیان حائل ہونے والی دیواروں کو اور بھی بلند کردے گا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا بھی نہ رہیں گے۔ حالانکہ قائداعظمؒ کی شخصیت قانون اور دستور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور جذبات کا مدّ وجزر اُن کو متاثر نہیں کرتا تھا لیکن اس اجلاس کی افسردہ فضا نے ان کے دل پر بھی اثر کیا۔ چنانچہ جب اُن کی تقریر میں ہندو مسلم فسادات اور قتل وغارت کا ذکر آیا تو اُن کا چہرہ سوگوار ہوگیا، شدتِ غم سے اُن کا دل پگھل گیا اور پھر مسلم لیگ کے کونسلروں نے دیکھا کہ وہ قائداعظمؒ جو سنجیدگی، صبر اور متانت کا نمونہ تھے، آج اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی، شاید خود اُنہیں بھی اندازہ نہ تھا کہ آزادی کی صبح اس قدر خون آلود ہوگی۔

اجلاس میں ایک کونسلر مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے تقریر کرتے ہوئے بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ جذبات کی رو میں بہہ کر قائداعظمؒ سے یہ کہا کہ!

''ہم ہندوستان میں بے یارومددگار رہ گئے ہیں، آپ وہاں آئیں اور ہماری قیادت فرمائیں۔''

قائداعظمؒ نے کہا کہ!

''مسلم لیگ کونسل'' نے مجھے گورنر جنرل بنایا ہے تاکہ میں ملک کو بحران سے نکال سکوں۔ لیکن اگر اب کونسل یہ فیصلہ کرے تو میں گورنر جنرل کے عہدے سے مستعفی ہوکر نتائج کی پروا کئے بغیر ہندوستان جانے کو تیار ہوں۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کب تک میری قیادت پر بھروسہ کئے بیٹھے رہیں گے۔ اگر میں مرجاؤں تو آپ کیا کریں گے۔''

مولانا جمال میاں 1957ء تک فرنگی محل لکھنؤ میں قیام پذیر رہے۔ پھر مشرقی پاکستان چلے گئے جہاں اُنکا کاروبار تھا۔ 1971ء کے بعد مشرقی پاکستان میں حالات خراب ہوئے تو کراچی تشریف لے آئے اور سیاست کو خیرباد کہہ کر خاموشی سے اپنے کاروبار میں مشغول ہوگئے اور دینِ متین کی خدمت میں مگن رہنے لگے۔

ماخذ:-

1- ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' ازمولانا عنایت اللہ فرنگی محلی، مطبوعہ لکھنؤ 1930ء ص 118
2- ''شاہراہ پاکستان'' از چوہدری خلیق الزمان، مطبوعہ کراچی 1967ء ص 56،618،845،907،970
3- ''بے تیغ سپاہی'' از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی 1971ء ص 215،260 تا 262
4- ''حیاتِ بہادر یار جنگ'' ازمولانا غلام محمد، مطبوعہ کراچی 1974ء ص 220
5- ''تاریخ ہزارہ'' از ڈاکٹر شیر بہادر پنی، مطبوعہ لاہور 1969ء ص 804
6- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مطبوعہ مورو (سندھ) 1984ء ص 132
7- ''جدوجہدِ آزادی میں سندھ کا کردار'' از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری، مطبوعہ لاہور 1992ء ص 217،220
8- ''تحریک پاکستان میں سندھی مسلمانوں کا کردار'' از ڈاکٹر اکرام الحق پرویز مطبوعہ سندھ یونیورسٹی جام شورو 1984ء ص 187،188
9- ''قائداعظمؒ اور لائل پور'' از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مطبوعہ لاہور 1977ء ص 126،202،210
10- ''کاروان گم گشتہ'' از سید رئیس احمد جعفری، مطبوعہ کراچی 1971ء ص 49
11- ''مکاتیب بہادر یار جنگ'' مطبوعہ بہادر یار جنگ اکیڈمی کراچی 1967ء ص 410

12- ''مسلم لیگ کا دورِ حکومت'' از ڈاکٹر صفدر محمود، مطبوعہ لاہور 1974ء ص 54 تا 56
13- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 380
14- حضرت امیر ملّت اور تحریک پاکستان'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1994ء ص 57
15- ''تحریک پاکستان میں خطۂ پوٹھوہار کا کردار'' از صفدر شاہد، مطبوعہ لاہور 1997ء ص 179
16- مجلّہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی ''پاکستان نمبر'' حصہ اوّل 1983ء ص 326
17- ''مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی'' از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 2002ء ص 84، 91
18- حسرت موہانی (حیات اور کارنامے) از ڈاکٹر احمد لاری، مطبوعہ لاہور 1999ء ص متعدد صفحات
19- ''سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار مولانا محمد علی'' از ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، مطبوعہ کراچی 1978ء ص 261
20- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی، مطبوعہ لاہور 1984ء ص 415
21- ''تحریک پاکستان'' از منصور احمد بٹ، مطبوعہ لاہور 1997ء ص 164
22- ''مولانا ظفر علی خاں'' از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مطبوعہ لاہور 1993ء ص 290
23- مجلّہ ''اوج'' گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور'' قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر'' 91-1990ء ص 426
24- ماہنامہ ''اُردو ڈائجسٹ'' لاہور بابت اگست 1966ء ص 30
25- ہفت روزہ ''منادی'' دہلی بابت 16 تا 24 اکتوبر 1946ء ص 14
26- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 22 اکتوبر 1982ء
27- روزنامہ ''جنگ'' لاہور بابت 23 مارچ 1983ء
28- روزنامہ ''امروز'' لاہور بابت 14 اگست 1976ء
29- مکتوب گرامی جناب مولانا جمال میاں صاحب بنام مؤلف از کراچی محررہ 24 جون 1977ء، 24 اگست 1978ء
30- ماہنامہ ''چراغِ راہ'' کراچی، ''نظریۂ پاکستان نمبر'' ص 232
31- ''تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ'' از ڈاکٹر معین الدین عقیل کراچی 1976ء ص 365، 368

شاہ محمد سلیمان پھلوارویؒ

(1859-1935ء)

شاہ محمد سلیمان پھلواروی بن شاہ محمد داؤ بن حکیم شاہ محمد محبوب عالم قادری کی ولادت 11 محرم الحرام 1276ھ بمطابق 10 اگست 1859ء بروز بدھ عظیم آباد (پٹنہ) کے نواحی قصبے پھلواری شریف میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت غوث الاعظمؒ (1077-1166ء) کے واسطے سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ شاہ محمد داؤد، فیض آباد میں شاہی طبیب تھے اور جنگِ آزادی کے نامور ہیرو مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی (1790-1858ء) کے خاص رفقاء میں سے تھے۔ جنگ آزادی کے بعد جب 15 جون 1858ء کو شاہ احمد اللہ مدراسی شہید کر دیئے گئے تو اکثر مجاہدین مثلاً ڈاکٹر وزیر خاں (ف 1873ء) اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی (1818-1891ء) وغیرہ ہجرت فرما کر حجاز چلے گئے۔ شاہ محمد داؤد بھی چھپ چھپا کر پھرتے پھراتے پھلواری پہنچے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

شاہ محمد سلیمان نے ابتدائی تعلیم اپنے ماموں شاہ نعمت مجیب سے حاصل کرنے کے بعد فرنگی محل لکھنؤ میں استاذ الہند مولانا عبدالحی (1848-1886ء)، سہارن پور جا کر مولانا احمد علی (1808-1880ء) سے ابن ماجہ، نسائی اور بخاری شریف پڑھی، بقیہ صحاح ستہ سید نذیر حسین محدث دہلوی (1805-1902ء) سے پڑھیں۔ 1304ھ/ 1887ء میں سفر حج کے موقعہ پر شیخ عباس بن ادریس، شیخ محمد صالح السودانی، سید عبداللہ نہاری اور سید امین رضوان کو بخاری شریف سنا کر اسناد لیں۔ بعدازاں شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی (1794-1895ء) سے بھی بخاری شریف کی سند لی۔ شاہ ابوالحسین مارہروی (1839-1906ء)، مولانا محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدراسی سے بھی مسلسلات کی سند لی، غرض تقریباً ساٹھ ستر شیوخ حدیث سے استفادہ کیا۔

طب میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی، حکیم محمد عبدالعزیز دریابادی اور حکیم مرزا مظہر حسین خاں بن حکیم مسیح الدولہ سے اکتساب کیا۔ دیگر علوم ادبیہ میں مولانا محمد مظہر نانوتوی، مفتی محمد عباس لکھنوی، مولانا جمیل احمد بلگرامی، میر حسین لکھنوی، میر فرزند احمد صغیر بلگرامی کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔ مؤالذکر دونوں حضرات کا سلسلۂ تلمذ ناصر علی سرہندی (ف 1697ء) سے ملتا ہے۔ علاوہ ازیں عربی قصائد و اشعار، درسیات حکیم عبدالحمید عظیم آبادی، مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی (ف 1909ء)، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (ف 1918ء) اور مولانا معین الدین ساکن کٹرا (یوپی) سے پڑھے۔ فراغت کی تاریخ خود نکالی۔ ''آج فارغ ہوا'' (1297ھ)

سولہ سال کی عمر میں 7 ربیع الثانی 1291ھ بمطابق 24 مئی 1874ء کو شاہ علی حبیب نصر پھلواروی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ پھر اپنے حقیقی ماموؤں شاہ صفت اللہ اور شاہ اشرف مجیب سے اجازت و خلافت پائی۔ علاوہ ازیں اپنی اہلیہ کے ماموں شاہ عبدالرحمٰن، رشتے میں نانا شاہ یحییٰ، شاہ وحید الحق سجادہ نشین آستانہ عالیہ منعمیہ ابوالعلائیہ پھلواری شریف، مولانا عبدالحی فرنگی محلی قادری رزاقی اور شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نقشبندی مجددی سے اجازت وخلافت پائی۔

سفرِ حج کے موقعہ پر مسلسل چار ماہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی (1817-1899ء) کی خدمت میں حاضر رہے اور مثنوی شریف کے درس میں برابر شریک رہے۔ افکار و اورادِ صابریہ کی تعلیم حاصل کی اور اجازت و خلافت پائی۔ بہت سے دیگر بزرگوں سے خلافت و اجازت حاصل کرنے کے بعد بغداد شریف حاضر ہوئے اور نقیب الاشراف سید عبدالرحمٰن سجادہ نشین آستانہ غوث پاک سے اپنے جدی سلسلہ قادریہ کی اجازت لی۔

آپ ایک بلند پایہ خطیب اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ آپ کا وعظ بہت دل پذیر اور اثر انگیز ہوتا تھا۔ پہلے حج سے واپسی پر سلسلۂ تقاریر شروع کیا اور جلد ہی ہر محفل کی جان بن گئے۔ آپ کی سحر بیانی ضرب المثل تھی۔ بات بات پر نشتر کی طرح چبھتا ہوا شعر، پھر مثنوی کا سوز و گداز اور ترنم کی وجد انگیزی الگ، لوگ سنتے اور سر دھنتے تھے، تڑپتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تھے تو اپنے ماضی و حال کا جائزہ لے کر اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے تھے۔ سامعین میں اہلِ حال بھی ہوتے تھے، اہلِ قال بھی۔ مشائخ بھی، علماء بھی، خواص بھی اور عوام بھی۔ لیکن روحانیت کی دولت سب سمیٹتے تھے اور ایک پائیدار کسک سب کے دل میں جاگزیں ہو جاتی تھی۔

آپ کی تقریر میں سوز، درد و گداز اور ترنم کے علاوہ بذلہ سنجی بھی انتہا درجے کی تھی۔ حاضرین کو جہاں رُلاتے وہاں ہنساتے بھی تھے۔ ایک دفعہ اتفاق سے ندوۃ العلماء کے اجلاس 1915ء میں چار سلیمان ایک ہی جگہ بیٹھے تھے مولانا مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا سید سلیمان ندوی اور خود شاہ محمد سلیمان پھلواروی۔ آپ تقریر کیلئے اُٹھے، فرمایا: بھئی آج کل کئی سلیمان پیدا ہو گئے ہیں۔

پریاں نئی نئی ہیں، سلیماں نئے نئے

مجمع ابھی مسکرایا ہی تھا کہ اُن کی آواز بلند ہوئی ”لیکن سلیمان ابن داؤد میں ہی ہوں۔“ (آپ کے والد کا نام داؤد تھا) اجلاس گلزار ہو گیا۔ اُن کی آواز اور بلند ہوئی۔ ”پہلے سلیمان فرد تھا (بمعنی شعر فرد اور بمعنی یکتا) اور اب ”رباعی“ ہے۔ یہاں چار چار سلیمان جمع ہیں۔“

آپ کی طبیعت میں نکتہ آفرینی، برجستگی، شگفتہ مزاجی اور مزاح کا عنصر نمایاں تھا۔ چنانچہ ایک جلسے سے

خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ!

''اسلام کے سب سے بڑے اور موذی دشمن عمرو بن ہشام کو آنحضرت ﷺ نے ابوجہل کا خطاب دیا یعنی جہالت کا باپ کہا، ابوالفکر نہیں کہا اور اسلام کے سب سے بڑے دوست علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے''

مسلمانو! اب تم کو اختیار ہے کہ یا تو جاہل رہو اور اپنا سلسلہ ابوجہل سے ملاؤ یا پڑھ لکھ کر صاحبِ علم ہو جاؤ اور اپنا رشتہ علی مرتضٰیؓ سے جوڑو!

آپ نے تحریک خلافت و دیگر سیاسی، مذہبی اور علمی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک خلافت و دیگر سیاسی، مذہبی اور علمی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریکِ خلافت کے زمانے میں ترکوں کی حمایت میں زبردست تقریریں کیں۔ 1922ء میں ''گیا'' کے مقام پر بی اماں (1924-1851ء) کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں آپ نے شعلہ بار تقریر کرتے ہوئے فرمایا!

''میں تو حسین شہید کربلا کی اولاد ہوں۔ اسلام اور اُمت کی راہ میں قربان ہو جانا تو ہمارے دادا کی عین سنت ہے، چاہے کوئی مسلمان اسلام کے اس نازک ترین موقع پر اپنے آپ کو پیش کرے یا نہ کرے، میں تو اپنی ساری ضعیفی، ساری کمزوری اور ساری ناتوانی کے باوجود خلافتِ ترکیہ اور اسلام کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔''

آپ نے وجودِ ملّی کی حفاظت و بقا، طلب حقوق اسلام کی سربلندی کیلئے ہر جدو جہد کا ساتھ دیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی تو دل و جان سے تائید وحمایت کر کے بھرپور تعاون کیا اور آل انڈیا کونسل کے رکن رہے۔ جمعیت العلماء سب سے پہلے صوبہ بہار میں آپ کی صدارت میں قائم ہوئی۔ بعدازاں جمعیت علماء ہند (1919ء) معرض وجود میں آئی تو اس کا ساتھ دیا۔ مگر جب 1929ء میں نہرو رپورٹ کے مسئلے پر جمعیت نے کانگرس کا ساتھ دیا تو ملی وجود کو خطرے میں دیکھ کر آپ بھی مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی، مولانا غلام بھیک نیرنگ، مولانا نذیر احمد جخندی، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی وغیرہم کے ساتھ جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہو گئے۔

کانپور میں ایک علماء کانفرنس رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی صدارت میں منعقد ہوئی اور ''جمعیت علماء کانپور'' کے نام سے علماء کی ایک فعال جمعیت قائم کی گئی تو آپ نے بھرپور تعاون فرمایا۔ اس جمعیت کے جملہ مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جغرافیائی وطنیت وقومیت کے طلسم سامری جو مغربی تہذیب کا سب

سے بڑا دلفریب مگر گمراہ کن تحفہ ہے سے مسلمانوں کی فکرِ اسلامی اور اسلام کی عالمگیر اخوت کو متاثر و مغلوب نہ ہونے دیا جائے۔ اس کے بعد 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس علامہ اقبالؒ کی صدارت میں منعقد ہوا اور اس اہم مقصد اور فیصلے کی پُر زور تائید و توثیق کی گئی۔ علامہ اقبال نے اسی کی بنیاد پر اپنی وہ اسکیم پیش کی جو بالآخر پاکستان کے نام سے ایک ٹھوس حقیقت بن کر 1947ء میں منصۂ شہود پر آئی۔

آپ کو تعلیمی کاموں میں مہارت نامہ اور یدطولیٰ حاصل تھا۔ آپ کلکتہ یونیورسٹی کی سینٹ کے رکن، مدرسہ عالیہ کلکتہ کی مدرسہ کمیٹی اور نصاب کمیٹی کے رکن تھے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی قائم کرنے کی جدوجہد میں نواب سلیم اللہ خان (1884-1915ء) کے شانہ بشانہ کام کیا اور پھر اس کی گورننگ باڈی اور نصاب کمیٹی کے رکن بھی منتخب ہوئے۔ علاوہ ازیں اسلامیہ کالج لاہور، اسلامیہ کالج پشاور، انبالہ مسلم ہائی سکول، حلیم مسلم ہائی سکول کانپور، یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، مدرسہ وحیدیہ حنفیہ آرہ کے قیام وانتظام میں شروع ہی سے دخیل رہے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ کے ٹرسٹی اور مجلس ندوہ کے قائم کردہ دارالعلوم کے بھی معتمد رہے۔

علاوہ ازیں انجمن حمایت اسلام لاہور، مدرسہ عربیہ سہسرام، مدرسہ انوار الاسلام گیا، مدرسہ تکمیل العلوم کانپور، انجمن ترقی تعلیم امرتسر، انجمن اسلامیہ پٹنہ، مرکزی جمعیت تبلیغ انبالہ، طبیہ وہاجیہ کالج لکھنؤ اور طبی کانفرنس وغیرہ اداروں میں ہمیشہ گہری دلچسپی لیتے رہے۔ بلوۂ شاہ آباد (بقرعید ہندو مسلم فسادات) میں نمایاں کام کیا۔ چندے وصول کر کے مسلم عوام کی مدد کی۔ ہندوؤں کے خلاف سب سے پہلے اُس زمانے میں آپ ہی نے احتجاج کیا اور ہندو مسلم دو الگ قوم کی تبلیغ کی۔

آپ کی دُعا میں ایک خاص اثر، درد اور سوز تھا۔ جب آپ دُعا فرماتے تو حاضرین زار و قطار رو دیتے۔ چنانچہ مولانا فتح محمد خاں جالندھری دیو بندی نظریاتی اختلافات کے باوجود اس حقیقت کا اعتراف بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ ماہنامہ ''صوفی'' پنڈی بہاء الدین (حال منڈی بہاء الدین) کے شمارہ ستمبر 1910ء میں کرتے ہیں کہ:

''1908ء کے اجلاس ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ امرتسر میں مولانا شبلی کا بھی لیکچر ہوا۔ مولوی ثناء اللہ کی بھی تقریر ہوئی اور حاضرین جلسہ نے اُن کو شوق و رغبت سے سنا بھی، مگر وج ایک خاص بات حضرت شاہ سلیمان کے وعظ میں دیکھی گئی، وہ دونوں صاحبوں کے کلام میں نہ تھی۔ شاہ صاحب نے جب اختتام وعظ پر دُعا مانگی تو حاضرین میں سے ایک متنفس ایسا نہ تھا، جو زار و قطار روتا نہ ہو اور خاص کر انگریزی پڑھے ہوئے جو کوٹ اور پتلون زیب تن کئے ہوئے تھے اور سروں پر ترکی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے تھے، اس طرح دھاڑیں

مار مار کر روتے تھے کہ مولانا شبلی نے جب یہ کیفیت سنی تو تعجب کیا اور جب امرتسر سے واپس تشریف لے جاتے ہوئے جالندھر قیام فرمایا تو راقم نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ خدا جانے اس دُعا میں کیا تاثیر تھی کہ اس تحریر کے لکھتے وقت بھی میرے دل پر وہی کیفیت طاری ہے۔''

آپ نے چالیس کے قریب کتابیں لکھیں جن کی تفصیل ہماری دوسری کتاب ''کہاں گئے وہ لوگ'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات 27 صفر 1354ھ بمطابق 31 مئی 1935ء بروز جمعۃ المبارک صبح چھ بج کر پچپن منٹ پر ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین شاہ حسین میاں (1894-1947ء) نے پڑھائی اور خانقاہ عالیہ پھلواری شریف میں آخری آرامگاہ بنی۔ ''خواجہ ہندرفت'' (1354ھ) سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ راقم الحروف نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا!

حضرت شاہ سلیمان خوش خصال رفت از دُنیا سُوئے ذُوالجلال

ہاتفِ غیبی صادق را نمود ''خواجۂ ہند رفت'' از سالِ وصال

1354ھ

ماخذ:-

1- ''خاتم سلیمانی'' از شاہ غلام حسنین پھلواروی، مطبوعہ پٹنہ 1936ء متعدد صفحات
2- ''شمس المعارف'' از شاہ غلام حسنین پھلواروی، مطبوعہ کراچی 1969ء ص 26 تا 59
3- ''شاہراہ پاکستان'' از چوہدری خلیق الزمان، مطبوعہ کراچی 1967ء ص 332، 347
4- ''یادِ رفتگان'' از سید سلیمان ندوی، مطبوعہ کراچی 1955ء ص 179 تا 187
5- ''مہر منیر'' از مولانا فیض احمد فیض، مطبوعہ گولڑہ شریف 1976ء ص 414
6- ''انوار اقبال'' از بشیر احمد ڈار، مطبوعہ کراچی 1967ء ص 177
7- ''اقبال کے محبوب صوفیہ'' از اعجاز الحق قدوسی، مطبوعہ لاہور 1976ء ص 516 تا 540
8- ''تذکرہ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، مطبوعہ لکھنؤ طبع دوم ص 76 تا 78
9- ماہنامہ ''فکر و نظر'' اسلام آباد فروری 1974ء ص 489 تا 498
10- ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی جون 1974ء ص 50 تا 57
11- ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' قصور، مئی جون 1975ء ص 25
12- ماہنامہ ''سب رس'' کراچی، جولائی 1981ء ص 33 تا 39
13- ''حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور اُن کے خلفاء'' از قاری فیوض الرحمٰن، مطبوعہ کراچی 1984ء ص 132 تا 139
14- ''قیامِ پاکستان کی غایت'' از علامہ عبد العزیز عرفی ایڈووکیٹ، کراچی 1997ء ص 83

پیر محمد اسمٰعیل روشن سرہندیؒ

(1890-1942ء)

پیر محمد اسمٰعیل روشن سرہندی بن پیر محمد حسین سرہندی (ف 1948ء) بن حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن سرہندی (ف 1898ء) کی ولادت باسعادت 5 ذی قعدہ 1307ھ/ 23 جون 1890ء کو ٹکھڑ تحصیل ٹنڈو محمد خاں ضلع حیدر آباد (سندھ) میں ہوئی۔ آپ نسبتاً فاروقی مجددی، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا جان قدس سرہ سے حاصل کرنے کے بعد استاذ الوقت حافظ یوسف اور اُن کے صاحبزادے حافظ ہارون المتخلص بہ دلگیر و دیگر مشاہیر عصر سے استفادہ کیا۔

حصولِ تعلیم کے بعد مسندِ علم و فضل و تلقین پر فائز ہوئے۔ بچپن ہی میں حضرت دادا جان قدس سرہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی تھی، چنانچہ دین کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ بغیر اجازت والد گرامی کے باغ سے کوئی پھل توڑنا گوارا نہ کرتے تھے۔ سات سال کی عمر سے لے کر تا دمِ واپسیں کوئی نماز قضا نہ ہوئی جس کا ثبوت یہ ہے کہ وصال کے دن بھی فجر، ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں باقاعدگی سے ادا کیں اور ابھی عشاء کا وقت نہیں ہوا تھا کہ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

مذہبی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ''جہادِ مسجد منزل گاہ''، سکھر میں مردانہ وار حصہ لیا۔ تحریک خلافت میں شاندار خدمات انجام دیں۔ 1926ء میں علی برادران کے ہمراہ مؤتمر عالم اسلامی کی کانفرنس میں شرکت کیلئے حجاز مقدس گئے۔ ترکِ موالات کے دور میں ولائیتی کپڑے کے استعمال کو نہ صرف یہ کہ ترک کر دیا بلکہ اپنے گھر میں ایک دھاگہ تک بھی نہ رہنے دیا۔ کئی سال تک سنی جمعیت علماء ضلع تھرپارکر کے صدر رہے۔

1921ء میں جب برطانوی شہزادہ ویلز ہندوستان کے دورے پر آیا اور 17 نومبر کو بمبئی پہنچا تو تحریک خلافت اور کانگریس کے رہنماؤں نے شہزادے کی آمد سے بیزاری و لاتعلقی کا اظہار کیا جس کی پاداش میں اُن رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا!

شعلۂ جورِ ستم گر چوں بہ ایقاد آمد   حرف جاں بازیٔ پروانہ مرا یاد آمد
آنچناں در سرم افتادہ جنونِ اسلام   گر رود سر نرود آنچہ بایجاد آمد

آتشِ ہمت چوں تیز کُند صرصرِ جور	چہ شود ظالم اگر برسرِ بیداد آمد
بے گناہی است درین وقت گناہِ ویلز	ہست افسانہ کہ ویلز زپئے داد آمد
لرد نوہست بہ پندارم سرکش ز قدیم	رفت نمرود کنون نوبتِ شدّاد آمد
اے عروسِ ستم برٹش اینک وقت است	جملہ جبس بیار اے کہ داماد آمد
جبس اگر نیست کنون منزلِ مقصود خواص	چوں پئے نزہت آن شوکت وآزاد آمد
گرچہ بنیاد گورنمنٹ قوی ہست ولے	جبس میلے است کہ آن برسر بنیاد آمد
گاہے از بے کسیٔ دینِ رسولِ عربیؐ	اشک یک قطرہ نہ در دیدۂ زہاد آمد
گردشِ سبحۂ صوفی بہ قرار و حال است	غمِ دین اونخورد دین چو بہ فریاد آمد
غرض از درس چو مال است مدرس نکند	رحم بر خرمنِ اسلام کہ برباد آمد

اے خوش آنروز کہ گویند حریفاں یکسر

روشنؔ امروز بزنداں چہ عجب شاد آمد

آپ سندھ مسلم لیگ کے بانی رکن تھے۔ 1938ء میں سامارو ضلع تھرپارکر مسلم لیگ کے صدر چنے گئے۔ صدر کی حیثیت سے آپ نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ سندھ مسلم لیگ کے صدر بھی رہے۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ جن کتابوں کے نام دستیاب ہو سکے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- دیوانِ روشن: (فارسی) اس میں حمد ونعت، سیاسیات اور قطعات تواریخ شامل ہیں۔ ہمارے پیش نظر پہلا ایڈیشن ہے۔

2- انشائے روشن وخطبہائے منظومہ ومنشورہ (فارسی)

3- نسیمِ چمن (فارسی) یہ کتاب نفحۃ الیمن کے تتبع میں لکھی گوی ہے۔ حکایات کے آخر میں ضرب الامثال یا ایک دو اشعار اپنی طرف سے لکھے گئے ہیں، ضخامت دوصد صفحات ہے۔

4- جواہر نفیسہ (فارسی) صفحات 300۔ یہ کتاب تصوف اور کراماتِ اولیاء پر مشتمل ہے اور حضرت علیہ الرحمتہ نے وصال سے ہفتہ عشرہ پہلے مکمل کی تھی۔

5- دیوان روشن (سندھی) فارسی دیوان سے زیادہ ضخیم ہے۔ غزلیات ومناجات پر مشتمل ہے۔

6- خطباتِ سندھی (منظوم) جمعہ اور عیدین کے خطبات پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں فارسی، سندھی، پشتو، اُردو، ملتانی (سرائیکی) زبانوں میں حضرت کی بہت سی مکمل و نامکمل کتابیں موجود ہیں جو آپ کے پوتے حضرت پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی مدظلہ العالی کی خصوصی توجہ کی محتاج ہیں۔

آپ کی وفات 1361ھ/1942ء میں کراچی میں ہوئی۔ جسد مبارک کراچی سے تابوت میں لے جا کر ٹنڈو سائیں داد میں جدامجد قدس سرہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت طارقؔ سلطان پوری نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا!

جلیل القدر صدرِ بزمِ عارفاں	وہ عالی مرتبت شیخِ زمانہ
زبانِ فارسی کا شاعر خاص	کلام اُس کا نفیس و عارفانہ
بالآخر چھوڑ کر یہ دارِکلفت	ہوا فردوس کی جانب روانہ
سرہادی سے سالِ وصل اُس کا	کہا طارقؔ ''فروغِ جاودانہ''
5	1361=1356+5ھ

ماخذ:-

1- ''دیوان روشن'' مطبوعہ میرپورخاص سندھ 1961 (مقدمہ)
2- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' (سندھی) از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مطبوعہ مورو (سندھ) 1984ء صفحہ 385
3- ''تذکرہ شعرائے ٹکھڑ'' از پروفیسر سیّد محمد اسداللہ شاہ، مطبوعہ کراچی 1951ء ص159 تا 167
4- ''اُردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر وفا راشدی، مطبوعہ لاہور 1994ء ص612
5- ''سندھ کی سیاسی جدوجہد'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مطبوعہ حیدرآباد (سندھ) 1983ء ص176ء

پیر محمد حسن جان سرہندیؒ
(1862-1946ء)

پیر محمد حسن جان کی ولادت 6 شوال 1278ھ/ 6اپریل 1862ء بروز اتوار قندھار (افغانستان) میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک حضرت خواجہ عبدالرحمٰن (ف 1898ء) بن خواجہ عبدالقیوم (ف 1855ء) بن شاہ فضل اللہ سرہندی (ف 1823ء)، بن شاہ غلام نبی (ف 1811ء) تھا۔ سلسلۂ نسب حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی بن حضرت مجدد الف ثانیؒ تک پہنچتا ہے۔ 1297ھ/ 1880ء میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن افغانستان سے ہجرت فرما کر صوبہ سندھ میں آباد ہو گئے۔

آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ والد ماجد سے حاصل کئے۔ مشاہیر علماء سے بھی استفادہ کیا۔ جب والد ماجد حج کیلئے تشریف لے گئے تو آپ بھی ساتھ گئے اور وہاں حاجی امداداللہ مہاجر مکی (ف 1899ء) کے مدرسہ صولتیہ میں داخل ہوئے۔ شیخ احمد دحلان اور شیخ الحدیث محمد ابونصر دمشقی سے اسنادِ حدیث حاصل کیں اور اپنے والد ماجد کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ پھر اپنے وطن واپس آ کر مذہب وملّت کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1879ء میں جب افغانستان کے عوام نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تو آپ کے والد ماجد نے انگریزوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ کی عمر اس وقت صرف سترہ برس تھی۔ اس کم سنی کے باوجود آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جنگِ طرابلس (1911ء) میں مجاہدین کی بھرپور مالی مدد کی۔ تحریک خلافت میں سرگرمی سے حصہ لیا مگر ہندوؤں سے اتحاد کی سختی سے مخالفت کی۔ تحریک ہجرت کے مسئلہ پر آپ نے عوام کو اس کے نقصانات سے آگاہ کیا۔

تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت کی اور اپنے متوسلین کو بھی مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ 46-1945ء کے الیکشن میں مسلم لیگی اُمیدواروں کا بھرپور ساتھ دیا۔ شب و روز دورے کر کے کانگرسی لیڈروں کی ریشہ دوانیوں کو خاک میں ملا دیا۔ مسلم لیگ کی حمایت میں اشتہار چھپوائے۔ ان انتخابات میں جی ایم سید (ف 1995ء) کی سیٹ پر بڑا گھمسان کا رن پڑا۔ مولانا ابوالکلام آزاد (ف 1958ء) جی ایم سیّد کی پیٹھ ٹھونکنے کیلئے سندھ میں آئے۔ حضرت قائداعظمؒ نے جی ایم سیّد کے مقابلہ پر قاضی محمد اکبر (ف 1979ء) کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا اور وہ ہر قیمت پر

اپنے اُمیدواروں کی کامیابی کے خواہاں تھے۔ مسلم لیگ نے اس حلقہ میں خصوصی توجہ دی اور کئی بڑے بڑے جلسوں کا پروگرام بنایا۔ سندھ کے بڑے بڑے مشائخ اور علماء نے رات دن ایک کر کے اس حلقے میں بہت سے جلسوں سے خطاب کیا۔ آپ نے بھی اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ نیتجتاً جی ایم سید بُری طرح ہار گئے۔

اسی طرح ایک اور سیٹ پر مسلم لیگ کے اُمیدوار سیّد اکبر شاہ تھے جن کے مقابلہ پر محمد قاسم مہیر، قوم پرست اور محمد پاریل لغاری آزاد اُمیدوار تھے۔ اس حلقہ میں آپ نے اپنے مخلصین کو خطوط لکھے کہ وہ مسلم لیگ کے اُمیدوار کی حمایت کریں۔ ذیل میں آپ کے ایک فارسی خط کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"مخلصین مکرمین وڈیرہ محمد قاسم، وڈیرہ عبداللہ و قاضی جان محمد سلمہم ربہم

بعد از دُعائے خیر تم مخلصین کو نصیحت لکھا جاتا ہے کہ الیکشن کے سلسلہ میں اسلام کے مددگار بنو اور کافر ہندوؤں کی رفاقت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ یہ ہندوؤں کا مسلمانوں سے مقابلہ ہے۔ سید اکبر علی شاہ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دے دیا گیا ہے اس لئے تم پر لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے دستبردار ہو جاؤ اور جس قدر ممکن ہو امداد کرو۔"

والسلام

فقیر محمد حسن جان عفی عنہ 6-ماہ صفر 1365ھ

الیکشن کا نتیجہ نکلا تو سیّد اکبر شاہ 11681 ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے۔ مخالف اُمیدواروں کو علی الترتیب 2555 اور 271 ووٹ ملے۔ مؤخر الذکر کی تو ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل علمی یادگاریں چھوڑیں۔

شفاء الامراض، انیس المریدین، انساب الانجاب، الاصول الاربع فی تردید الوہابیہ، طریق النجاۃ مع رسالہ التنویر فی اثبات التقدیر، العقائد الصحیحہ فیہا فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ، رسالہ تہلیلیہ، تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء، شرح حکم شیخ عطاء اللہ سکندری، پنج گنج، سفرنامۂ بستان، الاشارہ البشارہ، رسالہ فی باب صحۃ الجمعہ فی القریٰ، لغات القرآن، رسالہ در قواعد تجوید۔

آپ کی وفات حسرت آیا 2 رجب المرجب 1365ھ/ 2 جون 1946ء بروز اتوار ٹنڈو سائیں داد میں ہوئی۔ مزار مرجعِ خواص و عام ہے۔ مولانا رشید احمد مجددی رام پوریؒ نے قطعۂ تاریخ وصال کہا۔

در پیش

عارفِ کامل اُٹھا دنیا سے کیسا ہائے ہائے — طالبانِ دیں کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شق
جس کے اک ادنیٰ اشارے سے ہوا کرتے تھے حل — مسئلے علمِ طریقت کے ادق سے بھی ادق
ہو رہی ہے اہلِ عرفاں میں یہ باہم گفتگو — ہو گیا کم اب کتابِ معرفت سے اِک ورق
فکر ہے تاریخِ رحلت کی تو کہہ اے رشید — ''مُرشدِ کامل امیرِ ملکِ معنیٰ قطبِ حق''

1365ھ

ماخذ:-

1- ''مونس المخلصین'' از خواجہ محمد عبداللہ جان المعروف شاہ آغا، کراچی 1366ھ ص 60، 61، 198 تا 204، 231

2- ''تذکرہ مظہر مسعود'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی 1969ء ص 440

3- ''عظیم قائد، عظیم تحریک'' جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء ص 417

4- ''تذکرہ اولیائے سندھ'' از مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، کراچی 1987ء ص 190 تا 192

5- ''تذکرہ شعرائے سکھر'' از پروفیسر سید محمد اسد اللہ شاہ، مطبوعہ کراچی 1951ء ص 48

6- ''اُردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر وفا راشدی، لاہور 1994ء ص 476، 477، 611

7- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مورو (سندھ) 1984ء ص 385

8- جدوجہدِ آزادی میں سندھ کا کردار'' ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری، مطبوعہ لاہور 1992ء ص 390

پیر محمد حسین جان سرہندیؒ

(1871-1948ء)

علم وادب اور فضل وکمال کا یہ آفتاب ارغستان علاقہ قندھار (افغانستان) میں 1288ھ/ 1871ء کو طلوع ہوا۔ سلسلۂ نسب دس واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی (ف 1624ء) اور اڑتیس واسطوں سے سیّدنا فاروق اعظم (ف 643ء) سے ملتا ہے۔

اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحمٰن فاروقی سرہندی (ف 1898ء)، برادرِ اکبر پیر محمد حسن جان سرہندی (ف 1946ء)، مولانا لعل محمد متعلوی (ف 1935ء) وغیرہم سے علمی استفادہ کیا۔ نثر نگار اور فارسی شاعر کی حیثیت سے اپنا لوہا منوایا۔ عربی، فارسی، پشتو اور سندھی میں کئی کتابیں لکھیں۔ ''خیابانِ سرہندی'' کے نام سے فارسی مجموعہ کلام نے شہرتِ عامہ حاصل کی۔ ذیل کی غزل سے آپ کے مقام و مرتبے کا بخوبی اندازہ کیا جاتا ہے۔

بر درگہت فتادن و مُردن گناہِ من ۔۔۔ دیدن زخاک برنگرفتن گناہِ کیست

دُز دیدہ دیدن آہ کشیدن گناہِ من ۔۔۔ خندیدن و کرشمہ نمودن گناہِ کیست

گفتن بگریہ وصلِ تو جستن گناہِ من ۔۔۔ رفتن بخندہ زود گزشتن گناہِ کیست

عاشق شدن، تُرا ز تو جستن گناہِ من ۔۔۔ کشتن بہجر ورحم نکردن گناہِ کیست

قربان شُدن فدائے تُو گشتن گناہِ من ۔۔۔ رنجیدن وخویش براندن گناہِ کیست

در برگرفتن و نہ ہلیدن گناہِ من ۔۔۔ خود را رہاندن و برمیدن گناہِ کیست

سرہندیؔ ایں مطائبہ گفتن گناہِ من ۔۔۔ دہ دہ نگفتن و نشیدن گناہِ کیست

آپ نے تحریک خلافت میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا۔ بڑی بڑی رقمیں خلافت فنڈ میں دیں۔ پورے سندھ کے دورے کر کے قوم میں بیداری کی لہر دوڑا دی۔ مسجد منزل گاہ سکھر کی تحریک میں بھی خوب زور وشور سے حصہ لیا۔ انگریزوں سے نفرت ورثہ میں پائی تھی۔ کبھی کسی انگریز افسر سے ملنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ مسلم لیگ کا غلغلہ بلند ہوا تو اس میں شامل ہو کر ضلع تھرپارکر میں ڈٹ کر کام کیا۔ کانگرسی علماء گویا تو مسلم لیگ میں شامل کیا تو پھر اُن سے تعلقات ختم کر لئے۔ میرپور خاص میں بارہا مسلم لیگ کے عظیم الشان جلسے کرائے۔ میرپور خاص کے علاوہ حیدرآباد اور کراچی جیسے مرکزی شہروں میں جلسوں میں شمولیت فرما کر

تحریکِ پاکستان کو تیز تر کیا۔

1938ء میں آپ نے میر پور خاص میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام مسلم لیگ کی تائید وحمایت اور سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کیلئے منعقد کیا اور حضرت قائداعظمؒ کو شرکت کی خصوصی دعوت دی۔ چنانچہ قائداعظمؒ تشریف لائے اور اپنے ایمان افروز خطاب سے حاضرین کے قلوب کو گرمایا جس سے مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی اور کانگرسی مولویوں کی زبانیں گنگ ہونے لگیں۔

آپ نے سندھ مسلم لیگ کے ہر اجلاس میں شرکت کی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کراچی 1943ء میں شرکت کر کے قائداعظمؒ سے ملاقات کی اور قائداعظمؒ کے ساتھ نماز جمعہ سندھ مدرستہ الاسلام کالج کراچی کی مسجد میں ادا کی۔ 1946ء کے انتخابات میں ضلع تھرپارکر کے مسلم لیگی اُمیدواروں کی ڈٹ کر حمایت کی۔ چنانچہ ارباب توغاچی، غلام محمد واسن بھاری اکثریت سے ووٹ حاصل کر کے سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے جبکہ کانگرسی اُمیدوار بُری طرح شکست سے دوچار ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ بھارت پاکستان پر حملہ کر دے گا۔ اس سلسلہ میں مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ (ف 1954ء) کی تحریک پر کراچی میں ''آل پاکستان مشائخ کانفرنس'' منعقد ہوئی جس میں پاکستان بھر کے مشائخ عظام جلوہ افروز ہوئے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام حضرات اپنے اپنے مریدوں کو میدانِ جہاد میں لائیں گے اور اسلحہ و بارود و دیگر سامانِ حرب کے حصول کیلئے عرب ممالک کا دورہ کریں گے۔ اس کانفرنس کو ساحلِ کامرانی تک پہنچانے کیلئے آپ نے بڑی کوشش فرمائی۔

اس مشائخ کانفرنس نے حضرت قائداعظمؒ (ف 1948ء) سے ملاقات کے لئے اپنے سات نمائندے منتخب کیئے جن میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔ یہ وفد بڑے غم وغصہ کے عالم میں حضرت قائداعظمؒ سے ملا کیونکہ عام خیال یہ تھا کہ قائداعظمؒ ضرورت سے زیادہ نرمی سے کام لے رہے ہیں جبکہ ملک تباہ ہونے کو ہے۔ لیکن جب وفد ملاقات کے بعد واپس آیا تو سبھی نے تسلیم کیا کہ ہم سے زیادہ رنج والم حضرت قائداعظمؒ کو ہے اور وہ پاکستان کی بقاو سالمیت اور بھارتی مسلمانوں کے تحفظ کیلئے ہر ممکن تدابیر پر عمل پیرا ہیں۔

اسی طرح جب مشرقی پنجاب کے مسلمان آفتاب ہند حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی (ف 1624ء) کے آستانہ عالیہ سرہند شریف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے اور مسلسل فاقوں اور عوارضات کی وجہ سے اُن چالیس پینتالیس ہزار افراد کی حالت غیر ہونے لگی تو آپ نے اس سلسلہ میں

سندھ کے وزیر اعلیٰ غلام حسین ہدایت اللہ (ف 1948ء) سے مل کر اُن مظلوم و مجبور مسلمانوں کی مدد کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ غلام حسین ہدایت اللہ کے ایما پر قائد اعظمؒ نے ایک خصوصی ٹرین کا بندوبست کیا۔ بھارتی حکومت کی اجازت کے بعد یہ مسلمان بلوچ رجمنٹ کی حفاظت میں بخیریت پاکستان پہنچ گئے۔ یہ سب کچھ آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا ثمرہ تھا۔

آپ کی وفات حسرت آیات صفر المظفر 1368ھ/ دسمبر 1948ء میں ہوئی اور جسد مبارک والد گرامی حضرت شاہ خواجہ عبدالرحمٰن فاروقی مجددی سرہندی (ف 1898ء) کے پہلو میں کوہ گنجہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت طارقؔ سلطان پوری نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا۔

حضرتِ شیخ مجددؒ کی وہ اولاد سے تھا — معتبر ہے بڑا سرمایۂ نسبت اُس کا
عالمِ دین، طریقت کا وہ شیخ ممتاز — ایک عالم میں رہا شہرۂ عظمت اُس کا
فارسی کا تھا وہ مشہور سخن ور طارقؔ — اُس کے دیواں سے ہے اندازۂ رفعت اُس کا
عاملِ اسوۂ سرکارؐ تھا وہ شیخِ جہاں — اثر انگیز تھا پیغامِ محبت اُس کا
فکر تھی مجھ کو کہ ناگاہ یہ ہاتف نے کہا — ''شمعِ فیضِ نبوی'' سے سنِ رحلت اُس کا

1368ھ

ماخذ:-

1- ''مونس المخلصین'' (فارسی) از پیر عبداللہ جان شاہ آغا، مطبوعہ کراچی 1366ھ ص 9، 10

2- ''خیابان سرہندی'' از پیر محمد حسین جان سرہندی، مطبوعہ کراچی سن ندارد ص 122

3- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1979ء ص 322 تا 329

4- ''اُردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر وفا راشدی، مطبوعہ لاہور 1994ء ص 611

5- ''تذکرہ شعرائے ٹکھڑ'' از پروفیسر سیّد اسد اللہ شاہ، مطبوعہ کراچی 1951ء ص 112 تا 120

6- ''سندھ کی سیاسی جدوجہد'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مطبوعہ حیدرآباد 1983ء ص 184

7- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 419

8- ''تذکرہ اولیائے سندھ'' از مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، مطبوعہ کراچی 1987ء ص 192

پیر محمد مقبول الرّسول للہیؒ

(1906-1949ء)

پیر محمد مقبول الرّسول بن حافظ پیر عبدالرّسول (ف 1912ء) بن حافظ پیر دوست محمد (ف 1899ء) بن خواجہ حافظ پیر غلام نبی (ف 1888ء) کی ولادت مبارک خانقاہِ نقشبندیہ مجددیہ للّہ شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں میں 17 فروری 1906ء/ 22 ذوالحجہ 1323ھ بروز ہفتہ ہوئی۔ حفظِ قرآن شریف کے بعد مولانا غلام محمد اور فاضل اجل مولانا فضل دین صاحب سے اکتسابِ علم کیا۔ اپنے پردادا کے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ پیر غلام حسن ڈھڈیالی کے دستِ حق پر بیعت کر کے اجازت وخلافت حاصل کی۔ اوائل عمری سے ہی آثارِ ولایت ظاہر تھے۔ بے شمار مخلوق نے آپ سے روحانی استفادہ کیا۔

تحریک پاکستان میں آپ نے ایک خاموش مجاہد کی حیثیت سے بھرپور حصہ لیا۔ 1940ء کی قرارداد پاکستان کے بعد جب غیر ملکی حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کا مسئلہ پورے ہندوستان پر اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا، مسلم لیگ اور کانگرس واضح طور پر اپنا اپنا پروگرام پیش کر چکی تھیں، علماء ومشائخ کی تائید و حمایت سے ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کا نعرہ عامتہ المسلمین کو مسحور کر چکا تھا۔ اس وقت دیگر مشائخ عظام کی طرح آپ نے بھی مسلم لیگ کی بھرپور مدد کی۔

1945-46ء کے انتخابات میں آپ نے مسلم لیگ کے اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے بڑی کوششیں فرمائیں۔ زبانی اور خطوط کے ذریعے لوگوں کو مسلم لیگ کی حمایت کی ترغیب دلاتے رہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جس کسی نے مسلم لیگی اُمیدوار کے علاوہ کسی اور کو ووٹ دیا ہم اس سے سخت ناراض ہوں گے۔ چنانچہ مریدوں اور عقیدتمندوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا۔

1946ء کے الیکشن میں پنڈ دادنخان کے حلقہ سے راجہ غضنفر علی خان (ف 1963ء) مسلم لیگ کی طرف سے پنجاب اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے محمد یعقوب مقابلہ پر تھے۔ راجہ غضنفر علی خان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بکمال احتیاط وادب خانقاہ شریف کے صدر دروازہ کے باہر ہی سگریٹ گُل کر دی اور برآمدہ سے گزر کر اچانک گھٹنوں اور کہنیوں کے بل چلنا شروع کر دیا اور آپ کی نشست تک اسی طرح ایک شیر خوار بچے کی طرح چلتے گئے۔ آپ نے راجہ صاحب کے سر پر دستِ شفقت رکھا، مکمل تائید وحمایت کا اعلان فرمایا اور دُعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔

اسکے بعد یونینسٹ اُمیدوار بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور امداد کی درخواست کی۔ آپ بالکل خاموش رہے۔ بوقت رُخصت یونینسٹ اُمیدوار نے مصافحہ کرتے وقت بہ کمال ہوشیاری اور خاموشی سے نوٹوں کی گڈیاں آپ کے اوور کوٹ کے بیرونی جیب میں ڈال دیں جس کی آپ کو بالکل خبر نہ ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو ٹھٹھک گئے۔ نوٹوں کو جیب سے نکالا اور اور حیرت واستعجاب سے انکو دیکھنے لگے۔ ساتھ ہی چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔ بغیر کچھ کہے آپ نے اُس رقم کو باہر پھینک دیا۔

آپ نے راجہ غضنفر علی خان کی پُر زور حمایت کی۔ چنانچہ جب نتیجہ نکلا تو راجہ صاحب کو 7106 اور یونینسٹ اُمیدوار کو 2631 ووٹ ملے۔ راجہ صاحب کی کامیابی آپ کی مخلصانہ تائید وحمایت کی وجہ سے تھی۔ ان انتخابات کے دوران اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کا ایک وفد مسلم لیگی اُمیدواروں کی حمایت کے سلسلہ میں ضلع جہلم کے دورے پر گیا۔ جب یہ للّہ شریف پہنچا تو آپ نے بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا اور خوب خاطر ومدارت کی۔ وفد سے گفتگو فرمائی اور ہر لحاظ سے تعاون فرما کر مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے دُعا فرمائی۔

1946ء کے انتخابات جیتنے کیلئے آپ نے روحانی جدوجہد بھی فرمائی۔ اپنے مرید خاص میاں کامل دین کو طلب فرما کر کہا کہ ''دیکھو! قائداعظمؒ اپنے عیش وآرام کو چھوڑ کر کتنی تکالیف برداشت کر کے مسلمانوں کو کفار سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ جو کچھ اللہ پاک نے ہمیں دیا ہے اس کے مطابق ہم بھی کوشش کریں۔ وہ ظاہری سعی کر رہے ہیں اور ہم باطنی کوشش کریں۔'' میاں صاحب نے عرض کیا کہ حضور جیسے ارشاد ہو، بندہ حاضر ہے۔ فرمایا ''تم روزانہ درود شریف تین ہزار مرتبہ، استغفار تین ہزار مرتبہ، لاحول ولاقوۃ تین ہزار مرتبہ، یاحی یاقیوم تین ہزار مرتبہ اور سورہ مزمل شریف چالیس دفعہ پڑھا کرو۔ اور بعد میں آزادی کی دُعا کیا کرو تا آنکہ وہ دُعا قبول ہو جائے اور قبولیت کا اظہار ہو جائے۔''

میاں کامل دین کہتے ہیں کہ نے پورا ایک سال یہ معمول رکھا۔ ایک سال کے بعد آپ نے مجھے خط تحریر فرمایا کہ ''پاکستان کی بنیاد تحت الثریٰ تک چلی گئی ہے۔'' چنانچہ اس خط کے ایک ماہ بعد پاکستان کا اعلان ہو گیا۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد آپ بے حد خوش تھے۔ خدا تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کا بڑا شکر ادا کرتے تھے لیکن جب 11 ستمبر 1948ء کو حضرت قائداعظمؒ کی رحلت ہوئی تو آپ بہت افسردہ ہوئے۔ کوہِ رنج والم ٹوٹ پڑا۔ تمام گذشتہ زندگی کے معمولات کے برعکس مسجد میں جمع شدہ سوگواران سے خطاب فرمایا اور حضرت قائداعظمؒ کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

آپ کی وفات حسرت آیا 13 فروری 1949ء/ 14 ربیع الثانی 1368ھ بروز اتوار ہوئی۔ نماز

جنازہ حضرت صاحبزادہ محمد عمرؒ (ف 1967ء) سجادہ نشین بیر بل شریف ضلع سرگودھا نے پڑھائی اور للّہ شریف میں آخری آرام گاہ بنی جو مرجعِ خاص وعام ہے۔

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا۔

چل بسے ہیں آہ پیر قصبۂ للہ شریف	غمزدہ ہیں سب مریدین سب اعزہ ہیں ملول
تھے مجاہد نامور تحریکِ پاکستان کے	جانتے تھے آپ میدانِ سیاست کے اصول
لیگیوں کو آپ نے ہر جا کرایا کامیاب	کی نہ اُن کے دُشمنوں سے دوستی ہرگز قبول
کہہ دے اے صابر براری اُن کا یہ سالِ وصال	''ہادیٔ محفل ہیں حافظ پیر مقبول الرسول''

1949ء

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ پیر محمد مطلوب الرسول صاحب مدظلہ، سجادہ نشین ہوئے۔ جنہوں نے مسندِ رُشد وہدایت کچھ اس طرح سجائی ہوئی ہے کہ اکناف واطراف سے روحانیت کے پیاسے جوق در جوق حاضر ہو کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

؎ آباد رہے اے ساقی میخانہ ترا

ماخذ:-

1- ''المقبول'' از ڈاکٹر محمد شریف، مطبوعہ لاہور 1951ء متعدد صفحات

2- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 264 تا 265

3- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 413

4- ''تذکرہ اعلیٰ حضرت للّہی از مولوی امام الدین کھوتکویؒ (اُردو ترجمہ احمد سعید ہمدانی، مطبوعہ لاہور 1986ء متعدد صفحات

5- ''قلمی حالات'' مرتبہ صاحبزادہ محمد مقصود الرسول للّہی مملوکہ مؤلف

6- مکتوب گرامی صاحبزادہ پیر محمد مطلوب الرسول سجادہ نشین سجادہ نشین للّہ شریف بنام محمد صادق قصوری محررہ 15 نومبر، 23 نومبر 1994ء

7- ''تاریخِ مشائخِ نقشبندیہ'' از صاحبزادہ پروفیسر محمد عبدالرسول للّہی، مطبوعہ لاہور 2000ء ص 631 تا 641

مخدوم سیّد محمد رضا شاہ گیلانیؒ
(1896-1949ء)

مخدوم سیّد محمد رضا شاہ گیلانیؒ 1896ء میں ملتان کے مشہور روحانی پیشوا حضرت مخدوم سیّد محمد صدرالدین گیلانی (1868-1946ء) کے ہاں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ کے سب سے چھوٹے صاجبزادے تھے۔ ابتدائی تعلیم ملتان میں حاصل کرنے کے بعد چیفس کالج لاہور میں داخل ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں کالج میں نمایاں حیثیت سے اُبھرے۔ دورانِ تعلیم اس جرم کی پاداش میں کہ آپ مسجد میں جاکر طلباء کو ترکوں کی حمایت پر اکساتے ہیں، کالج سے خارج کر دیئے گئے۔ لیکن جب گورنر پنجاب سرایڈوائر مائیکل کو علم ہوا تو اس نے آپ کے دوبارہ داخلہ کا حکم جاری کر دیا مگر اب آپ کا دل کالج سے اُکتا چکا تھا لہٰذا لوئر ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد تعلیم چھوڑ دی اور ریونیو کی ٹریننگ لینا شروع کردی۔

1921ء میں آپ صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ 1922ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کے ممبر چنے گئے۔ 1924ء میں والد ماجد کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا۔ 1934ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کے چیئرمین کے عہدہ کیلئے پہلی بار سرکاری اور غیر سرکاری اُمیدوار کا مقابلہ کیا اور مسٹر ای پی مون ڈپٹی کمشنر ملتان کو شکست فاش دے کر چیئرمینی کا اعزاز حاصل کیا۔ اس طرح آپ پورے ہندوستان میں پہلے غیر سرکاری چیئرمین منتخب ہوئے اور پھر تا زیست اس منصب پر قائم رہے۔ جس طنطنہ اور شوکت وجلال سے آپ نے اس عہدہ کو نبھایا اس کی مثال پنجاب بھر میں نہیں مل سکتی۔

آپ دینی تعلیم پر خصوصی زور دیتے تھے۔ اکثر مساجد میں مکاتب قائم کئے، ضلع بھر کے رفائی کام کرائے، سڑکیں بنوائیں، سکول بنوائے، عوام کے مفاد کی خاطر اپنے آرام وآسائش کو بھی خیر باد کہہ دیا کرتے تھے۔ آپ اکثر رفائی اور مذہبی انجمنوں کے صدر تھے۔ قدرت نے آپ میں حسنِ اخلاق، انکسار، مروت، تواضع اور ہمدردی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، گفتگو شائستہ ہوتی تھی اور مزاج شرافت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ غریبوں کی امداد کرنا فرضِ اولین سمجھتے تھے۔ اُن کے دل میں یہی تمنا تھی کہ خلق خدا کی خدمت بڑھ چڑھ کر کریں۔

آپ ملتان مسلم لیگ کے بانیوں میں سے تھے۔ آپ نے اپنے اثر ورسوخ کے باعث مسلم لیگ کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا تھا۔ 1937ء میں دوبارہ پنجاب اسمبلی کے ممبر بن کر آپ نے مسلم لیگ

سے جو تعاون کیا وہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ پنجاب اسمبلی میں صرف ایک رکن ملک برکت علی (ف 1946ء) مسلم لیگی تھے اور بقیہ دو آپ اور آپ کے بھتیجے مخدوم زادہ سید محمد ولایت حسین گیلانی (ف 1954ء) تھے۔ خضر وزارت میں آپ کو وزارت کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے اسے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئی۔ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن اور صوبائی مسلم لیگ کونسل کے رکن ہونے کے علاوہ پنجاب مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے ممبر رہے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ تمام عمر غالب رہا۔ تحریک شہید گنج (1935ء) میں آپ نے فعال کردار ادا کیا اور حکومتِ وقت کی مخالفت کی بالکل پرواہ نہ کی۔

1938ء میں ملتان کے بے تاج بادشاہ حضرت سیّد زین العابدین گیلانی ؒ (ف 1960ء) صدر انجمن فدایان اسلام و ضلع مسلم لیگ ملتان کو مہا سبھائیوں کے گٹھ جوڑ کے نتیجہ میں گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل بھیج دیا گیا تو شہر کے تمام مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کی، احتجاجی جلسے منعقد کئے۔ جلوس نکال کر دفعہ 144 کو توڑ دیا اور حالات انتہائی نازک صورت اختیار کر گئے۔ اُس وقت آپ نے گورنمنٹ کو متنبہ کیا کہ اگر پیر زین العابدین شاہ کو 24 گھنٹے کے اندر رہا نہ کیا گیا تو وہ تحریک کی قیادت کیلئے میدان میں نکل آئیں گے اور حالات اگر زیادہ بگڑ گئے تو اُس کی تمام تر ذمہ داری گورنمنٹ پر عائد ہوگی۔ اس پر انگریز حکام کی اکڑی ہوئی گردنیں جھک گئیں اور دوسرے روز شاہ صاحب کو باعزت طور پر رہا کر دیا گیا۔

سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب (ف 1942ء) کے دورِ اقتدار میں آپ کی اُس سے ٹھن گئی اور وہ کافی عرصہ تک آپ کے درپے آزار رہا۔ آپ کے سیاسی مخالفین کو کان بھرنے اور جلتی پر تیل ڈالنے کا موقع مل گیا مگر تملق، چاپلوسی اور ریا کاری سے نفرت کرنے والے اس بطلِ جلیل اور صرف خدائے قدوس پر بھروسہ کرنے والے عظیم انسان کی جبین پر شکن تک نمودار نہ ہوئی اور اپنے نقطۂ نظر پر ڈٹے رہے۔ حکیم الامت اقبالؒ نے ایسے ہی ''مردانِ حُر'' کے متعلق کہا ہے۔

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی !
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

تحریک پاکستان میں آپ کا کردار بے مثال ہے۔ آپ نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف 1969ء) کے بے لوث ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے صوبہ بھر میں اپنے ذاتی اور خاندانی اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے مسلم لیگ کو ایک فعال اور عوامی جماعت بنانے اور تحریک پاکستان کی جدوجہد کو کامیاب بنانے

کیلئے عوام کو ہر قسم کی قربانی دینے پر تیار کیا اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کے دلوں میں گھر کر لیا۔

6 جمادی الاولیٰ 1368ھ/ 7 مارچ 1949ء کو آپ نے طویل علالت کے بعد سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! ہر سال درگاہ پیرانِ پیر میں آپ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے آپ کی رحلت پر اپنی 10 مارچ 1949ء کی اشاعت میں آپ کی ملّی وسیاسی خدمات کو یوں سراہا:

''سید رضا شاہ گیلانی انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون''

کل مخدوم پیر الحاج سید محمد رضا شاہ گیلانی کی وفات پر یہاں (ملتان) تمام سرکاری دفاتر اور عوامی ادارے بند رہے۔ قریباً 30 ہزار لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ان میں سرکاری حکام، لیگ کے عہدیدار اور دوسرے معزز اصحاب بھی شامل تھے۔ مرحوم کو اپنے چچا مخدوم پیر راجن بخش شاہ گیلانیؒ کی طرح دربار حضرت پیر پیراں میں دفن کیا گیا، مخدوم محمد رضا شاہ مرحوم پنجاب اسمبلی کے باپ کہلاتے تھے کیونکہ وہ مدت سے متواتر اسمبلی کے ممبر چلے آرہے تھے۔ 1924ء میں آپ ''ملتان ڈسٹرکٹ بورڈ'' کے وائس چیئرمین منتخب ہوئے۔ 1934ء میں آپ پہلے غیر سرکاری چیئرمین چنے گئے۔ آپ نے اپنے لئے کبھی وزارت کا عہدہ قبول نہیں کیا بلکہ آپ ''وزیر ساز'' تھے۔ آپ کی زندگی سادہ تھی۔ سردیوں میں بھی ململ کا ہی کرتہ پہنتے تھے۔ آپ نے اپنے مریدوں میں تبلیغ کے ذریعے مسلم لیگ کو بہت مدد دی۔ آپ کے مرید صرف ملتان ڈویژن ہی میں نہیں بلکہ افغانستان تک پھیلے ہوئے تھے۔''

راقم الحروف صادقؔ قصوری نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا۔

چوں رضا شہ سیّد عالی وقار کرد رحلت جانبِ دارالبقا

گفت صادقؔ بادلِ محزونِ خویش سالِ وصلِ اُو ''فضیلتِ اولیاء''

1368ء

ماخذ:-

1- ''آئینہ ملتان'' از منشی عبدالرحمٰن خاں، مطبوعہ لاہور 1972ء ص 36

2- ''تاریخ ملتان'' جلد دوم از مولانا نور احمد خاں فریدی، مطبوعہ ملتان 1973ء ص 310

3- ''غوث الاعظم'' از قاضی برخوردار ملتانی، مطبوعہ ملتان 1915ء ص 397

4- روزنامہ ''سنگ میل'' ملتان بابت 8 مارچ 1975ء ص 2

5- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 10 مارچ 1949ء ص 2

6- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 995،996

خواجہ عبدالصمد المعروف حضور جیؒ

(1884-1950ء)

حضرت خواجہ عبدالصمد خاں المعروف حضوری جیؒ کی ولادت ضلع اٹک کی ایک بستی ماڑی کنجوڑ میں ایک دیندار اعوان گھرانے میں 1884ء میں ہوئی۔ والد گرامی کا اسم مبارک جعفر خاں تھا۔ ابتدائی عمر میں ناظرہ قرآن شریف پڑھا اور پھر گاؤں کے مکتب سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے فوج میں بھرتی ہو گئے۔ دل میں عشقِ الٰہی کی چنگاری سلگنے پر فوج کی ملازمت چھوڑ دی اور حصار (مشرقی پنجاب) جا کر حضرت خواجہ مظفر علی خاں نقشبندی مجددیؒ کے ہاتھ پر 1903ء میں بیعت کی اور روحانیت میں کمال حاصل کیا۔

1920ء میں پیر و مرشد نے انتقال فرمایا تو سجادہ نشین بنے اور لوگوں کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔ تحریک پاکستان کا دور آیا تو دل کھول کر مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی۔ شہر حصار میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے کئی عام جلسوں کی صدارت کی۔ اس سے ضلع کے وسیع و عریض علاقے میں مسلم لیگ کو اپنی آواز پہنچانے میں بڑی مدد ملی۔ اس کے علاوہ آپ کے اس مخلصانہ طرز عمل کی وجہ سے مرکزی اور صوبائی قیادت کو آپ سے رابطہ قائم کرنے کے مواقع میسر آئے۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں کئی دفعہ حصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے بھی ایک دفعہ حاضری دی اور تحریک پاکستان کی حمایت کی استدعا کی۔

سردار شوکت حیات خاں نے بھی حصار کا دورہ کیا۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب سردار صاحب کو مسلم لیگ کے ساتھ وابستگی کی بنا پر پنجاب کی خضر وزارت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ وزارت سے برطرفی کے بعد وہ مسلم لیگ کی تنظیم کیلئے صوبے بھر کے دورے پر نکل پڑے۔ جب وہ حصار پہنچے تو وہاں کے مسلمانوں نے اُن کا پُر جوش استقبال کیا۔ اس وقت دن حضرت خواجہ مظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی تقریبات کا آخری دن تھا۔ رات کو سردار صاحب نے حضور جیؒ سے ملاقات کی اور آپ سے تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے خصوصی دُعا کی استدعا کی۔ اس پر حضور جیؒ نے اگلے روز نماز جمعہ کے بعد خصوصی دُعا کرائی۔

1946ء میں صوبہ پنجاب کی صوبائی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کا معرکۃ الآرا مرحلہ پیش آیا۔ اس صوبہ کی سیاست ہمیشہ چند بڑے بڑے جاگیردار اور زمیندار گھرانوں کے گرد گھومتی رہی ہے اس لئے یونینسٹ پارٹی نے کانگرس اور نیشنلسٹ مسلمانوں کے ساتھ مل کر پروگرام بنایا کہ مسلم حلقوں میں ہر نشست

پر مسلم لیگ کے نامزد کردہ اُمیدوار کا مقابلہ کیا جائے اور متحدہ کوشش سے اس جماعت کا وقار مسلم اکثریت کے اس صوبے میں ختم کر دیا جائے۔ یہ تحریکِ پاکستان کے خلاف اُس کے مخالفوں کی طرف سے عوامی اور سیاسی سطح پر بڑی زوردار اور منظم جدوجہد تھی۔ صوبے کے مسلم عوام کو مسلم لیگ کی قیادت سے متنفر اور بیزار کرنے کیلئے مولانا ابوالکلام آزاد اور جمعیت علماء ہند کے نامور لیڈروں نے اس صوبے کا دورہ کیا۔ مقامی سطح پر مجلس احرار اسلام کے شعلہ بیان مقرروں نے بھی صوبے کے کونے کونے میں جا کر لیگ دشمنی کے جذبات کو بھڑکایا۔ سادہ لوح مذہبی طبقے اس مہم سے متاثر بھی ہوئے۔

ضلع حصار میں بھی یہی صورت حال تھی۔ اس ضلع کیلئے صرف ایک مسلم نشست تھی۔ اس کیلئے مسلم لیگ نے چوہدری صاحب داد کو ٹکٹ دیا۔ اُن کا تعلق راجپوت برادری سے تھا۔ پیشہ وکالت اور زمیندارہ تھا لیکن اُن کا دل اسلام کی محبت سے سرشار تھا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ راجپوت برادری کے کئی افراد اس الیکشن میں حصہ لینے کیلئے تیار تھے۔ اس معاملے کو طے کرنے کیلئے برادری کی سطح پر پنچایت ہوئی۔ پنچایت نے فیصلہ کیا کہ حضور جیؒ جو فیصلہ دیں قابل قبول ہوگا۔ حضور جیؒ نے فرمایا:

> ''اس مرتبہ چوہدری صاحب داد صاحب انتخاب لڑیں گے اور باقی سب لوگ ان کی دل سے حمایت کریں گے۔''

پوری برادری نے آپ کے اس فیصلے کو بطیبِ خاطر تسلیم کیا۔ اس طرح صرف راجپوت برادری ہی نہیں بلکہ مسلم لیگ کی ضلعی اور صوبائی تنظیم بھی باہمی خلفشار سے محفوظ ہوگئی۔

یونینسٹ پارٹی نے مسلم لیگ کے اُمیدوار کے مقابلے میں تحصیل فتح آباد کے ایک مشہور و معروف زمیندار چوہدری لال خاں کو کھڑا کیا۔ چوہدری صاحب علاقے کے ذیلدار تھے۔ بڑے اثر و رسوخ کے مالک، ضلع کی پوری سرکاری مشینری اُن کی پشت پر۔ اس پر کانگرسی ذہن رکھنے والے علماء کی دھواں دھار تقریریں مستزاد۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کی کارکردگی اور اس کی تنظیم اس ضلع میں ابتدائی سطح پر تھی۔ مسلم لیگ کی طرف سے نشر و اشاعت کا جو کچھ تھوڑا بہت کام تھا وہ صرف شہروں میں تھا، دیہات کی دور افتادہ آبادیاں اس کے نام اور اس کے کام سے بڑی حد تک نا آشنا تھیں۔ ان حالات کی بنا پر مسلم لیگ کے مخلص نوجوان کارکن اپنی انتھک جدوجہد کے باوجود بڑی حد تک پریشان تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ کہیں اس ضلع کی واحد مسلم نشست مسلم لیگ کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

اس نازک موقع پر جس شخصیت نے مسلم لیگی کارکنوں کا حوصلہ بڑھایا اور ضلع کے مُسلم ووٹروں کو لیگی اُمیدوار کے حق میں ووٹ استعمال کرنے پر آمادہ کیا وہ صرف حضور جیؒ کی شخصیت تھی۔ چنانچہ یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ پاکستان کیلئے لڑی جانے والی جنگ کے انتخابی محاذ پر ضلع حصار کی حد تک مسلم لیگ کی کامیابی حضور جیؒ کی دعاؤں اور کوششوں کی مرہون منت ہے۔ مسلم لیگی امیدوار نے 7855 ووٹ حاصل کر کے کامیابی حاصل کی، مدِ مقابل یونینسٹ اُمیدوار کو 2382 ووٹ پڑے جبکہ تیسرا آزاد اُمیدوار چوہدری فیض احمد صرف تین ووٹ لے کر ضمانت کروا بیٹھا۔

حضور جیؒ کی وفات 15 ذی الحجہ 1369ھ مطابق 27 ستمبر 1950ء بروز بدھ رات گیارہ بجے ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت پیر صاحب کرمانوالہ سیّد محمد اسماعیلؒ نے پڑھائی اور اپنے نام سے منسوب بستی حضور جیؒ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ میں آسودۂ خاک ہوئے۔

مؤلف کتاب ہذا نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا!

چوں حضور جی شہِ عالی وقار — رفت از دُنیا بسوئے ذوالجلال
گفت صادق از حضور قلبِ خویش — ''غمگسار اولیاء'' سالِ وصال
1369ھ

ماخذ:-

1- ''حضور جی'' از حافظ افروغ حسن، مطبوعہ لاہور نومبر 1991ء متعدد صفحات
2- ''عظیم قائد، عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 410

پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوریؒ

(1841-1951ء)

امیر ملّت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری بن سیّد کریم شاہ (ف 1902ء) کی ولادت باسعادت 1257ھ/ 1841ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ حفظِ قرآن وابتدائی تعلیم علی پور سیّداں سے حاصل کرنے کے بعد برصغیر کے نامور علماء وفضلا سے علمی استفادہ کیا جن میں مولانا غلام قادر بھیروی ثم لاہوری (ف 1909ء)، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی (ف 1920ء)، مولانا محمد مظہر سہارنپور (ف 1885ء)، مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف 1887ء)، مولانا سیّد محمد علی مونگیری (ف 1927ء)، مولانا احمد حسن کانپوری (ف 1904ء)، مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (ف 1896ء)، مولانا ارشاد حسین رام پوری (ف 1893ء)، مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی (ف 1895ء)، مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی (ف 1915ء) ودیگر حضرات شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے ترکی کے نامور محدث مولانا علامہ محمد عمر ضیاء الدین استنبولیؒ سے بھی اجازتِ حدیث شریف حاصل کی۔

امیر ملّت نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت حضرت باواجی فقیر محمد فاروقی چوراہی (ف 1897ء) کے ہاتھ پر بیعت کرکے خلافت حاصل کی اور پھر پند ونصائح کے ذریعے برصغیر کے چپے چپے کو مستفید ومستفیض کیا۔ تقریباً چھ لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے رُوحانی استفادہ کیا۔ آپ جلوت پسند تھے۔ آپ کی زندگی حرکی (Dynamic) تھی، سکونی (Stitic) نہ تھی۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ مذہبی، ملّی اور سیاسی، خدمات سے عبارت ہے، آپ نے پاک وہند میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سفر کرکے خوابیدہ قوم کو بیدار کیا۔ فتنۂ ارتداد، شُدھی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک آزادی کشمیر، تحریک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انجمن حمایتِ اسلام لاہور، تحریک مسجد شہید گنج لاہور، غرض برصغیر کی تمام مسلم مفاد تحریکوں میں مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں آپ کا کردار تاریخ کا ایک سنہری باب ہے اور نژادِ نو کیلئے مشعلِ راہ۔

1906ء میں جب ڈھاکہ میں سرکردہ مسلمان لیڈروں مثلاً مولانا محمد علی جوہر (ف 1931ء) نواب محسن الملک (ف 1907ء) نواب وقار الملک (ف 1917ء)، حکیم اجمل خاں (ف 1927ء) اور جسٹس شاہ دین ہمایوں (ف 1918ء) وغیرہم، نواب سلیم اللہ خاں والئی ڈھاکہ (ف 1915ء) کے

ہاں سر جوڑ کر بیٹھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے "آل انڈیا مسلم لیگ" کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کی داغ بیل ڈالی تو امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ کے میلاناتِ طبع اس طرف ملتفت ہونے لگے اور آپ نے اس کے سیاسی کارکنوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور دامے درمے قلمے سخنے اور قدمے حمایت فرماتے رہے۔

1936ء میں جب قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم دو جداگانہ قوموں کی آواز بلند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے امیر ملت ہی نے قائداعظمؒ کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ آپ اس وقت حیدر آباد دکن (انڈیا) میں مقیم تھے، وہاں سے قائداعظمؒ کے نام ایک ہمدردانہ وہمت افزا پُرخلوص خط مع تبرکات، بمبئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ!

"قوم نے مجھے امیرِ ملّت مقرر کیا ہے اور پاکستان کیلئے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں، یہ بوجھ آپ پر آن پڑا ہے، میں آپ کی مدد کرنا فرض تصور کرتا ہوں۔ میں اور میرے متوسلین آپ کے معاون و مددگار رہیں گے، آپ مطمئن رہیں۔"

اس کے بعد حضرت امیر ملتؒ نے اپنے تبلیغی اور روحانی دوروں کے دوران پشاور سے راس کماری تک مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا حتیٰ کہ مسلم لیگ برصغیر کے چپے چپے میں مقبول عام جماعت بن گئی اور بوڑھے بچے جوان کی زبان پر "مسلم لیگ زندہ باد" کے پُرسُرور نعرے گونجنے لگے۔

امیر ملّت نے اپنے صاحبزادگان، خلفاء اور مریدوں کو حکم دیا کہ وہ دل و جان سے مسلم لیگ کی حمایت کریں، رکنیت اختیار کریں اور قائداعظمؒ کے سپاہی بن کر مسلم لیگ کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیں۔ تحریک پاکستان کے نامور سپاہی پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی (ف 1998ء) بیان کرتے ہیں:۔

"1936ء میں میرے پیر و مرشد امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور اُن سے اجازت طلب کی کہ وہ میری زندگی مسلم لیگ کیلئے مسٹر محمد علی جناح کے ایک سپاہی کی حیثیت سے وقف کرنا چاہتے ہیں۔ میرے والد صاحب نے میرے پیر و مرشد کے مشورہ کو قبول کر لیا۔

اپریل 1936ء کی ایک گرم دوپہر کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس لاہور کے موچی دروازہ کے برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہو رہا تھا، میں نے میٹنگ کے وقفے کے دوران مسٹر محمد علی

جناحؒ کو اپنے پیر ومرشد اور اپنے والد صاحب کے دو خطوط پیش کیے جن میں ان دونوں عظیم ہستیوں نے میرے لئے یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا بہت اچھا مقرر ہے، ہم نے اس کی زندگی مسلم لیگ کیلئے وقف کردی ہے، اسے اپنے سپاہیوں میں شامل فرمالیں۔ مسٹر محمد علی جناح نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مولانا شوکت علی مرحوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''یہ نوجوان ضلع منٹگمری (حال ساہیوال) میں ہمارا ''مجاہد اول'' ہے۔''

اوائل اپریل 1938ء میں حضرت امیر ملت نے کوہاٹ، پشاور اور راولپنڈی کا دورہ فرمایا اور کانگرس کی خوب قلعی کھولی اور مسلم لیگ کی تائید وحمایت میں مدلل تقریریں کیں۔ کوہاٹ میں آپ نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو تاکید کی!

''سب مسلمان آپس میں متفق ہو کر اسلامی جھنڈے تلے آ جائیں۔ ہندو، مسلمان کا ہرگز خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ آج کل اطرافِ عالم میں جو مظالم ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ڈھائے جا رہے ہیں کسی فرد وبشر سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے مظالم کو سامنے دیکھ کر اب بھی اگر کوئی مسلمان اُن سے اختلاط کرے خواہ وہ مولوی ہو یا عالم اُس کو اسلام سے کیا تعلق اور مسلمانوں کو اس سے کیا میل ملاپ؟ ایسے نام نہاد مولویوں سے اُن کو تقویت پہنچتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ظلم کر رہے ہیں۔''

آخر میں آپ نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اتفاق واتحاد پیدا کرے اور ایسے نام نہاد مسلمان (ہندو پرستوں) سے سچے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین یا مولا کریم۔

22 اپریل 1938ء کو جامع مسجد کلاں میانہ پورہ سیالکوٹ میں خطبہ جمعتہ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے ''حقانیت اسلام'' کے موضوع پر اڑھائی گھنٹے کے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں فرمایا:

''مسلمانو! آج ایک جھنڈا اسلامی ہے، دوسرا کُفر کا۔ تم کس جھنڈے کے سائے میں رہو گے؟''

سب حاضرین نے متفقہ آواز سے کہا ''اسلام کے جھنڈے کے سائے میں''۔ پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھوا کر حاضرین سے وعدہ لیا اور سب حاضرین نے یک زبان ہو کر ہاتھ بلند کر کے وعدہ کیا کہ ہم کفر کے جھنڈے کے نیچے جا کر اُن میں ہرگز شامل نہ ہوں گے بلکہ اُن سے شامل ہونے والوں کے ساتھ کسی قسم کا برتاؤ نہ رکھیں گے، نہ اُن کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ اُن کو اپنے قبرستان میں مرنے کے بعد دفن کریں گے۔''

11 مئی 1938ء کو انجمن خدام الصوفیہ ہند علی پور سیّداں کے 35 ویں سالانہ اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

''ہندوستان کے تمام مسلمانوں کیلئے لازم ہے کہ وہ تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہوں، کیونکہ اس وقت کفر اور اسلام کی آپس میں جنگ ہے۔ ایک طرف کفر کا جھنڈا ہے اور دوسری طرف اسلامی پرچم ہے جو مسلم لیگ کا ہے۔ تمام مسلمانوں کیلئے لازم ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس وقت مسلمانوں کو بچانے کیلئے اور اسلامی شعائر کی حفاظت کیلئے تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔''

اس موقعہ پر امیر ملّت نے قائد اعظمؒ کی ملّتِ اسلامیہ کیلئے گرانقدر خدمات اور مساعی جمیلہ کا اعتراف فرماتے ہوئے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

20۔ اکتوبر 1938ء کو آپ نے صوبہ سرحد کے مریدوں کو ایک خصوصی پیغام بھیجا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی کی منزل حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام تر مساعی صرف کر دیں۔

دسمبر 1938ء میں آپ براہ کراچی عازمِ حج ہوئے۔ بخشی مصطفیٰ علی خان (خلیفہ امیر ملّت ف 1974ء) بھی ہمراہ تھے۔ جہاز کی روانگی کے انتظار میں چار دن کراچی قیام کرنا پڑا۔ دریں اثنا قاضی شہر نے آپ سے دریافت کیا کہ ''مسلم لیگ کے متعلق حضور کی رائے کیا ہے؟ یہاں صوبہ سندھ میں خود مسلمانوں کی دو جماعتیں ہوگئی ہیں۔ ایک مجبور کرتی ہے کہ کانگرس میں شامل ہوں، دوسری زور لگاتی ہے کہ مسلم لیگ میں داخل ہوں۔''

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

''قاضی صاحب! آپ کے سامنے دو عَلم ہیں، ایک حق کا دوسرا باطل کا۔ فرماؤ! آپ کون سا عَلم پسند کریں گے؟ مرنا بھی ہو تو کیا باطل کے عَلم کے نیچے مرنا پسند کرو گے؟''

قاضی صاحب نے کہا کہ حضور! مسئلہ سمجھ میں آ گیا۔

1939ء میں برصغیر میں پاکستان کی آواز تو بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی اس کی علمی و عملی صورت اور اُس کی فلسفیانہ اور منطقی بنیاد کو واضح اور معین شکل میں اب تک پیش نہ کر سکا تھا۔ امیر ملّت نے اپنے مرید خاص پروفیسر ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (ف 1949ء) کو اس کام پر مامور کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد ڈاکٹر افضال حسین قادری (ف 1974ء) کے تعاون سے ستمبر 1939ء میں ایک سکیم مع چارٹ ونقشہ جات اور مقدمہ بعنوان ''ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اُس کا حل''، مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جس نے ''علی گڑھ پاکستان سکیم'' کے نام سے شہرتِ عام بقائے دوام حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تمام اساتذہ اور پروفیسران کا زبردست بیان سکیم کی تائید وحمایت میں شائع ہوا اور جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہر دل کی دھڑکن بن گئی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ''علی گڑھ سکیم'' ایک نشانِ اعظم کا درجہ رکھتی ہے۔

اس سکیم کی تیاری کے سلسلے میں امیر ملتؒ کے مشورہ پر ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن (ف 1949ء) اور حکیم الامت علامہ اقبال (ف 1938ء) کے مابین کچھ عرصہ خط وکتابت بھی رہی اور بعض باتوں کی وضاحت کیلئے ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن نے اپنے شاگرد خاص ڈاکٹر بُرہان احمد فاروقی کو بارہا حکیم الامت کی خدمت میں بھیجا۔

ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کا خیال تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اپنی علیحدہ قومی شناخت ہے جو بڑی حد تک غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ اس سکیم میں ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور متعدد چھوٹی ریاستوں پر، دوسرا بنگال (ہاوڑہ، مدنا پورہ، بہار کا ضلع پورنیا اور آسام کا ضلع ہلٹ نکال کر) پر اور تیسرا باقی ماندہ ہندوستان (چند علاقے مستثنیٰ کر کے) پر مشتمل ہو جس کیلئے انہوں نے خصوصی حیثیت کی تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملہ کیلئے باہمی اتحاد کی اجازت دی جائے۔

1939ء میں جب کانگرس کے سیاسی مقابلے میں مسلم لیگ کو فتح حاصل ہوئی اور کانگرس وزارت مستعفی ہوگئی تو مسلمانوں میں ہر طرف مسرت کی لہر دوڑ گئی کیونکہ ہندوؤں کی ایذا رسانیوں اور ریشہ دوانیوں سے نجات مل گئی۔ اس پر حضرت قائداعظمؒ نے 2 دسمبر 1939ء کو مسلمانانِ ہند سے اپیل کی کہ وہ 22 دسمبر 1939ء بروز جمعۃ المبارک ''یوم نجات'' منائیں اور بعد نماز جمعہ دو نفل شکرانہ خداوند قدوس کی بارگاہ میں ادا کریں۔ اس فیصلے کو مسلمانوں اور دوسرے پسماندہ فرقوں نے نہایت جوش وخروش سے قبول کیا۔ پورے ہندوستان میں جلسے ہوئے جن میں کانگرسی حکومتوں کے مظالم کا ذکر کیا گیا اور اُن سے نجات پانے پر شکر ادا کیا گیا۔

حضرت امیر ملّت نے دربار عالیہ علی پور سیداں (سیالکوٹ) میں شایانِ شان ''یوم نجات'' منانے کا اہتمام فرمایا اور تاریخی ''مسجد نور'' میں کثیر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد دو نفل شکرانہ ادا کئے اور پھر اپنے مخصوص دلپذیر انداز میں حاضرین سے خطاب فرمایا اور ''یومِ نجات'' کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا:

''دو جھنڈے ہیں ایک اسلام کا، دوسرا کُفر کا۔ مسلمانو! تم کون سے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو گے؟ سب سے بآواز بلند کہا کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ جو کفر کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہوں گے اُن میں سے اگر کوئی مر جائے گا تو کیا تم اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو گے؟ سب نے انکار کیا۔ پھر آپنے دریافت فرمایا کہ کیا تم اس کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرو گے؟ سب نے اقرار کیا کہ ہرگز نہیں۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا کہ اس وقت سیاسی میدان میں اسلامی جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور ہم بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور سب مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے۔''

اس کے بعد جوں جوں قائداعظمؒ کی زیرِ قیادت مسلم لیگ کی خدمات منظرعام پر آتی گئیں، حضرت امیر ملّت کی توجہ مبارک زیادہ سے زیادہ اس طرف مبذول ہوتی گئی۔ 23 مارچ 1940ء کو اقبال پارک لاہور میں ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کا اجلاس ''قراردادلاہور'' منعقد ہوا تو حضرت امیر ملتؒ نے ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کی نمائندگی کیلئے پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (ف 1970ء)، پیر عبداللطیف زکوڑی شریف (ف 1978ء) کو بھیجا جبکہ مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (ف 2001ء) اس وقت نوجوان طلباء کی نمائندگی کر رہے تھے۔ یہ سب حضرات مسلم لیگ کے باقاعدہ مبلغ اور جانثار تھے۔ اس موقعہ پر حضرت امیر ملّتؒ نے ایک بیان جاری فرمایا!

''مسلم لیگ ہی ایک اسلامی جماعت ہے۔ مسلمانو! سب اس میں شامل ہو جاؤ، اگر اس میں شامل نہ ہو گے تو اور کون سی جماعت ہے جو مسلمانوں کی ہمدرد ہو سکتی ہے۔ کانگرس سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرے گی، فضول ہے۔''

انہی دنوں قائداعظمؒ، علیحدہ قومیت کی بنیاد پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ حضرت امیر ملّت نے 23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان کے مبارک موقع پر حسب ذیل تہنیتی تار

ارسال فرما کر قائداعظمؒ کو اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔ تار کا مضمون یہ تھا۔

''فقیر معہ نو کروڑ جمیع اہلِ اسلام ہند، دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی مدارج کیلئے دُعا کرتا ہے۔''

26 جولائی 1943ء کو ظہر کے وقت خاکسار کارکن رفیق صابر آف مزنگ لاہور نے بمبئی میں قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ کیا اور حملہ کی خبر اُسی شام ریڈیو بمبئی نے نشر کی تو حضرت امیر ملت اُن دنوں حیدر آباد میں جلوہ افروز تھے۔ رات کو دس بجے قائد ملت نواب بہادر یار جنگ (ف 1944ء) صدر ''آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ'' وصدر ''مجلس اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن''، عجیب پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ روح فرسا خبر سنائی۔ آپ کو اس خبر سے بہت رنج ہوا۔ آپ نے فوراً رُو بقبلہ ہو کر حضرت قائداعظمؒ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر و کامیابیٔ مقاصد کیلئے دُعا مانگی۔ دوسرے دن آپ نے بقلمِ خاص قائداعظمؒ کے نام ہمدردی ومزاج پرسی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور ایک نادر قلمی نسخہ قرآن مجید، ایک مخملی جانماز، ایک تسبیح، ایک شال، ایک زمزمی آب زمزم اور دیگر اشیاء اپنے محبوب خلیفہ حضرت بخشی مصطفیٰ علی خاں (ف 1974ء) کے ہاتھ قائداعظم کو روانہ فرمائیں۔

اپنے مکتوبِ گرامی میں آپ نے سلام ودُعا کے بعد تحریر فرمایا تھا!

''قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کیلئے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں، میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اس میں امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی، فرعون کی دُشمنی، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ اسلام کے دین کی، ابو جہل کی دُشمنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کی باعث ہوئی ہے۔

اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے، آپ کی کامیابی کیلئے فال نیک ہے۔ آپ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ آپ کو حصولِ مقصد میں خواہ کتنی ہی دُشواریوں کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں، جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے، اس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔

میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کرے۔ میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ اپنے مقصد سے

ذرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔''

بخشی صاحب جب یہ مکتوب اور تحائف لے کر قائد اعظمؒ کی فرودگاہ مالا بار ہل بمبئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے ملاقات پر قدغن لگا رکھی ہے۔ وہ محترمہ فاطمہ جناح سے مل کر خط اور تحائف اُن کے سپرد کر آئے اور واپس آ کر تفصیل اور خیریتِ مزاج سے حضرت امیر ملّتؒ کو مطلع کیا۔ چند روز بعد (11 اگست 1943ء کا لکھا ہوا) قائد اعظمؒ کا خط آیا جس میں اُنہوں نے سلام ودُعا کے بعد لکھا تھا کہ!

''جب آپ جیسے بزرگوں کی دُعا میرے شاملِ حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہ ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں۔ جب تک قرآن شریف اور دین کا علم نہ ہو، کیا لیڈری کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا، انگریزی ترجمے میں نے منگوا لئے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانماز آپ نے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیونکر مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔ تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں۔ جو شخص اپنے پیغمبر ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے، میں اس ارشاد کی تعمیل بھی کروں گا۔''

جب قائد اعظمؒ کا مکتوب حضرت امیر ملّت کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا!

''میں حیدر آباد دکن میں بیٹھا ہوں اور جناح صاحب بمبئی میں ہیں۔ اتنے بعدِ مسافت پر اُن کو میرے ماضی الضمیر کی کیسے خبر ہوگئی۔ درآنحالیکہ میں نے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے۔ بے شک جناح صاحب تو ولی اللہ ہیں کہ انہوں نے میرے دل کی بات جان لی۔''

1944ء میں حضرت امیر ملّتؒ نے ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، بھارت) کا دورہ کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو عام کیا اور لوگوں کو تحریک پاکستان کی حمایت پر کمر بستہ کیا۔ ایک ایسے ہی جلسے کی روئیداد مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی (ف 1982ء) کی زبانی سنیئے!

''1944ء میں قبلہ پیر جماعت علی شاہؒ کی زیرِ صدارت دوسوہہ (ضلع ہوشیار پور) میں بڑا جلسہ تھا جس میں مجھ کو بہ نظرِ محبت مدعو کیا گیا تھا۔ میں نے معذرت لکھ بھیجی کہ حالات کے پیش

نظر نہیں پہنچ پاؤں گا۔ یکا یک ایک دن پہلے تار ملا کہ دسوہہ کے جلسے میں پہنچو۔ یہ تار قبلہ پیر جماعت علی شاہؒ کی طرف سے تھا جس کے بعد میرے لئے انکار کی گنجائش نہ رہی لہٰذا میں حاضر ہوا۔ یہ جلسہ بہت ہی کامیاب اور کامران ہوا۔ حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہؒ نے مسلم لیگ کی اہمیت اور پاکستان کے موضوع پر باثر اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی تقریر فرمائی۔ ہندوؤں کی مکاری اور انگریز کے خلاف جو مسلمانوں کے مقابلے میں آریہ سماجی ہندوؤں اور برہمنوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، کے متعلق وضاحت سے تقریریں فرمائیں۔''

28 تا 30 اپریل 1944ء کو تالاب شیخ مولا بخش سیالکوٹ کے وسیع پنڈال میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس کی کامیابی و کامرانی کیلئے حضرت امیر ملتؒ نے بھرپور سرپرستی فرمائی۔ دامے درمے قلمے سخنے قدمے مکمل تعاون فرمایا۔ قائدین مسلم لیگ کو اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ (ف 1944ء) کو بھی حضرت اقدس نے اس تاریخی اور یادگار اجلاس میں دعوتِ شرکت وخطاب دی۔ نواب صاحب مرحوم ومغفور نے اس کا ذکرِ خیر اپنے ایک خط بنام نصر اللہ خاں وکیل جنرل سیکرٹری مجلس استقبالیہ پراونشل مسلم لیگ کانفرنس، حسام الدین سٹریٹ سیالکوٹ سٹی محررہ 10 فروری 1944ء میں اس طرح کیا ہے!

''مکرمی! خط اور حضرت مولانا جماعت علی شاہ صاحب کا ارشاد وصول ہوا۔ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن اجلاس کی تواریخ سے واقفیت کا انتظار ہے کیونکہ میں نے اس دفعہ پنجاب کی آمد پر بعض اور جلسوں میں بھی شرکت کا وعدہ کر لیا ہے۔ جیسے ہی تاریخوں کا تعین ہو مطلع فرما کر ممنون کیجئے۔''

جون 1944ء میں حضرت امیر ملّت، سری نگر (کشمیر) میں جلوہ افروز تھے کہ آپ کے مریدِ خاص قائد ملّت چوہدری غلام عباس (ف 1967ء) قائداعظمؒ کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے قائداعظمؒ کی پُرتکلف دعوت کی اور انواع واقسام کے 45 کھانے دسترخوان پر چُنے گئے۔ دعوت کے اختتام پر حضرت امیر ملّتؒ نے قائداعظمؒ کو تحائف مرحمت فرمائے اور کامیابی وکامرانی کی دُعا فرمائی اور حاضرین سے فرمایا کہ سب لوگ مسلم لیگ کیلئے وقف ہو جاؤ اور ہر طرح سے مدد کر کے تحریکِ پاکستان کو ساحلِ کامیابی سے ہمکنار کریں۔ یاد رہے کہ اس تاریخی اور بے مثل دعوت میں کشمیر اور بیرونِ کشمیر کے رؤسا وعمائدین بھی شریک تھے۔

اس دعوت کے بعد حضرت امیر ملتؒ نے قدآور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا اور قائداعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی کی۔ چنانچہ اس پیشگوئی پر کامل یقین کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ!

''میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا کیونکہ امیر ملتؒ مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔''

اواخر جون 1945ء میں حضرت امیر ملتؒ نے تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک زبردست بیان جاری فرمایا جس کا عنوان ''تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام'' تھا۔ اس بیان کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ ''محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہٰذا سب مسلمان قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہوں۔''

آپ کے اس بیان کی تائید صاحبزادہ ظہور الحق (ف 1984ء) سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ گورداسپور، خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف (ف 1960ء)، پیر سیّد محمد فضل شاہ امیر حزب اللہ جلالپور شریف ضلع جہلم (ف 1966ء)، میاں علی محمد خاں سجادہ نشین بسّی شریف (ف 1975ء) اور سیّد محمد حسین سجادہ نشین سکھو چک ضلع گورداسپور (ف 1978ء) و دیگر بہت سے مشائخ نے کی۔

1945ء میں جب کانگرسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا دی تو حضرت امیر ملتؒ نے قیامِ پاکستان کی حمایت میں اطراف و اکنافِ ملک کے دورے کئے اور قائداعظمؒ کے حق میں فضا سازگار بنائی۔ آپ کی جامع اور مدلّل تقاریر سے متاثر ہو کر لوگ کانگرس سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے تو بمصداق ''کھسیانی بلّی کھمبا نوچے'' جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار نے قائداعظمؒ کی ذات الاصفات پر گھناؤنے اور رکیک حملے شروع کر دیئے، تب آپ نے پنجاب مسلم لیگ کے اجلاس عام منعقدہ لاہور کی صدارت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''دوقومی نظریہ سب سے پہلے سر سیّد رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا تھا اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا۔ اب قائداعظمؒ نے اسی دوقومی نظریئے کے بارآور ہونے کیلئے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقدمے کی پیروی کیلئے قابل و تجربہ کار وکیل تلاش کرتا ہے، بلاتمیز غیرے کہ وہ وکیل ہندو ہے یا مسلمان یا عیسائی۔ اب ہمارا مقدمہ انگریز اور ہندو کے ساتھ ہے، مسلمانوں قائداعظمؒ کو

اس مقدمے کا وکیل بنا لیا ہے اور پھر اُن کی ذات پر کیچڑ اُچھالنا اور رکیک وسوقیانہ حملے کرنا کیا معنی! ماسوائے ذاتی کدورت وحسد کے۔ یہ تو ایک اصول کی بات تھی، اب رہی میری عقیدت، اگر میں چراغ لے کر ڈھونڈوں تو مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب ایسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی اسلام کی خدمت بجا لا رہا ہو۔''

اس کے بعد حضرت امیر ملّت نے قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کی تائید وحمایت کیلئے سرگرمی کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ مخالفین کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود طوفانی دوروں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اوائل ستمبر 1945ء میں رُہتک (بھارت) کا دوروزہ دورہ فرمایا اور حسبِ سابق شہری وضلع مسلم لیگ کے سیکرٹری مالیات صاحبزادہ اختر علی صدیقی کو شرفِ میزبانی بخشا اور قلعہ میں اُن کے دیوان خانہ میں قیام فرمایا۔ رات کو ایک عظیم الشان جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے لوگوں کو مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین کی۔ حاضرین نے بہ آواز بلند مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ پھر آپ نے شہری مسلم لیگ کے عہدیدار مقرر کئے۔ راؤ خورشید علی، چوہدری حسین علی اور محبوب الٰہی وغیرہ۔

14 تا 16 ستمبر 1945ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ہندوستان بھر کے اکابر علماء اہلسنت وجماعت تشریف لائے۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملّتؒ نے فرمائی۔ ''صوبائی سنّی کانفرنس پنجاب'' کا قیام عمل میں لایا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگرس، احرار، خاکسار اور یونینسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگرس، مشرکین ومرتدین کی جماعت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن ہے اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگرس کو دینا حرام ہے۔

احرار، خاکسار اور یونینسٹ وغیرہ وغیرہ اکثریت سے کٹ کر گاندھی اور نہرو کے زرخرید غلام بن چکے ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف ''سنّی العقیدہ'' مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں میں جا کر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکامِ شریعت کے مطابق جدوجہد کریں۔

حضرت امیر ملّتؒ کی زیرِ صدارت اس اعلانِ حق سے مخالفینِ پاکستان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مشہور کانگرسی مولوی حفیظ الرحمٰن سیوہاری (ف 1962ء) نے اپنی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا!

''گذشتہ دنوں لاہور حزب الاحناف کے سالانہ جلسے میں ایک بدعتی پیر جماعت علی شاہ علی پوری

نے شرکتِ کانگرس کو حرام اور اُن کو ووٹ دینا حرام اور کانگرس مشرکین ومرتدین کی جماعت ہے، قرار دے کر جس قدر مسلم لیگیوں کی ہمت افزائی کی وہ تمام کی تمام شر انگیزی پر مبنی ہے۔''

21 ستمبر کو سہ روزہ ''الامان'' دہلی میں حضرت امیر ملتؒ کا ایک بیان شائع ہوا جس میں مسلمانوں سے اپیل کی گئی تھی کہ ''وہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں۔'' اپیل کے آخر میں آپ نے فرمایا کہ ''خدا مسٹر جناح کی عمر دراز کرے جو ہندوستان کے مسلمانوں کے واحد لیڈر اور واقعی قائد اعظم ہیں۔''

28 ستمبر 1945ء کو روزنامہ ''خلافت'' بمبئی میں جمعیت علماء اسلام کلکتہ کی طرف سے مسلم لیگ کی تائید وحمایت میں علماء ومشائخ کا ایک مشترکہ بیان چھپا جس میں حضرت امیر ملّت کا اسمِ گرامی سرفہرست تھا اور دیگر حضرات میں سیّد الاحرار مولانا حسرت موہانیؒ (ف 1951ء)، خواجہ حسن نظامی دہلوی (ف 1955ء)، مولانا ظفر علی خان (ف 1956ء) اور مولانا محمد بخش مسلم (ف 1987ء) شامل تھے۔

اواخر ستمبر 1945ء آپ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا کہ ''...... اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں، اس موقع پر جیسا کہ قائد اعظم محمد علی جناحؒ صاحب نے مسلمانانِ ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے اُمیدوار کو ووٹ دینا چاہیئے اور اپنی حیثیت سے زیادہ چندہ دینا چاہیئے۔ فقیر بحیثیت امیر ملّت، قائد اعظمؒ کی اس اپیل کی پُر زور تائید کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔''

اس کے بعد آپ نے اور زیادہ انہماک اور جوش وخروش سے مسلم لیگ اور قائد اعظمؒ کی حمایت میں سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے تمام علمائے دین اور مشائخ عظام کو خاص طور پر توجہ دلائی کہ اب گوشہ نشینی چھوڑ کر میدانِ عمل میں آئیں اور اپنا فرض ادا کریں۔ چنانچہ اطراف واکناف سے آپ کو خطوط اور تاروں کے ذریعے تعاونِ عمل کے پیغامات موصول ہوئے۔ پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) خود بہ نفس نفیس علی پور شریف حاضر ہوئے اور غیر مشروط طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے عرض کیا!

''حاضر ہوں گیا، اب جو حکم ہوگا تعمیل کروں گا۔''

آپ نے فرمایا!

''اب دین اور ملّت کی خدمت کی ضرورت ہے، یہ کام جو جناح صاحب کر رہے ہیں، ہم

سب کا ہے، آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں۔''

حضرت امیر ملّتؒ کے اس ارشاد کی تعمیل میں پیر صاحب مانکی شریف نے 14 اکتوبر 1945ء کو مانکی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں برصغیر کے نامور علماء و مشائخ کی ایک کانفرنس بلائی تاکہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کیا جائے۔ یہ کانفرنس رات کو پیر معصوم بادشاہ فاروقی سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف 1957ء) کی زیرِ صدارت ہوئی۔ اس کانفرنس میں حضرت امیر ملّت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)، خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ شریف (1960ء)، فخرِ ملّت مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء) مجاہد سرحد پیر محمد عبداللطیف سجادہ نشین زکوڑی شریف، ڈیرہ اسماعیل خاں (ف 1978ء) اور حاجی فضل حق پیر صاحب کاربوغہ شریف (ف 1952ء) جیسے پانچ صد جید علماء و مشائخ نے قدومِ میمنت لزوم فرمایا۔ حضرت امیر ملّتؒ نے اپنے روح پرور خطاب میں قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کی زبردست حمایت فرمائی۔ تمام حاضرین نے تحریک پاکستان کی تائید و حمایت میں تن من دھن کی بازی لگانے کا عہد کیا۔

26 تا 28 اکتوبر 1945ء کو انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر کے زیر اہتمام جامع مسجد میاں جان محمد مرحوم میں حضرت امیر ملّتؒ کی زیر سرپرستی و زیر صدارت حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی سالانہ تقریب بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوئی۔ متحدہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء و مشائخ نے اس سہ روزہ پروگرام میں شرکت کی۔ 28 اکتوبر کے پروگرام میں حضرت امیر ملّتؒ بہ نفسِ نفیس رونق افروز ہوئے اور پیرانہ سالی کے باوجود مسلسل دو گھنٹے پاکستان اور مسلم لیگ کے متعلق پُر جوش الفاظ میں تقریر فرمائی۔ حاضرین کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ امرتسر جو احرار کا گڑھ شمار ہوتا تھا، اب گلی گلی، کوچے کوچے میں ''مسلم لیگ زندہ باد'' اور ''امیر ملّت زندہ باد'' کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

اس سہ روزہ تقریب سعید سے صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)، ابو یوسف مولانا محمد شریف کوٹلوی (ف 1951ء)، حضرت سیّد محمد محدث کچھوچھوی (ف 1961ء)، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (ف 1970ء)، خطیب بے مثل سیّد محمود شاہ گجراتی (ف 1987ء)، صاحبزادہ سیّد انور حسین علی پوری (ف 1972ء) اور ابو النور مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ نے بھی مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی پُرزور حمایت میں تقریریں کیں۔

عُرس مبارک کی تقریب اختتام کو پہنچی تو حضرت امیر ملّت نے ضلع امرتسر کا دورہ فرمایا اور تحریک

پاکستان کو کامیاب بنانے کیلئے مدلّل اور پُرمغز تقریریں کیں۔ آپ کے ساتھ صدرالافاضل مرادآبادی، حضرت محدث کچھوچھوی اور سید بوٹے شاہ رمداسی (ف 1947ء) تھے۔ یہ نورانی قافلہ جدھر سے گزرتا، فضا میں خوشبو بکھر جاتی۔ لوگ نعرہ تکبیر و رسالت کے بعد امیر ملّت زندہ باد، قائداعظم زندہ باد اور مسلم لیگ زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگاتے۔ بقول شاعر!

ے وہ جدھر سے گزرے روشنی ہوتی گئی

اگرچہ حضرت امیر ملّتؒ ضعیف العمر تھے مگر جب جلسہ سے خطاب فرماتے تو آپ کی آواز مبارک دور دور تک سامعین کے قلب و جگر میں پیوست ہو جاتی اور حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی۔ اس دورہ کے بعد کانگرس یا دوسری نیم کانگرسی جماعتوں کا کوئی جلسہ کامیاب نہ ہو سکا۔ انہی جگہوں پر جہاں کانگرسی لیڈروں کے گلے میں ہار ڈالے جاتے تھے وہاں پتھر پڑتے دیکھا گیا اور مشرقی پنجاب کی فضا ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کے پُرکیف اور وجد آور نعروں سے گونجنے لگی۔

30 اکتوبر 1945ء کو روزنامہ ''وحدت'' دہلی کے صفحہ 3 کالم 3 پر مسلم لیگ کی حمایت پر حضرت امیر ملّتؒ کا ایک تہلکہ خیز بیان شائع ہوا جس نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور کانگرسی علماء کی نیندیں حرام ہوگئیں۔ آپ نے فرمایا:

> ''ہندوستان بھر میں صرف مسلم لیگ ہی ایسی جماعت ہے جو بالکل صحیح طور پر مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت کر رہی ہے اسلئے مسلم لیگ کی ہر ممکن امداد کر کے اس کو کامیاب بنانا ہر مسلمان کا فرض اوّلین ہے اور جو لوگ مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ دشمنانِ اسلام ہیں اس لئے اہلِ اسلام کیلئے لازم ہے کہ وہ مخالفین مسلم لیگ کے نہ تو جنازوں میں شامل ہوں اور نہ اُن کے مُردوں کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے دیں۔''

اس بیان کو بعد میں گجراتی اخبار روزنامہ ''وطن'' بمبئی نے بھی اپنی اشاعت 6 نومبر 1945ء صفحہ 5 پر شائع کیا۔ یوں حضرت امیر ملّتؒ کے یہ زرّیں ارشادات ہندوستان کے کونے کونے میں گونج اُٹھے اور ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بن گئے۔

2 نومبر 1945ء کو جامع مسجد میاں جان محمد مرحوم امرتسر شہر میں ایک عظیم الشان سنّی کانفرنس زیرِ صدارت حضرت امیر ملّتؒ منعقد ہوئی جس سے صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (ف 1948ء) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں ایک ہنگامہ خیز تقریر کی۔ ان کے علاوہ صاحبزادہ

سیّد انور حسین علی پوری (ف 1972ء) اور صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتی (ف 1987ء) نے بھی تحریک پاکستان کی حمایت میں تقریریں کیں۔ حضرت امیر ملّت نے بھی اپنے صدارتی خطبہ میں اس موضوع پر شعلہ بار خطاب کیا۔

24 نومبر 1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) نے مانکی شریف ضلع پشاور میں قائداعظم کی ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیر ملت کو جلسہ کی صدارت کیلئے دعوت دی مگر آپ ناسازیٔ طبیعت کے باعث تشریف نہ لے جاسکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملّت پیر سید محمد حسین (ف 1961ء) کو قائداعظم کیلئے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تھیلی اور کئی دوسرے تحائف دے کر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریف نے حضرت سراج الملّت کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت انہیں کے سپرد کی۔ جب قائداعظم جلسے میں آئے تو حضرت سراج الملّت نے آگے بڑھ کر سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا) قائداعظم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ ''حضرت امیر ملّت نے آپ کی کامیابی کا طلائی تمغہ بھیجا ہے۔'' یہ سن کر قائداعظم بہت خوش ہوئے، کرسی سے اُٹھ کر کھڑے ہوگئے اور سینہ تان کر کہا ''پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔'' اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملّت کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائداعظم کی شیروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانک دیا۔ قائداعظم نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

نومبر 1945ء کے آخر میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی حمایت میں امیر ملّت کا ایک اور بیان شائع ہوا جس میں آپ نے فرمایا کہ!

''دس کروڑ مسلمانانِ ہند نے فقیر کو امیرِ ملّت تسلیم کرلیا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے امیر ملّت کی رہنمائی پر عمل کرنا نصِ قطعی سے واجب ہے۔ امیر ملّت کا فرمانبردار، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہے۔ امیر ملّت کا نافرمان، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ محمد علی جناح کی اس اپیل کی فقیر بھی بحیثیت امیر ملّت پُرزور تائید کرتا ہے کہ ہر مسلمان مسلم لیگ کے اُمیدوار کو ووٹ دے اور حیثیت سے زیادہ اُس کو چندہ دے۔''

اوائل دسمبر 1945ء میں پنجاب کے نامور صوفیائے کرام نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک اعلان جاری فرمایا جس میں مریدین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو ہدایت اور تاکید کی گئی کہ مسلم لیگ کی حمایت

کریں۔ حضرت امیر ملتؒ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ!

''جو مسلم لیگ میں شامل نہ ہو اور مر جائے تو اُن کے مرید ایسے شخص کا جنازہ بھی نہ پڑھیں۔''

1945-46ء کے انتخابات کے سلسلے میں حضرت امیر ملتؒ نے ایک تاریخی بیان جاری فرمایا جس سے کانگرس اور دیگر مسلم دُشمن جماعتوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بیان ملاحظہ فرمائیے اور حضرت کے مجاہدانہ کردار اور قلندرانہ یلغار کی داد دیجئے۔

''اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے فقیر کو امیر ملت تسلیم کر لیا۔ اب جملہ مسلمانانِ ہند کو اپنے امیر ملت کی رہنمائی پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہ امر فقیر اپنی ہی طرف سے پیش نہیں کرتا بلکہ نصِ قطعی سے ثابت کرتا ہے کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی اور جس نے حضور انور ﷺ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے امیر سے نافرمانی کی اس نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے نافرمانی کی اور جس نے اپنے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

پس اس بنا پر فقیر جمیع مسلمانانِ ہند سے اپیل کرتا ہے کہ جس طرح فقیر نے شملہ کانفرنس کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد سیاسی جماعت ہے، اب چونکہ جدید انتخابات ہونے والے ہیں اس موقعہ پر جیسا کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ صاحب نے مسلمانانِ ہند سے یہ اپیل کی ہے کہ ہر ایک مسلمان کو مسلم لیگ کے اُمیدوار کو ووٹ دینا چاہیئے۔ فقیر بھی بحیثیت امیر ملت، قائداعظم محمد علی جناح کی اس اپیل کی پُر زور تائید کرتا ہے اور جمیع مسلمانانِ ہند سے عموماً اور اپنے یارانِ طریقت سے خصوصاً جو لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ہیں، مکرّر پُر زور اپیل کرتا ہے کہ اس موقع پر ہر طرح سے مسلم لیگ کی امداد کریں اور میرے متوسلین انشاء اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کی امداد کرتے رہیں گے۔''

11 دسمبر 1945ء کو روزنامہ ''وحدت'' دہلی میں حضرت امیر ملت قدس سرہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان، مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو...... فقیر اپنے فتوے کا دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا

مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جاوے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے''

ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر 12 تا 20 دسمبر 1945ء میں آپ کا ایک اور مجاہدانہ بیان شائع ہوا۔ پڑھیئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

''اس وقت حمیت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ سنی کانفرنسوں کو کامیاب کر کے مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کریں تا کہ یہ حشرات الارض کانگرسی، یونینسٹ قسم کے لوگوں کی نہ صرف حوصلہ شکنی ہو بلکہ اُن کے تمام مکروہ عزائم پیوندِ خاک ہو جائیں۔''

1945-46ء کے انتخابات مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ تھے۔ حضرت امیر ملّتؒ اور اُن کی اولاد امجاد نے طوفانی دورے کر کے مخالفینِ تحریک پاکستان کے مذموم عزائم کو ناکام بنا دیا۔ انہی دنوں آپ کو سیالکوٹ شہر میں تشریف لا کر خطاب فرمانے کی دعوت دی گئی۔ آپ شدید علالت کے باوجود تشریف لائے۔ نقاہت کے باعث کسی جلسہ میں تقریر نہ کر سکتے تھے۔ آپ نے پکا گڑھا (سیالکوٹ کی آبادی) میں قیام فرمایا۔ آپ کے مریدین اور ہزاروں شہری روزانہ حاضری دیتے تو چارپائی پر ہی حاضرین کو خطاب فرماتے اور تلقین کرتے کہ وقت کے تقاضے کے مطابق مسلم لیگی اُمیدواروں کی بھرپور اعانت کی جائے۔ آپ کی ہدایت نے ایک نیا ولولہ پیدا کیا اور سیالکوٹ کے شہری والہانہ انداز میں انتخابی مہم کو کامیاب بنانے کیلئے سرگرم عمل ہو گئے۔

مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی مقبولیت سے بوکھلا کر انگریز حکومت نے ایک قانون جاری کیا جس کی رُو سے مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم قرار دے دیا گیا اور اس جرم کی سزا تین سال قید اور جرمانہ بھی مقرر کی گئی۔ اس پر لاہور کے ایک جیالے مسلم لیگی چوہدری عبدالکریم آف قلعہ گوجر سنگھ (ف 1981ء) نے جمعیت علماء اسلام پنجاب کی کانفرنس 9، 10، 11 جنوری 1946ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں بلائی جس کی صدارت امیر ملّتؒ نے فرمائی۔ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری (ف 1961ء)، مولانا عبدالستار خان نیازی (1915-2001ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء)، پیر محمد عباس کرمانی شیر گڑھی (1916-2000ء)، خواجہ قمرالدین سیالوی (1906-1981ء)، مخدوم سیّد محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (1896-1949ء)، پیر صاحب مانکی شریف (1922-1960ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے علاوہ بہت سے دیگر علماء کرام اور عوام کی بھاری تعداد

نے شرکت کی۔ کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اگر آپ نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم ﷺ بھی ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا۔''

حضرت امیر ملتؒ نے صدارتی خطاب فرماتے ہوئے کہا:

''حکومت اور کانگرس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزلِ مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اُن کے مطالبۂ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو برملا گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا۔ یہ اُن کے سچا رہنما ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں۔ میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سید ہوں اور سید موت سے کبھی نہیں ڈرتا۔ میں اپنے یارانِ طریقت اور حلقہ بگوشوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ صرف اور صرف مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو ہی ووٹ دیں اور عامتہ المسلمین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلم لیگ ہی کو کامیاب وکامران بنائیں۔''

اس کانفرنس کے بعد حضرت امیر ملتؒ نے بحیثیت صدر ''آل انڈیا سنّی کانفرنس''، مسلم لیگ کی حمایت میں اپنا ایک دستخطی بیان ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر کی اشاعت 21 تا 28 جنوری 1946ء میں شائع کروایا کہ:

''مسلم لیگ بڑی جماعتِ اہل اسلام ہے اور اس سے الگ رہنے والے اسلام دُشمن ہیں۔''

21 اپریل 1946ء کو پشاور میں ''پاکستان کانفرنس'' منعقد ہوئی جس کی صدارت امیر ملتؒ نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں علماء ومشائخ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت امیر ملت نے حسب معمول یہاں بھی تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں ولولہ انگیز اور فکر انگیز خطاب فرمایا۔ اسی دوران آپ سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خاں (ف 1988ء) کے گاؤں شاہی باغ میں تشریف لے گئے اور کلمۂ حق بلند فرمایا۔ آپ نے کانگرس اور سرخپوشوں کی دھجیاں بکھیر دیں مگر غفار خاں یا اُس کے کسی حواری کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

27 اپریل 1946ء کو ''آل انڈیا سنّی کانفرنس'' کا بنارس (بھارت) میں فقید المثال اور تاریخ ساز اجلاس شروع ہوا تو کانگرسی علماء نے اپنے ایجنٹ بھیج کر اجلاس کو درہم برہم کرنے کی سازش کی۔

ایک قرارداد مرتب کی جس میں قائداعظم کو کافر، معلون اور مُرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملّت نے قائداعظمؒ کے بارے میں جو تعریفی کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں۔

جب آپ اپنے معتمدِ خاص صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء) مرکزی ناظم اعلیٰ ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے ساتھ سٹیج پر تشریف لا رہے تھے تو کسی نے راستہ میں اس سازش کی خبر دے دی۔ آپ جلسہ گاہ میں پہنچے تو آپ کو کرسی پر بیٹھا کر اسٹیج پر لایا گیا۔ آپ کی صدارت کے اعلان کے بعد جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت کلامِ مجید کے بعد کے بعد آپ یک لخت پورے جوش و جذبہ کے ساتھ جلسہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا!

''جناح کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بناتا ہے، کوئی ملعون ٹھہراتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ولی اللہ ہے۔ آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن وحدیث کی رُو سے کہتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے!

ان الذین امنو وعملو الصلحت سیجعل لھم الرحمن وداً	''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔''
(پارہ:16 سورہ مریم 96)	

اس کے بعد آپ نے لاکھوں کے اجتماع سے سوال کیا کہ!

''تم بتلاؤ، ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائداعظمؒ ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں؟ یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے، اب رہی میری عقیدت، تم اس کو کافر کہو، میں اُس کو ''ولی اللہ'' کہتا ہوں۔

اب رہا میری صدارت کا مسئلہ تو بحمد اللہ میں صحیح النسب سیّد ہوں اور سیّد ماں کے پیٹ سے صدر ہوتا ہے۔ تمام اُمّت، آلِ رسولؐ پر درود بھیجتی ہے اس لئے مجھے صدارت سے شرف نہیں، صدارت کو مجھ سے شرف حاصل ہے۔''

آپ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی اور مخالفین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

اس ہنگامہ خیز اجلاس میں حضرت امیر ملّتؒ نے حسبِ عادت فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلم لیگ

اور مسلم لیگ کی قرارداد لاہور یعنی مطالبہ پاکستان کی شدومد کے ساتھ حمایت فرمائی اور تمام مسلمانوں کو تلقین کی کہ قائداعظمؒ کی حمایت واعانت میں کمربستہ ہو جائیں، کانگرس اور اس کے ایجنٹوں کی تمام سازشوں کو بے نقاب کر کے انہیں خاسر ونامراد بنا دیں۔

آپ کے مدلل اور دندان شکن اور مسکت خطاب کے بعد صدرالافاضل مراد آبادی (ف 1948ء) اور فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء) کی تقریر تو تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بڑے ہنگامے کے بعد آخر کار کانگرسی ایجنٹوں کو منہ کی کھانی پڑی اور تمام حاضرین نے مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ پھر تو ''امیر ملت زندہ باد''، ''مسلم لیگ زندہ باد'' اور ''پاکستان زندہ باد'' کے فلک شگاف نعروں کے آگے فریق مخالف کو خاموشی سے راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی اور صورت نظر نہ آئی۔

11 تا 13 اکتوبر 1946ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار جامع مسجد میاں جان محمد مرحوم امرتسر میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا 37 واں سالانہ عرس مبارک منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت امیر ملتؒ نے فرمائی۔ اس شاندار اور تاریخی کانفرنس میں مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)، مولانا قطب الدین جھنگوی (ف 1959ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی (ف 1970ء)، سید محمود شاہ گجراتی (ف 1987ء) اور سیّد ولایت حسین شاہؒ (سرحد) نے مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت میں شاندار تقاریر کیں۔

آخری اجلاس میں حضرت امیر ملتؒ نے صدارتی خطاب میں ارشاد کیا!

''اس وقت مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے منظم ہو جانا چاہیئے، وہ جھنڈا صرف مسلم لیگ کا ہے جو مسلمانوں کی جماعت ہے اور اس نازک دور میں مسلمانانِ ہندوستان کی خاطر خواہ خدمت کر رہی ہے۔ قائداعظمؒ ہمارے سیاسی وکیل ہیں ہم اُن کے حکم پر پاکستان جیسی مقدس سرزمین حاصل کرنے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔''

آپ کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ! جناح کافر ہے یا مسلمان؟ آپ نے برجستہ جواب دیا:-

''تمہیں کون سی اُس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اُس کا مذہب دریافت کرتے ہو۔''

پھر ارشاد فرمایا!

''ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جسے وہ کر رہے ہیں۔ یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ اُن کا مذہب و مسلک کیا ہے؟''

اہلِ جلسہ اس اسلوبِ بیان سے مطمئن ہو گئے۔ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی نے بڑھ کر حضرتؒ کے قدم پکڑ لئے اور اعتراف کیا کہ ''اب مسئلہ صاف ہو گیا ہے۔'' آپ نے فرمایا!

''مولانا صاحب! وہ پاکستان بنانے کی کوشش کر رہا ہے، اسے کامیابی ہوگی۔''

پھر ارشاد فرمایا!

''پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ بارگاہِ ربّ العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے۔ پاکستان ہم سب کا ہے۔ اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے، وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں۔''

آپ نے بڑھاپے، علالت اور نقاہت کے باوجود ڈیڑھ گھنٹہ مسلسل خطاب فرمایا۔ آپ کے ارشادات کا حاضرین پر گہرا اثر ہوا اور لوگوں نے اُس جلسہ سے واپس جا کر اپنے شب و روز تحریک پاکستان کیلئے وقف کر دیئے۔

1945-46ء کے انتخابات میں آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود ملک گیر دورے کئے اور قائداعظمؒ کی استدعا پر بڑھ چڑھ کر مسلم لیگی رہنماؤں، اُمیدواروں اور کارکنوں کی اعانت فرمائی۔ آپ کی شبانہ روز کاوشوں کی بدولت مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی ہوئی۔ قائداعظمؒ نے بمبئی میں حضرت کے مرید صادق سیٹھ محمد علی کو مبارکباد دی اور کہا کہ!

''یہ سب تمہارے پیر صاحب کی کوشش اور دُعا کا نتیجہ ہے۔''

حضرت نے قائداعظمؒ کو مبارکباد کا تار دیا، جواباً انہوں نے بھی آپ کو تار دیا اور لکھا کہ!

''یہ سب آپ کی ہمت اور دُعا کا نتیجہ ہے، اب یقیناً پاکستان بن جائے گا۔''

17 جولائی 1946ء کو آپ نے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل ہونے پر قائداعظمؒ کو مبارکباد کا خط لکھا:

علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ

17 جولائی 1946ء

قائداعظم صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! گزشتہ ہفتے میں ایک پیغام عزمِ حج کی مبارکبادی پر بھیج چکا ہوں۔اب دوسری مرتبہ آپ کو مسلم لیگ کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں، کیونکہ مسلم لیگ کی کامیابی کا سہرا ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے خداوند کریم نے آپ ہی کو نصیب فرمایا اور باوجود پانچ گروہوں کی شدید مخالفت کے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محض آپ کو کامیابی بخشی حالانکہ مخالفین کو ہر مرتبہ آپ کی مخالفت میں لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی رُوسیاہی اور ذلت نصیب ہوئی۔انہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو آپ سے برگشتہ کر کے بقول کشمیریاں گاندھی کا...... بنایا جائے مگر سوائے تین شخصوں کے اور کسی کو بھی وہ گاندھی کا...... نہ بنا سکے!

آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو
ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

الراقم

سیّد جماعت علی شاہ عفی اللہ عنہ

قائداعظمؒ نے 23 جولائی 1946ء کو حضرت امیر ملّت کی خدمت میں عریضہ لکھ کر شکریہ ادا کیا اور دُعاؤں کے خواستگار ہوئے۔

4 جولائی 1947ء کو صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہونا قرار پایا تو سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (ف 1988ء) کی سازشوں کو ناکام بنانے کیلئے متحدہ ہندوستان سے مسلم لیگی رہنما اور کارکن اس مہم میں شامل ہونے کیلئے سرحد پہنچ گئے۔حضرت امیر ملّت اپنی انتہائی پیرانہ سالی اور علالتِ طبع کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جاسکے۔اُنہوں نے اپنے صاحبزادوں، مریدوں اور ارادتمندوں کو اس جہاد میں حصہ لینے کیلئے بھیجا۔سیالکوٹ سے اپنے مرید خاص علامہ محمد یعقوب خاں (ف 1997ء) کی زیر قیادت ایک وفد آپ کے حکم پر تشکیل دیا گیا۔وفد کے نائب امیر مولانا غلام فرید قریشی آف چٹی شیخاں (ف 1976ء) تھے۔اس وفد نے حویلیاں، مانسہرہ اور نواحی علاقہ میں پاکستان کی حمایت حاصل کرنے کیلئے بھرپور تگ ودو کی۔

جب پاکستان کی منزل قریب آگئی، برصغیر کے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لے آئیں اور آزادی کی صبح طلوع ہونے کا اعلان ہوگیا تو حضرت امیر ملّتؒ نے قائداعظمؒ کو مبارکبادی کا خط لکھا جس کے جواب

میں قائداعظمؒ نے 6۔اگست 1947ء کو جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے۔

10-اورنگ زیب روڈ، نیو دہلی

6اگست 1947ء

ڈیر پیر صاحب

آپ کی نیک تمناؤں اور مبارکبادوں کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمان خوش ہیں کہ آخر کار ہم نے دوسو سال کی غلامی کے بعد، خود اپنی پاکستان کی آزاد اور خود مختار مملکت بنالی۔

آپ نے از راہِ لُطف مجھے شفتالوؤں کا جو پارسل ارسال کیا ہے، میں اُس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ

ایم اے جناح

14 اگست 1947ء کو جب آزادی کی صبح طلوع ہوئی اور پاکستان کی شکل میں ہمیں سورج سے بھی زیادہ روشن منزل مل گئی تو حضرت امیر ملّتؒ نے حضرت قائداعظمؒ اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کئے۔ قائداعظمؒ کو مبارکباد کے تار میں تحریر فرمایا!

''ملک گیری آسان ہے، ملک داری بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مُلک داری کی توفیق عطا فرمائیں۔''

پاکستان بننے کے بعد آپ نے مہاجرین کی آبادکاری کیلئے بہت کام کیا۔ لُٹے پٹے قافلوں اور مہاجروں کی ہر طرح سے امداد کی۔ 11 ستمبر 1948ء کو قائداعظمؒ کی رحلت ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے حضرت قائداعظمؒ کیلئے دُعائے مغفرت فرمائی اور یارانِ طریقت کو بھی دُعائے مغفرت کیلئے ارشاد کیا۔ 12 ستمبر 1948ء کو اپنے خلیفہ مجاز الحاج قاری چوہدری محمد شہاب الدین (ف 1963ء) بیگم بازار حیدر آباد دکن (بھارت) کے نام اپنے گرامی نامہ میں قائداعظمؒ کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:-

''ابھی ابھی جناح صاحب کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر سن کر جس قدر صدمہ ہوا وہ احاطۂ تحریر سے خارج ہے۔ خیر، مرضی مولیٰ از ہمہ مولیٰ۔ اس وقت سارے پاکستان اور ہندوستان میں مرحوم کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔''

قائداعظمؒ کی رحلت کے بعد اُن کے جانشینوں نے مسلم لیگ کے وعدہ کے مطابق اسلامی نظام کے

نفاذ سے روگردانی کی اور ملک کو لادینیت کی طرف دھکیل دیا۔ حضرت امیر ملت میدان میں آ گئے۔ آپ نے پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (ف 2001ء) جیسے شیدایانِ اسلام کو ساتھ لے کر "تحریک نفاذ شریعت" چلائی۔ جیسا کہ قاری چوہدری محمد شہاب الدین آف حیدر آباد دکن کو 8 مئی 1948ء کے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

"پاکستان تو بن گیا مگر ارکانِ سلطنت اسلامی قانون جاری نہیں کرتے بلکہ اسلام کے مخالف قانون کو ترقی دے رہے ہیں۔ چنانچہ شراب خانہ اور بازاری عورتوں کی گرم بازاری ہے۔ بے پردگی، رشوت، سُود خوری پہلے کی نسبت کئی گنا ترقی کر گئی ہے۔ ہم تو پردہ کی حمایت میں ہی کہہ رہے تھے مگر انہوں نے بے پردگی سے بھی آگے بڑھ کر عورتوں کی فوج بنا ڈالی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کبھی نہیں دیکھی سنی گئی۔

اب میں، پیر صاحب مانکی شریف اور مولوی عبدالستار خان نیازی تینوں شہر بہ شہر جلسے کر کے عام لوگوں کو خبردار کر رہے ہیں اور اُن سے قسمیں اور عہد لے رہے ہیں کہ اسلامی قانون کا اجراء چاہیں نہ کہ موجودہ شیطانی قانون کا۔ چنانچہ سب لوگ باتفاق رائے اقرار کرتے ہیں کہ ہم سب اسلامی قانون چاہتے ہیں۔ فقیر نے کہہ دیا ہے کہ جہاں سب سے پہلا موافق و مددگار یہ فقیر تھا وہاں بصورتِ دیگر پہلا مخالف بھی یہی ہوگا۔"

حضرت امیر ملّت کا یہ جہاد تادمِ واپسیں جاری رہا اور بالآخر وہ اس درد کی کسک لئے ہوئے 30 اگست 1951ء کو رحلت فرما کر جنت الفردوس میں جا بسے مگر اُن کی روح ابھی تک نظامِ اسلام کے نفاذ کی خبر سننے کیلئے بے قرار ہے۔ 14 اگست 1987ء کو حکومت پنجاب نے حضرت امیر ملّتؒ کی تحریکِ پاکستان میں عدیم النظیر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے "تحریک پاکستان ایوارڈ" کا اعزاز دیا۔

ایوارڈ کی اپنی مسلمہ اہمیت وحیثیت سہی مگر اصل کام وطنِ عزیز میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ ہے، ملک کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر ایوارڈ اور اعزاز سب بے مقصد اور بے سُود ہیں۔

حضرت امیر ملتؒ کی رحلت کے بعد آپ کے سیاسی جانشین مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نے تن من دھن کی بازی لگا کر نفاذِ اسلام کیلئے کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں انہیں قید و بند تو کجا دار و رسن تک بھی پہنچنا پڑا مگر آفریں اُن کی ہمت کے کہ وہ تمام آخر اپنے مشن کی کامیابی کیلئے دیوانہ وار سرگرمِ عمل رہے۔

ہمت بلند دار پیشِ خدا و خلق اُو
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

خان شاہد اکبر آبادی ثم کراچوی نے امیر ملّتؒ کا یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا!

غلامانِ سرکار طیبہ میں شاہد تھے کتنے مکرّم جماعت علی شاہ
تھے ''مقصودِ خلقت'' تو تاریخ بولی کہو ''فخرِ عالم جماعت علی شاہ''
1370ھ 1951ء

ماخذ:-

1- ''پاکستان ناگزیر تھا'' از سیّد حسن ریاض، کراچی 1982ء
2- ''تذکرہ شہ جماعت'' از عبدالقادر فیاضؔ بلگوڈوی، میسور 1954ء
3- ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' از محمد احمد خاں، لاہور 1977ء
4- ''قائداعظمؒ اور سرحد'' از عزیز جاوید، لاہور 1978ء
5- تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ 1986ء
6- ''انوار امیر ملّتؒ از محمد صادق قصوری 1979ء
7- ''فدایانِ امیر ملّت'' از محمد صادق قصوری، 1981ء
8- ''قرارداد پاکستان'' از لطیف احمد شیروانی، کراچی 1985ء
9- ''سیرت امیر ملّت'' از پروفیسر محمد طاہر فاروقی، 1975ء
10- ''قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ'' ایک بیرسٹر کے قلم سے، لاہور 1985ء
11- ''اسلام اور قائداعظمؒ'' از محمد حنیف شاہد، لاہور 1976ء
12- ''قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ از محمد حنیف شاہد، لاہور 1976ء
13- ''قائداعظمؒ خطوط کے آئینے میں'' از خواجہ رضی حیدر کراچی 1985ء
14- ''مشائخ ہوشیار پور'' از میاں عطاء اللہ ساگر وارثی، لاہور 1991ء
15- ''مٹی کی محبت'' از پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی، لاہور 1988ء
16- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی کراچی، 1996ء ص 41 تا 42، 88
17- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 268، 279،

1096،990،363

18- ''خطباتِ آل انڈیا سنّی کانفرنس'' از محمد جلال الدین قادری لاہور 1978ء

19- ستر باادب سوالاتِ دینیہ ایمانیہ'' از مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، پیلی بھیت (انڈیا) 1946ء،

20- قائداعظمؒ اوران کا عہد'' از رئیس احمد جعفری 1966ء

21- ''کاروانِ شوق'' از حکیم آفتاب احمد قرشی، لاہور 1984ء،

22- ''فیضانِ امیر ملّت'' از مرزا ذوالفقار علی بیگ حیدرآبادی دکن 1959ء

23- ہفتہ روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر 1940 تا 1946ء کی فائلیں۔ دیگر ہفت روزے، ماہنامے و روزنامے وغیرہ

24- ''رجال اقبال'' از عبدالرؤف عروج، مطبوعہ کراچی 1988ء ص 323

سیّد سجاد حسین شاہ سیکریؒ

(1879-1952ء)

حکیم خواجہ سیّد سجاد حسین سیکری بن حکیم خواجہ سیّد اکبر علی شاہ (ف 1938ء) بن حکیم سیّد کرامت علی شاہ (ف 1892ء) کی ولادت باسعادت 10 ربیع الاوّل شریف 1296ء/ 4 مارچ 1879ء بروز منگل بیکانیر (راجستھان، انڈیا) میں پانچ بجے صبح ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد کی آغوش میں ہوئی۔ والد ماجد مہاراجہ بیکانیر کے طبیب خاص تھے۔ کچھ عرصہ بعد والد ماجد یہ ملازمت چھوڑ کر مستقل طور پر سیکر شریف تشریف لے آئے تو مولانا عبدالغنی سیکری (ف 1337ھ) سے عرصہ سات سال میں ''درس نظامی'' پر عبور حاصل کیا اور پھر والد ماجد سے طب سیکھ کر کمال پیدا کیا۔ بیعت وخلافت بھی والد گرامی سے تھی۔

والد ماجد کی رحلت پر سجادہ نشین ہوئے۔ اپنے سلسلہ نقشبندیہ، چشتیہ کو بڑی ترقی دی۔ تحریک پاکستان میں دل کھول کر کام کیا۔ صوبہ راجستھان میں جب مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تو آپ نے اس کے بانی حاجی احمد علی خاں کی سرپرستی کی اور بڑے مفید مشورے دیئے۔ تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے تو مریدین کو مسلم لیگ میں شمولیت کی تلقین فرماتے۔

کانگرس نے راجستھان میں مسلم لیگ کو ناکام بنانے کیلئے مسٹر اچاریہ کرپلانی کو سیکر شریف کے دورے پر بھیجا جس کے جواب میں مولانا مظہر الدین شیرکوٹی (ف 1939ء) ایڈیٹر ''الامان'' دہلی اور علی گڑھ کے طلباء نے سیکر شریف کے دورے کیئے۔ ان لوگوں کی پُر جوش تقریروں نے اس علاقے کی مسلمان اکثریت کو مسلم لیگ کا حامی بنا دیا۔ یہ سب کچھ سیّد سجاد حسین شاہ کی خصوصی دلچسپی اور سرپرستی کا نتیجہ تھا۔

1946ء کے صوبائی الیکشن میں سیکر شریف کے حلقہ سے شاہ علیم الدین ایڈووکیٹ مسلم لیگ کے اُمیدوار تھے۔ کانگرس نے نظیر احمد نامی ایک مسلمان کو مقابلے پر کھڑا کیا تھا۔ اس معرکۂ حق و باطل میں کامیابی نے مسلم لیگ کے قدم چومے۔ سیّد سجاد حسین نے اس موقعہ پر اسلام اور مسلمانوں کی برتری کیلئے دیوانہ وار کام کیا جس سے کانگرس کی سرکاری مشینری، ہندو کا مال و دولت اور اثر ورسوخ خاک میں مل گیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد 1951ء میں آپ ہجرت فرما کر حیدر آباد سندھ میں تشریف لے آئے اور 22 ذی قعد 1371ھ/ 13 اگست 1952ء بروز بدھ آپ کا وصال ہوا اور پھلیلی کے قبرستان میں آخری

آرام گاہ بنی۔

حضرت صاؔبر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخِ رحلت کہا!

تھے وہ کامل ولئی سنگھانہ سب پر روشن ہے عظمتِ سجاد
شاہِ اکبر علی کی بیعت سے ہے مجدّد سے نسبتِ سجاد
ایک عالم ہے معتقد اُن کا دیکھ لیجئے کرامت سجاد
کہہ دے صاؔبر یہ اُن کا سالِ وصال ''ہیں قبا پوش حضرتِ سجادؒ''
1952ء

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت حکیم سیّد اکرام حسین شاہ صاحب مدظلہ، حیدرآباد سندھ میں مسندِ رُشد وہدایت پر فائز ہیں۔ اللہ کریم اُن کا سایہ ہمایہ تادیر سلامت رکھے۔

ماخذ:-

1- ''تذکرہ خواجگانِ چشت سیکر شریف'' از حکیم محمد حسین بدر، بہاولپور 1989ء ص 187 تا 190، 219 تا 221

2- ''تذکرہ نقشبندیہ اکرامیہ'' از محمد صادق قصوری (منتظرِ طبع)

3- ''تاریخ رفتگاں'' جلد دوم از صاؔبر براری، کراچی 1998ء ص 27

پیر فضل حق کربُوغہ شریفؒ

(1880-1952ء)

پیر فضل حق عرف گل آبا صاحب بن مولانا پیر محمد عمر شاہ عرف صاحب مبارک (1819-1929ء) کی ولادت باسعادت 1297ھ/ 1880ء میں محلہ صاحبزادگان کربوغہ شریف تحصیل ہنگو ضلع کوہاٹ (سرحد) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد قرآنِ پاک حفظ کیا۔ پھر مختلف اساتذہ مثلاً مولانا محمد الیاس آفریدی موضع بھوٹان، مولانا عبداللطیف ریاست دیر سے استفادہ کیا۔ شیخ الحدیث مفتی محمد سعید آف کربوغہ شریف سے دورۂ حدیث کیا۔ بعدازاں طب وحکمت میں بھی دسترس حاصل کی۔

اپنے والد گرامی کے دستِ مبارک پر سعادتِ بیعت حاصل کرکے فیوض وبرکات کے خزانے لُوٹے۔ والد گرامی کے خلیفہ ارشد اور آپ کے استاذِ محترم مولانا محمد الیاس آف بھوٹان نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ میں اجازت وخلافت سے نوازا۔ 1929ء میں والد گرامی کی رحلت پر سجادہ نشین ہوئے اور لوگوں کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔ قبائلی علاقہ جات میں مسلمانوں کے باہمی تنازعات کے فیصلے کرنے اور امن وامان قائم کرنے پر خصوصی توجہ دی۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 14 اکتوبر 1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) نے اپنے ہاں برصغیر کے نامور علماء ومشائخ کی ایک کانفرنس بلائی تاکہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کیا جائے۔ یہ کانفرنس رات کو پیر معصوم بادشاہ فاروقی نقشبندی مجددی (ف 1957ء) سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں امیر ملت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدّث علی پوری (ف 1951ء) خصوصی طور پر مدعو تھے۔ علاوہ ازیں صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)، پیر صاحب تونسہ شریف خواجہ غلام سدیدالدین (ف 1960ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)، پیر عبداللطیف زکوڑی شریف (ف 1978ء)، مولانا شائستہ گل (ف 1981ء) اور سینکڑوں دیگر علماء ومشائخ کے ساتھ پیر صاحب کربوغہ شریف نے بھی شرکت کی۔

یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ شرکائے کانفرنس نے بڑے جوش وخروش کا مظاہرہ کیا۔ تمام صوبہ سرحد میں اس کانفرنس کی وجہ سے مسلم لیگ کا بول بالا ہوگیا۔ پیر صاحب کربوغہ شریف نے اس کانفرنس میں مسلم

لیگ میں اپنی شرکت کا اعلان کیا اور واپس آ کر گوشہ نشینی کو خیر باد کہہ کر مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچم تھام کر پورے علاقے میں دورے کر کے عوام وخواص کو مسلم لیگ کا حامی بنایا۔ ضلع بنوں، کرک، لکی مروت اور دوسرے علاقوں میں جلسے منعقد کر کے ایک ایسا انقلاب برپا کر دیا کہ ہر طرف سے ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کے روح پرور ترانے سنائی دینے لگے۔

30 مئی 1946ء کو پیر صاحب مانکی شریف نے صوبہ سرحد کے علماء مشائخ کا ایک خصوصی اجلاس مانکی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں بلایا تو آپ نے بنفس نفیس شرکت فرما کر اپنے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب سے سامعین کے قلب وجگر کو جلا بخش کر تحریک پاکستان کو اک ولولہ تازہ بخشا۔

اس کے بعد آپ نے بنوں میں ایک شاندار ''علماء ومشائخ کانفرنس'' بلائی۔ اس سلسلہ میں پیر صاحب مانکی شریف، کربوغہ شریف تشریف لائے اور پھر آپ کی قیادت میں ایک شاندار جلوس بنوں پہنچا۔ آپ نے کانفرنس سے اختتامی خطاب فرماتے ہوئے ''طالوت وجالوت'' کے موضوع پر خطاب فرمایا اور حاضرین کے اذہان میں قیامِ پاکستان کی ضرورت واہمیت کو خوب بٹھایا۔ آپ کی تقریر کا ایک ایک لفظ سامعین کے قلب وجگر میں اترتا جا رہا تھا۔ آپ نے آخر میں فرمایا کہ جو کوئی اس نازک وقت پر قیام پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ اصحاب طالوت کا سا سلوک کرے۔ لوگوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بانگِ دہل حمایت وتعاون کیا۔

آپ کی مسلسل جدوجہد سے مسلم لیگ کی دھوم مچ گئی۔ آپ کے مریدوں، متعلقین اور علاقہ کے علماء ومشائخ نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا حتیٰ کہ 14 اگست 1947ء کو آزادی کی صبح طلوع ہوگئی۔ بعد ازاں آپ نے جہاد کشمیر میں بھی سرفروشانہ کردار ادا کیا۔ راولاکوٹ کے بڑے مورچے کا فاتح آپ ہی کا لشکر تھا۔

پاکستان بننے کے بعد جب مسلم لیگی لیڈروں نے نفاذِ شریعت کا وعدہ پورا نہ کیا تو آپ تازیست ناراض رہے اور اسی درد کی کسک لئے ہوئے 11 ذوالحجہ 1371ء مطابق 2 ستمبر 1952ء بروز منگل صبح کے وقت داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ نماز جنازہ اُن کے صاحبزادے اور سجادہ نشین حاجی سلطان محمد صاحب نے پڑھائی اور والد گرامی کے پہلو میں آخری آرام گاہ بنی۔

حضرت صابر براریؔ آف کراچی نے قطعۂ تاریخ وصال کہا!

''آہ حق آگاہ پیر فضل حق''

......1371ھ......

پیر گُل آبائے کربوغہ شریف — دے گئے رُشد و ہدایت کا سبق
دوستمبر سن تھا باون عیسوی — ہو گئے منگل کے دن واصلِ بحق
تھے سیاسی رہنما بھی آنجناب — ہے مزّین اس سے تاریخی وَرق
صوبۂ سرحد کو اُن پر ناز تھا — ہے ہر اک کو اُن کی رحلت کا قلق
ہو عطا یارب اُنہیں خلدِ بریں — اُن کی تربت پر رہے ہر دم شفق

کہہ دو اے صابرؔ یہ تاریخِ وصال
'' رہبر زیبِ چمن تھے فضلِ حق ''
1952ء

ماخذ:-

1- ''حضرت امیر ملّت اور تحریک پاکستان'' از محمد صادق قصوری، لاہور 1994ء ص 50 ج 51
2- ''پیر صاحب مانکی شریف اور اُن کی سیاسی جد و جہد'' از سیّد وقار علی شاہ، اسلام آباد 1990ء ص 19
3- ''تذکرہ صاحب مبارکؒ وگل آباد صاحبؒ'' از صاحبزادہ بشیر احمد، کربوغہ شریف طبع دوم متعدد صفحات
4- مکتوب گرامی صاحبزادہ بشیر احمد صاحب از کربوغہ شریف موصولہ 16 اپریل 1997ء
5- مکتوب گرامی حضرت صابرؔ براری از کراچی محررّہ 27 اپریل 1997ء
6- ''تاریخ رفتگاں'' جلد دوم از صابرؔ براری مطبوعہ 1998ء کراچی

سیّد ستار بادشاہ پشاوریؒ
(1873-1954ء)

سیّد عبدالستار المعروف سیّد ستار بادشاہ ابن سیّد بُرہان علی شاہ بادشاہ کی ولادت میریاں شریف تحصیل بٹہ گرام ضلع ہزارہ (سرحد) میں 1290ھ/ 1873ء میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب والئ خراسان سیّد ترمذی المروف پیر بابأ (ف 991ھ/ 1583ء) سے ملتا ہے۔ بچپن میں والدین فوت ہو گئے تھے۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اجمیر شریف چلے آئے اور کافی عرصہ وہاں گزار کر دہلی چلے گئے جہاں سے علوم دینیہ میں فراغت حاصل کی، پھر خواجہ سائیں محمد عظیم چشتی نڑاں شریف (کشمیر) کے دستِ حق پر بیعت کر کے خلافت حاصل کی اور فیوض و برکات کے خزانے لوٹ کر واپس آ کر پشاور میں مقیم ہو گئے۔ پھر ہر سال اجمیر شریف میں حضرت خوجہ معین الدین چشتیؒ کے عرس مبارک پر حاضری دیتے رہے۔ بعدازاں پشاور میں ہی سالانہ عرس شریف کی تقریبات بڑی دھوم دھام سے منانے لگے۔

آپ ایک روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ اہل علم و ادب کے قدردان بھی تھے۔ حضرت رحمٰن بابأ کے عرس کا سلسلہ آپ نے ہی شروع کیا تھا۔ آپ اپنے لئے ''بےنوا'' کے لقب کو پسند فرماتے تھے۔ بہترین ادیب اور شاعر تھے۔ ذریعۂ معاش ٹھیکیداری تھا۔ پشاور میں سلسلۂ رشد و ہدایت جاری کیا۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اپنے مریدوں کو مسلم لیگ میں شمولیت کی ہدایت فرمائی۔ مسلم لیگی رضاکاروں کی خوب سرپرستی کی اور انہیں وردیاں سلا کر دیں۔ بہار ریلیف فنڈ اور قائداعظمؒ ریلیف فنڈ میں خود اور اپنے مریدوں سے چندہ دلایا۔ پشاور میں ''مسلم نیشنل گارڈ'' کا ایک دستہ تیار کیا جو ایک ہندو کی سرکوبی کرتا تھا اور دوسری طرف مسلم لیگ کیلئے جانی و مالی قربانی پیش کرنے کیلئے تیار رہتا تھا۔ اعلان پاکستان پر لوگوں کو کہا کہ ''غلامی سے نجات حاصل کرنے پر سجدۂ شکر ادا کریں۔ پاکستان کی سلامتی، ترقی اور خوشحالی کیلئے بار بار دُعائیں کیں۔

صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں رات دن کام کیا۔ مہاجرین کی دل کھول کر خدمت کی۔ جہاد کشمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لاہور، پشاور اور دوسرے شہروں کے غریب طلباء کی مالی مدد فرمائی۔

19 ذی قعد 1373ھ/ 21 جولائی 1954ء بروز بدھ رات ساڑھے گیارہ بجے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسکراتے ہوئے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ڈبگری دروازہ کے باہر پشاور میں مزار

مقدس بنا جو مرجعٔ خلائق ہے۔

راقم الحروف صادقؔ قصوری نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وصال کہا۔

حضرتِ ستار شاہ پیر خوش خصال گئے جب دُنیا سے سُوئے ذُوالجلال

ہاتف غیبی نے فلک سے صادقؔ کو ''تصویرِ مرغوب'' کہا سالِ وصال

1954ء

ماخذ:۔

1- ''تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ'' از پروفیسر محمد شفیع صابؔر، پشاور 1990ء ص 438 تا 439

2- ''قائد اعظمؒ اور سرحد'' از عزیز جاوید، لاہور 1978ء ص 400 تا 404

3- ''شخصیاتِ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابؔر، پشاور 1990ء ص 113

4- ''عظمت رفتہ'' از سیّد آل احمد رضوی، ایبٹ آباد 1994ء ص 43 تا 47

5- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 526

خواجہ حسن نظامی دہلویؒ

(1878-1955ء)

خواجہ حسن نظامی بن حافظ سیّد عاشق علی 2 محرم الحرام 1296ھ مطابق 27 دسمبر 1878ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء (ف 1324ء) کے خواہرزادہ (ہمشیرہ کی اولاد میں سے) تھے۔ منفرد اسلوب تحریر کی بدولت بڑی ترقی کی اور ہمہ گیر شہرت حاصل کی۔ قرآن پاک کا اُردو ترجمہ کیا۔ متعدد اخبارات اور رسالے نکالے جن میں سے ہفت روزہ ''منادی'' آخر تک جاری رہا۔ پچاس سے زائد کتابیں لکھ کر آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ پہلی بیعت خواجہ اللہ بخش تونسوی (1826-1901ء)، دوسری بیعت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف (1845-1901ء) سے تھی۔ ان بزرگوں کی یکے بعد دیگرے وفات کے بعد پیر سیّد مہر علی گولڑوی (1859-1937ء) سے بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔

آپ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ کے سجادہ نشین تھے اور ''آل انڈیا چشتی پارٹی'' کے صدر بھی۔ تحریک پاکستان میں آپ نے مسلم لیگ کی بھرپور تائید وحمایت کی۔ 1945ء میں آپ نے بحیثیت صدر ''آل انڈیا چشتی پارٹی'' اعلان کیا کہ ''چشتیہ خاندان کے ماننے والے کروڑوں مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔''

1945ء ہی میں انتخابات کا اعلان ہوا تو سب سے پہلے مرکزی اسمبلی کے انتخابات کی ہماہمی اور گہما گہمی شروع ہوئی۔ کانگرس نے اعلان کیا کہ وہ ہر مسلم نشست کیلئے اپنی اتحادی جماعتوں کے توسط سے یا بطور خود مسلم اُمیدوار کھڑے کرے گی۔ چنانچہ کانگرس نے خود ساختہ شیعہ لیڈر مسٹر حسین جی لال بھائی کو حضرت قائداعظمؒ کے مقابلے میں کھڑا کر دیا۔ چنانچہ 17 اکتوبر 1945ء کو لال جی نے لکھنؤ سے ایک بیان دیتے ہوئے اعلان کیا کہ!

''مرکزی اسمبلی کیلئے مسٹر جناح کا مقابلہ کرنے میں کوئی چیز میری سدِ راہ نہیں بن سکتی، کامیابی کے مجھے مواقع حاصل ہیں۔''

اس کے بعد لال جی نے لکھنؤ میں شیعہ کانفرنس منعقد کر کے افتراق بین المسلمین کی تیاریاں کیں تو خواجہ حسن نظامیؒ نے لال جی سے اپنے دیرینہ تعلقات کے تحت حسب ذیل خط لکھا!

''میں بیمار نہ ہوتا تو شیعہ کانفرنس میں باوجود سُنّی کے بن بلائے آ جاتا، تاہم یہ خط بھیج کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہوں۔ میں شیعہ جماعت کے سیاسی حقوق کا پرانا حامی ہوں اور مذہبی اور تاریخی حقوق کیلئے سینہ سپر ہوکر پچاس برس سے شیعہ جماعت کی خدمت کر رہا ہوں اس لئے میں آپ کی کانفرنس کو لبیک کہتا ہوں۔ میں مسلم لیگ کا ممبر نہیں ہوں اور مجھے اس کے لیڈروں سے اختلافات بھی ہیں جن کو بیباکی سے صاف صاف اپنے اخبار ''منادی'' میں لکھتا رہتا ہوں۔ مگر موجودہ وقت کی سیاست جدائی سے تباہ ہو جائے گی اس لئے میں نے اپنی جماعت کے کروڑوں چشتیوں کی طرف سے شملہ کانفرنس کے وقت مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا اور اب بھی شیعہ جماعت کی سیاسی کامیابی سنی شیعہ کی وحدت میں تصور کرتا ہوں۔

یہ وقت ذاتی غرض اور مفاد پر نظر رکھنے کا نہیں ہے اور یہ وقت درحقیقت حضرت علیؓ کا وقت ہے، حضرت علی حق دار تھے مگر انہوں نے وقت کی مصلحت سے صبر کیا اور تین خلافتوں کی مدد کرتے رہے تھے اور مسلمان قوم کی وحدت اور اخوت کو سنبھال لیا تھا۔ یہ اتنا بڑا احسان مسلمانوں پر کیا تھا جس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنے دادا، اپنے مُرشد اعظم علیؓ کی سنت پر عمل کر کے یہ خط لکھتا ہوں کہ شیعہ جماعت کو بھی اپنے آقا اور مالک کی طرح صبر سے کام لینا چاہیئے ورنہ آنے والے مورخ اور آنے والی مسلمان نسلیں شیعہ جماعت کو مطعون کیا کریں گی۔

مدح صحابہ والے کانگرس کے آدمی ہیں۔ اُن کی اشتعال انگیزی سے بے توجہ رہنا شیعہ جماعت کی دانش مندی کو حیاتِ دائم عطا کرے گا۔ عقل اور علم شیعوں میں زیادہ ہے، وہ مسلم لیگ پر قبضہ کر کے اس کے ذریعے اپنے سب حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔ زندہ باد نام علیؓ مولا۔''

مگر افسوس کہ خواجہ صاحب کی درد میں ڈوبی ہوئی یہ اپیل رائیگاں گئی اور لال جی اپنی ضد پر قائم رہے۔ 26 نومبر 1945ء کو الیکشن ہوا تو قائداعظمؒ کے خیمے پر ووٹروں کا ہجوم تھا جبکہ لال جی کے خیمے پر چند ہندو تھے اور بس۔ 14 دسمبر 1945ء کو نتیجہ نکلا تو قائداعظمؒ کو 3602 ووٹ ملے اور کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ لال جی 127 ووٹ لے کر ضمانت ضبط کروا بیٹھے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مردود ہو گئے۔

انتخابات سے قبل 14 اکتوبر 1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) نے مانکی شریف ضلع پشاور میں ایک شاندار علماء و مشائخ کانفرنس طلب کی تا کہ تحریک پاکستان کو جلا بخشی جائے۔ اس کانفرنس میں سینکڑوں جید علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء)، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)، خواجہ

عبدالرشید پانی پتی (ف 1962ء)، خواجہ غلام سدیدالدین تونسوی (ف 1960ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)، دیوان آل رسول علی خان اجمیری (ف 1973ء)، پیر عبداللطیف زکوڑی شریف (ف 1978ء) جیسے مشاہیر کے علاوہ خواجہ حسن نظامی نے بھی قدوم میمنت لزوم فرمایا۔ اس کانفرنس میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا گیا اور کہا گیا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایک علیحدہ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی بھر پور حمایت کرے اور اس کے بنانے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے۔

13۔ اکتوبر 1946ء کو مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شرکت قبول کر لی تو خواجہ صاحب نے اپنے اخبار ''منادی'' بابت 16، 24 اکتوبر 1946ء صفحہ 8 پر ''مسلم لیگ کی عظیم الشان کامیابی'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا!

''پورے سولہ مہینے کے بعد 13 اکتوبر 1946ء کی دوپہر کو مسلم لیگ نے کانگرس اور برطانیہ پر عظیم الشان فتح حاصل کی۔ جون 1945ء میں لارڈ ویول وائسرائے ہند نے ہندوستان کو آزادی دینے کی جو تحریک شروع کی تھی اُس میں سولہ مہینے تک کانگرس اور مسلم لیگ اور برطانیہ کی دماغی کشمکش جاری رہی۔ یہاں تک کہ برطانیہ کو لندن سے وزیر ہند اور اُن کے چند مددگاروں کو ہندوستان بھیجنا پڑا اور ان سب نے مل کر مسلم لیگ کے لیڈر محمد علی جناح قائداعظم کو طرح طرح کے سیاسی مغالطے دیئے مگر مسٹر جناح اور اُن کے ساتھی ان مغالطوں سے محفوظ رہے۔

13 اکتوبر 1946ء کی دوپہر کو مسلم لیگ نے عارضی حکومت کی شرکت قبول کر لی۔ بات بہت معمولی معلوم ہوتی ہے اور حریفوں نے بھی اس معمولی بات کو بہت زیادہ معمولی اور اور ناقابل توجہ بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ مسلمان قوم جو ہندوستان میں ہے اور جس کی 80 کروڑ نگاہیں مسٹر جناح کے فیصلے کی طرف لگی ہوئی تھیں وہ سب اس عظیم الشان فتح کو مسلم لیگ کی ہار یا ناکامی سمجھنے لگیں۔

یہ نفسیات کا بہت بڑا دھوکہ ہے جو مسلمانوں کو اُن کے حریف دینا چاہتے ہیں ورنہ درحقیقت قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے مسلم لیگی ساتھی اس 16 مہینے کی لڑائی میں فتح یاب ہوئے ہیں۔ 16 مہینے کے طویل زمانے میں طرح طرح کی چالاکیاں اور طرح طرح کی بے انصافیاں اور سائیکالوجی (نفسیات) کی غلط بیانیاں برطانیہ اور امریکہ اور کانگرس (یہاں سے رسالہ پھٹا ہوا

ہے) محمد علی جناح (رسالہ پھٹا ہوا ہے) مضبوط اور زیادہ ثابت قدم پائے گئے اور اسی چیز کو میں مسلم لیگ کی عظیم الشان فتح یابی سمجھتا ہوں۔ کانگریسی لیڈر صبح کچھ کہتے تھے اور شام کو کچھ اور کہنے لگتے تھے۔ گاندھی جی کو غیبی روشنی شام کو کچھ اور نظر آتی تھی اور صبح کو کسی اور صورت میں دکھائی دینے لگتی تھی۔ انگریز، ہندوؤں کی اس سیاسی نا قابلیت کو لندن میں بیٹھے بیٹھے سمجھ رہے تھے۔ اور مسٹر جناح کی سوجھ بوجھ سے بھی اُن کو اندیشہ ہو رہا تھا۔ اس واسطے انہوں نے جلدی کر کے حکومت ہندوؤں کے حوالے کر دی اور باہر کے ملکوں سے مبارک سلامت کے تار بھی آنے لگے یا بھجوائے جانے لگے اور ہندوستان میں بھی سائیکالوجی کے فریبوں کی ایسی گیس پھیلائی گئی جو دس کروڑ مسلمانوں کو مایوس اور بے دل کر دے۔

میں مانتا ہوں کہ قدم قدم پر مشکلات پیش آئیں گی اور گزشتہ 16 مہینے سے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن آخر کار فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ اگر چہ مسلمانوں کے کچھ افراد ہندوؤں کا ڈولہ اپنے کندھوں پر اُٹھائے کھڑے ہیں اور وہ اپنے مسلم لیگی عرب گھوڑوں سے اتر کر کانگریسی رتھوں اور بیل گاڑیوں میں سوار ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ سب چیزیں عارضی ہیں۔ بے شک مسلمانوں کے پاس دولت نہیں ہے، علم بھی کم ہے، یکجہتی بھی نہیں ہے، عملی طاقت بھی ختم ہو گئی ہے لیکن اُن کے دل بے لوث ہیں۔ اُن میں خلوص ہے، اُن میں صداقت ہے۔ اس واسطے خدا کا ہاتھ اُن سب کے سروں پر سایہ کئے ہوئے ہے اور اُن کو قرآن کی آواز آ رہی ہے اور خدا کی ذات اُن سے کہہ رہی ہے ''اے مسلمانو! مایوس نہ ہو، ہراساں نہ ہو۔ آخر کار تم ہی کو برتری حاصل ہوگی۔''

خواجہ صاحب کی رحلت 11 ذوالحجہ 1374ھ مطابق 31 جولائی 1955ء بروز اتوار دہلی میں ہوئی اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وصال کہا!

وہ ہنستے ہنستے اُن کا باتوں میں بات کہنا — آئے گی یاد برسوں حضرت کی خوش کلامی
کہتے ہیں حُور و غلماں فردوس میں یہ صابر — ''ہیں آج زیبِ مجلس خواجہ حسن نظامی''

......1955ء......

ماخذ:-

1- ''جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا'' جلد اوّل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1987ء ص 547

2- ''فیروز سنز اُردو انسائیکلو پیڈیا'' لاہور، طبع دوم 1987ء ص 428

3- ''قائداعظمؒ اور اُن کا عہد'' از رئیس احمد جعفری، لاہور 1966ء طبع دوم ص 570

4- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء ص 119

5- ماہنامہ ''اُردو ڈائجسٹ'' لاہور، اگست 1966ء ص 31 مضمون ممتاز لیاقت ''تحریک پاکستان میں علماء کا حصہ''

6- ہفت روزہ ''منادی'' دہلی بابت 16، 24 اکتوبر 1946ء ص 8

7- ''خواجہ حسن نظامی، حیات اور کارنامے'' مرتبہ خواجہ حسن ثانی نظامی، مطبوعہ دہلی 1987ء ص 89، 171،95،93

8- ''انسائیکلو پیڈیا تحریکِ پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 1145

9- تاریخِ رفتگاں'' جلد اوّل از صابر برابری، مطبوعہ کراچی 1986ء ص 36

مُلا شور بازار کابلیؒ

(1885-1956ء)

"جب تک تمام اسلامی ممالک اپنے سب ذاتی اختلافات ختم نہیں کرتے اور ایک رشتۂ اخوت میں متحد نہیں ہوں گے، اسی طرح ذلّت کی زندگی گزاریں گے، بڑی طاقتوں اور اسلام دشمن قوتوں کا کھلونا بنے رہیں گے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر ہم اپنی صفوں میں اتحاد واستحکام قائم کرلیں تو وہی طاقتیں اسلام کے دروازے کی سوالی بن جائیں گی۔"

یہ اقتباس ہے اُس تقریر کا جو عالمِ اسلام کے معروف پیشوائے طریقت نورالمشائخ فضل عمر مُلا شور بازار کابلیؒ نے 28 دسمبر 1948ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سے اپنے دورۂ پاکستان کے موقعہ پر عالمِ اسلام کے نام نشر فرمائی۔

حضرت نورالمشائخ 7 جمادی الاوّل 1302ھ مطابق 22 فروری 1885ء بروز بدھ شور بازار کابل میں خاندانِ مجددیہ کے ایک بہت بڑے روحانی بزرگ حضرت غلام قیومؒ کے ہاں متولّد ہوئے۔ علماءِ وقت سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے بعد والد ماجد کے دستِ حق پرست پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور کچھ عرصہ بعد علمِ سلوک میں کمال حاصل کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ والدِ گرامی کی رحلت کے بعد مشیخیت پر فائز ہوئے۔ آپ کے مریدین افغانستان کے علاوہ ایران، پاکستان، ہندوستان، حجاز مقدس اور بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ نے افغانستان میں بے پناہ خدمات انجام دیں۔ انگریزوں کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔ 1945ء میں حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ (ف 1624ء) کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے جب ہندوستان تشریف لائے تو اس وقت مسلم لیگ اور کانگرس برسرِ پیکار تھیں۔ قائداعظمؒ نے ایک مسلم لیگی وفد کے ساتھ جس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں (ف 1951ء)، سردار عبدالرب نشتر (ف 1958ء)، خواجہ ناظم الدین (ف 1964ء) اور اسمٰعیل ابراہیم چندریگر (ف 1960ء) شامل تھے، بمبئی میں آپ سے ملاقات کی اور مسلم لیگ کے منشور اور حصولِ پاکستان کے سلسلہ میں اُن سے مفصل مذاکرات کئے اور آپ سے تعاون کی درخواست کی۔ آپ نے اس عظیم اسلامی خدمت میں وفد کو اپنے پورے اور مکمل تعاون

کا یقین دلایا اور اپنے تمام مخلصین کو مسلم لیگ میں شمولیت کا حکم دیا اور کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کے مریدین جو قبائلی علاقہ، بلوچستان، گجرات کاٹھیاواڑ، ڈیرہ اسماعیل خاں تک پھیلے ہوئے تھے، مسلم لیگ کے کارکن بن گئے اور اس طرح آپ کے اثر ورسوخ نے پورا پورا کام کیا۔

1948ء میں جب فلسطین کی مقدس سرزمین پر حملہ کیا گیا اور مسلمانوں کو اُن کے وطن سے نکالا گیا تو آپ نے اس سلسلہ میں بہت اہم کردار ادا کیا اور نہایت موٴثر تحریک چلائی۔ آپ نے بذاتِ خود افغانستان کے گوشے گوشے میں جا کر لاکھوں روپیہ عوام سے چندہ جمع کیا اور بذریعہ مفتی اعظم فلسطین سیّد امین الحسینی" (ف 1974ء) مسلمان مجاہدین کو پہنچایا اور ایک رضا کار فوج کا دستہ تیار کیا جو ضرورت پر اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کیلئے فلسطین بھیجا جا سکے۔

1948ء ہی میں آپ نے وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خاں (ف 1951ء) کی دعوت پر پاکستان کا سرکاری دورہ کیا۔ خیبر سے کراچی تک پاکستانی عوام نے اپنے محبوب مذہبی رہنما کا شاندار استقبال کیا اور ہر جگہ آپ کے استقبال کیلئے بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے۔ آپ نے ان جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے اپنی پُر جوش تقریروں میں اتحادِ عالم اسلام، آزادیٔ فلسطین اور مسلمانانِ کشمیر کی پُر زور حمایت کی۔ بھارتی حکمرانوں کو آپ کا یہ عمل نہایت ناگوار گزرا اور بہانہ بنا کر آپ کو سرہند شریف جانے کی اجازت منسوخ کر دی۔ چنانچہ آپ نے بادشاہی مسجد لاہور میں اپنے جدِّ امجد مجدّد الف ثانی قدس سرہ النورانی (ف 1624ء) کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا۔

1950ء میں آپ نے براہِ کراچی، حج سے واپسی پر پاکستان کا تیسری دفعہ مختصر دورہ کیا اور اس کے بعد افغانستان واپس تشریف لے جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ ہمیشہ فرماتے کہ اب ہمارے وصال کا وقت قریب ہے اور بہت جلد ہم اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے۔ اپنے صاحبزادگان سے فرمایا کہ ہم تین دن کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیں گے اور اپنا مدفن متصل مسجد و خانقاہِ مجددیہ قلعہ جواد کابل متعین فرمایا۔ چنانچہ بروز ہفتہ 25 محرم الحرام 1376ھ بمطابق یکم ستمبر 1956ء بعد نماز فجر بلند آواز سے "اللہ اکبر" کہتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے 10 ستمبر 1976ء کے "اداریہ" میں آپ کی پاکستان دوستی کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا:-

"نور المشائخ، قیامِ پاکستان پر اتنے ہی خوش تھے جتنا کوئی پاکستانی ہو سکتا تھا۔ اُنہوں نے

افغانستان میں پاکستان کے حق میں دلیری سے تقریریں ہی نہیں کیں بلکہ وہ مسلم لیگ کی اوّلین وزارت کے دوران لاہور بھی تشریف لائے اور پاکستان کے مختلف مقامات پر انہوں نے پاکستان کی دل کھول کر تعریف کی اور یقین دلایا کہ افغانستان کے عوام پاکستان کو دولتِ خداداد ہی نہیں بلکہ اپنا سہارا بھی سمجھتے ہیں۔"

راقم الحروف صادق قصوری نے یہ قطعۂ تاریخ رحلت کہا:-

چوں ملّا شور بازار خوش خصال — در حضور خالق عالم برفت
صادق جست سالِ رحلت از خرد — "غلام قادر" بگو گفت ہاتف
1376ھ

ایضاً

چوں شہ نور المشائخ ہمچو گنج — رفت و زیر خاک قبر خود نہفت
سالِ وصل او، "غلام قادر" — ہاتف غیبی بمن بنمود و گفت"
1376ھ

ماخذ:-

1- "تذکرہ مظہر مسعود" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی 1969ء ص 446، 447
2- روزنامہ "مشرق" لاہور بابت 22 فروری 1974ء 7 فروری 1975
3- روزنامہ "پاکستان ٹائمز" لاہور 2 ستمبر 1966ء
4- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور (اداریہ) 10 ستمبر 1976ء
5- "اکابر تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری، لاہور 1979ء ص 330 تا 334

میاں غلام اللہ شرقپوریؒ

(1891-1957ء)

حضرت میاں غلام اللہ 1891ء میں شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ (ف 1928ء) کے برادرِ اصغر تھے۔ چار پانچ سال کی عمر میں والد گرامی میاں عزیز الدین کا انتقال ہوگیا تو حضرت شیر ربانیؒ نے اپنی تربیت میں لے لیا۔ میٹرک کرنے کے بعد طبیہ کالج لاہور سے ''حکیم حاذق'' کا امتحان پاس کیا۔ ایک سال تک طبابت کی اور پھر میونسپل کمیٹی شرقپور میں بطور سیکرٹری ملازم ہوگئے مگر میاں شیر محمدؒ کے حکم پر ملازمت ترک کردی۔

آپ نے حضرت میں شیر محمدؒ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے خلافت حاصل کی اور پیر ومرشد کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ اشاعتِ دین کیلئے زندگی بھر کوشاں رہے۔ تحریک پاکستان میں ڈٹ کر مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ شرقپور شریف کے علاقہ میں یونینسٹوں کا زور تھا۔ اُن کے خوف کی وجہ سے مسلم لیگ کے کارکن ادھر کا رخ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ 16 فروری 1945ء کو شرقپور شریف میں مسلم لیگ کا سب سے پہلا جلسہ آپ کی زیرِ صدارت ہوا تھا۔ آپ نے ایک شخص کو جلسہ کیلئے جگہ دینے کو کہا تو وہ یونینسٹوں کے ڈر سے انکار کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ڈرو نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ یونینسٹ تمہیں شہید کردیں گے، اگر تمہیں شہید کردیا گیا تو اس سے بڑھ کر تمہاری خوش بختی کیا ہوگی؟ چنانچہ وہ جگہ دینے پر رضامند ہوگیا اور مسلم لیگ کا جلسہ نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوا اور یونینسٹوں کا زور ٹوٹ گیا۔ اس طرح مسلم لیگ کی مقبولیت عام ہوگئی۔ اس جلسہ کا تمام خرچ بمہ خورد ونوش آپ نے ہی برداشت کیا تھا۔ یاد رہے کہ اس جلسہ سے مولانا محمد بخش مسلم (ف 1987ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف 1969ء) میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (ف 1995ء)، سردار شوکت حیات خان (ف 1998ء) راجہ غضنفر علی خاں (ف 1963ء) اور دیگر اکابرین نے خطاب کیا تھا۔ جلسہ کے بعد آپ کی قیادت میں مسلم لیگ کا شاندار جلوس نکالا گیا جس سے مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس کے بعد مسلم لیگ کا ہر جلسہ آپ کی زیرِ صدارت ہوتا رہا اور تا قیامِ پاکستان ہر طرح سے مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے۔ بعد ازاں پنجاب کے اضلاع لاہور، امرتسر، فیروز پور، شیخوپورہ، لائل پور، جھنگ، سرگودھا، میانوالی، ساہیوال، ملتان اور بہاولپور کے خصوصی دورے فرما کر مسلم لیگ کی کامیابی وکامرانی کیلئے راہ ہموار کی۔

1946ء کے عام انتخابات میں پنجاب اسمبلی کے اُمیدوار چوہدری محمد حسین چٹھہ (ف 2001ء)

مسلم لیگ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے جبکہ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے محمد خان وا ہگہ اُمیدوار تھے۔ میاں غلام اللہ نے چٹھہ صاحب کی ڈٹ کر حمایت فرمائی۔ یہ حلقہ پوری تحصیل شیخوپورہ پر مشتمل تھا۔ چنانچہ جب نتیجہ نکلا تو مسلم لیگی اُمیدوار 11363 ووٹ لے کر کامیاب ہو گیا جبکہ یونینسٹ اُمیدوار 3394 ووٹ لے کر ناکام ہو گیا۔ چوہدری محمد حسین چٹھہ کی کامیابی میں میاں غلام اللہؒ کا خاصا دخل تھا۔

میاں غلام اللہ کی رحلت 7 ربیع الاوّل 1377ھ/ 2 اکتوبر 1957ء بروز بدھ بوقت 3 بجے دوپہر ہوئی۔ اپنے پیرو مرشد حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے فخر المشائخ میاں جمیل احمد دامت، برکاتہم عالیہ سجادہ نشین ہوئے جو علم وفضل اور شریعت وطریقت کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

راقم الحروف محمد صادقؔ قصوری نے یہ قطعہ، تاریخ وصال کہا!

تھی زمانہ میں تری ہستی بزرگ — حضرت میاں غلام اللہ خوش صفات

فکر میں تاریخ کی صادقؔ کو — ''فیضِ سخاوت'' ملا سالِ وفات

1957ء

اختر واصفی نے یہ تاریخِ وفات کہی!

رفت چوں سوئے خُلد آں درویش — برلبش بُد رواں کلام اللہ

واصفی گفت سالِ رحلتِ اُو — '' زاہدِ بے ریا غلام اللہ ''

1377ھ

ماخذ:-

1- ''تذکرہ اولیائے نقشبند'' از محمد امین شرقپوری، لاہور 1988ء
2- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء
3- ماہنامہ ''نورِ اسلام'' شرقپور شریف، ''اولیائے نقشبند نمبر'' جلد دوم بابت ماہ مارچ اپریل 1979ء
4- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء
5- ''شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجدّدیہ''، لاہور 1974ء
6- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 12 مئی 1980ء مضمون اقبال احمد فاروقی (حاجی فضل الٰہی مونگا)
7- ''تاریخ آل انڈیا سنّی کانفرنس'' از جلال الدین قادری مطبوعہ کھاریاں (گجرات) 1999ء ص 296
8- ماہنامہ ''نورِ اسلام'' شرقپور شریف اکتوبر نومبر 1999ء ص 93
9- ''کاروانِ تحریکِ پاکستان'' از محمد صادقؔ قصوری، مطبوعہ لاہور 2005ء ص 247

پیر محمد شاہ بھیرویؒ

(1890-1957ء)

پیر محمد شاہ بن پیر امیر شاہ (ف 1927ء) کی ولادت 1890ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب شیخ الاسلام المسلمین حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ (ف 1262ء) سے ملتا ہے۔ سن شعور کو پہنچے تو حفظِ قرآن کیلئے مکتب میں بٹھا دیئے گئے۔ حفظ قرآن کے بعد مسائل ضروریہ سیکھے اور تراویح میں ہر سال قرآنِ پاک سنانا شروع کر دیا۔ پروردگارِ عالم نے آپ کو لحنِ داؤدی عطا فرمایا تھا۔

والد گرامی نے بڑی محنت اور توجہ سے آپ کی تربیت کی اور وقتِ مناسب آنے پر حضرت ضیاء الملت والدّین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی (ف 1929ء) سے بیعت کرا دیا۔ حضرت خواجہ نے آپ کو مختلف ریاضتیں کرانے کے بعد خرقۂ خلافت عطا فرما دیا اور خلق خدا کی رہنمائی کا کام سپرد فرمایا۔ علومِ دینیہ کی ترویج واشاعت کیلئے آپ نے مدرسہ تدریس القرآن جاری کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک پرائمری سکول جاری کیا۔ 1925ء میں علوم دینیہ کی بہت بڑی درسگاہ ''دار العلوم محمدیہ غوثیہ'' کے نام سے جاری فرمائی اور اپنے دور کے مقتدر علماء کو تدریس کیلئے مقرر کیا۔ 1957ء میں اس دار العلوم کو آپ کے نامور فرزند ارجمند ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ ایم اے (ف 1998ء) (جامعہ ازہر، مصر) مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'ضیائے حرم' لاہور نے جدید بنیادوں پر استوار کیا اور اسے پاکستان کی ایک منفرد اور مثالی درسگاہ بنا دیا۔

تحریک پاکستان میں آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ تحریک پاکستان سے قبل اپنے پیر و مرشد کے ساتھ تحریک خلافت میں شب و روز کام کیا۔ جب قائداعظمؒ (ف 1948ء) کے ایماء پر تحریک سول نافرمانی شروع ہوئی تو آپ بھی اس میں شریک ہوئے اور قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ اپنے پیر خانہ سیال شریف کی ہدایت کے مطابق مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں بڑی گرمجوشی دکھائی۔ اپنے حلقۂ اثر میں بکثرت طوفانی دورے کیئے اور مسلم لیگی اُمیدواروں کو کامیاب بنانے کیلئے راہ ہموار کی۔ مسلم لیگ کی حمایت میں اس قدر شدت اختیار کی کہ اگر کسی مرید نے مسلم لیگ کو ووٹ دینے میں پس و پیش کی تو اس سے تعلقات منقطع کر لئے۔

1946ء کے انتخابات میں تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا سے شیخ فضل حق پراچہ (ف 1969ء) آف

بھیرہ، مسلم لیگ کی طرف سے پنجاب اسمبلی کے اُمیدوار تھے۔ اُن کے مقابلے پر میاں سلطان احمد ننگیانہ (ف 1963ء) یونینسٹ پارٹی کے نمائندے تھے۔ میاں سلطان کے پیچھے خضر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب (ف 1975ء) کا ہاتھ تھا اور وہ خود بھی بااثر زمیندار تھے۔ چنانچہ بڑے گھمسان کا رَن پڑا۔ پیر محمد شاہ بھیروی نے مسلم لیگ کے اُمیدوار کا ڈٹ کر ساتھ دیا اور سرکاری جاہ وجلال کی بالکل پرواہ نہ کی۔ جب نتیجہ نکلا تو مسلم لیگی اُمیدوار 12732 ووٹ لے کر کامیاب ہو گیا جبکہ یونینسٹ اُمیدوار کو صرف 9219 ووٹ ملے اور شکست اس کا مقدر ٹھہری۔ ایک آزاد اُمیدوار عبدالعلی صرف 6 ووٹ لے کر ضمانت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے آزادیٔ کشمیر کی جنگ میں اپنے پچاس مریدوں کے ساتھ (جو سابق فوجی تھے) مردانہ وار حصہ لیا۔ بولے وینس ضلع سیالکوٹ کے محاذ پر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اسی مقام پر آپ کے حکم سے آپ کے ایک مرید غلام حیدر نے رائفل کا فائر کر کے بھارتی جہاز مار گرایا۔ کچھ دنوں بعد آپ کو باجرہ گڑھی (آزاد کشمیر) کے محاذ پر مقرر کیا گیا جہاں آپ نے تین ماہ رہ کر قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔

24 شعبان 1376ھ/ 26 مارچ 1957ء کو رات کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں آخری آرامگاہ بنی جہاں ہر سال آپ کا عرس شریف منایا جاتا ہے۔ آج کل آپ کے پوتے حضرت صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ سجادہ نشین ہیں جو ملک کے نامور عالمِ شیخ طریقت اور دانشور ہیں۔

آپ کی رحلت پر حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وصال کہا!

بانیٔ دارالعلوم غوثیہ بھیرہ شریف — فاضلِ دینِ متیں پیر محمد شاہ تھے
لیگ کی تائید میں طوفانی دورے بھی کیئے — لائق صد آفریں پیر محمد شاہ تھے
جنگِ آزادی لڑی کشمیر میں مردانہ وار — وہ جری مردِ حسیں پیر محمد شاہ تھے
سالِ رحلت کیلئے صابر یہ آئی ہے ندا — لکھ "انیس علمیں پیر محمد شاہ تھے"
1376ھ

ماخذ:-

1- ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور بابت نومبر 1973ء ص 50
2- ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور، "شمس العارفین نمبر" جنوری 1980ء ص 255 تا 269

3- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور ''ضیاء الامت نمبر'' بابت اپریل مئی 1999ء ص 22
4- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983 ص 413
5- ''شمیم ولایت'' از ابو مظہر چشتی، لاہور 1993ء ص 266
6- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء ص 241 تا 242
7- ''اُجالوں کا نقیب'' از عمران حسین چوہدری، مطبوعہ لاہور 1998ء ص 11، 15، 19
8- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 49

پیر معصوم بادشاہ چوراہیؒ

(1907-1957ء)

حضرت پیر معصوم بادشاہ بن سید بادشاہ بن خواجہ گل نبی بن حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد فاروقی کی ولادت باسعادت 1907ء میں چورہ شریف ضلع اٹک میں ہوئی۔ دربار عالیہ میں تکمیلِ علوم ظاہری کر کے والدِ گرامی کے دستِ مبارک پر قلیل عرصہ میں خلافت واجازتِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ سے ممتاز ہوئے۔

آپ شعلہ بیان مقرر تھے۔ آپ کی مجلس میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ جس جلسہ میں آپ کا بیان ہوتا سامعین مبہوت ہو جاتے۔ آپ کی تقریر میں بلا کا جادو تھا۔ تحریک پاکستان میں جوش وخروش اور جذبہ کے ساتھ حصہ لیا۔ دامے، درمے، قدمے اور سخنے ہر لحاظ سے بھرپور مدد کی۔ حکیم الامت علامہ اقبال (ف 1938ء) سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ اُن سے کئی ملاقاتیں ہوئیں اور تحریک آزادی پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اپنی تقریروں کو حکیم الامتؒ کے اشعار سے مزین کیا کرتے تھے۔ قائداعظمؒ سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ عرصہ تک ضلع مسلم لیگ اٹک کے صدر رہے۔ سردار عبدالرب نشتر (ف 1958ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف 1969ء) میاں عبدالباری (ف 1968ء) اور دیگر رفقاء کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کا پیغام قریہ قریہ کوچہ کوچہ پہنچایا۔

14 اکتوبر 1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف نے اپنے ہاں برصغیر کے نامور علماء ومشائخ کی ایک کانفرنس بلائی تا کہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کیا جائے۔ اس کانفرنس کی صدارت کے فرائض آپ نے انجام دیئے۔ اس کانفرنس میں امیر ملّت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (ف 1951ء)، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)، فخر ملّت مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)، پیر عبداللطیف آف زکوڑی شریف (ف 1978ء) ودیگر مشائخ نے شرکت فرمائی۔

اپریل 1942ء میں امیر ملّت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدّث علی پوریؒ کی زیر صدارت بنارس میں ''آل انڈیا سنّی کانفرنس'' منعقد ہوئی تو آپ نے نہ صرف شرکت کی بلکہ پُرزور خطاب بھی فرمایا اور حضرت امیر ملّت قدس سرہ کی قیادت وسیاست پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ پھر مسلم لیگ کے شعبہ نشر واشاعت کی طرف سے شائع ہونے والے اشتہار جس میں جلیل

القدر علماء و مشائخ نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا تھا، اس میں آپ کا اعلان بھی شامل تھا جس میں فرمایا تھا کہ ''مسلم لیگ کی حمایت اور پاکستان کا حصول ہمارا سیاسی فرض ہے۔''

1946ء کے آل انڈیا الیکشن میں حضرت قائداعظمؒ نے انگریز اور ہندوؤں کا چیلنج قبول کیا تھا۔ آپ نے اس الیکشن میں مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کیلئے انتھک کوششیں کیں۔ اطراف و اکناف کے طوفانی دورے کر کے کانگریس کو شکست فاش سے دوچار کرنے کیلئے تمام مساعی صرف کر دیں۔ 14۔ اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو آپ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ اب پاکستان کی بقا اور استحکام کیلئے کام کرنے لگے۔ 1953ء کی تحریک ختمِ نبوّت میں عظیم خدمات انجام دیں۔

آپ بے حد حسین و جمیل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسنِ ظاہری کے ساتھ حسنِ معنوی کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ بے حد سخی، بے مثل مہمان نواز اور غریب پرور تھے۔ آخری عمر میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر 11 نومبر 1957ء بمطابق 17 ربیع الآخر 1377ھ بروز پیر اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رخصت ہوئے۔

تو رسمِ عاشقی کا حقیقی اسیر تھا — معصوم بادشاہ، متاعِ فقیر تھا

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے آپ کی رحلت پر قطعۂ تاریخ کہا!

چورہ شریف کے وہ معصوم بادشاہ بھی — بزمِ مشائخیں میں مقبول تھے نہایت
تھے اپنے وقت کے وہ شعلہ بیاں مقرر — خورد و کلاں تھے اُن کے گرویدۂ خطابت
وہ حُسنِ ظاہری ہو یا حُسنِ باطنی ہو — فضلِ خدا سے اُن کو حاصل تھی اس کی دولت
خدماتِ دین و ملّت کا یہ صلہ ہے صابر — ''معصوم بادشاہ ہیں ہمراہ بزمِ جنّت''

1377ھ

ماخذ:-

1- ''جواہرِ نقشبندیہ مظاہر چوراہیہ'' از محمد یوسف نقشبندی، فیصل آباد 1979ء ص 333 تا 334
2- ''پیر صاحب مانکی شریف اور اُن کی سیاسی جدوجہد'' از پروفیسر سیّد وقار علی شاہ، اسلام آباد 1990ء ص 19
3- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 51

پیر غلام مجددّ سرہندیؒ

(1883-1958ء)

پیر غلام مجدد سرہندی المقلب پیرزادہ کی ولادت 6 رجب المرجب 1300ھ/ 13۔ مئی 1883ء بروز سوموار علی الصبح درگاہ شریف مجددّیہ سرہندیہ ٹیاری شریف ضلع حیدرآباد سندھ میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی پیر عبدالحلیم بن پیر خواجہ عبدالرحیم بن خواجہ محمد ضیاء الحق شہید بن خواجہ شاہ غلام نبی بن خواجہ شاہ غلام حسن بن خواجہ شاہ غلام محمد بن خواجہ شاہ غلام معصوم بن شاہ محمد اسماعیل بن خواجہ محمد صبغتہ اللہ بن شاہ محمد معصوم المعروف معصوم اوّل بن امام ربانی مجددّ الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی تھا۔ (علیہم الرضوان)

چار سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنے کیلئے بٹھائے گئے تو بسم اللہ شریف جدِ امجد نے پڑھائی۔ قرآنِ پاک قاری عبدالرحمٰن منعلویؒ سے پڑھا۔ فارسی تعلیم خان عزیز اللہ خاں سلیمان خیل قندھاریؒ اور عربی تعلیم علامہ الحاج محمد حسن پاتائی صدیقیؒ سے درگاہ شریف ہی میں حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی جدامجد کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ والد گرامی نے تین سو علماء کی موجودگی میں دستارِ فضیلت عطا فرمائی اور آپ نے ہزاروں کے اجتماع میں پہلی دفعہ تقریر فرمائی جس سے تمام حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

1904ء میں بعمر اکیس سال آپ نے حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا۔ اسی دوران حضرت الشیخ السید علی وتریؒ اور مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی (ف 1915ء) سے کتب حدیث پڑھ کر سندیں حاصل کیں۔ مدینہ منوّرہ سے آپ نے 80 ہزار روپے کی کتب خریدیں۔ والد ماجد نے آپ کی واپسی پر اجازت و خلافت سے نوازا۔

آپ کو انگریز حکومت سے سخت نفرت تھی۔ سوائے کسی اہم مجبوری کے کبھی کسی انگریز افسر کو نہ ملے۔ انگریز نے آپ کو رام کرنے کیلئے بڑے بڑے جتن کیے مگر یہ شاہین زیر دام نہ آیا۔ حکومت نے آپ کو ''شمس العلماء'' کا خطاب دینا چاہا مگر آپ نے انکار کردیا، اہم عہدہ دینا چاہا تو ٹھکرا دیا۔ لنڈوار یلوے اسٹیشن کو آپ کے خاندان کے نام ''سرہندی آباد'' رکھنا چاہا تو آپ نے اس تجویز کو رد کردیا۔ قندھار کی لڑائیوں میں آپ کے والد ماجدؒ نے چھ سو ساتھیوں کے ساتھ بھرپور حصہ لیا تھا اس لئے انگریز آپ سے خائف تھے اور رام کرنا چاہتے تھے۔

آپ نے تحریک ہجرت، تحریک خلافت، انجمن ہلال احمر، تحریک مسجد منزل گاہ اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک ہجرت میں علماء ومشائخ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ انجمن ہلال احمر کیلئے بے شمار چندہ جمع کر کے بھجوایا۔ صرف مٹیاری کے قصبہ سے بارہ ہزار روپے چندہ جمع ہوا۔ ترکِ موالات کے زمانے میں پورے جوشِ فاروقی کا مظاہرہ کیا اور سندھ کے اکناف واطراف میں جلسے کر کے انگریزوں کے خلاف عوام کو خوب اُبھارا۔ آپ نے جوشیلی تقاریر کر کے انگریزوں کی عیاریوں کا پردہ چاک کیا اور اُن کے دامِ فریب کو تار تار کیا۔

جولائی 1921ء میں ''خلافت کانفرنس کراچی'' کے عدیم النظیر اجتماع میں انگریز کی ملازمت کے خلاف فتویٰ صادر کیا گیا۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر (ف 1931ء) نے ''حرمتِ ملازمتِ پولیس و فوج'' کے متعلق قرارداد پیش کی جس کی آپ نے پُرزور تائید کی۔ ''انگریز کی ملازمت حرام ہے'' کے فتویٰ پر آپ کے علاوہ مولانا محمد علی جوہر (ف 1931ء)، مولانا شوکت علی (ف 1938ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (ف 1931ء) و دیگر حضرات کے دستخط تھے۔ اسی بنا پر خالق دینا ہال کراچی والا مشہور زمانہ کیس معرضِ وجود میں آیا۔

اس مقدمہ میں تمام متذکرہ بالا لیڈروں کو گرفتار کرلیا گیا۔ آپ کی گرفتاری 17 ستمبر 1921ء کو حیدر آباد سندھ سے عمل میں آئی اور سپیشل ٹرین کے ذریعے کراچی پہنچایا گیا۔ گرفتاری کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے بڑا جرأت انگیز اور ایمان افروز پیغام ارسال فرمایا:

''اگر تمہارا عقیدہ سچا ہے تو ہرگز اُن سے معافی نہ مانگنا جو تمہارے عقائد کے مخالف ہیں۔ اگر معافی مانگی تو اپنا منہ ہم کو نہ دکھلانا۔''

اس کیس کی کارروائی میں آپ کی دو باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں اور ہماری نسل کیلئے خضرِ راہ ہیں۔ آپ نے فرمایا!

''قید میرا تو ورثہ ہے کیونکہ میں غلامِ مجددؒ اور اولادِ مجددؒ الف ثانی ہوں جن کو جہانگیر بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا تھا۔''

پھر ارشاد فرمایا

''کاش آج مجھ پر یہ مقدمہ ہوتا کہ میں نے وقت کے انگریز بادشاہ جارج پنجم کو قتل کیا ہے اور اُس کے خون سے میرے ہاتھ رنگے ہوتے۔''

اس مقدمہ میں آپ کو دوسرے دو ساتھیوں کی طرح دو سال کی سزا ہوئی جو آپ نے کمال تحمل و بردباری سے کاٹی اور اسی دوران قرآن کریم حفظ کرلیا۔ کسی کا یہ شعر اُسی دور کی یادگار ہے!

کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس قید کو

سزا کے دوران ایک انگریز جیلر نے آپ کے اس تھیلہ کو ٹھوکر ماری جس میں قرآن مجید تھا۔ آپ نے طیش میں آ کر اُس جیلر کو زوردار تھپڑ رسید کیا۔ قریب تھا کہ فساد ہو جاتا اور جیل میں ہی ہنگامہ ہو جاتا، آخر کار گورنر بمبئی خود آیا اور آپ کی تکالیف سنیں۔ آپ نے بتایا کہ ''سردی کی راتوں میں جیل والے میری کوٹھڑی میں پانی چھوڑ دیتے ہیں تاکہ تمام رات کھڑا ہو کر گزاروں اور نماز نہ پڑھ سکوں، روشنی گل کر دیتے ہیں تاکہ قرآن کریم نہ پڑھ سکوں۔''

گورنر نے یہ سن کر جیل کے عملہ کو تنبیہ کر دی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کی جائے اور پھر آپ کو نماز با جماعت و دیگر مسلمان قیدیوں سے ملاقات کرنے کی اجازت بھی دے دی گئی۔

آپ نے بڑے صبر و استقلال سے دو سال کا عرصۂ قید گزارا اور رہائی پر بڑی شان و شوکت سے آپ کو جلوس کی شکل میں لے جایا گیا۔ غرض تحریکِ خلافت میں آپ نے جو کام کیا تاریخ اُس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اگر علی برادران کے ہم پلہ کوئی شخصیت تھی تو آپ ہی کی تھی۔

تحریکِ خلافت ہی کے دوران آپ بذریعہ ٹرین دورے پر تشریف لے جا رہے تھے کہ انگریز کلکٹر مسٹر گبسن (جو بعد میں چیف کمشنر سندھ بنا) نے آپ کو دیکھ کر شربت منگوایا، آپ نے یہ کہتے ہوئے وہ شربت پینے سے انکار کر دیا کہ اگر اس گلاس میں شربت کی جگہ تمہارا خون ہوتا تو میں پی جاتا، اس لئے کہ تم ہمارے تُرک بھائیوں کا خون بہا رہے ہو! یہ سن کر انگریز کلکٹر بھونچکا سا رہ گیا اور کہنے لگا کہ پیر صاحب کو کیا ہو گیا ہے؟ شاید ان پر مذہبی جنون غالب آ گیا ہے۔

فرنگی ٹولے سے نفرت کی بنا پر آپ نے وہ تمام زمینیں واپس کر دیں جو لنڈہ ضلع نواب شاہ اور سواوہ نہر پر لنگر خانہ کیلئے ملی ہوئی تھیں۔ اسی طرح 24 بندوقوں کا آل انڈیا لائسنس بھی واپس کر دیا مگر بندوقیں واپس کرنے کے بجائے زیر زمین دفن کر دیں۔ آپ کے اس فعل سے گھبرا کر انگریز حکومت نے دو مرتبہ چھاپہ مار کر آپ کے کتب خانہ کو خراب کر دیا۔ الزام یہ تھا کہ آپ کے پاس کابل سے خط وغیرہ آتے ہیں اور وہاں کی حکومت کے ساتھ آپ کا گٹھ جوڑ ہے، حالانکہ آپ کے پاس نہ کوئی خط تھا نہ گٹھ جوڑ کا کوئی سلسلہ، البتہ یہ

ضرور تھا کہ آپ کے خاندان کے اکثر افراد افغانستان میں رہتے تھے۔

اسی دوران بہریارو ڈ (سندھ) میں نہر کی کھدائی کے وقت مسجد شریف نہر کے پیٹ میں آ رہی تھا اور بڑی دوڑ دھوپ کے باوجود انگریز حکومت نے نہر کا رُخ موڑنے سے انکار کر دیا تو آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ فوراً وہاں پہنچے اور تن تنہا چارپائی ڈال کر قرآن خوانی میں مشغول ہو گئے۔ آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ یہاں سے اُٹھ جائیں ورنہ ابھی مشین آپ کو اپنی لپیٹ میں لے گی۔ آپ نے فرمایا کہ!

''جب مسجد ختم ہو جائے گی تو پھر ہمارے ختم ہونے کا سوال غلط ہے۔ ہم یہاں سے نہیں اُٹھیں گے بلکہ قربانی پیش کریں گے۔''

چنانچہ آپ ڈٹ کر بیٹھے رہے اور حکومت کو نہر کا رُخ موڑنا پڑا۔

آپ کی ان سرگرمیوں سے تنگ آ کر حکومت نے آپ کے جلسوں پر پابندی عائد کر دی۔ رہائش گاہ پر پولیس کا پہرہ بٹھا دیا اور نقل و حرکت پر قدغن لگا دی مگر آپ بڑی جرأت و مردانگی کے ساتھ ان سب رکاوٹوں کو توڑ کر کراچی پہنچے اور کراچی کی قدیمی عید گاہ میں ایک بہت بڑے جلسۂ عام سے بڑی گھن گرج کے ساتھ خطاب فرمایا، بعدازاں سیلاوٹ محلہ حیدر آباد میں بھی ایک جلسہ منعقد کیا۔ انگریز ایس پی مع ہندو کلکٹر مہر چند جلسہ گاہ میں پہنچا اور زبان بندی کا نوٹس دیا اور ایس پی نے ریوالور دکھا کر نوٹس کی تعمیل کیلئے کہا۔ رگِ فاروقی پھڑک اُٹھی، آپ نے ایس پی کی طرف نظر اُٹھا کر فرمایا!

''او لنگورے! تم مجھے تقریر کرنے سے روکتے ہو؟''

اتنا سنتے ہی ایس پی اور کلکٹر دم سادھے چلے گئے، آپ نے پُر جوش تقریر کی، عوام میں حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوا اور پھر روز بروز جلسے ہوتے رہے۔

آپ جمعیت علماء ہند کے سرکردہ رہنما بھی رہے مگر جب نہرو رپورٹ پر 1930ء میں حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی (ف 1935ء)، میر غلام بھیک نیرنگ (ف 1952ء)، مولانا عبدالماجد بدایونی (ف 1931ء)، مولانا محمد علی جوہر (ف 1931ء)، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی شہید ایڈیٹر ''الامان'' دہلی (ف 1938ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)، مولانا حسرت موہانی (ف 1951ء)، مولانا قطب میاں فرنگی محلی (ف 1954ء)، مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (ف 1941ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (ف 1931ء)، مولانا عبدالکافی الہ آبادی (ف 1930ء) اور مولانا محمد فاخر الہ آبادی (ف 1930ء) اور دیگر علمائے اہلسنت نے استعفے دے دیئے تو آپ نے بھی اُن کے ساتھ مستعفی ہو کر جمعیت علماء کانپور کی بنا

رکھی جس کے صدر مولانا محمد علی جوہر منتخب ہوئے۔ جمعیت علماء کانپور نے ہندوؤں سے بائیکاٹ کا اعلان کیا تو آپ نے بھی بڑی جرأت واستقامت سے اس پر عمل کیا۔ اگرچہ ہندوؤں نے آپ کو طرح طرح کے لالچ دیئے، دھمکیاں دیں مگر آپ مرعوب نہ ہوئے۔ ہندوؤں کے کچھ قرضے آپکے ذمے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کانگرس میں شامل ہوجائیں، ہم تمام قرضے معاف کر دیں گے ورنہ ڈگری جاری کروائیں گے۔ اسکے جواب میں آپ نے اپنی زمین فروخت کر کے تمام قرضے ادا کر دیئے مگر اپنے ایمان کا سودا نہ کیا۔

علی برادران نے ''انجمن خدامِ کعبہ'' کی تحریک شروع کی تو آپ نے اس کا پورا پورا ساتھ دیا اور تمام سندھ سے چندہ اکٹھا کر کے بمبئی بھجوایا۔ ''مسجد کانپور'' کا تنازعہ کھڑا ہوا تو مولانا محمد علی جوہر (ف 1931ء) نے تار دے کر آپ کو بلایا۔ آپ فوراً کانپور پہنچے اور فیصلہ ہونے تک وہیں رہے اور ڈٹ کر انگریز حکومت کی مخالفت کی۔

1916ء تک سندھ میں ابھی وہ دور نہیں آیا تھا کہ کوئی بھی سیاسی جماعت اپنا منظم رول ادا کرتی اور سیاسی دور کا آغاز ہوتا۔ بلکہ کوئی بھی سیاسی ہلچل نظر نہ آتی تھی۔ آخر کار 3 نومبر 1917ء کو سندھ مسلم لیگ کی بنیاد رکھ دی گئی جس کے مندرجہ ذیل عہدے دار مقرر ہوئے۔ صدر: یوسف علی، علی بھائی، نائب صدر: غلام محمد بھرگڑی، آنریری سکرٹری: غلام علی چھاگلہ، جوائنٹ سیکرٹری: حاجی عبداللہ ہارون۔

اس کا پہلا اجلاس 11 نومبر 1917ء کو سید اسد اللہ شاہ ٹکھڑائی (ف 1926ء) کی صدارت میں ہوا۔ چونکہ یہ ابھی ابتدا تھی لہٰذا اس میں صرف خاص خاص تعلیم یافتہ لوگ شریک ہوئے۔ چونکہ یہ رسمی اجلاس تھا اس لئے کوئی خاص بات طے نہ ہوئی۔

دوسرا اجلاس بھی 1919ء میں سیّد اسد اللہ شاہ کی صورت میں ہوا جس میں پہلی مرتبہ چند قرار دادیں منظور ہوئیں۔

1- تحریکِ خلافت کے خلاف حکومتِ برطانیہ کی مذمت کی گئی۔

2- مولوی فضل کریم کی کتاب ''فتویٰ خلافت'' کی مذمت کی گئی جو اُس نے حکومت کی حمایت میں لکھی تھی۔

9 فروری 1920ء کو سندھ مسلم لیگ کی تنظیم نو ہوئی۔ یہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا، جس میں غلام محمد بھرگڑی کو صدر، حاجی عبداللہ ہارون کو نائب صدر، سیٹھ طیب علی کو جوائنٹ سیکرٹری چنا گیا اور بارہ ارکان پر مشتمل سندھ مسلم لیگ کونسل بنائی گئی۔ مگر ابھی تک مسلم لیگ چند لوگوں کے گرد ہی گھوم رہی تھی۔ مسلم لیگ کے عہدیداروں نے مسلم لیگ کو عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن بنانے کیلئے پیر غلام مجدّد دسرہندی کی

خدمت میں حاضری دی اور مسلم لیگ میں شامل ہونے کی استدعا کی۔ چنانچہ 10 فروری 1924ء کو حیدر آباد سندھ میں سندھ مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں پیر غلام مجدد نے اپنی شمولیت کا اعلان کیا جسے مسلم لیگ کیلئے انتہائی مبارک سمجھا گیا۔ اس موقعہ پر سندھ مسلم لیگ کے صوبائی انتخابات ہوئے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں کسی عہدہ کے بغیر ہی مسلم لیگ کی خدمت کروں گا۔ چنانچہ سیٹھ عبداللہ ہارون (ف 1942ء) صدر، محمد کامل شاہ نائب صدر، شیخ نور محمد سیکرٹری اور حکیم فتح محمد سیوہانی خزانچی منتخب کئے گئے۔ 17 ارکان پر مشتمل سندھ مسلم لیگ کونسل بنائی گئی جس میں پیر صاحب کو بھی شامل کیا گیا۔ پیر صاحب کی شمولیت نے سندھ مسلم لیگ میں ایک نئی روح پھونک دی۔

مسلم لیگ میں شامل ہونے کے بعد پیر صاحب نے شب و روز دورے کر کے پورے سندھ میں اس کی شاخیں قائم کیں اور اسے صحیح معنوں میں عوامی جماعت بنادیا۔ چنانچہ 8، 9، 10۔ اکتوبر 1938ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں اکناف و اطرافِ سندھ سے حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قابلِ دید تھا۔ اس کانفرنس میں دوسرے صوبوں کے لیڈر بھی شریک تھے۔ پیر صاحب نے اپنے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب میں مسلم لیگ کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کا اعلان کیا اور حضرت قائداعظمؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ سندھ مسلم لیگ آپ کو یقین دلاتی ہے کہ قیام پاکستان کے سلسلے میں آپ اس کو کسی دوسرے صوبے سے پیچھے نہیں پائیں گے۔ اس پر حضرت قائداعظمؒ نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس اجلاس میں قائداعظمؒ کے مشورے سے سندھ مسلم لیگ کی تنظیم نو عمل میں آئی اور سندھ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کی بنیاد رکھ کر تمام ارکان پارٹی کو کہا گیا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہوں۔ اس موقعہ پر جو عہدیدار چنے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

صدر: حاجی عبداللہ ہارون، نائب صدر پیر غلام مجدد سرہندی، جنرل سیکرٹری: شیخ عبدالمجید سندھی، جائنٹ سیکرٹری: پیر علی محمد راشدی، جوائنٹ سیکرٹری: آغا غلام نبی پٹھان، خزانچی: غلام حسین ہدایت اللہ۔

اس کے بعد آپ نے مسلم لیگ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ آپ کے ساتھ پیر صاحب بھرچونڈی شریف پیر عبدالرحمٰن (ف 1960ء) اور اُن کے صاحبزادے پیر عبدالرحیم (ف 1971ء) نے بھرپور تعاون کیا بلکہ آپ کے ساتھ پورے سندھ کا دورہ بھی کیا۔ پیر صاحب بھرچونڈی شریف کے ساتھ علماء کی ایک جماعت دورہ کرتی تھی جس میں سید صدرالدین شاہ ایڈیٹر اخبار ''نقیب'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

1939ء میں ''مسجد منزل گاہ سکھر'' کا تنازعہ کھڑا ہوا تو آپ یکم اکتوبر 1939ء کو 313 رضا کاروں کی جماعت لے کر جھنڈا تھامے وہاں جا پہنچے اور ایک ہفتہ تک قیام فرمایا۔ ان رضا کاروں میں 36 سیّد، 11 علماء اور 3 حافظ قرآن تھے جو اسلام کے نعرے لگا رہے ہیں۔ حکومت نے مسلم لیگ کمیٹی سے گفتگو کی۔ سکھر میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو گئے۔ حکومت کے اس وعدے پر کہ یہ مسجد مسلمانوں کے حوالے کی جائے گی، آپ واپس حیدرآباد واپس تشریف لے آئے۔ 9 نومبر 1939ء کو آپ کو گرفتار کر کے سنٹرل جیل حیدرآباد میں روانہ کر دیا گیا۔ چونکہ یہ گرفتاری گورنر سندھ کے خصوصی حکم نامہ کے تحت دو ماہ کیلئے ہوئی تھی لہٰذا 9 جنوری 1940ء کو آپ کو رہا کر دیا گیا۔

ایک دفعہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ''ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا یہی شخص ہوا ہے، اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اُس کے پیچھے لگ جاتے، جناح تو ایک مسلمان وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی وکالت کر رہا ہے، کیا کافر وکیل نہیں بنایا جاتا؟ بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے۔''

دسمبر 1946ء کے سندھ اسمبلی کے انتخابات قیامِ پاکستان کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتے تھے، اس لئے مسلم لیگ کی ہائی کمان کی خواہش تھی کہ کسی بھی طرح آئندہ وزارت مسلم لیگ کی ہو۔ اس وقت سندھ میں تین سیاسی گروپ متوازی حیثیت رکھتے تھے، سرغلام حسین ہدایت اللہ (ف 1948ء)، خان بہادر محمد ایوب کھوڑو (ف 1980ء) اور مسٹر جی ایم سیّد گروپ۔ یہ تینوں گروپ مسلم لیگ سے وابستہ تھے اور تینوں کی خواہش تھی کہ ٹکٹ اس کے گروپ کے آدمیوں کو دیئے جائیں۔

جی ایم سیّد کا موقف تھا کہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول میں نے بنایا ہے لہٰذا تمام ٹکٹ میرے گروپ کو ملنے چاہئیں۔ قائداعظمؒ نے اس معاملے کو حل کرنے کیلئے تین سرکردہ مرکزی رہنماؤں نوابزادہ لیاقت علی (ف 1951ء) نواب محمد اسماعیل خان (ف 1958ء) اور سیّد حسین امام (ف 1985ء) کو سندھ روانہ کیا تاکہ وہ ہر تحصیل اور ہر ضلع کے مسلم لیگی ورکروں اور عہدیداروں سے مشورہ کر کے ٹکٹوں کی تقسیم کریں۔

اس کے برعکس جی ایم سیّد اپنے پروگرام کے مطابق ٹکٹوں کی تقسیم کے خواہاں تھے مگر مسلم لیگی عہدیداروں اور کارکنوں نے اپنا مشورہ جی ایم سیّد کے خلاف دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کے ٹکٹوں کی تقسیم جی ایم سیّد کی مرضی کے خلاف ہوئی، جس پر اس نے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور مسلم لیگ کی مخالفت شروع کر دی اور اپنے علیحدہ اُمیدوار کھڑے کر دیئے۔

مسلم لیگ نے جی ایم سیّد کے مقابلہ پر قاضی محمد اکبر (ف 1979ء) کو اُمیدوار نامزد کیا۔ قائداعظمؒ نے انتخابات کے اخراجات دے کر جی آلانا (1985ء) کو الیکشن کمیٹی کا آنریری سیکرٹری مقرر کرتے ہوئے تمام کام کی نگرانی انہیں سونپ دی اور یہ بھی کہا کہ!

''نہ صرف سندھ کی ساری مسلم نشستیں چاہئیں بلکہ جی ایم سیّد کی نشست بھی چاہیئے۔ میں اس اہم نشست پر قاضی محمد اکبر کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اس پر مسلم لیگی رہنماؤں نے جی ایم سیّد کے حلقہ میں کئی بڑے جلسوں کا پروگرام بنایا۔ سندھ کے بڑے بڑے پیروں، مذہبی رہنماؤں نے پیر غلام مجدد سرہندی کی قیادت میں مسلم لیگ کیلئے دن رات کام کیا۔ چنانچہ 9 دسمبر 1946ء کو صوبہ سندھ کے انتخابات پاکستان کے حق میں سنگ میل ثابت ہوئے۔ ان انتخابات میں مسلمانوں کے سو فیصد ووٹ پاکستان کے قیام کیلئے پڑے یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم لیگ نے سو فیصد نشستیں حاصل کر لیں۔ ایک نشست آزاد اُمیدوار نے جیتی تھی مگر وہ بھی مسلم لیگ کا حمایت یافتہ تھا۔ جی ایم سیّد بری طرح شکست سے دوچار ہوا۔ یہ سب کچھ پیر غلام مجدد سرہندی کی کوششوں کا ثمر تھا۔

اسی دوران آپ نے ''صوراسرافیل'' کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں اسلامیان برصغیر اور سندھ کو مسلم لیگ کے ساتھ عملی تعاون کی اپیل کی گئی تھی۔ اس پمفلٹ میں زندگی کو خدا کی امانت بتانے کے بعد لکھتے ہیں!

''مبارک ہو اُن مومنین کو جنہیں ظاہری طور پر فنا ہونے سے پہلے یہ مبارک موقعہ مل رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے حکم پر مسلم قوم کے وقار و ناموس کے تحفظ کیلئے اپنی اس امانت کو اپنے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ آج اسلامیانِ ہند نے جو پاکستان کا علم اپنے ہاتھوں میں اُٹھایا ہے، مجھے یقین ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان اس عظمت کو قائم کرنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دے گا۔''

پیر صاحب کی زندگی بہت سادہ تھی۔ عشقِ رسول ﷺ تو کوٹ کوٹ کر آپ میں بھرا ہوا تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے جدّ امجد حضرت خواجہ شاہ ضیاء الحق شہید (ف 1840ء) کے ایک قصیدہ کے یہ اشعار وردِ زبان رہتے تھے!

بصدیقت خریدارم عمر را دوست میدارم
فدا سازم دل و جاں را بعثماں یا رسولؐ اللہ
چہارم حیدرِ صفدر کہ باشد ساقی کوثر
اماماں راشوم چاکر بایقاں یا رسولؐ اللہ

آپ کی وفات حسرت آیات 16 جمادی الثانی 1377ھ/ 8 جنوری 1958ء بروز بدھ صبح 9 بجے حیدرآباد (سندھ) میں ہوئی۔ پہلی نماز جنازہ حیدرآباد میں ہوئی اور دوسری ٹمیاری میں۔ ٹمیاری شریف آخری آرامگاہ بنی۔

جناب طارق سلطان پوری نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا!

مجددؒ کا غلام و بندۂ حُر — عزیمت اور جی داری کا پیکر
جلیل القدر صدرِ بزمِ عارفاں — وہ سرہندی چمن کا اک گُلِ تر
جہانِ عشق کا مہرِ فروزاں — ریاضِ فقر کا سرو و صنوبر
وہ اک ممتاز عالم صاحبِ فضل — مفکّر بے بدل، یکتا مقرّر
رہا ہر قوتِ باطل کے آگے — صف آرا و مبارز زندگی بھر
اُس حق آگاہ کا تھا مقصدِ زیست — کمال و احتشامِ دینِ سرورؐ
گوارا کی اسارت بھی خوشی سے — برائے حفظِ ناموسِ پیمبرؐ
وہ پاکستان کا بھی رزم آرا — وہ تحریکِ خلافت کا بھی رہبر
وہ قول و فعل میں اللہ کی بُرہان — بجا ہے اہلِ حق کو ناز اُس پر
بزرگانِ شریعت کا وہ پرتو — امامانِ طریقت کا وہ مظہر

سنِ وصل اُس جری کا ''ضیغمِ حق''
1958ء
بہ الفاظِ دیگر ''خورشید انور''
1377ھ

ماخذ:-

1- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مطبوعہ مورو سندھ 1984ء
2- ''سندھ کی سیاسی جدوجہد'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، حیدرآباد سندھ 1983ء

3- ''جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار'' از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری، لاہور 1992ء
4- ''لذۃ الارواح'' از پیر غلام نبی سرہندی، حیدرآباد سندھ 1975ء
5- ''تحریک خلافت'' از قاضی محمد عدیل عباسی، دہلی 1978ء
6- ''علی برادران'' از رئیس احمد جعفری، لاہور 1963ء
7- ''سیّد الاحرار'' از سیّد اشتیاق اظہر، کراچی 1988ء
8- ''سیرتِ محمد علی'' از رئیس احمد جعفری، دہلی 1932ء
9- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء
10- ماہنامہ ''جامعہ دہلی'' ''مولانا محمد علی نمبر''، اپریل 1979ء
11- ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور، ''سنّی کانفرنس نمبر'' 14 اکتوبر 1979ء ص 22
12- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 769
13- ''خطباتِ آزاد از ابوالکلام آزاد، مطبوعہ میرپور (آزاد کشمیر) 2001ء ص 69، 340
14- ''مولانا ابوالکلام آزاد اور قوم پرست مسلمانوں کی سیاست'' از محمد فاروق قریشی، مطبوعہ لاہور 1997ء ص 99

خواجہ غلام صمد انبالویؒ

(1880-1959ء)

خواجہ غلام صمد 29 ربیع الاوّل 1297ھ/ 9 مارچ 1880ء کو انبالہ شہر (مشرقی پنجاب، انڈیا) کے ایک متمول اور نہایت ہی دیندار، زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک حاجی اللہ بخشؒ تھا جو تحصیلدار کے عہدے سے ریٹائر ہو کر میونسپل کمیٹی انبالہ کے چیئرمین رہے اور ایک فلاحی ادارے انجمن اسلامیہ انبالہ کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ اس ادارے کے زیر اہتمام مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں آگے لانے کیلئے مسلم ہائی سکول انبالہ شہر قائم تھا جو قیامِ پاکستان کے بعد اب گورنمنٹ مسلم کالج کے نام سے سرگودھا میں قوم کی خدمت کر رہا ہے۔

خواجہ غلام صمد کے بچپن میں یہ ادارہ ابھی قائم نہیں ہوا تھا لہٰذا انہوں نے مشن ہائی سکول انبالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور بعد میں اسلامیہ کالج لاہور سے فراغت حاصل کر کے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ دورانِ ملازمت اپنی دیانتداری، پاکبازی اور پرہیزگاری کی بدولت خلق خدا کی نظروں میں ہمیشہ قابلِ احترام رہے۔

1934ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو علاقے کے معززین کے پُر زور اصرار میدانِ سیاست میں قدم رکھا اور بطور آزاد اُمیدوار پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا۔ آپ کا حلقۂ انتخاب انبالہ ڈویژن کا شہری حلقہ رہتک، حصار، کرنال اور گڑگانواں کے چار اضلاع پر مشتمل تھا اور آپ کے مد مقابل نوابزادہ لیاقت علی خاں سابق وزیر اعظم پاکستان (ف 1951ء) کے بڑے بھائی نوابزادہ سجاد علی خاں اور بھٹو دور کے وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن کے ماموں خواجہ سرور حسین تھے۔ آپ نے بھاری تعداد میں ووٹ حاصل کر کے یہ انتخاب جیتا۔

انتخاب جیتنے کے بعد آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور پھر تا دمِ زیست اسی جماعت کا دامن تھامے رکھا۔ 1946ء میں قائداعظمؒ کے حکم پر ''خان صاحب'' کا خطاب بھی حکومت کو واپس کر دیا۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ حضرت قائداعظمؒ کے مشن کی تکمیل اور مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ دامے درمے قدمے قلمے سخنے تعاون فرماتے رہے۔ 1946ء کے الیکشن میں آپ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا گیا۔ آپ کے مقابلہ میں ایک آزاد

اُمیدوار سیّد محمود شاہ کھڑا ہوا۔ آپ نے 8627 ووٹ حاصل کئے جبکہ آزاد اُمیدوار نے 215 ووٹ حاصل کر کے ضمانت ضبط کروالی۔

حضرت خواجہ صاحب اسمبلی کے اندر اور باہر مسلم مفاد کیلئے کمربستہ رہے۔ انگریز اور ہندو دشمنی میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے۔ خضر وزارت کے خلاف تحریک سول نافرمانی میں آپ نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد سب کچھ لٹا کر لاہور آ گئے اور مہاجرین کی آبادکاری میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ چونکہ ہندوستان میں وسیع وعریض شہری جائیداد اور زرعی اراضی چھوڑ کر آئے تھے لہٰذا حکومت نے اس کے صلے میں ماڈل ٹاؤن لاہور میں ایک شاندار کوٹھی الاٹ کر دی مگر آپ نے یہ کہہ کر اس پیشکش کو واپس کر دیا کہ ماڈل ٹاؤن جیسی دور افتادہ جگہ تک پہنچنے میں میرے حلقے کے لٹے پٹے مہاجرین کو سخت تکالیف کا سامنا ہوگا۔ چنانچہ کرم چند روڈ پرانی انارکلی لاہور میں ایک درمیانے درجے کا مکان لے کر اہل خاندان کے ساتھ بسیرا کر لیا۔ اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد حاصل نہ کی۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت قبلہ میاں محمد شاہ چشتی ہوشیارپوریؒ (ف 1914ء) کے دست حق پرست پر بیعت کی ہوئی تھی اور اُن کے خاص مریدوں میں شمار ہوتے تھے۔ ہر سال عرس مبارک میں شرکت کرتے۔ دربار شریف کی انتظامیہ کمیٹی ''انجمن محمدیہ'' کے صدر تھے۔ تقسیم ملک کے بعد بھی قافلہ لے کر عرس شریف کی تقریبات میں شرکت کرنے کیلئے گئے جس میں اُستاذی حکیم ملّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی ثم لاہوری (ف 1999ء) بھی شریک تھے۔ حضرت میاں علی محمد چشتی نظامی سجادہ نشین بسّی نوشریف ضلع ہوشیار پور (مدفون پاکپتن شریف 1975ء) آپ کے پیر بھائی تھے اور آپ پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔

خواجہ صاحب نہایت عابد وزاہد شخص تھے۔ روزانہ ''دلائل الخیرات'' مکمل پڑھتے تھے۔ خدمت خلق اُن کا شعار تھا۔ وہ ''طریقت بجز خدمتِ خلق نیست'' کی عملی تفسیر تھے۔ تمام دن خلق خدا کی خدمت میں گزرتا اور رات کی تنہائیاں رب تعالیٰ کے حضور گڑگڑاہٹ میں گزرتیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم سپوت حضرت خواجہ محمد عبدالخالق نقشبندی جہاں خیلوی ہوشیار پوری (ف 1931ء) سے اجازت وخلافت کا شرف بھی رکھتے تھے۔ آپ خوش سیرت اور فرشتہ صورت تھے۔ مردِ باکمال، درویش باجمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔ غرور وتکبر تو پاس سے بھی نہیں گزرا تھا۔ عاجزی، انکساری اور اطاعت گزاری اُن کا شعار تھا۔ دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُجالا کرنا اُن کی زندگی کا مقصدِ وحید تھا۔ مقام مصطفےٰ کا تحفظ اُن کا مطمع نظر

تھا۔اُن کی باتوں میں گلوں کی سی خوشبوتھی۔وہ نرم دمِ گفتگواور گرم دمِ جستجو کے سچے مظہر تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کبرَ سنی اور خرابیٔ صحت کی وجہ سے عملی سیاست سے کنارہ کش ہوکر اپنے آپ کو صرف اور صرف یادالٰہی کیلئے وقف کردیا۔چوک پرانی انارکلی میں اہالیان محلہ کے اشترک سے ایک مسجد کی بنا ڈالی جو آج ''مدینہ مسجد'' کے نام سے بڑی وسیع و عریض اور عالیشان مسجد کا روپ دھار چکی ہے۔ پرہیزگاری، دینداری اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب پنجاب اسمبلی میں اہم سے اہم موضوع پر دھواں دھار تقریر کررہے ہوتے، نماز کے وقت ایک دم تقریر چھوڑ کر چلے جاتے۔زندگی بھر اپنے پریشان حال عزیزوں، رشتہ داروں کے علاوہ غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی مقدور بھر خدمت کرتے رہے۔

مجاہد ملّت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازیؒ (1915-2001ء) فرماتے ہیں کہ!

''خواجہ غلام صمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ انبالہ ڈویژن سے مسلمانوں کے نمائندے منتخب ہوکر پنجاب اسمبلی میں آئے تھے۔نیک بزرگ تھے۔مسلمانوں کے مخصوص مفادات کیلئے ہروقت لڑتے رہتے تھے۔پنجاب لیجسلیو اسمبلی میں اُن کے سوالات سب سے زیادہ ہوتے تھے۔اُن کی تقریر حقائق پرمبنی ہوتی تھی۔1939ء میں جب انڈیا ایکٹ 1935ء کے ماتحت اسمبلی قائم ہوئی تو وہ منتخب ہوکر آئے اور تقسیم ملک تک ممبر رہے۔1946ء میں جب عمومی انتخابات ہوئے تو اس میں بھی خواجہ صاحب اپنے حلقہ سے منتخب ہوکر آئے۔1945ء میں جب سکندر جناح پیکٹ ختم ہوااور پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ اسمبلی پارٹی قائم ہوئی تو خواجہ صاحبؒ اُس پارٹی کے رکن رکین تھے۔

خواجہ صاحبؒ متواضع شخصیت کے مالک تھے۔متشرع، متقی اور مخلص مردمومن تھے۔چونکہ میرا دور Extremis تھااوراپنوں بیگانوں سب پرتنقید کرتا تھااس لئے ٹھنڈے مزاج کے متعدل طبیعت بزرگوں سے روابط قائم نہ رہ سکے۔بہرحال اُن کی امانت، دیانت اور تقویٰ وطہارت کا میں ہمیشہ معترف رہا۔

؎ ''خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں''

خواجہ صاحب کی وفات حسرت آیات 12 جمادی الاوّل 1379ھ بمطابق 13 نومبر 1959ء کو لاہور میں ہوئی۔حضرت پیر غلام دستگیر نامیؒ (ف 1961ء) نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا!

غلام صمد عابد و نیک سیرت　جو مشہور تھے خلق وجود و کرم میں
وہ ہمدردِ قوم مسلمان و صوفی　کٹی جن کی تھی عمر ملّت کے غم میں
ہوئے فوت جب وہ ، ندا آئی نامی　کہ تاریخ ہے ’’ خواجہ باغِ ارم میں ‘‘
1959ء

اُستاذی حکیم ملّت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ (1927-1999ء) نے فارسی میں قطعۂ تاریخ رحلت کہا!

افسوس مرتحل شُد آں خوش خصال خواجہ　گو بُود نیک سیرت ہمدردِ قوم و ملّت
از بہرِ فوتش در فکر بُود موسیٰ !　آمد ندا زہاتف ’’ خواجہ شدہ بجنت ‘‘
1379ھ

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے بھی تاریخ وفات کہی!

تھے خواجہ غلام صمد نقشبندی　ہوئے سرخرو وہ ہر اک امتحاں میں
امانت ، دیانت و تقویٰ ، طہارت　تھیں سب خوبیاں دیں کے اُس پاسباں میں
اسمبلی پنجاب کے رکن بھی تھے　لطافت بھی تھی اُن کے حُسنِ بیاں میں
ندا آئی صابر یہ تاریخ کہہ دو　’’ ہیں خواجہ صمد حق کے پیارے جناں میں ‘‘
1379ھ

ماخذ:-

1- ’’عظیم قائد عظیم تحریک‘‘ از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء ص 409
2- مکتوبِ گرامی مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ بنام مؤلف از لاہور 3 اگست 1987ء
3- ’’قلمی یادداشتیں‘‘ از اُستاذی حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مملوکہ محمد صادق قصوری
4- ’’تاریخ رفتگاں‘‘ جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 56

پیر محمد امین الحسنات آف مانکی شریفؒ

(1922-1960ء)

پیر محمد امین الحسنات بن پیر عبدالروٗف (ف 1934ء) بن پیر عبدالحق (ف 1928ء) بن پیر عبدالوہاب قادری (ف 1904ء) کی ولادت یکم فروری 1922ء / 3 جمادی الثانی 1340ھ بروز بدھ خانقاہِ قادریہ مانکی شریف ضلع پشاور میں ہوئی۔ بعمر چھ ماہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور گیارہ بارہ سال بعد شفقتِ پدری سے بھی محروم ہو گئے۔ حفظ قرآن پاک کے بعد مختلف علمائے کرام سے جملہ علومِ متداولہ کی تحصیل کی۔ دورانِ تعلیم ہی والد ماجد کی رحلت پر سجادگی کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا پڑا۔

پیر صاحب مانکی شریف انتہائی فعال، بلند اخلاق، مدبر اور دانشمند انسان تھے۔ اُنہوں نے روحانیت اور سیاست کے میدان میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ اُن کی ابتدا ہی سے خواہش تھی کہ ملک وقوم کے مفاد کیلئے بے لوث اور بے غرض رہنماؤں کو میدانِ عمل میں آنا چاہیئے۔ اُن کے خیال میں اسلام روز بروز خطرے میں پڑ رہا تھا۔ ہندو اقلیت والے صوبہ سرحد میں اسلام کو ہندو اکثریت والے صوبوں سے زیادہ خطرہ درپیش تھا۔ آخر بہت سوچ بچار کے بعد پیر صاحب نے اس ناممکن کام کو ممکن بنانے کا بیڑا اٹھایا۔

پیر صاحب نے 14 اکتوبر 1945ء کو مانکی شریف میں علماء و مشائخ کی کانفرنس طلب کی جس میں سینکڑوں جید علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ چند قابل ذکر اسمائے گرامی یہ ہیں: امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء)، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)، پیر عبداللطیف زکوڑی شریف (ف 1978ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)، خواجہ غلام سدید الدین تونسویؒ (ف 1960ء)، مولانا بادشاہ گل اکوڑہ خٹک، مولانا حضرت گل آف دوسہرہ، فقیر عبدالواسع بنوں، پیر صاحب کاربوغہ شریف (ف 1952ء)، مولانا شائستہ گل، حضرت دیوان آل رسول علی خاں اجمیری (ف 1973ء)، حضرت خواجہ عبدالرشید پانی پتی (ف 1962ء) اور خواجہ حسن نظامی دہلوی (ف 1955ء)۔

اس عظیم الشان اجتماع میں جمعیت الاصفیاء کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ پیر صاحب کو مجبور کر کے اس کا صدر بنایا گیا۔ آپ نے اعلان کیا کہ انتخابات میں مسلم لیگ کے اُمیدواروں کی حمایت کی جائے گی۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایک علیحدہ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی بھرپور حمایت کرے اور اس کے بنانے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ اُنہوں نے مسلمان ووٹروں سے اپیل کی کہ کہیں وہ اپنے

ایک ووٹ کو کم قیمتی سمجھتے ہوئے ضائع نہ کردیں کیونکہ اُن کے ایک ایک ووٹ کے ساتھ ہی دس کروڑ مسلمانانِ ہند کا مستقبل وابستہ ہے۔ یاد رہے کہ اس کانفرنس کی صدارت حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کی تجویز وتائید پیر معصوم بادشاہ سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف 1957ء) نے کی تھی۔

1945ء میں حضرت قائداعظمؒ نے صوبہ سرحد کا دوسرا دورہ کیا۔ اس سے پہلے جب 1936ء میں پہلا دورہ کیا تھا تو بہت کم لوگ ساتھ تھے۔ اس مرتبہ 19 نومبر 1945ء کو قائداعظمؒ جب پشاور پہنچے تو ایک شاندار اور تاریخی جلوس نکالا گیا جس سے کانگریسیوں اور سرخپوشوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ بعد میں ایک اہم میٹنگ حضرت قائداعظمؒ کی صدارت میں ہوئی جس میں پیر صاحب مانکی شریف اور دوسرے اہم مسلم لیگی لیڈر شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر پیر صاحب نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا۔

22،21 نومبر 1945ء کو شاہی باغ پشاور میں دوروزہ مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی۔ حاضری تقریباً ایک لاکھ کے قریب تھی۔ میاں افتخار الدین (ف 1962ء) نے اپنی شعلہ بار تقریر سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ قائداعظمؒ نے بھی خطاب فرمایا۔ قائداعظمؒ کا خطاب بڑا مؤثر اور کامیاب تھا۔ اس موقعہ پر پیر صاحب مانکی شریف کی مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلانِ عام کیا گیا تو لوگوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ جلسہ گاہ ہی میں بے شمار لوگوں نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا اور بعد میں بھی لوگ جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے۔

24 نومبر 1945ء کو پیر صاحب کی دعوت پر حضرت قائداعظمؒ، مانکی شریف تشریف لے گئے۔ پشاور سے ایک عظیم الشان موٹروں کے جلوس کی صورت میں گیارہ بج کر 45 منٹ پر مانکی شریف پہنچے۔ نوشہرہ سے لے کر مانکی شریف تک کا تمام راستہ دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ آرائشی دروازے بنے ہوئے تھے۔ سڑک کے دونوں طرف پیر صاحب مانکی شریف کے عقیدتمند، مسلم لیگ کے کارکن اور مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے سبز پوش رضا کار قطار در قطار کھڑے تھے۔ مسلم لیگ کی سبز ہلالی جھنڈیوں سے سڑک کو آراستہ کیا گیا تھا۔ قائداعظمؒ جب موٹروں کے جلوس میں مانکی شریف کی طرف روانہ ہوئے تو فضا ''قائداعظم زندہ باد، اسلام زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد اور پیر صاحب مانکی شریف زندہ باد'' کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ قائداعظمؒ کی موٹر پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔ اُن کے پیچھے ہزاروں عقیدتمند موٹروں اور لاریوں کے جلوس میں رواں دواں تھے۔ پیر صاحب کے ہزاروں مرید دور دراز سے قائداعظمؒ کے استقبال کیلئے مانکی شریف پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ ہندوستان بھر کے چیدہ چیدہ علمائے کرام اور مشائخ عظام

جلوہ فرما تھے۔ پیر صاحب کے مرید اور عقیدتمند قائداعظمؒ کے استقبال کیلئے جوش وخروش کے ساتھ نعرے لگا رہے تھے۔ نوجوان اپنی خوشی کے اظہار کیلئے ہوائی فائرنگ کر رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں گولے داغے جا رہے تھے۔ مانکی شریف کے پہاڑ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ جونہی قائداعظمؒ، مانکی شریف پہنچے تو اطراف واکناف سے آئے ہوئے مشائخ عظام کے ہجوم نجوم نے اُن کا پرجوش استقبال کیا۔ پیر صاحب نے قائداعظمؒ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور پھر دونوں بڑی گرمجوشی کے ساتھ بغل گیر ہوئے۔ اس کے بعد پیر صاحب، حضرت قائداعظمؒ اور مسلم لیگی لیڈروں کو ایک شاندار ہال میں لے گئے جہاں علمائے کرام اور مشائخ عظام بیٹھے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد قائداعظمؒ ایک دوسرے کمرے میں پیر صاحب کے ساتھ مذاکرات کیلئے تشریف لے گئے۔ دس پندرہ منٹ کی گفتگو کے بعد دونوں رہنماء باہر میدان میں تشریف لے آئے جہاں خوبصورت خیمے نصب تھے اور ہزاروں لوگوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ اب باقاعدہ جلسہٴ عام شروع ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت کیلئے حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ سے درخواست کی گئی تھی مگر حضرت قدس سرہ، ناسازی طبع کے باعث تشریف نہ لے جاسکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملت حضرت پیر سید محمد حسین (ف 1961ء) کو قائداعظمؒ کیلئے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تھیلی اور کئی دوسرے تحائف دے کر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریفؒ نے حضرت سراج الملتؒ کی بڑی عزت افزائی کی اور جلسہ کی صدارت آپ کے سپرد کر دی۔ جب قائداعظمؒ جلسہ گاہ میں آئے تو حضرت سراج الملتؒ نے آگے بڑھ کر سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا) قائداعظم کو پیش کیا اور کہا!

''میرے والد ماجد (حضرت امیر ملتؒ) نے یہ تمغہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔''

یہ سن کر قائداعظمؒ بہت خوش ہوئے، کرسی سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سینہ تان کر کہا:

''پھر تو میں کامیاب ہوں، آپ تمغہ میرے سینے پر آویزاں کیجئے۔''

اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملت کے ہاتھ سے تمغہ لیا اور قائداعظمؒ کی شیروانی کی بائیں طرف سینے پر ٹانک دیا۔ قائداعظمؒ نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

پیر صاحب مانکی شریف کے ارشاد پر جملہ مشائخ کرام کی طرف سے میاں عبدالکریم نے قائداعظمؒ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں اُن کی خدماتِ ملی کو سراہا گیا اور انہیں یقین دلایا گیا کہ مشائخ عظام

حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھیں گیا ور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ سپاسنامہ میں یہ سوال کیا گیا کہ پاکستان کا آئین کیسا ہوگا۔

سپاسنامے کے بعد حضرت قائداعظمؒ نے کھڑے ہوکر اردو میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''علمائے کرام، پیران عظام ومشائخ حضرات! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا اور پاکستان کے حصول کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کا وعدہ کیا۔ میں آپ کے جذبات کا انتہائی احترام کرتا ہوں۔ آپ نے سپاسنامے میں مجھ سے پوچھا ہے کہ پاکستان میں کونسا قانون ہوگا۔ میں آپ کو بتادینا چاہتا ہوں کہ مسلمان کا ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک قرآن ہے۔ یہی قرآن مسلمانوں کا قانون ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہمیں ملا ہے۔ یہی قرآن ہمارا قانون ہے اور بس۔'' (نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ پاکستان زندہ باد)

قائداعظمؒ کے اس کامیاب دورۂ سرحد سے کانگرسی اور سرخپوش بوکھلا گئے۔ چنانچہ اُنہوں نے ''مسلم لیگی کانفرنس'' کا اثر زائل کرنے کیلئے ''سرحد پولیٹیکل کانفرنس'' منعقد کی جس میں سرخپوشوں کے علاوہ ہندوستان بھر کے کانگرسی مسلمانوں نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت مشہور نیشنلسٹ لیڈر رسید محمود کر رہے تھے۔ اس کانفرنس سے غدار کشمیر شیخ محمد عبداللہ (ف 1982ء) نے بھی خطاب کیا مگر ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

نومبر 1945ء ہی میں قائداعظمؒ نے پیر صاحب مانکی شریف کے نام اپنے ایک خط میں لکھا:

''اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون بنانے والی جماعت جس میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت ہوگی، پاکستان کیلئے ایک ایسا قانون بنائے گی، جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون کو قبول کرسکیں گے۔''

پنڈت جواہر لال نہرو نے 1937ء اور 1938ء میں دو مرتبہ صوبہ سرحد کا دورہ کیا۔ دونوں دفعہ شاندار استقبال ہوا۔ 1940ء کی قرارداد پاکستان کے اجلاس لاہور کے بعد حالات بدل چکے تھے۔ 1946ء میں صوبہ سرحد کے پڑھے لکھے اور باشعور لوگوں کی اکثریت اپنی قسمت مسلم لیگ اور پاکستان سے وابستہ کرچکی تھی۔ پنڈت نہرو غلط فہمی میں مارے گئے اور سرحد کا تیسرا دورہ رکھ لیا۔ جب 16 اکتوبر 1946ء کو پنڈت نہرو کا ہوائی جہاز پشاور میں اترا تو وہاں مسلمانوں کا جم غفیر تھا۔ تین ہزار مسلم لیگی رضا کار سبز وردیوں میں ملبوس وہاں موجود تھے۔ جونہی نہرو جہاز سے اترے، سیاہ رنگ کے ہزاروں غبارے فضا

میں چھوڑے گئے جن پر ''واپس جاؤ'' کے سفید حروف نمایاں تھے۔ ہزاروں لوگ کالی جھنڈیاں لہرالہرا کر ''نہرو واپس جاؤ'' کے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ اس سے قبل پشاور کی تاریخ میں اتنا بڑا ہنگامہ نہیں دیکھا گیا تھا۔ اگر چہ حکومت کی طرف سے سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے تاہم نہرو کی کار مقررہ گیٹ سے باہر نہ نکل سکی اور وہ کسی دوسرے گیٹ سے نکل کر گورنمنٹ ہاؤس پہنچے۔

ہوائی اڈے پر مسلم لیگ کے اس مظاہرے کی قیادت پیر صاحب مانکی شریف کر رہے تھے جبکہ محمد یوسف خان خٹک، خان عبدالقیوم خان، ارباب عبدالغفور خان، ارباب نور محمد خان، بخت جمال خان، ثمین جان خان، خان محمد علی خان ہوتی، فدا محمد خان، غلام محمد خان لونڈ خورد اور محمد ابراہیم خان جھگڑا معاونت کر رہے تھے۔ اسی موقعہ پر ظفر الملّت مولانا ظفر علی خان (ف 1956ء) نے کہا تھا!

لایا ہے پیر مانکی ایک ایسا انقلاب
رنگت معاً بدلنے لگی آسمان کی

اپریل 1946ء میں حضرت امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء) کی زیر صدارت ''آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس'' کا انعقاد ہوا تو پیر صاحب مانکی شریف نے سرحد کے علماء ومشائخ کی کثیر تعداد کے ساتھ اس میں شرکت کی اور اڑھائی گھنٹے تک خطاب فرمایا۔ دوران تقریر آپ نے فرمایا!

''میں نے قائد اعظمؒ سے وعدہ لیا ہے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا یا اسلام کے خلاف کوئی نظام جاری کرنے کی کوشش کی تو آج جس طرح ہم آپ کو دعوت دے رہے ہیں اور آپ کی قیادت کو مان رہے ہیں، کل اسی طرح اس کے برعکس ہوگا۔''

''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے خصوصی اجلاس میں نظریہء پاکستان کی توثیق وتائید میں نہایت سرگرمی سے قرارداد پاس کرائی۔ اسلامی حکومت کیلئے لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے اس موقعہ پر جو کمیٹی بنائی گئی پیر صاحب کو اس کا رکن منتخب کیا گیا اور پھر تمام ملک میں اس کی حمایت میں دورے کئے اور عوام کو آمادہ کیا کہ وہ تحریک پاکستان کو بہر صورت کامیاب بنائیں گے۔

1946ء کے عام انتخابات بڑے اہم تھے۔ انہی انتخابات کے نتائج کی بنا پر ملک کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ ہونا تھا۔ نتیجہ نکلا تو مرکزی اسمبلی کی تمام مسلم نشستوں پر مسلم لیگی اُمیدوار کامیاب ہو گئے۔ انتخابات میں سو فیصد کامیابی کی ایسی مثال شاید ہی تاریخ میں ملتی ہو۔ مجموعی طور پر صوبائی اسمبلیوں کی 507 مسلم نشستوں میں سے 427 مسلم لیگ نے جیتیں۔ اس فقید المثال کامیابی پر قائد اعظمؒ کی ہدایت

پر ''یوم فتح'' منایا گیا۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو واضح اکثریت حاصل نہ ہوسکی۔ سرحد اسمبلی کی 38 مسلم نشستوں میں سے 17 پر کانگرسی اُمیدوار کامیاب ہوئے اور 16 پر مسلم لیگی۔ دو اُمیدواروں کا تعلق جمعیت العلماء سے تھا اور باقی آزاد اُمیدوار تھے۔ مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی میں سب سے زیادہ ہاتھ پیر صاحب مانکی شریف کا تھا۔

جنوری 1947ء میں ہزارہ کے علاقہ گلیات کی ایک سکھ دوشیزہ بسنتی نے اسلام قبول کر کے محمد زمان نامی ایک مسلمان سے نکاح کر لیا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے واویلا شروع کر دیا اور مذکورہ مسلمان پر مقدمہ دائر کر دیا۔ دریں اثناء ہندوؤں کے ایک وفد نے صوبہ سرحد کے کانگرسی وزیراعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب (ف 1958ء) پر زور دیا کہ نومسلمہ ان کی تحویل میں دے دی جائے۔ ڈاکٹر خان صاحب نے اُن کا مطالبہ مانتے ہوئے نومسلمہ کو ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔ اس خبر کے عام ہوتے ہی مسلمانوں میں بڑا جوش اور اشتعال پھیل گیا۔ صوبہ سرحد کی مسلم لیگ نے تین ارکان پر مشتمل ایک وفد ڈاکٹر خان صاحب کے پاس بھیجا اور انہیں مسلمانوں کے جذبات واحساسات سے آگاہ کیا۔ لیکن ڈاکٹر خان صاحب اپنی ضد پر اڑے رہے اور نومسلمہ کو وفد کے سپرد نہ کیا۔

19 فروری 1947ء کو صوبہ سرحد کی مسلم لیگ کونسل کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ 21 فروری کو چوک یادگار میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا جائے اور بعد میں ایک جلوس کی صورت میں ڈاکٹر خان صاحب کے پاس پہنچ کر اس نومسلمہ کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے۔

21 فروری کو دن کے دو بجے چوک یادگار پشاور میں پیر صاحب مانکی شریف کی زیر سرپرستی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس سے خان فدا محمد خان، خان بخت جمال خاں اور ارباب عبدالغفور خان نے خطاب کیا۔ پیر صاحب کے ہزاروں مرید اس جلسے میں شریک تھے۔ جلسے کے اختتام پر جلوس ترتیب دیا گیا۔ مظاہرین وزیراعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب (ف 1958ء) کی سرکاری رہائش گاہ پر پہنچنا چاہتے تھے لیکن پولیس کی بھاری جمعیت نے سنٹرل جیل پشاور کے سامنے پھاٹک پر انہیں روکنا چاہا۔ جلوس پر آنسو گیس پھینکی گئی، بہت سے مظاہرین بے ہوش ہو گئے تاہم گرتے پڑتے وہ ڈاکٹر خان صاحب کے بنگلہ پر پہنچ ہی گئے مگر ڈاکٹر خانصاب اپنی ضد پر اڑے رہے۔

اب مظاہروں اور سول نافرمانی کا سلسلہ چل پڑا اور خواتین بھی میدانِ عمل میں نکل آئیں۔ 10 مارچ

1947ء کو سرحد اسمبلی کا اجلاس شروع ہو رہا تھا۔ اس وقت تک مسلم لیگی ارکان اسمبلی میں سے بیشتر اپنے آپ کو گرفتاری کیلئے پیش کر چکے تھے۔ رضا کاروں نے تہیہ کر لیا تھا کہ 10 مارچ کو اسمبلی ہال کے باہر زوردار مظاہرہ کیا جائے تاکہ ایوان حکومت میں کھلبلی مچ جائے اور اسمبلی کا اجلاس نہ ہونے پائے۔ 10 مارچ کو چوک یادگار سے بہت بڑا جلوس نکلا اور اسمبلی ہال کی طرف بڑھنے لگا۔ جونہی جلوس قلعہ بالا حصار کے بالمقابل ریلوے پُل کے پاس پہنچا، گورکھا فوجیوں نے اسے روکنا چاہا۔ تاہم مظاہرین بھی سر پر کفن باندھ کر نکلے تھے۔ وہ بے دریغ آگے بڑھتے گئے۔ فوجیوں نے ایک فیتہ سڑک پر باندھ رکھا تھا۔ ایک فوجی افسر نے اعلان کیا کہ ''جو شخص فیتہ سے آگے قدم بڑھائے گا، اسے گولی سے اڑا دیا جائے گا۔'' مظاہرین اس وارننگ کے باوجود بڑھتے ہی گئے۔ کچھ دور آگے جا کر فوجیوں نے پھر فیتہ باندھ دیا اور دوبارہ وارننگ دی کہ کوئی آگے نہ بڑھے۔ پیر صاحب مانکی شریف کا ایک جانثار مرید، پچّی کا رضا کار نواب خاں اس وقت پرچم اٹھائے جلوس کے آگے آگے جا رہا تھا۔ وہ جوش کے عالم میں اور شوق شہادت سے سرشار نعرے لگاتا آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ فوج نے تاک کر اُس پر گولی چلائی جو اس کے سینے میں لگی، خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ اس کے ساتھی رضا کار اسے اُٹھا کر لیڈی ریڈنگ ہسپتال لے گئے جہاں چار گھنٹے موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد نواب خان اپنے مولائے حقیقی کے پاس جا پہنچا۔

یوں پیر صاحب مانکی شریف کے دیوانے نواب خان نے تحریک پاکستان کا پہلا شہید ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔ نواب خان کا سارا گھرانہ پیر صاحب مانکی شریف کا ارادتمند اور مسلم لیگی تھا اور اس وہ اپنے والد کے ہمراہ جلوس میں شامل تھا۔ نواب خان ایک جواں سال مجاہد تھا اور اس کی شادی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ نواب شہید کو پچی ہی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ لوگ اب تک اُس ''شیر دل مجاہد'' کا ذکر بڑے فخر سے کرتے ہیں۔

تحریک سول نافرمانی میں پیر صاحب مانکی شریف نے پورے صوبے کا طوفانی دورہ کیا۔ تقریریں کیں اور رائے عامہ کو بیدار کیا۔ 28 مارچ 1947ء کو گرفتار کر لئے گئے اور 3 جون 1947ء کو رہا ہوئے تو اس وقت 3 جون پلان کا مسئلہ درپیش تھا۔ قائداعظمؒ نے 9 جون 1947ء کو دہلی کے امپیریل ہوٹل میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس بلایا۔ اس موقعہ پر پیر صاحب مانکی شریف نے بڑا ایمان افروز خطاب فرمایا جس کے ہر جملے سے قائداعظمؒ کی شانِ قیادت جلوہ ریز ہے۔

''برادرانِ اسلام! اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ہند کے درماندہ مسلمانوں پر بے پناہ کرم اور احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے ہماری نجات اور فلاح کیلئے حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ جیسا حق پرست، حق

گو اور حق شناس رہبر عطا فرمایا جس نے اپنے کردار کی عظمت سے مسلمانانِ ہند میں اتحاد، تنظیم اور یقین کی روح پھونکی اور اپنی فراست اور آئین پرستی سے انگریز اور ہندو کی سازشوں اور تمام تر عیاریوں کو شکست فاش دے کر حصول پاکستان کی منزل سے ہمکنار کر دیا ہے۔ میں آپ سب حضرات سے پُر زور درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں مزید ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے مخلص اور حقیقی بہی خواہ کی دردمندانہ نصیحت پر عملدرآمد کرتے ہوئے پاکستان کی تجویز کو بلا پس و پیش منظور کر لینا چاہیئے، اسی سے ہماری قومی اور دینی فلاح وابستہ ہے۔ گویا کلمہ گویان رسول ﷺ کی ایک علیحدہ مملکت کے قائم ہونے سے قرآن اور احادیث کی تعلیمات اور اسلامی اقدار و روایات کا احیاء ہوگا۔ پاکستان میں نشاۃ ثانیہ کا آفتاب طلوع ہوگا جس سے سارا عالم اسلام روشن اور منور ہو جائے گا۔ آپ لوگ خوش نصیب ہیں کہ آج ایک نئی عظیم اور وسیع اسلامی مملکت کے قیام کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اس تجویز کو بلا خوف فوراً منظور کر کے اپنے عظیم رہبر قائداعظمؒ کی کوششوں کو کامیاب بنائیں۔''

صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقعہ پر حضرت قائداعظمؒ نے ایک ''ریفرنڈم کمیٹی'' قائم کی تھی جس کے سربراہ وہ خود تھے اور پیر صاحب مانکی شریف اہم ممبر۔ یہ پیر صاحب کی مساعی جمیلہ ہی تھیں کہ جب 20 جولائی 1947ء کو حکومتِ ہند نے ریفرنڈم کے نتائج کا اعلان کیا تو معلوم ہوا کہ پاکستان کے حق میں 89244 ووٹ پڑے جبکہ ہندوستان کے حق میں صرف 2874 ووٹ۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر پیر صاحب مانکی شریف مسلم لیگ کی سرپرستی نہ فرماتے تو صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کا نتیجہ کچھ اور ہوتا۔ 1948ء میں قائداعظمؒ صوبہ سرحد کے دورے پر تشریف لائے تو مانکی شریف بھی گئے اور پیر صاحب کی کوششوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

13 اگست 1947ء کو قائداعظمؒ نے کراچی سے فون پر آپ کو قیام پاکستان کی مبارکباد دی اور کہا: ''پاکستان قائم ہو گیا اور یہ سب آپ کی برکت ہے۔'' جواباً پیر صاحب نے بھی مبارکباد دی۔

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی اُس کے اصل خالقوں کو نظر انداز کر دیا گیا اور مفاد پرست طبقہ حکومت پر قابض ہو گیا جبکہ پیر صاحب مانکی شریف کی تحریک پر ''جمعیت الاصفیاء'' نے ایک عہد نامہ مرتب کیا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد یہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی اور اس عہد نامے پر حضرت پیر صاحب کے ساتھ ساتھ قائداعظمؒ، مانکی شریف کی اہم شخصیت ٹھیکیدار میر اسلم خان اور مسلم لیگ کے کئی اراکین نے دستخط کئے

تھے۔ مقامِ افسوس ہے کہ چھ عشرے گزرنے کے باوجود ابھی تک اس پر عمل نہیں ہو سکا جبکہ آج تک اسلام ہی کے نام پر ہر حکومت عوام پر مسلط رہی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد پیر صاحب مانکی شریف کو وزارت کی پیشکش بھی کی گئی لیکن آپ نے کمالِ بے نیازی سے فرمایا کہ ''درویش کو وزارت سے کوئی سروکار نہیں۔'' اس طرح آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ کی جدوجہد کسی غرض، عہدے یا سیاسی مفاد کیلئے نہیں تھی بلکہ آپ کی کاوشوں کا مقصد اور غرض و غایت اسلامی نظامِ حکومت کا قیام، عوامی بہبود اور ملکی استحکام تھا جس کا عملی ثبوت آپ نے قیامِ پاکستان کے بعد ملکی سیاست میں تعمیری حصہ لیتے ہوئے دیا۔

اپریل 1948ء میں قائداعظمؒ بحیثیت گورنر جنرل پاکستان پشاور تشریف لائے تو 20 اپریل 1948ء کو کننگھم پارک میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں سرحد کے 2 لاکھ غیور عوام نے شرکت کی۔ سارے پارک کو نہایت عمدگی سے سبز جھنڈیوں اور جھنڈوں سے سجایا گیا تھا۔ ایک نہایت عمدہ اور اونچا سٹیج تیار کیا تھا۔ حضرت بادشاہ گل فرزند حضرت حاجی صاحب ترنگ زئیؒ (ف 1937ء) نے پیر صاحب مانکی شریف کی تجویز و تائید پر جلسہ کی صدارت کی۔ صدر جلسہ نے پشتو میں قائداعظمؒ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں اُن کی اسلامی خدمات اور حصول پاکستان کے سلسلے میں جدوجہد کی تعریف کی گئی اور انہیں اہلِ سرحد کی جانب سے مکمل تعاون کا یقین دلایا گیا۔

جولائی 1948ء میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء) جب بھارت سے پاکستان تشریف لائے تو دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں چار گھنٹے تک بند کمرے میں گفتگو ہوتی رہی۔ گفتگو میں صدر الافاضل پیر صاحب مانکی شریف، حضرت سیّد محمد محدث کچھوچھوی (ف 1961ء)، مولانا مفتی محمد عمر نعیمی (ف 1966ء)، مولانا غلام معین الدین نعیمی (ف 1971ء) اور مولانا سیّد ابوالبرکات لاہوری (ف 1978ء) شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر پیر صاحب نے صدر الافاضل پر زور دیا کہ دستورِ اسلامی کا ایک خاکہ مرتب کریں جسے ہم قائداعظمؒ کے سامنے رکھیں اور اُن سے اسے لاگو کرنے کو کہیں لیکن افسوس کہ تین ماہ بعد صدر الافاضل اکتوبر 1948ء میں فوت ہو گئے۔ بعد ازاں پیر صاحب اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (ف (2001ء) نے حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء) کی زیر قیادت ''تحریک نفاذ شریعت'' چلائی مگر افسوس کہ اُن کی یہ کوشش بار آور نہ ہو سکی۔

پاکستان بننے کے بعد خان عبدالقیوم خان (ف 1981ء) صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو انہوں نے

پیر صاحب کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی سے خائف ہو کر مخالفت کی راہیں کھولیں۔ پیر صاحب پر عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا۔ نقل وحمل پر پابندیاں لگا دیں اور پیر صاحب کو عضوِ معطل بنانے کی ہر مذموم کوشش کی۔ اس موقعہ پر شاعرِ ''چناب رنگ'' شیر افضل جعفری آف جھنگ (ف 1989ء) نے تڑپ کر کہا تھا!

لیگیو ! یہ کیا اندازِ جہاں بانی ہے
خضؔر آزاد، مانکی زندانی ہے

اس پر پیر صاحب نے جناح عوامی مسلم لیگ بنالی جو بعد میں عوامی لیگ بن گئی۔ لیکن 1955ء میں اربابِ سیاست کی روش کے پیشِ نظر سیاست کے کوچہ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا اور اپنی تمام تر توجہ ملّتِ اسلامیہ کی روحانی پیشوائی پر مرکوز کر دی۔

5 جنوری 1960ء/1379ھ کو مانکی شریف سے اٹک جاتے ہوئے آپ کی کار فتح جنگ کے قریب حادثے کا شکار ہوگئی۔ ڈرائیور تو موقع پر ہی دم توڑ گیا مگر آپ بری طرح زخمی ہو جانے کی وجہ سے ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل کئے گئے۔ زخموں کی تاب نہ لا کر 28 جنوری 1960ء کو یہ روحانی پیشوا اور مجاہد آزادی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور نے 31 جنوری 1960ء کے اداریے میں یوں خراج عقیدت پیش کیا!

''پیر صاحب مانکی شریف مرحوم کو کل اُن کے گاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا''

؎ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

محمد امین الحسنات مرحوم جو پیر صاحب مانکی شریف کے نام سے مشہور تھے، تحریک پاکستان کے اُن رہنماؤں میں سے تھے جنہوں نے ملک کی آزادی اور قیام پاکستان کیلئے شاندار خدمات انجام دیں۔ وہ اُس زمانہ میں صوبہ سرحد کے افقِ سیاست پر نمودار ہوئے جب اس صوبہ میں خان برادران کا طوطی بولتا تھا اور کانگرس اور انگریز دونوں سابق صوبہ سرحد کو خان عبدالغفار کا گڑھ سمجھتے تھے۔ جن مسلم لیگی لیڈروں نے سرحدی گاندھی کے اس طلسم کو توڑا، پیر صاحب مانکی شریف ان میں سب سے زیادہ نمایاں تھے۔ وہ اس زمانہ میں بالکل نوجوان تھے مگر اللہ تعالیٰ کو اُن سے یہ کام لینا مقصود تھا کہ وہ اس اہم علاقہ کو پاکستان کیلئے جیتیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد ایک مرتبہ انہیں صوبائی وزارت بھی پیش کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا، بعد ازاں خان عبدالقیوم نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے یہ مخلص رہنما

مسلم لیگ سے علیحدگی پر مجبور ہو گئے۔ پیر صاحب نے عوامی لیگ میں شرکت کی اور پاکستان میں حزبِ اختلاف کے قیام کیلئے بڑی سرگرمی سے کام کیا اور دونوں حصہ ہائے ملک میں قریہ قریہ گھومے مگر ادھر چند سالوں سے آپ سیاسی زندگی سے بالکل کنارہ کش ہو چکے تھے۔ پیر صاحب ابھی جوان ہی تھے کہ خالقِ حقیقی نے انہیں پاس بلالیا۔

خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بُود

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں۔''

حضرت صاؔبر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا!

موجود تھے جہاں میں جب پیر مانکی　چہرے پر اُن کے نُور تھا لیکن بہت لطیف
ملتا تھا اُن کی بزم میں عشقِ نبیؐ کا درس　خواب و خیال ہو گئی وہ محفلِ عفیف
ٹوٹا ہے اُن سے دشمنِ ارضِ وطن کا زور　حیران ہو کے رہ گئے ملّت کے سب حریف
تھی جستجو کہ قطعۂ تاریخ ہو رقم　آواز مجھ کو غیب سے آئی ہے یہ خفیف
صاؔبر ہے فکر کیا تمہیں کہئے سنِ وفات　'' بہجت مکان پیر میاں مانکی شریف ''

1960ء

جناب مفتی راشد علوی پشاوری نے یوں خراج تحسین پیش کیا!

قوم و ملّت کے امیں تھے پیر امین مانکی　پیکر عزم و یقیں تھے پیر امین مانکی
مرشدِ عالی مقام و رہبر راہِ سلوک !　غوثِ دوراں بالیقیں تھے پیر امین مانکی

لیگ میں سب کچھ لٹایا مانکی کے پیر نے
نقد و مال و زور بہایا مانکی کے پیر نے

جلسوں میں سرحد کے ہر جا پر قیادت اُن کی تھی　جمع تھے ہر سو مرید اُن کے سیاست اُن کی تھی
اُن کی تقریروں سے مسلم لیگ میں جان پڑ گئی　قائداعظمؒ سے بھی بے حد عقیدت اُن کی تھی

میر ملّتؒ سے ملے ، یہ قائداعظمؒ کے ساتھ
روز و شب ملتے رہے ہر فاضل و عالم کے ساتھ

مؤلف کتاب محمد صادق قصوری نے بھی ٹوٹی پھوٹی تاریخ کہنے کی سعی کی!

ہیں اب خوش مزہ خُلدِ بریں میں　وہ پیر طریقت وہ سیاسی معلّم
ملا صادؔق کو یہ سالِ رحلت　وہ پیر مانکی '' شیخ معظم ''

1960ء

آپ کی ذاتی جاگیر بھی تھی مگر حصولِ آزادی کی خاطر آپ نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی اور اپنے مقصد سے ایک حقیقی مسلمان کی طرح وابستہ رہے۔

تحریکِ پاکستان کے عظیم مجاہد اور ممتاز صحافی میاں محمد شفیع (م۔ش، ف 1993ء) نے تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

''یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ جب اس صدی کی پانچویں دہائی میں برصغیر میں معرکہ حق و باطل بپا ہوا اور مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلام کی سربلندی کیلئے حقِ خود ارادیت کا علم بلند کیا تو پنجاب کے جن مشائخ نے تن من دھن سے قائداعظمؒ کا ساتھ دیا اُن میں تونسہ شریف (خواجہ غلام سدید الدین)، سیال شریف (خواجہ محمد قمر الدین سیالوی)، جلال پور شریف (پیر محمد فضل شاہ) اور گولڑہ شریف (سیّد غلام محی الدین) پیش پیش تھے۔ انہوں نے اپنے لاکھوں مریدوں کو عام انتخابات کے موقع پر یونینسٹ پارٹی کے مقابلے میں مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔''

آپ نے تحریک آزادیٔ کشمیر میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ''نجم الہند'' کا خطاب حاصل کیا۔ قائداعظمؒ کی رحلت کے بعد جب مسلم لیگ اپنے نظریات سے منحرف ہوگئی تو آپ 1950ء میں جناح عوامی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور عام انتخابات میں ڈیرہ غازی خان سے پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پھر قیام وحدت مغربی پاکستان کے بعد دوبارہ رکن اسمبلی بنے۔ اس دوران لادینی سیاست کے خلاف جہاد جاری رکھا اور پاکستان میں اسلامی اقدار کے تحفظ اور احیاء کیلئے مسلسل کام کیا اور اپنے علاقہ کی ترقی کیلئے کوشش کرتے رہے۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ فارسی میں حافظؔ اور اُردو میں رضاؔ تخلص کرتے تھے۔ فارسی غزل کے چند اشعار قارئین کی ضیافتِ طبع کیلئے درج ذیل ہیں۔

دلدار گفتا کیستی گفتم دُعا گوئے شُما ... عزمِ کجا داری بگو گفتم سرِ کوئے شُما
گفتا چرا دل خستہ گفتم کہ زخمے خوردہ ام ... گفتا کہ زد تیغ جفا گفتم دو ابروئے شُما
گفتا کہ نامِ خود بگو گفتم کہ من حافظؔ سگم ... گفتار زِ سگانِ کیستی گفتم سگِ کوئے شُما

ایک اُردو شعر بھی ملاحظہ ہو!

تمہارے حُسن کی ہے اس چمن میں جلوہ افروزی
اسی سے چشمِ پُرنم نے بھی کی ہے بہرہ اندوزی

آپ 13 شوال المکرّم 1379ھ/ 10 اپریل 1960ء بروز اتوار گیارہ بجے دن لاہور سے تونسہ شریف بذریعہ کار تشریف لے جاتے ہوئے طبیعت زیادہ خراب ہو جانے کے باعث بھائی پھیرو اور پتوکی (ضلع قصور) کے درمیان رحلت فرما گئے۔ آستانہ عالیہ سلیمانیہ میں روضۂ مبارک کے اندر حضرت ثانی خواجہ اللہ بخشؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

راقم آثم صادق قصوری نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا:

تھے تصوّف میں آپ شیخ یکتا دیندار و بزرگ نیک نہاد
مادۂ تاریخ اُن کا ، صادق ''شیخ معظم'' تھے وہ ولی زاد
1960ء

ماخذ:-

1- ''تاریخ مشائخ چشت'' جلد چہارم از پروفیسر خلیق احمد نظامی، اسلام آباد 1975ء
2- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء
3- ''تذکرہ خواجگان تونسوی'' جلد اوّل از پروفیسر افتخار احمد چشتی، فیصل آباد 1985ء
4- ''آئینہ ولایت'' از سید عبدالمعبود اجمیری، لاہور 1393ھ
5- ''ڈیرہ غازی خان کی شخصیات'' جلد دوم از اے ڈی تبسم قریشی، ملتان 1974ء
6- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26 جون 1974ء

فقیر نور محمد سروری قادریؒ

(1886-1960ء)

فقیر نور محمد سروری قادری ابن الحاج گل محمد کی ولادت 1303ھ/ 1886ء بروز منگل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں (سرحد) میں ہوئی۔ کلاچی سے مڈل کیا اور صوبہ بھر میں اوّل آکر وظیفہ حاصل کیا۔ پھر کلاچی سے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کر کے اسلامیہ کالج لاہور سے ایف اے پاس کیا۔ عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔

حضرت صالح محمد سجادہ نشین حضرت سلطان باہوؒ کے دستِ حق پر بیعت کی۔ اُن کے وصال کے بعد حضرت نور احمد زیب سجادہ نشین ہوئے تو آپ نے تجدید بیعت کی۔ آپ بہت بڑے ادیب اور مصنف تھے۔ ''عرفان'' جلد اوّل و دوم آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے جس کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا اور یورپ میں مقبولیت کے جھنڈے گاڑے۔ دیگر کتب بھی تصوّف کے موضوع پر قابل قدر ہیں۔

1945-46ء میں جب تحریک پاکستان زوروں پر چل رہی تھی، اس وقت ہندوؤں کے علاوہ نیشنلسٹ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کی مخالفت پر تلا ہوا تھا اور علماء کا ایک گروہ اس کے خلاف محاذ آرائی پر کمر بستہ تھا۔ یہ تمام لوگ اکھنڈ بھارت کے فلسفے کو دل و جان سے قبول کر چکے تھے اور ایک قومی نظریے پر ایمان رکھتے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر آپ کو بڑا صدمہ اور دُکھ ہوا اور سوچا کہ اگر قیامِ پاکستان عمل میں نہ آیا تو یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہوگا اور پھر اس کی تلافی قیامت تک نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ آپ نے اس کیلئے وہ عظیم اور اہم ترین ''دعوت'' پڑھی جو کفر و اسلام کے معرکے اور آویزش اور اسلام کیلئے موت و حیات کی کشمکش کے دوران پڑھی جاتی ہے جس کا طریقۂ خاص حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نور الہدیٰ'' میں تحریر کیا ہے۔ دعوت کے اس خاص طریقے میں صحرا میں جا کر پاک ریت پر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کا نقشہ بنایا جاتا ہے اور پھر اُس کے پاس بیٹھ کر ''دعوت'' پڑھی جاتی ہے اور روح سرور کائنات ﷺ سے رابطہ قائم کر کے استمداد کی جاتی ہے اور دُعا مانگی جاتی ہے۔ اگر کوئی عامل ایسی دعوت پڑھے تو شکست فتح میں بدل جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے کلاچی سے باہر جا کر ریت پر قبر مبارک کا نقشہ بنایا اور بڑے جوش و خروش اور جذبے کے ساتھ وہ مخصوص دعوت پڑھی۔ حضور سرور

کائنات ﷺ کی روحِ پُرفتوح سے رابطہ قائم کیا اور خشوع و خضوع کے ساتھ دُعا مانگی۔ وہ ''دعوت'' موثر ثابت ہوئی۔ دعا قبول ہوئی۔ قبولیت اور اجابت درِحق سے استقبال کیلئے نازل ہوئی۔ قائداعظمؒ اور مسلمانانِ ہند کو تائیدایزدی اور غیبی امداد و حمایت حاصل ہوئی۔ تحریکِ پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ اس پر آپ نے شکرانے کے بہت سے نفل ادا کئے اور اپنے رب کے اس عظیم احسان کا شکریہ ادا کیا۔

آپ کی رحلت 18۔ اکتوبر 1960ء/ 26 ربیع الثانی 1380ھ بروز منگل ہوئی اور کلاچی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد) میں مزار پُرانوار بنا جو مرجع خلائق ہے۔ آپ کے صاحبزادے فقیر عبدالحمید سروری قادری صاحب سجادہ نشین ہیں اور حق سجادگی ادا کر رہے ہیں۔

راقمؔ الحروف صادقؔ قصوری نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا:

آہ اُٹھ گئے دنیا سے قادری فقیر — نورِ محمد ، شریف خوش خصال

لکھ دو صادقؔ اُن کی تاریخِ رحلت — '' ساٹھ انیس سو مسیحی سال ''

1960ء

ماخذ:-

1- ''حیاتِ سروری'' از صاحبزادہ فقیر عبدالحمید سروری قادری، مطبوعہ کراچی طبع دوم مئی 1990ء ص17، 28، 49، 107، 110، 116

2- ''شخصیاتِ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، مطبوعہ پشاور 1990ء ص146

پیر عبدالرحمٰن بھر چونڈویؒ
(1892-1960ء)

مجاہدِ اسلام پیر عبدالرحمٰن بن پیر حافظ محمد عبداللہ (ف 1928ء) بن بانی خانقاہ پیر محمد صدیق (ف 1891ء) کی ولادت باسعادت 1310ھ/1892ء میں خانقاہِ قادریہ بھر چونڈی شریف ضلع سکھر (سندھ) کی روح پرور فضا میں ہوئی۔ اُن کے چاروں طرف صدائے لا الہ کی گونج تھی جو اس درگاہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ سراج الفقہا مولانا مفتی سراج احمد خانپوری (ف 1973ء)، مولانا عبدالکریم آف میانوالی اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ 1928ء میں والد گرامی کی رحلت پر قل خوانی کے موقعہ پر سجادہ نشین ہوئے۔ بڑے عابد و زاہد، پابندِ شریعت اور مجاہد شیخ طریقت تھے۔ تمام زندگی کفر والحاد کے خلاف جہاد میں گزری۔

تحریکِ پاکستان میں آپ کی گرانقدر خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے مسلم لیگ کی بھرپور اعانت کی اور قائداعظمؒ کا عملی طور پر ساتھ دیا۔ کانگرس سے سخت متنفر تھے۔ ایک واقعہ کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ سکھر میں کانگرس کا جلسہ ہوا۔ سندھ میں ابھی تک مسلم لیگ کا تعارف نہیں ہوا تھا۔ آپ کو جلسے میں مدعو کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ دوپہر کو خصوصی میٹنگ میں شرکت فرمائی۔ جس وقت آپ میٹنگ میں پہنچے تو مجلس کا نقشہ یہ تھا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری (ف 1961ء) وسط مجلس میں بول رہے تھے اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی (ف 1956ء) پاؤں دراز کئے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے جونہی نظر اُٹھائی، ٹھٹکے اور مجلس میں بیٹھتے ہی فرمایا: ''مولانا اس سمت مسلمانوں کا کعبہ ہے، اس طرف پاؤں دراز کرنا نہ صرف منع بلکہ شقاوت اور محرومی کا باعث ہے'' مولوی صاحب کھسیانے ہو کر اُٹھے اور کہا آپ جیسے تنگ نظر صوفیوں اور پیروں نے دین کو تنگ کر دیا ہے۔

آپ تھوڑی دیر بعد مجلس سے اُٹھ کر چلے آئے اور فرمایا: ''یہ لوگ خدا کے گھر کی بے ادبی سے نہیں رکتے تو حضور سید عالم ﷺ کی بے ادبی سے کب چوکتے ہوں گے۔'' اس کے بعد زندگی بھر کانگرس کے جلسے میں تشریف نہ لے گئے۔ ایک دفعہ آپ کے خلیفہ خاص سید محمد مغفور القادریؒ (ف 1970ء) نے اکبر الہ آبادی کا یہ شعر سنایا تو بہت خوش ہوئے!

کانگرس کے مولوی کی کیا پوچھتے ہو کیا ہے
گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ ہے

مسلمانوں کی بے حسی اور اسلام سے بیگانگی ہمیشہ آپ کو بے چین رکھتی تھی (سندھ میں کانگرس کا زور توڑنے اور مسلمانوں کی تنظیم کیلئے آپ نے سندھ کے دردمند اصحاب کی میٹنگ بلا کر ''جماعت احیاء الاسلام'' کی بنیاد رکھی)۔ دستور کو مستقل قومی حیثیت دے کر اسلامی ریاست کے حصول پر ساری مساعی کا دارومدار رکھا گیا۔ جماعت کے پروگرام اور تعارف کیلئے دھڑا دھڑ لٹریچر چھاپ دیا گیا۔ اسی سلسلے میں سندھی پریس خریدا گیا اور جماعت کا اخبار ''الجماعۃ'' کے نام سے مولوی صدرالدین شاہ کی زیر ادارت شکار پور سندھ سے جاری کیا گیا جس میں نہایت حکیمانہ انداز میں مضامین لکھ کر رائے عامہ کو اندرونی طور پر مسلم لیگ کے حق میں ہموار کرنا شروع کر دیا۔ پھر باقاعدہ پروگرام کے تحت جماعتی سطح پر کانفرنسوں کے انعقاد اور وفود کے ذریعہ نشر و اشاعت کا اہتمام کیا۔ جیکب آباد سندھ میں ایک تاریخی کانفرنس ہوئی جس کی صدائے بازگشت اب تک جیکب آباد کے گلی کوچوں میں سنی جاتی ہے۔ سکھر، لاڑکانہ اور شکار پور ایسے مرکزی مقامات پر تاریخی جلسے کئے، ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ اور ہینڈ بل تقسیم کئے۔ آپ کی ان کاوشوں اور سیاسی بصیرت نے سندھ کے عوام کو آپ کی جماعت کا گرویدہ بنا دیا۔ ابھی تک جماعت کے ریکارڈ میں ایسے پمفلٹ موجود ہیں جو آپ کی حکمت عملی اور سیاسی سوجھ بوجھ کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

اس کے بعد آپ نے سندھ کے پیروں اور سجادہ نشینوں کو اکٹھا کرنے کیلئے حیدرآباد سندھ میں میٹنگ بلائی تاکہ مسلم لیگ کی حمایت کی جاسکے۔ اس اجتماع میں ''جمعیت المشائخ'' کے نام سے تنظیم بنائی گئی۔ ان دونوں جماعتوں کی پالیسی تمام تر مسلم لیگ کی پالیسی تھی مگر صرف عوام کی نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے ناموں کی تبدیلی عمل میں لائی گئی تھی۔ دونوں جماعتوں کے پلیٹ فارم سے مسلم لیگ کیلئے فضا ہموار کرتے رہے۔

(1938ء تک صوبہ سندھ میں کانگرس کا زور تھا۔ مسلم لیگ پوری طرح صوبہ کے عوام میں متعارف نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ مسلم لیگ کو متعارف اور مستحکم بنانے کیلئے آپ کی دونوں جماعتوں نے خاصا کام کیا۔ 1943ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا جس میں قائداعظم، نواب بہادر یار جنگ، نوابزدہ لیاقت علی خان، مولانا عبدالحامد بدایونی، محمد ایوب کھوڑو، حاجی عبداللہ ہارون اور نواب محمد اسماعیل خاں کے علاوہ بہت سے اکابرین ملت شریک ہوئے۔ ''جماعت احیاء الاسلام'' کے صدر کی حیثیت سے آپ کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس موقعہ پر آپ نے اعلان فرمایا کہ:

''مسلم لیگ برصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہٰذا ہم اپنی تمام قوت و طاقت اور ''جماعت احیاء الاسلام'' کو مسلم لیگ میں مدغم کرتے ہیں اور ''احیاء الاسلام'' کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے پانچ ممبران اسمبلی بھی مسلم لیگ میں شامل ہوتے ہیں۔''

یہ اعلان آپ نے قائداعظمؒ کی اس یقین دہانی اور گفت وشنید کے بعد کیا تھا کہ ہمارا یہ پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست ہوگا جہاں صرف کتاب وسنت کی حکمرانی ہوگی۔

تحریک پاکستان کے دوران ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ انگریز حکومت نے قائداعظمؒ سے مطالبہ کیا کہ وہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں سے کسی اسمبلی میں اپنی اکثریت کا ثبوت دیں۔ اس نازک مرحلے پر آپ کے روحانی وایمانی جذبہ اور جاہ وجلال نے وہ کام کیا جو تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ روشن رہے گا۔ آپ نے سندھ اسمبلی کے تمام مسلم ممبران سے ملاقات کی۔ اُن میں سے کئی آپ کے مرید تھے لیکن اُن کی اکثریت کانگرس کے ساتھ تھی۔ آپ نے بڑی مجاہدانہ شان سے ایک ایک ممبر سے کہا کہ وہ اسمبلی کے اجلاس میں تحریک پاکستان کی تائید میں ووٹ دے۔ چنانچہ انہوں نے بسر وچشم آپ کا فرمان قبول فرمایا۔ اسمبلی ہال میں تحریک پاکستان کو مطلوبہ تائید مل گئی انگریز اور ہندو کے ہوش اڑ گئے کیونکہ انہیں ایسی توقع نہ تھی۔

مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد آپ عملی طور پر مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے میدان میں نکل آئے۔ آپ نے حیدرآباد کو اپنا مسکن بنایا اور سندھ کے مشائخ خصوصاً سرہندی مشائخ کے تعاون سے مسلم لیگ کی جڑوں کو مضبوط کیا۔ کانگرس کے غبارے سے ہوا نکل گئی اور ہر طرف مسلم لیگ کے نعرے گونجنے لگے۔ حضرت قائداعظمؒ آپ کی ان مساعی سے بہت خوش ہوئے اور سندھ کی طرف سے بے فکر ہو گئے۔

اپریل 1946ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس انعقاد پذیر ہوئی جس کا مقصد دوقومی نظریئے اور مطالبہ پاکستان کی حمایت تھا۔ آپ ایک سو افراد کا وفد لے کر سندھ کی نمائندگی کیلئے کانفرنس میں شریک ہوئے۔ خصوصی میٹنگوں اور ضروری مشوروں میں شرکت فرمائی اور مفید تجاویز پیش کیں۔ اس موقعہ پر حسب ذیل قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

1- ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء ومشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کیلئے تیار ہیں اور اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن اور حدیث نبویہ کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔

2- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:

1- صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ (ف 1948ء)

2- صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمیؒ (ف 1948ء)
3- مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ (ف 1954ء)
4- مجاہد اسلام پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریفؒ، سندھ (ف 1960ء)
5- پیر محمد امین الحسناتؒ، مانکی شریف سرحد (ف 1960ء)
6- مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادریؒ لاہور (ف 1961ء)
7- محدث اعظم ہند سیّد محمد محدث کچھوچھویؒ (ف 1961ء)
8- فخر اہلسنت مولانا عبدالحامد بدایونیؒ (ف 1970ء)
9- دیوان سیّد آل رسول علی خاں اجمیریؒ (ف 1973ء)
10- الحاج بخشی مصطفیٰ علی خاں میسوری مدراسیؒ (ف 1974ء)
11- سیّد ابوالبرکات سیّد احمدؒ ناظم حزب الاحناف لاہور (1978ء)
12- مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلویؒ (ف 1981ء)
13- شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ (ف 1981ء)

یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسبِ ضرورت و مصلحت اضافہ کر لے۔ یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لئے جائیں۔

اس کے بعد آپ نے طوفانی دورے کر کے پورے سندھ میں ''سنی کانفرنس'' کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے سرگرمی سے کام کیا۔ تحریک پاکستان میں اس ساری جدوجہد میں آپ کے صاحبزادے پیر عبدالرحیم شہید (ف 1971ء) اور آپ کے خلیفہ خاص پیر سیّد مغفور القادریؒ (ف 1970ء) نے بھی آپ کے شانہ بشانہ خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد اپنی تمام تر توجہ مریدین کی روحانی تربیت پر ہی صرف کر دی۔ آپ نے 9 جمادی الاوّل 1380ھ/30 اکتوبر 1960ء بروز اتوار ایک بجے دن انتقال فرمایا اور بھرچونڈی شریف میں ہی آخری آرام گاہ بنی۔

مولف کتاب ہذا صادق قصوری نے یہ قطعہ تاریخ کہا:

وہ پیر بھرچونڈوی عبدالرحمٰن　　گئے کہہ کے دُنیا کو جب خیرباد
یہ صادق نے بہرِ اظہارِ غم　　کہا سال رحلت ''فضیلت نہاد''

.....1380ھ.....

ماخذ:-

1- ''عبادالرحمٰن'' از سیّد مغفور القادری، لاہور 1969ء
2- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، طبع اول گجرات 1976ء، طبع دوم لاہور 1979ء
3- ''اولیائے بہاولپور'' سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی، بہاولپور 1976ء
4- ''تذکرہ اولیائے سندھ'' از مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، کراچی 1987ء

سیّد محمد حسین علی پوریؒ
(1878-1961ء)

سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین شاہ بن امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ (ف 1951ء) بن سیّد کریم شاہ (ف 1902ء) کی ولادت باسعادت 1295ھ بمطابق 1878ء بروز جمعۃ المبارک عالمِ اسلام کے مشہور و معروف روحانی مرکز علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ میں صبح صادق کی ساعتِ سعید میں ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ نواحی قصبہ قلعہ سوبھا سنگھ سے مڈل پاس کرنے کے بعد مولانا عبدالرشید صدیقی علی پوریؒ، حضرت مولانا نور احمد امرتسریؒ (ف 1930ء)، دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور اور مدرسہ امینیہ دہلی سے اکتسابِ علم کیا۔ قیامِ دہلی کے دوران مسیح الملک حکیم محمد اجمل خانؒ (ف 1927ء) کے طبیہ کالج میں داخلہ لے کر طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔

حصولِ تعلیم کے بعد مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیّداں کے مہتمم مقرر ہوئے۔ حضرت بابا فقیر محمد فاروقی چوراہیؒ (ف 1897ء) سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ اُن کی رحلت کے بعد والد گرامی سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ بیک وقت عالم، فاضل، پیر، ادیب، مفتی، مدرس، مناظر اور حکیم تھے۔ تحریک خلافت، شدھی تحریک، ساردا ایکٹ، تحریک کشمیر، تحریک شہید گنج اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اپنے والد گرامی حضرت امیر ملّت قدس سرہ کی زیر کمان تحریک پاکستان میں انتہائی فعال کردار ادا کیا۔ اکناف و اطراف ملک میں دورے کر کے عامتہ المسلمین اور مریدین کو مسلم لیگ کی حمایت کا درس دیا۔

24 نومبر 1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) نے مانکی شریف (پشاور) میں حضرت قائداعظمؒ کی ایک شاندار دعوت کی اور ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد بھی فرمایا۔ حضرت امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء) کو جلسہ کی صدارت کیلئے دعوت دی لیکن آپ ناسازیٔ طبع کے باعث تشریف نہ لے جاسکے اور اپنی جگہ اپنے فرزند اکبر سراج الملّت پیر محمد حسین شاہ صاحبؒ کو قائداعظمؒ کیلئے سونے کا ایک تمغہ، تین سو روپے کی تھیلی اور کئی دوسرے تحائف دے کر بھیجا۔

پیر صاحب مانکی شریف نے حضرت سراج الملّت کی بڑی عزت افزائی فرمائی اور جلسہ کی صدارت بھی آپ کے سپرد کی۔ جب قائداعظمؒ جلسہ میں تشریف لائے تو آپ آگے بڑھے اور سونے کا تمغہ (جس پر کلمہ طیبہ کندہ تھا) قائداعظمؒ کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ!

''میرے والد گرامی حضرت امیر ملتؒ نے آپ کی کامیابی کیلئے طلائی تمغہ بھیجا ہے۔''

یہ سن کر قائداعظمؒ بہت خوش ہوئے، کرسی سے اُٹھ کر کھڑے ہوگئے اور سینہ تان کر کہا:

''پھر تو میں کامیاب ہوں۔''

اس پر مسلم لیگی کارکن ملک شاد محمد نے آگے بڑھ کر حضرت سراج الملتؒ کے دست مبارک سے تمغہ لیا اور قائداعظمؒ کی شیروانی کی بائیں جانب سینے پر ٹانک دیا۔ قائداعظمؒ نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور بیٹھ گئے۔

7 جنوری 1946ء کو کوٹ عثمان خان قصور میں آپ نے مسلم لیگ کے جلسۂ عام کی صدارت فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ تمام مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ دے کر کامیاب کریں۔ قصور میں صوبائی اسمبلی کیلئے مسلم لیگ کے اُمیدوار میاں افتخار الدین (ف 1962ء)، یونینسٹ پارٹی کے اُمیدوار خان صاحب چوہدری اللہ دتہ آف کیسر گڑھ (ف 1949ء) اور کانگرس کی طرف سے عبدالغفور تھے۔ فروری 1946ء میں انتخابات ہوئے تو مسلم لیگی اُمیدوار نے 6969 ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی جبکہ یونینسٹ اور کانگرسی اُمیدوار نے علی الترتیب 2118 اور 283 ووٹ حاصل کئے۔ مؤخر الذکر کی تو ضمانت بھی ضبط ہوگئی۔ ناکام یونینسٹ اُمیدوار نے اپنی الیکشن مہم کے دوران حضرت امیر ملتؒ اور حضرت سراج الملت کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ کرنے کی سعیٔ مذموم کی مگر خاسر و نامراد رہا۔ عوام نے اس کے خلاف مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دے کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسترد کر دیا۔

ہوا تھی گو تند و تیز مگر چراغ اپنا جلا رہا تھا

وہ مردِ درویش حق نے جس کو دیئے تھے اندازِ خسروانہ

قصور کے علاوہ ضلع فیروز پور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (ف 1969ء) کے حلقہ میں بھرپور مساعی کیں۔ نتیجتاً نواب ممدوٹ 7295 ووٹ لے کر کامیاب ہوگئے جبکہ ان کے مدمقابل خانصاحب محمد سرور بودلہ (یونینسٹ) 3549 اور فرزند علی (آزاد) 2054 ووٹ لے کر ناکام ہوگئے۔ روہتک دیہی حلقہ میں مسلم لیگ کی طرف سے راؤ خورشید علی خان (ف 1985ء) مسلم لیگ کے اُمیدوار تھے۔ حضرت سراج الملتؒ نے یہاں بھی بھرپور جدوجہد کی۔ نتیجہ سامنے آیا تو راؤ خورشید علی خان 5150 ووٹ لے کر کامیاب ہوگئے جبکہ دوسرے دونوں اُمیدوار خان بہادر محمد شافع علی (یونینسٹ) اور چوہدری بشیر علی (آزاد) علی الترتیب 991 اور 3 (ضمانت ضبط) ووٹ لے کر مسترد ہوگئے۔

28 ستمبر 1946ء کو حضرت سراج الملتؒ نے تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال (تب ضلع گورداسپور) کا

دورہ فرمایا تاکہ الیکشن میں ناکامی کے بعد مخالفین پاکستان نے مکروہ پروپیگنڈا شروع کر کے قائداعظمؒ کی ذاتِ والاصفات پر جو رکیک حملے شروع کئے ہیں، ان کا مؤثر جواب دیا جا سکے اور سادہ لوح مسلمانوں کو کانگرسی ایجنٹوں کے دامِ فریب سے ہوشیار کیا جا سکے۔ علاقہ بھر کے مسلمانوں نے قسم اُٹھا کر قائداعظمؒ کے ہر حکم کی تعمیل کا یقین دلایا۔

گوناں گوں مصروفیات کے باوجود آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں جن میں سے ''افضل الرسل'' کئی دفعہ طبع ہو کر دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات 6 جمادی الاول 1381ھ بمطابق 16۔ اکتوبر 1961ء بروز پیر بوقت ساڑھے پانچ بجے شام ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت خواجہ پیر محمد شفیع (ف 1966ء) سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک نے پڑھائی۔ والد گرامی حضرت امیر ملتؒ کے پہلو مبارک میں آخری آرام گاہ بنی۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق یک در نائے راز آید بروں

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا!

خُلد آشیاں ہیں آج محمد حسین شاہ　ہر اہلِ حق کے لب پہ ہے آوازِ آہ آہ
چمکے سراجِ ملت دیں بن کے مثلِ ماہ　ہر راہرو نے پائی ہے جلوؤں سے اُن کے راہ
حق گوئی امتیاز تھا مرحوم پیر کا　کرتے تھے اس ادا پہ مخالف بھی واہ واہ
روشن چہرہ تھا آپ کا بعد از وصال بھی　ظاہر تھی جس سے شان ولایت خدا گواہ
صابر سنِ وصال یہ کہتے ہیں اہلِ خلد　ہیں اک ''گل شگفتہ محمد حسین شاہ''
1381ھ

ماخذ:-

1- ''حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان'' از محمد صادق قصوری لاہور 1994ء ص 53، 54
2- ''حضرت سراج الملت اور اُن کے خلفاء'' از محمد صادق قصوری، بُرج کلاں (قصور) 1994 ص 10 تا 19
3- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری، لاہور 1979ء ص 295 تا 297

4- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ ملتان 1983ء ص 410، 411
5- ''اشاریہ نوائے وقت 1944ء تا 1947ء'' از سرفراز حسین مرزا، لاہور 1987ء ص 47، 58
6- ''سیرت امیر ملت'' از سیّد اختر حسین علی پوری، علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ 1975ء ص 670 تا 688
7- ''قافلہ آزادی'' از مفتی راشد علوی، پشاور 1988ء ص 63
8- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 990، 991
9- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1986ء ص 58

سیّد محمد طاہر اشرف جیلانیؒ

(1889-1961ء)

پیر سیّد محمد طاہر اشرف جیلانی بن سیّد حسین اشرف بن سیّد محمود اشرف بن سید حامد اشرف بن شاہ محمد اشرف بن سید عبدالوہاب بن سید محمود اشرف جیلانی کچھوچھوی ثم دہلوی کی ولادت 12 ربیع الاول 1307ھ/ 6 نومبر 1889ء بروز بدھ صبح 5 بجے دہلی میں ہوئی۔ مدرسہ حسین بخش دہلی سے تکمیل علوم کرنے کے بعد حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھویؒ (ف 1936ء) سے بیعت کر کے خلافت واجازت حاصل کی اور خلقِ خدا کی روحانی تربیت ورہنمائی فرمانے لگے۔

تحریک پاکستان میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ دہلی اور اس کے اطراف واکناف میں مسلم رائے عامہ کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا اور ایک الگ ملک کے قیام کیلئے جدوجہد پر آمادہ کیا۔ مبلغِ اسلام شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ف 1954ء)، فخر ملت مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء) اور مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی (ف 1979ء) جیسے علماء نے آپ کی ان خدمات کو بارہا خراجِ تحسین پیش کیا۔

1945-46ء کے الیکشن میں آپ نے ایک بیان جاری کیا جس سے مسلم لیگ کو بڑی تقویت ملی اور کانگرس کو ناکامی اٹھانا پڑی۔ آپ نے فرمایا!

''ہم مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہیں لہٰذا ہمارے جملہ مریدین، معتقدین اور متعلقین سب مسلم لیگ سے تعاون کریں اور ووٹ دیں۔''

آپ کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے کسی کانگرسی کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ کے علاقہ میں آ کر کانگرس کیلئے ووٹ مانگ سکے۔ ایک مرتبہ مشہور کانگرسی مولانا احمد سعید دہلوی (ف 1959ء) اس علاقے میں آ کر مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے کانگرس کی حمایت کی تلقین کرنے لگے۔ جیسے ہی تقریر شروع کی، آپ مسجد میں تشریف لے آئے اور فرمایا: ''مولانا! یہ کیا کر رہے ہو؟'' مولوی احمد سعید نے آپ کو دیکھا تو گھبرا گئے، کہنے لگے ''میں تو لوگوں کو دین کی باتیں بتا رہا ہوں۔'' آپ نے فرمایا ''دین کی باتیں بتا رہے ہو یا اُن کا دین خراب کر رہے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایک عالم دین ہو کر مسلمانوں کے دین وایمان کا سودا کرتے ہو، قیامت کے دن خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ خبردار! یہاں اس قسم کی تقریر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یہ علاقہ مسلم لیگ کا ہے یہاں سب مسلم لیگ کے حامی ہیں اور اسی کو ووٹ دیں گے۔ہم نے پاکستان کیلئے قربانیاں دی ہیں اور اس کو بنا کر ہی دم لیں گے۔"

مولانا احمد سعید یہ سن کر بھاگتے نظر آئے اور پھر دوبارہ ادھر کا رُخ نہیں کیا۔اس واقعہ کے بعد کسی اور کی بھی ہمت نہ ہوئی کہ یہاں کانگرس کی حمایت کرے۔

اسی دوران کانگرسیوں کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کی وجہ سے آپکے علاقے میں سامانِ خورد ونوش کی قلت ہوگئی تو آپ نے گھر میں موجود تمام چیزیں عوام میں تقسیم فرما دیں۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت! ہمیں ضرورت ہوتی ہے تو آپ سے مانگ لیتے ہیں، آپ کس سے مانگیں گے کیونکہ آج کل سبھی کے حالات خراب ہیں۔فرمایا!"ہم مخلوق کے بجائے خالق پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہی ہماری ضرورتیں پوری فرما دیتا ہے۔"

1946ء میں بنارس میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" انقاد پذیر ہوئی تو آپ نے اس کی کامیابی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ بذاتِ خود شرکت کی اور اس موقعہ پر ایک بیان جاری فرمایا:-

"بنارس سنی کانفرنس وقت کا اہم تقاضا تھی جس کو علمائے اہلسنت نے محسوس کیا اور اس کا بروقت انعقاد کیا۔انشاء اللہ تعالیٰ قیامِ پاکستان کے سلسلے میں یہ ایک سنگِ میل ثابت ہوگی۔"

آپ کے برادرِ اصغر سیّد سلطان اشرف جو دہلی کے نامور وکلاء میں سے تھے، مسلم لیگ کے انتہائی مخلص کارکن تھے۔غریب مسلمانوں کے مقدمے بغیر فیس کے لڑتے تھے۔ ہندو وکلاء اُن سے بہت حسد کرتے تھے۔تحریک پاکستان میں اُن کی خدمات ہندوؤں اور سکھوں کیلئے انتہائی ناقابل برداشت تھیں۔9 محرم الحرام 1366ھ/ 3 دسمبر 1946ء بروز منگل آپ اپنے دفتر قطب روڈ دہلی میں نمازِ عصر ادا کر رہے تھے کہ بیس پچیس ہندوؤں اور سکھوں نے دفتر پر حملہ کر دیا۔تلواروں کے حملے کو ہاتھ سے روکا جس سے انگلیاں کٹ گئیں۔ایک ہندو نے تیز دھار خنجر پیٹ کے بائیں جانب گھونپا جس سے لڑکھڑا کر گر گئے اور جامِ شہادت نوش کیا۔

شہید بھائی کی لاش دیکھ کر آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔انتہائی صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا اور زبان سے یہ فرمایا:" ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل الله اموات۔ بل احیاء و لکن لاّ تشعرون ط۔

قیام پاکستان کے بعد پہلے لاہور اور پھر کراچی میں مقیم ہو گئے۔فردوس کالونی کراچی کے عقب اشرف آباد میں خانقاہِ اشرفیہ کی بنا ڈالی اور خلقِ خدا کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔17 جمادی الاوّل 1381ھ/ 28 اکتوبر 1961ء بروز ہفتہ صبح 9 بجے آپ کی رحلت ہوئی اور خانقاہ شریف میں آخری

آرامگاہ بنی۔ غزالیِ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان (ف 1986ء) نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

راقم الحروف کے برادرِ طریقت پروفیسر حامد حسن قادری (ف 1964ء) نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ کہا:

مخدوم جناب طاہر اشرفؒ دین ودُنیا میں فرد کامل
اشرفی و قادری و چشتی اہل تقویٰ و صاحبِ دل
پردہ فرما کے اس جہاں سے اب ہو گئے اپنے رب سے واصل
ہو روح پہ اُن کی رحمتِ حق گلزار ہو اُن کی پہلی منزل

تاریخ یہ قادریؔ نے لکھی
''جاوید وصالِ ذات حاصل''
......1381ھ......

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت اشرف المشائخ سیّد احمد اشرف جیلانیؒ (1931-2005ء) صاحبِ سجادہ ہوئے۔ اُن کے وصال کے بعد اُن کے صاحبزادے فخر المشائخ ڈاکٹر سیّد محمد اشرف جیلانی دامت برکاتہم عالیہ سجادہ نشین ہوئے جو اپنے آبا و اجداد کے مشن کو بحسن وخوبی جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔

ماخذ:۔

1- ''تذکرہ اولیائے سندھ'' از مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، کراچی 1987ء

2- ماہنامہ ''الاشرف'' کراچی بابت ماہ اکتوبر 1994ء، فروری 2006ء

3- ''تاریخِ رفتگاں'' جلد دوم از صابر براری، کراچی 1998ء ص 46

4- ''انوارِ علمائے اہلسنت سندھ'' از صاحبزادہ سیّد زین العابدین راشدی، مطبوعہ لاہور 2006ء ص 119 تا 122

پیر سیّد محمد محدّث کچھوچھویؒ

(1894-1961ء)

سیّد محمد محدّث کچھوچھوی کی ولادت 15 ذیقعد 1311ھ/20 مئی 1894ء بروز بدھ قبل از نماز فجر موضع جائس ضلع رائے بریلی (بھارت) میں ہوئی۔ والد گرامی کا نامِ نامی مولانا حکیم سیّد نذر اشرف تھا۔ تربیت و پرورش نانا جان حضرت شیخ المشائخ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ف 1936ء) نے کی۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا۔ فارسی کی کتابیں والد ماجد سے پڑھنے کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے علومِ عربیہ کی تحصیل کی۔ بعد ازاں مفتی لطف اللہ علی گڑھی (ف 1916ء) سے آٹھ سال تک علمی استفادہ کیا۔ مفتی صاحب نے سندِ فراغت کے ساتھ علامہ کا لفظ لکھا۔ اس کے بعد پیلی بھیت جا کر مولانا وصی احمد محدّث سورتی (ف 1916ء) سے مستفیض ہوئے۔ پھر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (ف 1921ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر فتاویٰ نویسی کا فن سیکھا۔ مدرسہ قادریہ بدایوں میں مولانا شاہ مطیع الرسول عبدالمقتدر بدایونی (ف 1915ء) سے حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی میں مدرستہ الحدیث قائم کر کے درسِ حدیث دینا شروع کیا اور اپنے نانا جان کے حکم پر اپنے ماموں حضرت سیّد احمد اشرف کچھوچھوی (ف 1924ء) کے دست حق پر بیعت کی۔ نانا جان اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (ف 1921ء) سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ بیک وقت عالم، فاضل، ادیب، خطیب، صوفی، شاعر، پیر طریقت اور محدث تھے۔ تمام سال تبلیغی دوروں میں صرف ہوتا تھا۔ پانچ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا۔ عشقِ رسول ﷺ تو آپ کی رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔ آپ کا مجموعۂ کلام ''فرش پر عرش'' میرے دعوے کی تصدیق کیلئے کافی ہے۔ آپ چار مرتبہ زیارت حرمین و روضۂ انور سرکار دو عالم ﷺ سے مشرف ہوئے۔ ترجمہ قرآن پاک، تفسیر قرآن پاک، فرش پر عرش، حیاتِ غوث العالم، اتمام حجت، تقویٰ القلوب و دیگر کتابیں لکھ کر اپنا لوہا منوایا۔

مذہبی، تبلیغی اور سماجی کاموں کے علاوہ آپ نے سیاسی تحریکوں میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے دیگر مشائخ اہلسنت کے شانہ بہ شانہ مگر قائدانہ حیثیت سے کام کیا۔ تحریکِ پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کیے اور عوام کو مسلم لیگ کے منشور

سے آگاہ کر کے نظریہء پاکستان کا ہمنوا بنایا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس اور اجمیر سنی کانفرنس میں آپ کے خطبے تحریک پاکستان کی حمایت کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں۔

اپریل 1946ء میں بنارس سنی کانفرنس کے موقعہ پر آپ نے صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ تحریک پاکستان کی جدوجہد میں آپ کا عظیم مقام متعین کرنے کیلئے کافی ہے۔ آپ نے اس خطبہ میں مسلمانوں کے جہاں دیگر مسائل و مصائب کا تذکرہ کیا ہے وہاں خاص طور پر وہ حصے قابل مطالعہ ہیں جہاں آپ نے پاکستان کا مفہوم اور اس کی شرعی ضرورت، قیامِ پاکستان پر اعتراضات اور اس کے جوابات، مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پروگرام اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی طرف سے مطالبۂ پاکستان کی بے دریغ حمایت کے سلسلے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ آپ کا یہ خطبہ نہ صرف فصاحت و بلاغت کا ایک حسین اور دلنشیں شاہکار ہے بلکہ اس میں ذہین، دوررس، مدبر اور گہرے سوچ وفکر کے حامل، دردمند دل رکھنے والے کسی عظیم سیاستدان اور مایہ ناز مذہبی و روحانی راہنما کے ذہن کی کارفرمائی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اس خطبے کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے تمام مسائل کا احاطہ کرتا اور اُن کا مداوا پیش کرتا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اس خطبے کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحریک پاکستان کے بارے میں آپ کے جذبات و احساسات اور آپ کی سوچ کیسی تھی؟

''میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرضداشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آ چکا ہے، ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے۔ در و دیوار پر ''پاکستان زندہ باد''، تجاویز کی زبان میں ''پاکستان ہمارا حق ہے''، نعروں کی گونج میں ''پاکستان لے کے رہیں گے'' مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں، ویرانوں میں لفظ ''پاکستان'' لہرا رہا ہے۔ اس لفظ کو پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر مسلم لیگی لیڈر بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے۔

یونینسٹ کا پاکستان وہ ہو گا جس کی مشینری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہو گی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہیں بتائے اور جو بتائے الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا

ذمہ دار ہے لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو حسبِ حکم شرع امان دی جائے، اُن کو، اُن کے معاملات کو اُن کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنّی قبول نہیں کرے گا۔

''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو، جس کو مختصر طور پر یوں کہیئے کہ خلافتِ راشدہ کا نمونہ ہو، ہماری آرزو ہے کہ اس وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔''

5، 6 رجب المرجب 1365ھ / 5، 6 جون 1946ء بروز بدھ جمعرات ''سنّی کانفرنس اجمیر شریف'' میں آپ کے خطبۂ صدارت سے بھی اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

''اے سنّی بھائیو! اے مصطفیٰؐ کے لشکریو، اے خواجہ کے مستو! جب تم سوچو کہ سوچنے والے مہربان آ گئے اور تم کیوں رکو کہ چلانے ولی طاقت خود آ گئی، اب بحث کی لعنت چھوڑو، اب غفلت کے جرم سے باز آ جاؤ، اُٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بنالو تو جا کر دم لو کہ یہ کام اے سنیو! سن لو کہ صرف تمہارا ہے۔

حضرات! میں بار بار پاکستان کے نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے، اور پاکستان کی تعمیر ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' ہی کرے گی، اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے، نہ شاعری ہے اور نہ سنّی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے، پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے، اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا؟ اب رہا پاکستان کارِ سنیاں است! یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم نہیں کہا ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوفِ لومتہ لائم کر دیا ہے۔''

آپ نے طویل علالت کے بعد 16 رجب المرجب 1381ھ / 25 دسمبر 1961ء بروز پیر ساڑھے بارہ بجے دن لکھنؤ میں وفات پائی اور کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد (انڈیا) میں آخری آرام گاہ بنی۔ کسی نے یہ مادۂ تاریخ وفات نکالا!

''آہ الحق موت العالم موت العالم''

......1381ھ......

حضرت صابر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا!

حسرتا وا حسرتا سیّد محمد اشرفی جانثار سیّد خیرالبشر جاتا رہا
علم و عرفاں کی محافل ہو گئیں بے کیف اب وہ محدث وہ خطیب نامور جاتا رہا
وہ کچھوچھ کا محدث قادری گلشن کا پھول اپنے مداحوں کو تنہا چھوڑ کر جاتا رہا
پھول جھڑتے تھے دہن سے جس کی ہر تقریر میں وہ خطیبِ حق بیاں وہ دیدہ ور جاتا رہا
غمزدہ صابر ہے گر تاریخِ رحلت کا خیال صاف لکھ ''بحرِ علوم و راہبر جاتا رہا''

1381ھ

راقم الحروف صادق قصوری نے بھی بے وزن سے اشعار میں تاریخ کہنے کی جسارت کی ہے۔

چل بسے آہ حضرتِ محدث کچھوچھوی تھے وہ سوادِ اعظم کی عظمت
میں تھا اُن کی وفات پر غمگیں کہ مل جائے کہیں سنِ رحلت
آئی آواز غیب سے صادق ''خرمنِ سوختہ'' ہے رونق جنت

1961ء

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء لاہور 1979ء
2- ''خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس'' از محمد جلال الدین قادری، گجرات 1978ء
3- ''محدث اعظم کچھوچھوی اور تحریکِ پاکستان'' از محمد اعظم نورانی، لاہور 1988ء
4- ''تاریخ رفتگاں'' جلد اوّل از صابر براری، کراچی 1986ء ص 67،66
5- ماہنامہ ''پاسبان'' الہ آباد (بھارت) بابت مئی جون 1962ء
6- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 28 جنوری، 9، 16 مارچ 1995ء
7- ''تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس'' از محمد جلال الدین قادری، کھاریاں 1999ء متعدد صفحات
8- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 879

خواجہ عبدالرشید پانی پتیؒ
(1888-1962ء)

حضرت خواجہ عبدالرشید 4 ربیع الثانی 1306ھ/ 8 دسمبر 1888ء بروز اتوار پانی پت (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ''منظور علی'' ہے جس سے 1306ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ والد گرامی کا اسم مبارک پیر عبدالرحیم تھا۔ بچپن میں ہی سایۂ پدری سے محروم ہو گئے، دادی صاحبہ اور دادا جان کے بھائی پیر تفضل حسین (سجادہ نشین درگاہِ بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ) نے تعلیم و تربیت کا بار اُٹھایا۔

آپ نے قرآن پاک کی تعلیم حافظ رحمت اللہؒ سے حاصل کرنے کے بعد پانی پت کے مشہور عالم دین مولانا حسن رضاؒ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ پیر تفضل حسین کی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ اُن کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور علم و فضل کے ساتھ معرفت کے موتی بھی لٹانے لگے۔ آپ صاحبِ حال بزرگ تھے۔ تصوّف کی اُلجھنوں کو آن کی آن میں حل کر دیتے تھے۔

آپ ہندوؤں اور مسلمانوں میں یکساں مقبول تھے۔ مسلمانوں کے عروج و زوال پر بڑی کڑی نظر رکھتے تھے۔ تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1936ء میں جب ابنائے وطن کی چیرہ دستیوں اور مسلمانوں کے آپس میں خلفشار نے آپ کو مجروح کیا تو برہنہ تلوار بن کر میدان میں کود پڑے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ مسلم لیگ میں شامل ہو کر تادمِ زیست مذہب و ملت کی خدمت کرتے رہے۔ اگرچہ آپ کو گوناں گوں آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا مگر اس مردِ قلندر نے ہر آزمائش میں پورا اترنے کیلئے بڑی مردانگی کا مظاہرہ کیا۔

14 اکتوبر 1945ء کو پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) کی دعوت پر پشاور میں سرحد اور پنجاب کے مشائخ کرام کا ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس میں دیوان سیّد آل رسول علی خانؒ (ف 1973ء)، سجادہ نشین اجمیر شریف، خواجہ حسن نظامی دہلویؒ (ف 1955ء)، امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء)، پیر فضل شاہ جلال پوری (ف 1966ء) و دیگر مشائخ عظام کے علاوہ آپ نے بھی اپنے مریدوں کو پاکستان کی حمایت کرنے کا حکم دیا۔

تحریک پاکستان سے آپ کی دلچسپی، دلی تعاون اور ہمدردی پر اُس دور کے تمام اخبارات شاہد ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کا ایک اہم بیان 20 جنوری 1946ء کو جاری ہوا جسے مشہور مورخ رئیس احمد جعفری (ف

1968) نے اپنی کتاب "قائداعظمؒ اور اُن کا عہد" مطبوعہ لاہور 1966ء کے صفحہ 405 پر یوں نقل کیا ہے:

"اس وقت مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے اور پاکستان، مسلمانانِ ہند کا بہترین نصب العین ہے...... اس کے بعد موصوف نے درگاہ کے متوسلین اور معتقدین سے مطالبہ کیا کہ وہ صرف مسلم لیگ کے اُمیدوار کو ووٹ دیں۔"

برصغیر کی تقسیم کے بعد جب آپ نے پاکستان کا عزم کیا تو حکومت ہند نے آپ کو روکنے کی بڑی کوشش کی تیز درگاہ اور جائیداد بحال کرنے کی پیشکش کی مگر آپ نے مالی فائدے پر قومی مفاد کو ترجیح دی اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ حج و زیارت کے قصد سے کراچی تشریف لے گئے لیکن بعارضۂ قلب 24 اپریل 1962ء/18 ذیقعد 1381ھ بروز منگل جہاز پر سوار ہونے سے قبل ہی آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ شعر آپ نے شاید اسی موقعہ کیلئے کہا تھا!

مدینہ کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

وصل سے چند روز قبل آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:-

"اُن کی نظر سے دُور اب ہم سے رہا نہ جائے گا"

آپ کے جسدِ مبارک کو پی ای سی ایچ ایس کراچی کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ شمیم تخلص کرتے تھے۔ یہ شعر تو دل میں رکھ لینے کے لائق ہے:

میں خود فریب ہوں میری ہستی فریب ہے
دنیا کی ہر بلندی و پستی فریب ہے

آپ کے لوحِ مزار نثار احمد فاروقی خیر آبادی کا یہ قطعۂ تاریخ منقوش ہے:

رفت از جہاں سوئے جناں ماوائے ما ملجائے ما　یعنی جنابِ مرشد مولائے ما عبدالرشید
سجادہ و اولادِ بو علی پانی پتی　درویش کامل حضرت صاحب لطف وعطا عبدالرشید
از ہر ادائے دلبری شانِ قلندر آشکار　حسن و جمال و بو علی را آئینہ عبدالرشید
اے عازمِ حج و زیارت بر تو از ما صد سلام　قربان راہِ مصطفیٰؐ صد مرحبا عبدالرشید
تا حشر رُوحِ پاکِ تُو در کعبہ شد وقفِ طواف　بخشید ایں رتبہ تُرا رب العلا عبدالرشید
اکرم لنا یامرشدی ادرک لنا یا سیّدی　بالمرتبہ للہ انظر حالنا عبدالرشید

بنوشت تاریخ وفا تش عارفؔ اندوگیں "ملجائے عالم معدنِ صدق و صفا عبدالرشید"
1381ھ

سیّد مسعود حسن مسعودؔ لکھیم پوری الہ آبادی نے یہ تاریخ وفات کہی:

نہ رسیدہ بہ سرزمین حجاز حجِ کعبہ بدیدۂ دل کرد
چشم ظاہر نہ سیرِ گلشن دید آہ و فریاد چوں عنادل کرد
عازمِ کعبہ شد براہ حجاز بہ کراچی مقام در گلِ کرد
در سفر چوں وصال شُد مسعودؔ حج نہ کردہ ثواب حاصل کرد
سالِ رحلت شدہ از روئے الم " حافظ عبدالرشید منزل کرد "
1962ء

حضرت صابرؔ براری ثم کراچویؒ نے بھی قطعۂ تاریخِ رحلت کہا:

تھے چراغِ خاندانِ بوعلی پانی پتی عارفِ حق صاحبِ صدق و صفا خواجہ رشید
تھے مجاہد بھی دلاور آپ مسلم لیگ کے تھے سیاست میں بھی اعلیٰ مرتبہ خواجہ رشید
حج کو جانے کیلئے پہنچے کراچی تک مگر چل دیئے اس شہر سے سُوئے بقا خواجہ رشید
کہہ دے اس پیرِ قلندر کا یہ صابرؔ سالِ غم "بحرِ احساں دینِ حق کے رہنما خواجہ رشید"
1962ء

ماخذ:-

1- "اکابر تحریکِ پاکستان" جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء
2- "قائداعظمؒ اور اُن کا عہد" از سیّد رئیس احمد جعفری لاہور 1966ء
3- "عندلیبِ تواریخ" از سیّد مسعود حسن مسعود، الہ آباد (بھارت) 1963ء
4- "خفتگانِ کراچی" از پروفیسر محمد اسلم، لاہور 1991ء
5- ماہنامہ "اُردو ڈائجسٹ" لاہور بابت اگست 1966ء
6- "تاریخ رفتگاں" جلد سوم از صابر براری، مطبوعہ کراچی 2000ء ص 61

سیّد علی احمد شاہ کیتھلیؒ
(1898-1962ء)

سیّد علی احمد شاہ بن سیّد عبدالعلی لقب عبداللہ شاہ کی ولادت 12 شعبان 1315ھ/ 8 جنوری 1898ء بروز جمعتہ المبارک خانقاہِ قادریہ کیتھل شریف ضلع کرنال (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ سے ہوتا ہوا 25 واسطوں سے سیّدنا غوث الاعظمؒ سے جاملتا ہے۔ سات سال کی عمر میں قرآنِ پاک ختم کیا۔ درسی کتب مولانا مرتضیٰ احمد سے پڑھیں اور مڈل تک سکول کی تعلیم بھی حاصل کی۔ پھر عربی وفارسی کے علومِ متداولہ میں کمال حاصل کیا۔

آپ خانقاہِ قادریہ کیتھل شریف کے سجادہ نشین تھے۔ بڑے بزرگ، ولی اللہ اور صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے۔ تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی۔ آپ اگرچہ عملی سیاست سے دور تھے لیکن ملکی حالات سے بے خبر نہ تھے۔ اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد سیاسی جماعت ہے جو قائداعظمؒ کی زیرِقیادت آزادی کیلئے بھرپور اور مخلصانہ جدوجہد کررہی ہے۔

جب قائداعظمؒ نے قومیت کی بنیاد پر جداگانہ حکومت کا نظریہ منوانے میں کامیابی حاصل کی تو آپ نے اورنگ زیب روڈ دہلی کے پتہ پر قائداعظمؒ کو بذریعہ تار مبارکباد بھیجی۔ تار کا مضمون یہ تھا:

> ''میں معہ وابستگانِ سلسلہ قادریہ کمالیہ، آپ کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور آپ کی ترقی درجات اور صحت کیلئے دُعاگو ہوں۔''

اس شاندار فتح پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے آپ نے عامتہ المسلمین سے اپیل کی کہ وہ وطن کی آزادی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوجائیں کیونکہ جب تک مسلمانوں میں رشتۂ محبت مستحکم نہیں ہوگا اس وقت تک بقائے دوام کی صورت پیدا نہ ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ قائداعظمؒ کی رہنمائی میں قوم کو بے پناہ توانائی حاصل ہوگی جس کی اشد ضرورت ہے۔ قومی اتحاد کی آرزو کا تقاضا یہی ہے کہ ہم دشمن کے عزائم کو سمجھیں اور ہندو ذہنیت کی ہر چال پر نظر رکھیں۔

نواب زادہ لیاقت علی خان کا خاندان حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے زمانہ سے آپ کی خانقاہ سے وابستہ تھا۔ لیاقت علی خان کو آپ کے خاندان سے گہری عقیدت تھی۔ آپ نے نوابزادہ لیاقت علی خاں کے بیٹے نوابزادہ ولایت علی خاں کے ذریعے حضرت قائداعظمؒ کو اپنی مکمل تائید وحمایت کا یقین دلایا جس پر لیاقت علی

خاں نے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ پیغام بھیجا:

''نوابزادہ ولایت علی خاں کی زبانی آپ کی نیک تمنائیں اور دلی ہمدردی کا پیغام ملا۔ علماء و مشائخ کی سرپرستی سے قائداعظمؒ بہت مطمئن ہیں اور فرماتے ہیں کہ آزادی کی منزل اب دور نہیں کیونکہ علماء اور مشائخ گوشہ نشینی چھوڑ کر میدانِ عمل میں آ چکے ہیں اور وہ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم جلد اپنی منزل کو پالیں گے کیونکہ آپ جیسے شفیق بزرگوں کی دُعائیں ہمارے شاملِ حال ہیں۔''

نوابزادہ لیاقت علی خاں نے اپنے دوسرے خط میں لکھا:

مکرمی و معظمی مرشد گرامی!

السلام علیکم:- آپ کی خصوصی توجہ کا شکریہ۔ آپ کے تعاون کیلئے ممنون ہوں۔ اُمید ہے کہ آئندہ بھی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور آزادی کے حصول کی کوششوں میں آپ کی دُعائیں اور ہمدردیاں ہمارے شاملِ حال رہیں گی۔

نیازمند لیاقت علی خاں

نومبر 1945ء میں آپ نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک بیان جاری فرمایا جو ڈاکٹر قمر مسعود جنرل سیکرٹری مسلم لیگ کیتھل شریف نے روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کو ارسال کیا۔ ''نوائے وقت'' نے اپنی 6 نومبر 1945ء کی اشاعت میں یہ بیان نمایاں طور پر شائع کیا جو من وعن نقل کیا جاتا ہے۔

''میرے مرید مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ کیتھل کے سجادہ نشین کا اعلان''

حضرت قبلہ میاں سیّد علی احمد شاہ گیلانی سجادہ نشین درگاہ عالیہ حضرت شاہ سکندرؒ راس الاولیاء محبوب الٰہی نبیرہ ملک العشاق حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ نے سلسلہ عالیہ قادریہ کمالیہ سکندریہ کے معتقدین، محبین اور عقیدت مندوں کی ہدایت کیلئے درج ذیل اعلان برائے اشاعت ارسال فرمایا:

برادرانِ ملت! السلام علیکم: آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ نازک دور میں ملّتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کس قدر اہم ہے اور تمام برادرانِ اسلام کا اخوتِ اسلامی کی بنا پر اتفاق اور اتحاد کیلئے ایک جھنڈے تلے جمع ہو جانا کس قدر ضروری ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے کتنی مخالف قوّتیں کام کر رہی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ قومی اور ملی حقوق کی حفاظت

ایک منظم قومی جماعت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ مسلمانانِ ہند کی سب سے بڑی اور منظم قومی جماعت مسلم لیگ ہے جس کا نصب العین ہندوستان میں ایک آزاد اسلامی حکومت قائم کرنا ہے جس کا نام ''پاکستان'' ہے جو دینی و نیاوی حقوق کی محافظ، اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی معاشرت کی علمبردار ہوگی۔ اسلامی اصولوں پر چلائی جائے گی اور مسلمانوں کے قلوب میں ایک اسلامی روح پھونک کر قوم کو زندہ اور تابندہ کرے گی۔ پس ہوشیار اور بیدار ہو جائیں۔ شب و روز اپنی تحریروں، تقریروں اور دُعاؤں سے، محبت و اخلاص سے مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں اور اس کی آواز پر لبیک کہیں، اس کی امداد کریں اور پاکستانی حکومت قائم کرنے کا اپنے دل میں پختہ ارادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے اور کامیابی نصیب کرے۔ آمین۔''

آپ نے اپنے بااثر مریدوں اور مخلصوں کو بذریعہ خطوط مسلم لیگ کی حمایت کرنے کی ترغیب دی۔ ریاست جنید کے سابق وزیر بخشی شفقت علی کو لکھا!

''قائداعظم محمد علی جناحؒ ملتِ اسلامیہ کے کامیاب وکیل ہیں۔ انہوں نے وہ کام کر دکھایا جو بظاہر ناممکن تھا اور جس کی جدوجہد 1857ء سے شروع ہو چکی تھی۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جمعیت علماء ہند جو خود اسلامی تہذیب کی داعی ہے، ایک ایسے مشرک کو مسلمانوں کا رہنما بنا رہی ہے اور اس کے کہنے پر دل و جان سے عمل پیرا ہے جو دیوی دیوتاؤں کا پجاری ہے۔''

اسی طرح ہانسی کے مرزا شمع بیگ کو تحریر فرمایا!

''قائداعظمؒ کی روز افزوں کامیابی سے دشمن اور مخالف قوتوں پر یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ مسلمان بیدار ہو چکا ہے۔ مسلمان زندہ قوم ہے اور ان کے جذبات سے کھیلنا کوئی آسان کام نہیں۔ محمد علی جناحؒ جیسے مسلمان رہنما کی قیادت میں اسلامیانِ ہند کیلئے ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے اور یہ جس اخلاص کے ساتھ دس کروڑ مسلمانوں کا مقدمہ لڑ رہے ہیں وہ ہمارے لئے متاعِ فخر و ناز ہے۔ ٹیپو سلطان کے بعد ایسا عظیم اور باوقار راہنما قوم کو آج ملا ہے۔''

چنانچہ آپ کی کوششوں سے بخشی صاحب، مرزا شمع بیگ اور اُن جیسے کئی بااثر افراد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ آپ نے عامۃ المسلمین اور اپنے ارادتمندوں کو تلقین کی کہ قیامِ پاکستان کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار رہیں۔ آپ کی تلقین عقیدتمندوں کیلئے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ چنانچہ لاتعداد لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اس وقت لوگ یہ جاننے کیلئے بیتاب تھے کہ ان کی جدوجہد آزادی اور قربانیوں کا کیا نتیجہ

نکلے گا۔ یہ معلوم کرنے کیلئے لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ ڈاکٹر محمد یاسین، سیّد عظمت علی واسطی ایڈووکیٹ صدر مسلم لیگ ضلع کرنال، نوابزادہ ولایت علی خاں جنرل سیکرٹری مسلم لیگ ضلع کرنال اور انبالہ سے خواجہ عبدالصمد (1959ء) حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا!

''آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ کس قدر داڑھیاں آنسوؤں سے بھیگ رہی ہیں اور اللہ کے مقبول بندے دن رات اللہ کے حضور التجائیں کررہے ہیں۔ انشاءاللہ پاکستان ضرور بنے گا۔''

قائداعظمؒ کو بھی ان دعاؤں کی ضرورت تھی وہ جانتے تھے کہ مشائخ اور صوفیاء لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اس لئے مشائخ عظام اور اولیائے کرام سے رابطہ کئے ہوئے تھے۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں، قائداعظمؒ کے دستِ راست تھے۔ انہوں نے ایک طرف اپنی شعلہ نوائی سے عوام کو اپنا ہمنوا بنانے میں قائداعظمؒ کا پورا پورا ساتھ دیا اور دوسری طرف علماء ومشائخ سے بھی رابطہ رکھا۔ 1946ء کے انتخابات کے موقعہ پر اپنے بڑے بھائی نواب سجاد علی خاں اور اپنے بڑے بیٹے نوابزادہ ولایت علی خاں کو قطب الاقطاب شاہ سکندر کیتھلیؒ کے عرس مبارک پر آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے خصوصی دُعاؤں سے نوازا۔

قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت فرما کر ڈیرہ غازی خاں میں تشریف لے آئے اور 22 رجب المرجب 1382ھ/ 21 دسمبر 1962ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ وصال فرمایا۔ مزار اقدس دربار قادریہ کے نام سے مرجعِ خلائق ہے۔ آپ کی رحلت پر روزنامہ ''کوہستان'' لاہور نے 22 دسمبر 1962ء کو مندرجہ ذیل اداریہ لکھا:

''ملک کے ممتاز بزرگ اور سلسلہ قادریہ کے روحانی پیشوا حضرت سیّد علی احمد شاہ 64 سال کی عمر میں اچانک ڈیرہ غازی خان میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت اپنے دور کے ایک کامل درویش تھے۔ تصوف میں سلسلہ کمالیہ قادریہ سے تعلق تھا۔ جدوجہد آزادی اور حصولِ پاکستان کیلئے کھل کر مسلم لیگ کی حمایت کی۔ دامے، درمے سخنے ہر طرح سے اس میں حصہ لیا۔ انہوں نے ہزاروں افراد تک دین کی روشنی پہنچائی۔ وہ تصوف کے پیکر تھے۔ اپنے علم وعمل کے ذریعے اندرون ملک اور بیرون ملک اپنے مسلک کو فروغ دیا۔ آپ کی زیارت سے لوگوں کے دل منور ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور وابستگان سلسلہ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔''

راقم الحروف صادق قصوری نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی:

ہوئے ہیں آج دنیا سے رخصت جناب سیّد علی احمد کیتھلی ہیہات
لکھ تاریخ رحلت صادق قصوری ''خاتم فضائل'' تھے وہ قدسی صفات
1962ء

ماخذ:-

1- ''مردِ خدا'' از آنسہ بلقیس چیمہ مطبوعہ ڈیرہ غازی خاں 1990ء
2- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء
3- ''تذکرہ کریمیہ'' از پروفیسر کرم شاہ قادری مجددی، ملتان 1966ء
4- ماہنامہ ''گنج بخش'' لاہور بابت مئی 1956ء
5- ''تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی'' از سیّد خورشید حسین بخاری، لاہور 1976ء

پیر محی الدین لال بادشاہ مکھڈویؒ
(1908-1963ء)

پیر سیّد محی الدین لال بادشاہ بن پیر غلام عباس شاہ بن پیر غلام جعفر شاہ 1326ھ/ 1908ء میں مکھڈ شریف ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ خانقاہ کے مدرسہ غوثیہ سے تعلیم حاصل کی اور خانقاہِ غوثیہ کے سجادہ نشین ہوئے۔

پیر صاحب نہایت شریف النفس، عبادت گزار اور صاحبِ کشف کرامت بزرگ تھے۔ انہیں سیاست سے بھی دلچسپی تھی۔ 1936ء سے 1947ء تک پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ 1955ء تا 1958ء ڈسٹرکٹ بورڈ اٹک کے ممبر بھی رہے۔ بڑے اچھے مقرر اور زیرک سیاستدان تھے۔

فروری 1946ء کے الیکشن میں پیر صاحب نے یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر اٹک سے صوبائی سیٹ پر مسلم لیگ کے اُمیدوار ایم محمد یوسف کا مقابلہ کیا اور 8342 ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی جبکہ مسلم لیگی اُمیدوار نے 4203 ووٹ حاصل کیے۔ اس طرح پیر صاحب یونینسٹ پارٹی کے پلیٹ فارم سے پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔

پیر صاحب نے یونینسٹ پارٹی ٹکٹ پر الیکشن تو جیت لیا مگر انہیں احساس ہونے لگا کہ مسلم لیگ کی مخالفت کر کے انہوں نے کوئی مستحسن قدم نہیں اُٹھایا ہے۔ یہ خلش انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے 17 مارچ 1946ء کو قائداعظمؒ کے نام ایک اخباری بیان (مطبوعہ روزنامہ ''انقلاب'' لاہور بابت 20 مارچ 1946ء) کے ذریعے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا:-

''میں نہایت مسرت و امتہاج کے ساتھ آپ کی وساطت سے اپنی ناچیز خدمات ملّت اسلامیہ کے حضور پیش کرتا ہوں۔ میں اُن تمام ذاتی یا سیاسی اختلافات کو جنہوں نے ماضی میں مجھے ایسا کرنے سے باز رکھا، برطرف کرتا ہوں۔ مفادِ ملّت کیلئے میری حقیر پیشکش کو قادرِ مطلق قبول فرمائے۔ اپنی انفرادی حیثیت میں قوم کیلئے میں جو کچھ کر سکتا تھا اس میں کوشاں رہا ہوں۔ ایسا کرنے میں غرضمندانہ مفادوں سے مجھے ٹکرانا بھی پڑا اور اس سے مجھے نقصان بھی اُٹھانا پڑا۔ موجودہ ساعت جو ملّت کیلئے بڑی آزمائش کی ساعت ہے انہی غرض مندانہ مفادات نے مجھے پھر سے الگ تھلگ رکھنے کی کوشش کی مگر پورے وثوق کے ساتھ میری رائے یہ ہے کہ اس

وقت ہر فردِ ملت کا یہ مقدس فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے۔ یہ فرض ہر دوسرے فرض پر مقدم ہے اس لئے میں اپنے ذاتی اختلافات کو قطعاً بھلا کر اور مٹا کر ملت کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے آمبلی کے اندر اور باہر بھی آپ کی اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت کا اقرارِ صالح کرتا ہوں۔''

آپ کا یہی بیان اختصار کے ساتھ روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 19 مارچ 1946ء میں یوں چھپا: ''میں ایک خادم کی حیثیت سے آمبلی کے اندر اور باہر اپنی خدمات مسلمانانِ ملت کو پیش کرتا ہوں۔''

پیر صاحب کے اس اقدام کو بہت سراہا گیا اور اُن کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اب پیر صاحب نے اپنی تمام تر مساعی مسلم لیگ کیلئے وقف کر دیں۔ مسلم لیگ اُن کے دل کی دھڑکن بن گئی۔ یکم اگست 1946ء کو پیر صاحب کی زیرِ صدارت مکھڈ شریف میں مسلم لیگ کا جلسہ منعقد ہوا جس میں اعلان کیا گیا کہ تمام مجاہد مسلم لیگ کے اقدام کی حمایت کریں گے۔ جنوری 1947ء میں جب خضر حیات ٹوانہ وزیرِ اعظم پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی تو پیر صاحب نے اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ گرفتار ہو کر جیل گئے مگر اُن کے پائے استقامت میں ذرہ بھر بھی جنبش نہ ہوئی۔ اُن کے مریدوں، عقیدتمندوں اور ساتھیوں نے اُن کی عدم موجودگی میں تحریک کو جاری و ساری رکھا۔ آپ کو گرفتار کر کے سیالکوٹ جیل میں بھیج دیا گیا تھا۔ آپ نے جیل میں نماز باجماعت کی ادائیگی کی طرح ڈالی۔ نیز فارغ اوقات میں باداموں پر آیت کریمہ کا وِرد بھی ہوتا۔ آپ کے مرید اور عقیدت مند ملاقات کیلئے آتے تو خشک میوہ، تازہ پھل اور مٹھائی ساتھ لاتے جو آپ سب رضا کاروں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

پاکستان بننے کے بعد پیر صاحب نے سیاست کی بجائے اپنی تمام تر توجہ خانقاہی نظام کی طرف مبذول کر لی۔ خلقِ خدا کی روحانی تربیت فرمانے لگے لیکن پھر بھی مسلم لیگ سے اپنا ناطہ نہ توڑا۔ ساتھیوں کے پُر زور اصرار پر 1955ء میں ڈسٹرکٹ بورڈ اٹک کے انتخابات میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔

پیر صاحب کو حضرت قائداعظمؒ، لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشتر اور دیگر اکابرین مسلم لیگ سے دِلی محبت تھی۔ سردار عبدالرب نشتر جب علالت کے باعث کراچی کے ایک ہسپتال میں داخل تھے تو پیر صاحب، سردار صاحب کی عیادت کیلئے ہسپتال پہنچے۔ سردار صاحب کے ذاتی معالج ڈاکٹر پراچہ صاحب کے ساتھ پیر صاحب کا آمنا سامنا ہو گیا۔ پیر صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے سردار صاحب کی علالت کا حال اور خیریت دریافت کی تو ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب کو بتایا کہ سردار صاحب کیلئے جن دوائیوں وغیرہ کی ضرورت ہے وہ کافی مہنگی ہیں اور سردار صاحب کے مالی حالات ایسے ہیں کہ وہ ہسپتال کے کمرے کا

کرایہ ادا کرنے اور دوائیاں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہ سن کر پیر صاحب تڑپ اُٹھے۔ چنانچہ جب سردار صاحب کی عیادت کیلئے اُن کے کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے سردار صاحب کی مزاج پُرسی کے کچھ دیر بعد سردار صاحب کی نظر بچا کر اُن کے تکیہ کے قریب تین ہزار روپے رکھ دیئے اور سردار صاحب کو صحت وسلامتی اور درازئ عمر کو دُعائیں دیتے ہوئے ہسپتال سے رخصت ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار صاحب نے کروٹ لی تو انہوں نے جب مذکورہ رقم اپنے سرہانے کے قریب پڑی دیکھی تو اُن کے ایک خدمتگار نے انہیں بتادیا کہ ابھی ابھی جو پیر صاحب آپ کی عیادت کیلئے آئے تھے وہ یہ رقم آپ کی نظر بچا کر آپ کے سرہانے رکھ گئے ہیں۔ چنانچہ سردار صاحب نے اسی وقت وہ رقم بذریعہ منی آرڈر پیر صاحب کے پتہ پر ارسال کردی اور اسے قبول کرنے سے شکریہ کے ساتھ معذرت کردی کیونکہ سردار صاحب نے زندگی بھر اپنی خودداری پر کبھی آنچ نہیں آنے دی تھی۔

پیر محی الدین لال بادشاہ، مذہب وملّت کی بھرپور خدمت سرانجام دینے کے بعد 9 شعبان 1383ھ/ 26 دسمبر 1963ء بروز جمعرات اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور مکھڈ شریف کی خانقاہ میں ہی آسودۂ خاک ہوئے۔

حکومت پنجاب نے چند سال سے ''مجاہدین وکارکنانِ تحریک پاکستان'' کی خدمات کا اعتراف کرکے ''گولڈ میڈل'' دینے کا سلسلہ شروع کررکھا ہے۔ ہر سال 14 اگست کو ''یوم آزادی'' کے موقعہ پر لاہور میں ایک پُروقار تقریب میں یہ میڈل تقسیم کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ 14 اگست 1990ء کو حضرت پیر سیّد محی الدین لال بادشاہ کی بھی تحریک پاکستان میں خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت پنجاب نے گولڈ میڈل کا اعزاز دیا۔

آپ کی رحلت پر حضرت الحاج طارق سلطان پوری آف حسن ابدال ضلع اٹک نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وصال کہا:

گلابِ شاخِ عرفان و ولایت ‏ چراغِ محفلِ رُشد و ہدایت
نقیبِ کاروانِ اہلِ حق تھا ‏ بزرگ و صاحبِ کشف و کرامت
مفادِ دین و ملّت کا محافظ ‏ ہمیشہ اُس نے کی ملّت کی خدمت
ہوا اُس کی مساعی میں وہ شامل ‏ جو مسلم لیگ تھی قومی جماعت
بلند آوازِ حق کرنے پر اُس نے ‏ اُٹھائی قید خانے کی صعوبت

جمال و افتخارِ محفلِ فقر وہ عزّ و نازِ اربابِ طریقت
مبلغ راستی کا، داعی خیر وہ خضرِ منزلِ حق و صداقت
وجود اُس صاحبِ لُطف و کرم کا سرِ خلقِ خدا پر ظلِ شفقت
اُس عبدِ حق کا سالِ وصل طارق وہ ''مینارِ جمال و استقامت''

1383ء

ماخذ:-

1- کتابچہ ''تعارف مشاہیر اٹک'' مطبوعہ ضلع کونسل اٹک، 1990ء ص 69
2- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء ص 416
3- ''اسلام اور قائداعظمؒ'' از محمد حنیف شاہد، لاہور 1976ء ص 144
4- ''دس پھول ایک کانٹا'' از خواجہ افتخار، لاہور طبع دوم 1985ء، ص 89 تا 90
5- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، اسلام آباد 1990ء ص 275
6- ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' از خواجہ محمد طفیل، سیالکوٹ 1987ء ص 194
7- ''اشاریہ نوائے وقت'' لاہور (1944ء تا 1947ء) مرتبہ سرفراز حسین مرزا، لاہور 1994ء ص 80، 89
8- ''ڈائریکٹر اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب 1993ء'' مرتبہ امان اللہ خاں، لاہور 1994ء ص 94
9- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ''جنگ'' لاہور بابت 16 اگست 1990ء

پیر عبدالستار جان سرہندیؒ
(1893-1966ء)

پیر عبدالستار جان سرہندی ابن پیر محمد حسن جان سرہندی (ف 1946ء) کی ولادت رجب المرجب 1311ھ بمطابق دسمبر 1893ء بروز پیر ٹکھڑ (سندھ) میں ہوئی۔ آپ کے جد امجد حضرت پیر خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی (ف 1898ء) آپ سے بہت پیار اور محبت فرماتے تھے اور پورا پورا دن آپ کو اپنے دوش مبارک پر بٹھائے رکھتے تھے۔ خوش طبعی کرتے ہوئے آپ سے پوچھتے تھے ''تو چنیں وچناں ہستی'' تو آپ یکدم اپنی توتلی زبان سے فرماتے تھے ''تو چنیں وچناں ہستی۔''

آپ نے ابتدائی تعلیم ٹکھڑ ضلع حیدر آباد (سندھ) میں علامہ حافظ محمد یوسف کے پاس اور باقی ٹنڈو سائیں داد میں حاصل کی۔ آپ کا شمار علماء کبار میں ہوتا تھا۔ دنیا کے مختلف ممالک کے دورے کیے۔ عربی، فارسی، اُردو، سندھی اور پشتو زبانوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ شعر بھی کہتے تھے۔ تخلص ''پیر'' استعمال کیا کرتے تھے۔ عالمِ اسلام کے مسلمانوں سے عموماً اور حرمین طیبین کے مسلمانوں سے عموماً محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ حجاز مقدس میں قحط پڑا تو آپ سندھ سے ہزاروں من اناج اور ہزاروں روپیہ چندہ جمع کر کے حجاز پہنچے اور وہاں کے ساکنین میں تقسیم فرمایا۔

آپ کی زندگی کا آخری دور ذکر و فکر، مراقبہ اور تسبیح و تہلیل میں گزرتا تھا۔ حقیقت میں آپ عارفِ کامل اور بڑے پائے کے درویش تھے۔ تحریک پاکستان میں بڑا فعال کردار ادا کیا تھا۔ 1936ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ 8، 9، 10 اکتوبر 1938ء کو ''آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس'' کراچی میں منعقد ہوئی جس میں پورے ہندوستان کی مسلم قیادت شریک تھی۔ حضرت قائداعظمؒ (ف 1948ء) کے علاوہ مولانا شوکت علی (ف 1938ء)، راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (ف 1973ء)، نواب محمد اسماعیل خان آف بہار، چوہدری خلیق الزمان (ف 1973ء)، سیّد سجاد حیدر یلدرم (یوپی، ف 1940ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (ف 1947ء)، حاجی عبداللہ ہارون (ف 1942ء)، شیخ عبدالمجید سندھی (ف 1978ء)، سیّد غلام بھیک نیرنگ انبالوی (ف 1952ء)، سیّد عبدالرؤف شاہ براری (ف 1954ء)، مخدوم مرید حسین آف ملتان (ف 1960ء)، نواب احمد یار دولتانہ (ف 1940ء)، ملک برکت علی ایڈووکیٹ (ف 1946ء)، نوابزادہ لیاقت علی خان (ف 1951ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی و دیگر رہنما شریک

ہوئے۔اس کانفرنس میں پیر عبدالستار جان سرہندی نے ایک تجویز پیش کی کہ:

''یہ کانفرنس مسلمانوں سے استدعا کرتی ہے کہ ہر شہر اور گاؤں میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کریں اور جو ارکان سندھ اسمبلی، میونسپلٹیوں اور لوکل باڈیز میں ہیں اُن پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ بھی مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ مسلم دوکانداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے، بے روزگار مسلمانوں کو کام میں لایا جائے اور سیاسی بیداری لائی جائے۔''

یہ تجویز متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

اسی موقعہ پر سندھ مسلم لیگ کی کانفرنس بھی کراچی میں ہوئی۔قائداعظمؒ کے مشورے سے عہدیداران مقرر ہوئے۔ صدر حاجی عبداللہ ہارون، نائب صدر پیر غلام مجدد سرہندی، جنرل سیکرٹری شیخ عبدالمجید سندھی، جوائنٹ سیکرٹری پیر علی محمد راشدی، جوائنٹ سیکرٹری آغا غلام نبی پٹھان، خزانچی غلام حسین ہدایت اللہ اور سندھ سے ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کے 26 ممبر منتخب کیے گئے جن میں حیدرآباد سے پیر عبدالستار جان سرہندی بھی شامل تھے۔

28 جنوری 1939ء کو صوبائی مسلم لیگ سندھ کی جنرل باڈی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا جس میں صوبہ سندھ کے نئے عہدیدار چنے گئے۔ 30 ارکان پر مشتمل ورکنگ کمیٹی میں پیر عبدالستار جان سرہندی بھی شامل تھے۔

22 دسمبر 1940ء کو سیاسی جدوجہد کو تیز کرنے اور ہر مسلمان کو مسلم لیگ کا ممبر بنانے کیلئے ''سندھ مسلم لیگ کونسل'' کی میٹنگ ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت قائداعظمؒ بھی کراچی تشریف لائے تھے۔ اس میٹنگ میں سات ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں پیر عبدالستار جان سرہندی بھی شامل تھے۔اس کمیٹی کا اجلاس 22 فروری 1941ء کو ہوا جس میں حصول پاکستان کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کا پروگرام تشکیل دیا گیا اور پوسٹر وغیرہ چھپوائے گئے۔

اس کمیٹی نے ایک منصوبہ تیار کیا جس کی رُو سے مسلم لیگ کو ضلعی کمیٹیوں کے تحت کانفرنس بلانا، دیہات میں دورے کر کے لوگوں کو مسلم لیگ سے روشناس کرانا، آل انڈیا مسلم لیگ اور پاکستان کے سلسلے میں لٹریچر چھپوا کر تقسیم کرنا اور ہندوؤں کی غلط پالیسیوں سے عوام کو آگاہ کرنا شامل تھا۔ اس کمیٹی نے بڑا کام کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں سندھ کے اندر مسلم لیگ کی 450 شاخیں قائم کر دیں اور کئی کانفرنسیں بلا کر مسلم لیگ کا سکہ بٹھا دیا۔

1946ء کے الیکشن میں پیر عبدالستار جان سرہندی نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے جو سرگرمی دکھائی اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔ پورے سندھ کے دورے کرکے مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچایا۔ آپ کا پورا خاندان اس مہم میں مصروفِ کار تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیابی نے مسلم لیگ کے قدم چومے اور کانگرس اور اس کی ذیلی جماعتیں خاسر ونامراد ہوئیں۔

آپ کی وفاتِ حسرت آیات 18 ستمبر 1966ء بروز اتوار ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدر آباد (سندھ) میں ہوئی اور مقبرہ شریف نزد ٹکھڑ (ضلع حیدر آباد (سندھ) تدفین عمل میں آئی۔ پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی (ف 2002ء) نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا:

'' رونق فزائے جنت فردوس آن اعز'' سالِ وفاتِ حضرتِ والاتبار لکھ

1386ھ

سالِ بنائے مرقدِ اُو '' مدفن غریب'' عمر اُن کی لکھ '' عجب'' و بصد افتخار لکھ

1386ھ 75

ہجری '' چراغِ مسجد'' وشمسی '' باغ فیض'' میلاد ہر دو سن سے اُن کا اے یار لکھ

1311ھ 1893ء

'' بادا غریقِ رحمت''، سالِ وفاتِ اُو اور لفظ '' گنج'' عمرِ شہِ ذی وقار لکھ

1966ء 73

ماخذ:-

1- '' مُونس المخلصین '' از شاہ آغا، کراچی، 1366ھ ص 241
2- '' تذکرہ شعرائے ٹکھڑ'' از پروفیسر سیّد اسد اللہ شاہ، حیدر آباد سندھ 1951ء ص 167
3- '' تذکرہ اولیائے سندھ'' از مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، کراچی 1987ء ص 115
4- '' جدوجہد آزادی میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مورو سندھ 1984ء ص 220، 221، 355، 357، 358
5- '' جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار'' از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری، لاہور 1992ء ص 146، 175، 196 تا 197

6- مکتوب گرامی پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی از گلزارِ خلیل تحصیل سومارو ضلع عمرکوٹ (سندھ) بنام محمد صادق قصوری محررہ 14 جنوری 1999ء

شاہ محمد مظہر اللہ دہلویؒ

(1886-1966ء)

حضرت مفتیُ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ بن مولانا محمد سعید (ف 1889ء) بن شاہ محمد مسعود (ف 1892ء) کی ولادت باسعادت 15 رجب المرجب 1303ھ/ 21۔اپریل 1886ء بروز بدھ دہلی میں ہوئی۔ سن مبارک ابھی چار سال کا ہوا تھا کہ والد ماجد داغ مفارقت دے گئے۔ جدِ امجد نے پرورش فرمائی۔ تین سال بعد وہ بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے تو جدہ ماجدہ اور عمِ محترم مولانا عبدالمجید (ف 1944ء) نے تعلیم وتربیت کا بارِ اُٹھایا۔

آپ نے قاری حافظ حبیب اللہ سے قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد وقت کے معروف علماء سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کئے اور 14 برس کی عمر میں مشرقی پنجاب (بھارت) کے معروف روحانی رہنما حضرت سیّد امام علی شاہ نقشبندی مجددی (ف 1865ء) کے صاحبزادے حضرت سیّد صادق علی شاہ مکان شریفی (ف 1899ء) سے ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ'' میں بیعت کی۔ بیعت کے ایک سال بعد مُرشد کامل کا وصال ہوگیا تو آپ کی روحانی تربیت جدامجد کے خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین الوری (ف 1936ء) نے فرمائی اور تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے نوازا۔

شریعت وطریقت کی منازل طے کرنے کے بعد آپ نے جامع فتح پوری دہلی میں امامت وخطابت کا سلسلہ شروع کیا اور تازیست جاری رکھا۔ جامع مسجد فتح پوری عشق ومحبت کا منبع بنی رہی۔ یہاں علم وعرفان کا فیضان جاری ہوا اور لوگ اپنے اپنے دامن حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمایہ سے بھرتے رہے۔ غرض آپ نے اس مسجد سے جو روحانی، اخلاقی اور مذہبی تحریک شروع کی تھی اس کے بیان کیلئے کئی دفتر درکار ہیں مگر ہم یہاں صرف اُن کے سیاسی کارناموں کا ذکر کریں گے۔

آپ نے ''تحریک خلافت'' میں بھرپور حصہ لیا اور چھ ماہ تک دہلی میں تحریک کے سیکرٹری بھی رہے۔ تحریکِ ترکِ موالات کی مخالفت کی کیونکہ ہندوؤں کی چالوں کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں (ف 1921ء) اور حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء) بھی ترک موالات کے خلاف تھے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ مسلم لیگ کے موقف کی مکمل حمایت کی۔ آپ شریعت کی

پابندی پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ جب قائداعظمؒ (ف 1948ء) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بڑی دلسوزی سے فرمایا:

''آپ قرآن وسنت کے نام سے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی طرف بلاتے ہیں مگر افسوس کہ آپ خود قرآن وسنت سے واقف نہیں ہیں۔''

یہ سن کر قائداعظمؒ نے کہا: ''دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قرآن وسنت کے علوم سے آگاہ کر دے'' چنانچہ آپ نے دُعا فرمائی۔

مسلم لیگ کی حمایت کی وجہ سے بعض مخالفین آپ کے جانی دشمن ہو گئے مگر خدا کے فضل سے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کے روز جب تقریباً 20 ہزار مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے جامع مسجد فتح پوری میں موجود تھے، ایک ہتھیار بند سکھ بھیس بدل کر محراب مسجد میں مصلی کے بالکل سامنے بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔ خطبہ کا وقت قریب تھا۔ پچھلی صف میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب کو شبہ گزرا۔ چنانچہ اسی وقت تلاشی لینے پر اُس سے کرپان اور خنجر برآمد ہوا۔ تفتیش پر معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ جب آپ سجدے میں جائیں تو شہید کر دے۔ اسی طرح فسادات کے زمانے میں آپ کے دولت کدے میں بم رکھا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ ایک اور سکھ نے شہید کرنے کا ارادہ کیا تو اس سے تلوار نہ اُٹھائی جا سکی۔

دہلی میں علماء اہلسنت نے مسلم لیگ کی حمایت میں جو کام کیا، تاریخ اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کو ہر قسم کی پریشانیوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا مگر انہوں نے دشمن کے ہر وار کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اس گروہِ سرفروشاں کے سالار آپ ہی تھے۔

تحریک پاکستان کے دوران قائداعظمؒ (ف 1948ء) اور نوابزادہ لیاقت علی خاں (ف 1951ء) آپ کے بہت قریب رہے اور انتہائی ادب واحترام سے پیش آتے رہے۔ مولانا ظفر احمد انصاری (ف 1974ء) جو قائد ملت لیاقت علی خان کے پرسنل سیکرٹری رہے ہیں، راوی ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے قائد ملت کو نماز کی تلقین کی جس سے قائد ملت بہت متاثر ہوئے اور نماز کی پابندی کا وعدہ کیا۔

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد مظفر احمد (ف 1971ء) نے مسلم لیگ میں عملی طور پر حصہ لیا تھا اور مسلم لیگ کے جلسوں سے خطاب بھی فرماتے رہے۔ اسی طرح آپ کے ایک جانثار عقیدت مند سیٹھ احمد میمن نے بھی مسلم لیگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سیٹھ موصوف، پاکستان بننے سے پہلے

ہی ''پاکستانی'' بن گئے تھے۔ اُن کے مکان پر ایک بہت بڑا بورڈ لگا ہوا تھا جس پر ''پاکستانی کا ٹیج'' لکھا ہوا تھا۔ قائد اعظمؒ، سیٹھ موصوف کی بہت قدر کرتے تھے اور محبت سے اُن کو ''چاچا'' کہہ کر پکارتے تھے۔

تقسیمِ ملک کے بعد آپ نے دہلی ہی میں رہنا پسند فرمایا۔ جب احباب اور عقیدتمندوں نے پاکستان تشریف لانے کیلئے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا:

''آپ حضرات کو اجازت ہے جہاں چاہیں جاسکتے ہیں۔ فقیر کو یہیں رہنے دیں، کل قیامت کے دن اگر مولا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تیرے سپرد کیا تھا، تو اُس کو کس کے رحم وکرم پر چھوڑ کر چلا گیا تو فقیر کیا جواب دے گا۔''

چنانچہ دہلی میں رہ کر آپ مسلمانوں کی اخلاقی وروحانی تربیت فرماتے رہے۔ دو مرتبہ پاکستان بھی تشریف لائے اور پورے پاکستان کا دورہ کر کے ایمان افروز خطبے دیئے۔

14 شعبان المعظم 1386ھ/ بمطابق 28 نومبر 1966ء بروز پیر بوقت پانچ بج کر بیس منٹ پر اس نابغہ روزگار کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کو جامع مسجد فتح پوری دہلی کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا، جہاں آپ کا مزار شایانِ شان طریقے سے تعمیر ہوا۔ قمر سنبھلی نے قطعہ تاریخ وفات کہا:

آہ دُنیا سے ہو گیا رُو پوش　مظہرِ علم وہ فقیہِ عصر
''ہائے شمع تصوف اب ہے خموش''　لکھ قمر عیسوی میں سالِ وصال
1966ء

ہمارے مخدوم ومحترم حضرت اقدس پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم عالیہ کراچی آپ ہی کے صاحبزادے ہیں جو پاکستان میں آپ کی جانشینی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ موصوف ملک کے نامور شیخ طریقت، ماہر تعلیم، ادیب، مورخ اور منفرد اہل قلم ہیں۔

ماخذ:-

1- ''تذکرہ علماء اہلسنت از شاہ محمود احمد قادری، کانپور (انڈیا) 1391ھ ص 222
2- ''تذکرہ مظہر مسعود'' از پروفیسر محمد مسعود احمد، کراچی 1388ھ ص 149، 245، 312
3- ''فتاویٰ مظہری'' از پروفیسر محمد مسعود احمد، کراچی 1970ء 329، 334
4- ''اوراق گم گشتہ'' از رئیس احمد جعفری، کراچی 1968ء ص 326، 331
5- ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' از پروفیسر محمد مسعود احمد، لاہور 1971ء ص 69

6- ''حیاتِ مظہری'' از پروفیسر محمد مسعود احمد، کراچی 1975ء ص 22

7- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء ص 243 تا 248

پیر محمد فضل شاہ جلالپوریؒ
(1894-1966ء)

پیر سیّد محمد فضل شاہ بن سیّد مظفر علی شاہ (ف 1917ء) بن حضرت خواجہ سیّد حیدر علی شاہ (ف 1908ء) 4 جمادی الاولیٰ 1312ھ/ 3 نومبر 1894ء بروز پیر جلال پور شریف ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ یہی وہ پیر محمد فضل شاہ ہیں جو بعد میں ''امیر حزب اللہ'' کے نام سے مشہور ہوئے۔

ہوش سنبھالنے پر جد امجد حیدر علی شاہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کا نہایت اعلیٰ طریقے سے بندوبست کیا۔ مولوی محمد عبدالرحیم ساکن کڑی، مولوی قادر بخش ملتانی، حافظ جلال الدین کوٹ مومن ضلع سرگودھا، مولوی محمد سعید، مولانا فیض الحسن جہلمی (ف 1928ء) اور جد امجد سے دینی تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جد امجد کی صحبت میں رہنے لگے۔ ایک مرتبہ اُن کے ساتھ سیال شریف (سرگودھا) بھی گئے۔ ماہنامہ ''صوفی'' منڈی بہاء الدین ضلع گجرات میں مضامین کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

1346ھ/ 1927ء میں آپ نے ''حزب اللہ'' کی بنیاد رکھی جس کا مقصد مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے ساتھ ساتھ سیاسی آزادی کا تھا۔ چنانچہ آپ نے ملک گیر دورے فرما کر مسلمانوں کے ملّی شعور کو بیدار کیا۔ تحریک شہید گنج (1935ء) میں جماعتی حیثیت سے حصہ لیا۔ مسجد کے انہدام پر جامع مسجد کوہ مری میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا جس کی صدارت امیر ملّت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء) قائدِ تحریک شہید گنج نے فرمائی۔ آپ نے نہایت موثر تقریر کی جسے گورنمنٹ کے سنسر کی وجہ سے اخبارات میں جگہ نہ مل سکی۔

تحریک پاکستان میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ حزب اللہ کے پندرھویں سالانہ اجلاس 1942ء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ (ف 1948ء) کو یقین دلایا کہ:

> ''حزب اللہ کی جماعت باوجودیکہ وہ تا حال مسلم لیگ سے منسلک یا اس میں مدغم نہیں ہوئی اور نہ ہی ہم اس کی ضرورت سمجھتے ہیں مگر حصولِ پاکستان کے سلسلے میں وہ مسلم لیگ کے دائرہ کار سے جدا نہیں رہ سکتی اور اس کے حصول کی خاطر مسلم لیگ جو اقدامات بھی کرے گی انہیں حزب اللہ کی جماعتی تائید حاصل ہوگی۔''

21 ذوالحجہ 1364ھ/ 27 نومبر 1945ء کو آپ نے ایک اعلان جاری فرمایا کہ:

''آپ کا ووٹ ایک قومی امانت ہے جسے آپ کو اُس کے سپرد کرنا چاہیئے جو اس کی صحیح اہلیت رکھنے والا ہو اور مسلم لیگ پر ہمیں چونکہ مکمل اعتماد ہے اس لئے ووٹ اُس اُمیدوار کو دینے چاہئیں جسے مسلم لیگ کی تائید حاصل ہو۔ ہمارے لئے یہ امر نہایت باعث مسرت ہے کہ اپنی مسلمہ فرض شناسی اور صحیح رہنمائی کے حسبِ اعتبار ہندوستان کے بالعموم اور پنجاب کے بالخصوص مشائخ عظام اور سجادہ نشین حضرات مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کر چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اُن کا یہ مبارک اتحاد اُن کی کامیابی کا ضامن ہوگا۔''

دسمبر 1945ء میں مرکزی اسمبلی کے انتخابات کا رن پڑا۔ آپ کے حلقہ سے آپ کے چھوٹے بھائی نواب سیّد مہر شاہ (ف 1980ء) مسلم لیگ کے ٹکٹ پر بلا مقابلہ منتخب ہوگئے۔ 31 دسمبر 1945ء کو آپ نے جلال پور شریف میں پنجاب کے ایک ہزار سر برآوردہ حضرات کو جمع کیا، اُن میں سے 124 انتخابی حلقوں کے مسلم اکابر تھے۔ آپ نے اپنا مندرجہ بالا اعلان پڑھ کر سنایا۔ تمام نے اس پر لبیک کہی اور عہد کیا کہ اپنے اپنے حلقوں میں پنجاب اسمبلی کیلئے مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنائیں گے۔ خود 10 جنوری 1946ء کو پنجاب کے دورہ پر روانہ ہوئے۔ چنانچہ اوائل 1946ء میں پنجاب اسمبلی کے الیکشن میں مسلم لیگ کو مہتم بالشان کامیابی نصیب ہوئی اور کانگرس کو شکستِ فاش۔ جلال پور شریف (تحصیل پنڈ دادنخاں) کے حلقہ سے آپ کے ماموں راجہ غضنفر علی خان (ف 1963ء) مسلم لیگ کے ٹکٹ پر 7106 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے جبکہ یونینسٹ اُمیدوار محمد یعقوب 2631 ووٹ لے کر خاسر و نامراد رہا۔

28 جولائی 1946ء کو جب بمبئی میں مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں حضرت قائداعظمؒ نے ''راست اقدام'' کا اعلان کر کے کانگرس کے ایوان میں ایک تہلکہ مچا کر انگریز کو حیرت میں ڈال دیا تھا کہ جناح جیسا آئین پسند انسان حکومت کے ساتھ براہِ راست ٹکر لینے پر آمادہ ہوگیا ہے۔ امیر حزب اللہ کے برادر اصغر نواب سیّد مہر شاہ (ف 1980ء) بھی اس اجلاس میں شامل تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی دیگر خطاب یافتگان کی طرح قائداعظمؒ کی اپیل پر تمام اعزازات وخطابات حکومت کو واپس کر دیئے۔

جنوری 1947ء میں پنجاب میں خضر وزارت کے خلاف ''سول نافرمانی'' کی تحریک چلی تو آپ نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا اور قید و بند کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ کی اتباع میں جماعت حزب اللہ بھی میدان میں نکل آئی۔ چنانچہ 2 مارچ 1947ء کو خضر وزارت کو مجبوراً مستعفی ہونا پڑا۔

پاکستان بننے کے بعد 1948ء میں ''جماعت حزب اللہ'' نے عملی طور پر جہادِ کشمیر میں حصہ لیا۔ تقریباً

ایک ہزار اولوالعزم رضا کار جو ریٹائرڈ فوجی تھے، آپ کے ایما پر کشمیر میں پہنچ گئے اور کئی خونریز معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ کڑکڑاتی سردی اور شدید برف باری میں کرناہ، اوڑی اور ٹیٹوال کے محاذ پر پورے چار ماہ تک لڑتے رہے۔ اس کے علاوہ پونچھ، میر پور اور مظفر آباد میں حزب اللہ کے رضا کار آخر دم تک برسرِ پیکار رہے۔

آپ کی وفات حسرت آیا 17 شعبان المعظم 1386ھ/ یکم دسمبر 1966ء بروز جمعرات ہوئی۔ جلال پور شریف میں آخری آرام گاہ بنی جو مرجعِ خلائق ہے۔

آپ کی رحلت پر حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا!

وہ حزب اللہ عالی جماعت کے بانی — نہیں آج اس دہر کے گلستان میں
وہ عالم وہ فاضل وہ صوفی وہ عارف — تھے مشہور لیگی وہ سارے جہاں میں
گئے جنگِ کشمیر میں جب مجاہد — رہے سب سے آگے وہ اس کارواں میں
یہ تاریخِ رحلت کہی میں نے صابر — ''فضل شاہ کامل ہیں قصرِ جناں میں''

1966ء

ماخذ:-

1- ''امیر حزب اللہ'' از ڈاکٹر عبدالغنی مطبوعہ لاہور 1966ء متعدد صفحات
2- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء ص 374، 413
3- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور بابت جنوری 1980ء شمس العارفین نمبر ص 157 تا 159
4- مکتوب گرامی سیّد محمد تنویر حیدر سجادہ نشین جلال پور شریف ضلع جہلم محررہ 25 ستمبر 1995ء بنام مولف موصولہ 3۔ اکتوبر 1995ء
5- مکتوب گرامی مولانا محمد مرید احمد چشتی سیالوی از چک جانی تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم بنام مولف محررہ 7۔ اکتوبر 1995ء موصولہ 10 اکتوبر 1995ء
6- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 793
7- ''تاریخِ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 74

صاحبزادہ محمد عمر بیر بلویؒ
(1888-1967ء)

صاحبزادہ حافظ محمد عمر بن خواجہ احمد سعید بن خواجہ حافظ غلام مرتضیٰ بن خواجہ حافظ محمد اسلم بن حافظ صدرالدین کی ولادت ذوالحجہ 1305ھ/ اگست 1888ء میں بیربل شریف ضلع سرگودھا کے ایک دین دار اعوان گھرانے میں ہوئی۔ جد امجد خواجہ غلام مرتضیٰ (1903-1835ء) اپنے دور کے معروف ولی اللہ تھے۔ والد گرامی خواجہ احمد سعید (1919-1860ء) نے آپ کی تربیت بڑے احسن انداز میں کی۔

صاحبزادہ محمد عمر نے حفظِ قرآن مجید کے بعد دینی تعلیم حاصل کی۔ پھر اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل، ادیب فاضل اور منشی فاضل کی اسناد حاصل کیں۔ انگریزی کے امتحانات بھی پاس کئے اور اسلامیہ کالج پشاور میں سات سال تک پروفیسر کی آسامی پر فائز رہے۔

شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ (ف 1928ء) سے بیعت وخلافت تھی۔ مُرشد گرامی کی نظر عنایت سے آسمانِ طریقت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ ایک مصنف اور ادیب کی حیثیت سے بھی اپنا لوہا منوایا اور بہت سی کتابیں مثلاً انقلاب الحقیقت، زنبیل عمر، طریقت کی حقیقت، قرآنی نظریہ حیات، سلوک اور مقصد سلوک، صراط مستقیم، الھویٰ وغیرہ لکھیں جو شہرت عام بقائے دوام کی حامل ٹھہریں۔ 1919ء میں والد گرامی کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔

آپ نے 1937ء میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور اسی سال ہونے والے الیکشن میں مسلم لیگ کا بھر پور ساتھ دیا۔ ضلع شاہ پور (سرگودھا) کے حلقہ سے مسلم لیگی اُمیدوار خان بہادر نور محمد کی حمایت میں زبردست کام کیا۔ سارا دن پولنگ اسٹیشن پر موجود رہے اور ووٹر بھیجتے رہے۔

1946ء کے الیکشن میں سر بکفن ہوکر میدانِ عمل میں نکلے اور مسلم لیگ کی حمایت میں شب و روز ایک کر دیئے۔ ملک خضر حیات ٹوانہ وزیر اعلیٰ پنجاب (ف 1975ء) نے آپ کو مسلم لیگ کی حمایت سے باز رکھنے کیلئے لالچ اور دباؤ کے طریقے اختیار کئے۔ اپنے کارندے کے ذریعے معقول رقوم کی ایک تھیلی اور عریضہ پیش کیا جس میں مذکورہ رقم قبول کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ آپ نے رقم واپس کر دی اور عریضہ کی پرُشت پر لکھ دیا!

؎ نذرانہ نہیں سودا ہے پیرانِ حرم کا

کچھ عرصہ بعد جب وہی کارندہ حاضرِ خدمت ہوا تو آپ نے رقم کی واپسی سے متعلق خضر حیات ٹوانہ کے تاثرات معلوم کیے تو اس نے عرض کیا کہ خضر حیات ٹوانہ نے کمال حیرت سے آپ کا جواب پڑھا اور کہا کہ ''ان کو آج تک ہمارے ساتھ کوئی بھی کام نہیں پڑا ہے''۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ''انشاء اللہ آئندہ بھی کوئی کام نہیں پڑے گا۔''

جاگیردارانہ نظام کا ایک مؤثر طریقہ یہ تھا کہ جو شخص اُن کے زیر اثر نہ آتا تو اُس کے مال مویشی کو چوری کروالیا جاتا۔ چنانچہ اس سلسلے میں خضر حیات ٹوانہ کا ایک بدمعاش قسم کا نوکر گھوڑی پر سوار ہو کر آپ کے احاطہ میں آیا اور کھڑے کھڑے خضرت حیات کی مخالفت کی صورت میں بُرے انجام کی دھمکی دی تو آپ نے فرمایا کہ:

''خضر حیات ہم سے تسبیح اور مصلّی تو نہیں چھین لے گا۔''

یہی آدمی جب واپس جانے لگا تو تھوڑی دُور جا کر ایک نہر کے کھال کو عبور کرتے ہوئے گھوڑی سے گرا اور اُس کی ٹانگ ٹوٹ گئی جس کے نتیجے میں تین سال تک مسلسل چارپائی پر پڑا رہا۔

سردار محمد حیات میکن آف کوٹ پہلوان ضلع سرگودھا، خضر حیات کا خالہ زاد بھائی تھا اور علاقہ میں کافی اثر ورسوخ رکھتا تھا۔ خضر حیات نے اسے کہلا بھیجا ''تو صاحبزادہ محمد عمر کو قابو میں نہیں رکھ سکا۔'' تو اس نے خضر حیات کو کہلا بھیجا کہ ''ان کو قابو کرنا میرے بس کا روگ نہیں ہے۔'' چنانچہ بفضلِ خدا بطفیلِ مصطفیٰ ﷺ ملک خضرت حیات ٹوانہ اور اُس کے کارندوں کو کبھی کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی جرأت نہ ہو سکی۔

1946ء ہی میں جب نواب محمد حیات قریشی (ف 1948ء) نے خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صدر ضلعی مسلم لیگ (ف 1981ء)، پیر محمد شاہ بھیروی (ف 1957ء) ودیگر صوفیائے کرام کے تعاون سے ضلع سرگودھا میں مسلم لیگ کو انتہائی مضبوط و مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر لیا تھا تو قریشی صاحب نے اپنے آبائی گاؤں ''رادھن'' میں مسلم لیگ کا ایک کنونشن بلایا جس میں آپ نے بھی اپنے علاقے کی نمائندگی کرتے ہوئے شرکت کی اور انتخابات میں مسلم لیگ کیلئے مقدور بھر کام کیا۔ علاقہ میں دورہ کرنے والے مسلم لیگی کارکنوں کی سرپرستی، حوصلہ افزائی اور مہمان نوازی بڑے احسن انداز سے کی۔ پھر جب ان انتخابات کے بعد خضر وزارت بننے کا مرحلہ آیا تو آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ!

''اوّل تو یہ وزارت بنے گی نہیں، اگر بن بھی گئی تو جلد ٹوٹ جائے گی۔''

چنانچہ مارچ 1947ء میں یہ وزارت ٹوٹ گئی اور قیامِ پاکستان تک گورنر راج رہا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے تمام تر مساعی مریدوں کی تربیت پر صرف کر دیں اور وطنِ عزیز میں مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے اپنی سرپرستی میں شائع ہونے والے رسالہ ماہنامہ ''سلسبیل'' لاہور میں تحریری خدمات انجام دیتے رہے۔

آخر کار 19 جمادی الاوّل 1387ھ بمطابق 26 اگست 1967ء بروز ہفتہ ایک بجے دن اس دار فانی سے کوچ فرمایا اور بیربل شریف ضلع سرگودھا میں مزار پُرانوار بنا جو مرجع خاص وعام ہے۔

اُستاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری (ف 1999ء) نے مندرجہ ذیل آیۂ کریمہ سے تاریخ رحلت نکالی:

''فقد فاز فوزا عظیما'' ط

1387ھ

احمد نظامی صفوی لاہوری نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا:

عالمِ دیں رہبرِ راہِ سلوک حضرتِ محمد عمر عالی نسب

احمدؔ مسکیں بگو سالِ وفات ''رفت جنت صاحب علم و ادب''

1387ھ

ماخذ:۔

1- ''تذکرہ اولیائے نقشبند'' از محمد امین شرقپوری مطبوعہ لاہور 1988ء ص 506 تا 513

2- ''انقلاب الحقیقت'' از صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی، مطبوعہ لاہور 1927ء ص 9 تا 11

3- ''انوارِ عمر'' از پروفیسر غلام عابد خان، مطبوعہ لاہور 1998ء متعدد صفحات

4- ماہنامہ ''سلسبیل'' لاہور، خصوصی شمارہ ''تذکرۃ الاولیاء جدید'' بابت جنوری فروری 1973ء ص 52 تا 58

5- ماہنامہ ''نور اسلام'' شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ، ''اولیائے نقشبندیہ نمبر جلد دوم'' بابت ماہ مارچ اپریل 1979ء ص 379 تا 380

6- ''وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، اسلام آباد 1990ء ص258
7- ''یادِ ایام'' از مولانا حکیم عطا محمد شاہ، مطبوعہ میانوالی سن ندارد ص190

سیّد منظور احمد مکان شریفیؒ

(1905-1969ء)

سیّد منظور احمد بن سیّد غلام رسول کی ولادت 1323ھ/1905ء میں مکان شریف (رتڑ چھتڑ) ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں ہوئی۔ آپ برصغیر کی نامور روحانی شخصیت اور ولی کامل حضرت سیّد امام علی شاہ نقشبندی مجددی (ف 1865ء) کے پڑپوتے تھے۔ یہ گھرانہ صدیوں دینی اور روحانی فیض کا منبع رہا ہے اور اس نے نامور ہستیاں پیدا کی ہیں۔

سیّد منظور احمد نے اپنے والد بزرگوار اور دیگر افاضلِ وقت سے اکتسابِ علم کیا۔ والد گرامی کے دستِ حق پر بیعت کر کے اپنی عمر عزیز قرآن و حدیث اور اشاعت تعلیماتِ مجددیہ کیلئے وقت کر دی۔ جلد ہی اُن کی قابلیت اور روحانی عظمت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔

آپ نے قیامِ پاکستان کی تحریک کی نہ صرف پُر جوش حمایت کی بلکہ اس میں بھرپور حصہ لیا اور ایسے وقت میں جبکہ بعض علماء کانگرس کی حمایت کے نشے میں قیامِ پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے، باقاعدہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر اک ولولۂ تازہ بخشا اور نہ صرف اپنے مریدوں اور معتقدین کو مسلم لیگ میں شامل کیا بلکہ برصغیر کی تمام درگاہوں کے سجادہ نشینوں کو مراسلے بھیج کر اُنہیں تحریک پاکستان میں پُرزور حصہ لینے کی اپیل کی۔ اس بارے میں سرہند شریف کے سجادہ نشین حضرت سیّد مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی مراسلت بڑی دلچسپ ہے۔ سیّد مقبول احمد کے نام اپنے مراسلہ میں آپ نے استفسار کیا کہ: ''مسلم لیگ میں شرکت کیلئے آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ کا جواب آنے پر اس بارے میں اعلان کیا جائے گا۔''

اس کے جواب میں حضرت سیّد مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ نے 15 نومبر 1945ء کو ایک طویل مراسلہ بھیجا جس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہ النورانی کے مجاہدانہ طریق عمل اور ہندو نواز پالیسیوں کے خلاف سرفروشانہ خدمات کا مفصل جائزہ پیش کیا گیا اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیش کردہ دو قومی نظریہ کے حوالہ سے مسلمانوں کیلئے علیحدہ وطن پر زور دیا گیا۔ سجادہ نشین سرہند شریف کے اس تاریخی مکتوب کو سیّد منظور احمد شاہ نے ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا۔

1944ء میں مکان شریف ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں آپ کے جد امجد حضرت سیّد امام علی شاہؒ (1797-1866ء) کے عرس شریف پر سجادہ نشین سیّد محفوظ حسین (ف 1998ء) نے احراری لیڈر

عطاء اللہ شاہ بخاری (1961-1891ء) کو بلا رکھا تھا جبکہ آپ نے مسلم لیگ کے حامی ہونے کی وجہ سے مشہور مسلم لیگی لیڈر مولانا بشیر احمد اختر (1994-1916ء) کو مدعو کیا ہوا تھا۔ دونوں سٹیج آمنے سامنے تھے۔ مولانا اختر کی سحر بیانی اور شعلہ افشانی کی بدولت نصف گھنٹہ کے بعد بخاری صاحب کے سامعین ادھر چلے آئے اور وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ آپکی اس حکمت عملی نے سجادہ نشین کے احراری منصوبے کو خاسر و نامراد بنا دیا۔

1945-46ء کے الیکشن کے دوران ''سرحد مسلم لیگ'' کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں 30 جلیل القدر سنی مشائخ عظام اور علمائے کرام نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا ''صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو''۔ یہ اشتہار سول ملٹری پریس ڈیرہ اسماعیل خان سے شائع ہوا اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اکناف و اطرافِ ملک میں پھیل گیا۔ سترہویں نمبر پر سید منظور احمد شاہ کا اسمِ گرامی اور اعلان حق درج ہے۔

> ''مسلمانانِ ہند کی زندگی اور وقار کا انحصار حفظِ پاکستان کے نصب العین پر ہے۔ اور مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔''

فروری 1946ء کے صوبائی انتخابات میں آپ نے اپنے حلقہ گورداسپور کے مسلم لیگی اُمیدوار چوہدری غلام فرید کی زبردست حمایت کی۔ چوہدری صاحب 8609 ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے جبکہ یونینسٹ اُمیدوار چوہدری محمد بشیر 573 اور آزاد اُمیدوار غلام فرید صفر ووٹ لے کر ضمانت ضبط کروا بیٹھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ ساہیوال منتقل ہو گئے اور فروغ دین محمدی کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ 8 محرم الحرام 1389ھ/ 27 مارچ 1969ء بروز جمعرات انتقال کر گئے۔ راقم الحروف صادق قصوری نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا۔

سیّد منظور احمد عالی جناب	جو تھے یادگارِ سلف صالحین
ہوئی اُن کی صادق جس دم وفات	کہا قوم نے تھے ''افتخار زمیں''

1389ھ

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان' ق جلد دوم'' از محمد صادق قصوری لاہور 1979ء ص 308 تا 310
2- ''خطبات آل انڈیا سنّی کانفرنس'' از محمد جلال الدین قادری، لاہور 1978ء ص 43
3- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل ص 412
4- روزنامہ ''مشرق'' لاہور 28 مارچ 1977ء

پیر سیّد سعید شاہ بنوری کوہاٹیؒ

(1893-1970ء)

پیر سیّد سعید شاہ کی ولادت باسعادت 1893ء میں خانوادۂ سادات بنوری سکنہ گڑھی بنوریاں کوہاٹ میں ہوئی۔ والدگرامی کا اسم مبارک سیّد اعظم شاہ بنوریؒ تھا۔ گورنمنٹ ہائی سکول کوہاٹ سے ابھی میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی کہ والدگرامی کی رحلت ہوگئی اور تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ والدگرامی کی چھوڑی ہوئی جائیداد کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ عالمِ شباب میں ہی امیر ملت حضرت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء) کے دستِ حق پر بیعت کر لی تھی اور 25 برس کی عمر میں اپنے مرشد گرامی کی معیت میں حجِ بیت اللہ وزیارتِ روضۂ رسول اللہ ﷺ سے مشرف ہوئے۔ جب آپ روحانیت کی منازل طے کر چکے تو 12 مئی 1939ء بروز جمعتہ المبارک حضرت امیر ملت قدس سرہ نے برموقعہ سالانہ عرس شریف علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ آپ کو دستارِ خلافت سے نوازا اور خلقِ خدا کی روحانی تربیت کا حکم فرمایا۔

آپ نے تحریکِ ہجرت، تحریکِ خلافت اور تحریک مسجد شہید گنج میں نمایاں کردار ادا کیا۔ فروری 1938ء میں کوہاٹ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ مولانا شوکت علی (ف 1938ء) مسلم لیگ کی تنظیم کے سلسلے میں صوبہ سرحد کے دورے پر آئے تو آپ نے پشاور جا کر انہیں اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا اور کوہاٹ آنے کی دعوت دی۔ مولانا شوکت علی، کوہاٹ تشریف لائے اور آپ کے ہاں مقیم ہوگئے۔ آپ نے مسجد حاجی بہادرؒ میں ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا جس سے مولانا شوکت علی نے خطاب فرمایا۔ آپ کو کوہاٹ مسلم لیگ کا صدر چنا گیا۔ یہ وہ دور تھا کہ لوگ مسلم لیگ میں شامل ہونے سے ہچکچاتے تھے۔ آپ نے مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کیلئے انتھک جدوجہد کی اور کسی بھی قسم کی مالی وجانی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ تمام صوبہ سرحد کا طوفانی دورہ کیا اور اپنی شعلہ نوائی سے صوبہ سرحد کو مسلم لیگ کا ناقابل تسخیر قلعہ بنا دیا۔

آپ بڑے بیباک اور جادو بیان مقرر تھے۔ بلاخوف اور بلادھڑک حق کی بات کہہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ کوہاٹ میں مولانا ظفر علی خاں (ف 1956ء) اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری (ف 1961ء) جیسے مقرروں کو بھرے جلسے میں دورانِ تقریر ڈانٹ دیا اور وہ تقریر جاری نہ رکھ سکے۔

صوبہ سرحد میں احراریوں اور سرخ پوشوں کے زور کو توڑنے کیلئے اپنی تمام تر مساعی صرف کر دیں۔

بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، مردان، ہزارہ اور پشاور کے علاقوں میں خصوصی دورے کر کے ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کا نعرۂ مستانہ بلند کیا جس کے نتیجے میں مسلم لیگ عوام وخواص کے دلوں کی دھڑکن بن گئی۔ مسلم لیگ نے جب صوبہ سرحد میں سول نافرمانی کا آغاز کیا تو آپ نے کوہاٹ میں جلوسوں کی قیادت کی۔ کانگرسیوں نے آپ کے جلوسوں پر سنگباری کی مگر آپ نے ان سب مشکلات ومصائب کا بڑی جرأت و شجاعت سے مقابلہ کیا اور حضرت قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کے پیغام کو کوچہ کوچہ اور قریہ قریہ پہنچانے کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ اس سلسلے میں حضرت قائداعظمؒ نے آپ کو تعریف وستائش کے جو خطوط لکھے وہ آپ کی انتھک جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

تحریک سول نافرمانی کے دوران آپ نے اپنے رضاکاروں کو ساتھ لے کر کوہاٹ کی سرکاری عمارتوں سے یونین جیک اُتار کر مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچم لہرایا۔ تحریک پاکستان کے دوران آپ کو دو دفعہ گرفتار کیا گیا۔ ایک دفعہ ایک تقریر کے سلسلے میں چھ ماہ کیلئے قید کیا گیا جبکہ دوسری دفعہ مئی 1947ء میں جب آپ نے اپنے ساتھیوں فضل کریم آصف ایڈووکیٹ، رسول شاہ بخاری ایڈووکیٹ اور آغا حسین شاہ وغیرہم کے ساتھ کوہاٹ کچہریوں کی پکٹنگ کی، گرفتاری کر کے چھ ماہ کیلئے نظر بند کر دیا گیا۔

آخر کار دوسرے سب مسلم لیگیوں کی طرح آپ کی قید وبند کی صعوبتیں بھی رنگ لا کر رہیں اور انگریز کو برصغیر سے اپنا بوریا بستر گول کرنا پڑا اور 14 اگست 1947ء کا وہ تاریخی لمحہ آ پہنچا جب وطنِ عزیز پاکستان دُنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔

مسلم لیگ کے اس مخلص اور جری رہنما کی زندگی کے سب سے قیمتی اور یادگار لمحے وہ تھے جب 14 اگست 1947ء کو رہائی کے بعد قلعہ کوہاٹ پر سبز ہلالی پرچم لہرایا۔ چونکہ آپ 1940ء سے تا قیامِ پاکستان، مسلم لیگ کے ضلعی صدر تھے اس لئے یونین جیک اُتروا کر اُس کی جگہ پاکستان کا سبز ہلالی پرچم قلعہ کوہاٹ پر لہرانے کی سعادت آپ کے مبارک ہاتھوں کو نصیب ہوئی۔ اُس روز انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو اس پُرمسرت تقریب کا نظارہ کرنے کیلئے وہاں جمع تھا۔ پاک فوج کے دستے نے آپ کو سلامی دی اور آپ نے نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر اور پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں پرچم پاکستان کو اپنے وطن کی آزاد فضاؤں میں پہلی بار لہرایا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ اسلامی نظام کے قیام کیلئے جدوجہد میں مصروف رہے۔ لیکن حضرت قائداعظمؒ کے اصرار کے باوجود نہ تو کوئی سرکاری عہدہ قبول کیا اور نہ ہی اپنے نام کوئی جائیداد وغیرہ الاٹ

کرائی۔ آپ کی تمام جد و جہد بے غرض اور بے ریا تھی۔ آپ نے سب کچھ اپنے پیر و مرشد امیر ملّت پیر سیّد حافظ جماعت علی شاہ علی پوریؒ (ف 1951ء) کے فرمان کے مطابق کیا۔ آپ کی تمام زندگیِ ''نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا'' کی آئینہ دار ہے۔

قائدِ اعظمؒ کی رحلت کے بعد دوسرے مخلص مسلم لیگیوں کی طرح آپ کو بھی گوشۂ گمنامی میں دھکیل دیا گیا۔ زندگی کے آخری سالوں میں آپ بینائی سے محروم ہو جانے کی وجہ سے قومی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور یادِ الٰہی اور مسلمانوں کی روحانی ترقی میں مصروف ہو گئے۔ آخر ساداتِ بنوری کا یہ روشن چراغ مذہب و ملّت کی گرانقدر خدمات سرانجام دینے کے بعد 28 شعبان المعظم 1390ھ/ 29 اکتوبر 1970ء بروز جمعرات بجھ گیا لیکن اپنے پیچھے اُجالے چھوڑ گیا۔

آپ کی رحلت پر کوہاٹ کے نامور مسلم لیگی اور مدیر ہفت روزہ ''ہمدم'' غلام حیدر اختر پراچہ (ف 1974ء) نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

کیونکر بیاں ہو عظمتِ حاجی سعید شاہ　ہے دل پہ نقش عصمتِ حاجی سعید شاہ
برسوں رہے گا اس کا ہمارے دلوں پہ داغ　وہ حادثہ ہے رحلتِ حاجی سعید شاہ
''تجھ سا کہاں مجاہد و غازی و سرفروش''　یہ کہہ رہی ہے تُربتِ حاجی سعید شاہ
''قلعے پہ سبز پرچمِ اسلام ہو بلند''　پُوری ہوئی یہ حسرتِ حاجی سعید شاہ
ہے کون جو ہتھیلی پہ سر رکھ کے بار بار　میداں میں آئے صورتِ حاجی سعید شاہ
اظہارِ حق سے باز نہ آئے کسی طرح　اللہ رے یہ جرأتِ حاجی سعید شاہ
پیری میں بھی رہے ہیں وہ مصروفِ ترکتاز　دیکھے تو کوئی ہمتِ حاجی سعید شاہ
کوہاٹ کے امیر و غریب اور اہلِ دل　کرتے تھے دِل سے عزتِ حاجی سعید شاہ
تازیست اُن کو بَیر وطن دشمنوں سے تھا　دیکھو تو شانِ غیرتِ حاجی سعید شاہ
دل سے تھے آپ شاہِ علی پور کے غلام　خاص اُن سے تھی عقیدتِ حاجی سعید شاہ
لِلّہ اُن کی حُب تھی تو لِلّہ بُغض تھا　تھی کتنی صاف نیّتِ سعید شاہ
ہوں جن کے دِل محبت و اخلاص سے تہی　کیا جانیں قدر و قیمتِ حاجی سعید شاہ
کیا شان حق نے دی اُنہیں چودہ اگست کو　چھائی ہر اک پہ ہیبتِ حاجی سعید شاہ
اخترؔ کی یہ دُعا ہے الٰہی! جنابِ شاہ　پائے فیوض و برکتِ حاجی سعید شاہ

مفتی راشد علوی پشاوری نے بھی عقیدت کے پھول پیش کئے ہیں، ملاحظہ ہوں!

سیاستدان زیرک تھے یہ ایک منجھے ہوئے عالم سمجھتے تھے جو اپنے آپ کو اک قوم کا خادم
مسلماں اور ہندو رہ نہیں سکتے کبھی یکجا ! کیا پرچار انہوں نے ہمیشہ اس حقیقت کا !
ہیں تحریکِ خلافت میں بھی انکی بے بہا خدمات ہمیشہ ملی خدمت میں گزارے زیست کے اوقات
انہوں نے ڈالی جب کوہاٹ میں تھی لیگ کی بنیاد! تو ان کو پیش آئی کانگرس کی ہر کڑی اُفتاد !
اگرچہ کانگرس نے کی تھی ان پہ سنگ باری بھی مگر پھر بھی بصد جرأت جلوسوں کی قیادت کی
پیامِ قائداعظمؒ تھے یہ دیتے رہے گھر گھر کہ ساتھ اپنے مریدوں کے تھے دورے کرتے صوبہ بھر
نہیں اس میں کوئی شک کہ یہ سیّد پیر کامل تھا نہایت پُرخلوص و خوش طریقت صاحبِ تقویٰ

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا!

دُنیا سے چل دیئے ہیں جو آج وہ بزرگ بنوریاں کے صاحب جاہ و جلال تھے
جھیلی ہیں قید و بند کی بے حد صعوبتیں دشمن کے حق میں ارضِ وطن کی وہ ڈھال تھے
تعریف کی ہے قائداعظمؒ نے آپ کی وہ سرفروشِ لیگ عدیم المثال تھے
سالِ وفات اُن کا اے صابر یہ صاف لکھ "سیّد سعید شاہ رفیع کمال تھے"

1390ھ

ماخذ:-

1- "سیرتِ امیرِ ملت" ص 37
2- "قائداعظمؒ اور سرحد" از عزیز جاوید، پشاور 1977ء ص 450 تا 452
3- "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم، اسلام آباد 1990ء ص 98
4- "تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ" از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1990ء ص 91، 105، 135، 316
5- قائداعظمؒ اور صوبہ سرحد" از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1976ء ص 229
6- "قافلہ آزادی" از مفتی راشد علوی، پشاور 1988ء ص 149
7- مکاتیبِ گرامی سیّد اظہار سعد بنوری ایڈووکیٹ کوہاٹ بنام مؤلف محررہ یکم اپریل، 6 اپریل، یکم مئی 1989ء

8- مکتوب گرامی حاجی میاں احمد مرحوم از کوہاٹ بنام مؤلف محررہ 21 مئی 1977ء
9- ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' سیالکوٹ مئی 1939ء ص 13، قصور دسمبر 1970ص 30
10- ہفت روزہ ''ہمدم'' کوہاٹ 14 دسمبر 1970ء ص 1
11- ''انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 540، 793
12- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 82

سیّد مظہر گیلانی پشاوریؒ
(1918-1973ء)

آغا سیّد رہبر حسین شاہ مظہر گیلانی ابن آغا سیّد محمد اصغر علی شاہ گیلانی (ف 1924ء) کی ولادت 16 فروری 1918ء/ 4 جمادی الاوّل 1336ھ بروز ہفتہ پشاور میں ہوئی۔ اسلامیہ ہائی سکول پشاور سے میٹرک کیا۔ منشی فاضل اور ادیب فاضل کی تیاری کیلئے مولانا ابوالکلام عبدالسلام سلیم کے حلقہ تدریس میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ سینٹ کالج شملہ سے ایف اے کیا۔ والدہ ماجدہ کی رحلت کے سبب مزید تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

سیّد مظہر گیلانی خاندانی اعتبار سے سجادہ نشین اور روحانی پیشوا تھے۔ اُنہوں نے نہایت عقیدت واحترم سے ''قصیدہ غوثیہ'' کا منظوم ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ کیا ہے اپنی جگہ ادب کا شہ پارا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ؎

پلائی عشق نے مجھ کو مئے ناب ! کُھلے مجھ پر وصال و کیف کے باب
پُکارا میں نے نشوں کو ادھر آؤ
میرے آگے بجا لاؤ سب آداب

بڑھا میری طرف انبوہِ مستی وہ مستی جس کو ہے دُنیا ترستی
بہ ہمراہِ رفیقانِ خود آگاہ !
نئی ڈالی بنائے مے پرستی

حضورِ کبریا ، یوں جُبّہ سا ہوں کہ ہر حالت میں ، ظلِ کبریا ہوں
ہے خود معبود مجھ پہ سایہ فگن
اسی کا ہوں ، اسی کا اقتضا ہوں

ابد کے راز اور مضمر نظارے مجھے دکھلا دیئے اللہ نے سارے
نہ رد میری ہوئی کوئی تمنا
مجھے حاصل ہیں مولا کے سہارے

میرے سینے میں جو کچھ بھی نہاں ہے دہکتی آگ پر بارِ گراں ہے
جو سُن پائے میرے اسرار سارے
تو سمجھو برف ہے آتش کہاں ہے

سیّد مظہر گیلانی نے ملک کی سیاسی تحریکوں میں بھی زبردست حصہ لیا۔ آپ آزادی اور حریت کے دیوانے تھے۔ 1930ء میں حادثۂ قصہ خوانی، مجاہدینِ آزادی کیلئے ایک کربلا سے کم نہیں تھا۔ خاک وخون کی ہولی کھیلی گئی۔ مجاہدین صف شکن آگے بڑھتے اور آہن و آتش کے شعلے برساتے پہاڑوں سے ٹکرا جاتے۔ 23 اپریل 1930ء کو آپ نے اس جانکاہ حادثہ پر طویل نظم لکھی۔ دو بند ملاحظہ ہو!

السّلام اے مرنے والو ملک پر دیوانہ وار　　　قصہ خوانی بن گئی خوں سے تمہارے لالہ زار
السّلام اے پیکرانِ صبر و ایثار و نظام　　　آج بھی تم محترم ہو آج بھی تم نیک نام

خون کی سُرخی تمہاری آخرش نکھری تو ہے
زُلفِ آزادی وطن کے دوش پر بکھری تو ہے

رنگ لایا ہے تمہارا خون بعنوان حیات　　　ہیں منور حریت کی روشنی سے شش جہات
نخلِ آزادی کہ تم نے اپنے خوں سے سینچ کر　　　رفع آخر کر دیا سحرِ غلامی کا اثر !

اور پھر آزادی کے بعد عوام پر جو گزری، اس کی نوحہ خوانی کرتے ہوئے کہتے ہیں!

زندگی کو اب بھی لیکن زندگی حاصل نہیں
یعنی اس خورشید کو تابندگی حاصل نہیں

1940ء میں بطور کارکن مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور سٹی مسلم لیگ پشاور کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اپنی پُر جوش نظموں کے ذریعے مسلم لیگ میں ولولہ پیدا کیا۔ قائداعظمؒ کے دل و جان سے شیدائی تھے۔ اپنی جائیداد کا بیشتر حصہ فروخت کر کے سرحد میں کانگرس کا مقابلہ کیا۔ اپنے خرچ پر بہار، یوپی، سی پی، پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے شہروں کے دورے کر کے تحریک پاکستان کو جلا بخشی۔ آپ کے ہزاروں مریدوں نے دل وجان سے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور حصولِ پاکستان کیلئے قربانیاں دیں۔

نومبر 1945ء میں قائداعظمؒ کے دورۂ پشاور کے انتظامات میں سیّد مظہر گیلانی نے بڑی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ آپ کے حسن انتظام سے مخالفینِ پاکستان کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی اور آپ کے درپے آزار ہوگئے۔

ڈاکٹر خان صاحب (ف 1958ء) کی وزارت نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دیئے تو پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء)، سیّد مظہر گیلانی اور دیگر مسلم لیگی لیڈروں نے جس پامردی سے ان مصائب وآلام کا مقابلہ کیا وہ سرحد کی تاریخ

کا ایک روشن باب ہے۔ 1947ء کی ''تحریک سول نافرمانی'' میں آپ نے ایک جلسہ عام میں ایک طویل نظم بعنوان ''پاکستان'' پڑھی جس کے نتیجہ میں انہیں چھ ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ انہوں نے رزمیہ انداز میں للکارتے ہوئے کہا!

اُٹھ کہ اب پیشِ نظر تعمیرِ پاکستان ہے　اُٹھ کہ تیری منتظر تقدیرِ پاکستان ہے
جُھوم کر اک بار اُٹھ پھر آستیں اُلٹے ہوئے　آسماں کو گھوتے صحنِ زمیں اُلٹے ہوئے
ٹوٹ پڑ پھر کفر و باطل پر علم کھولے ہوئے　برچھیاں تانے ہوئے تیغ دودم تولے ہوئے
مسلمِ جرار یہ موقع ہے بسم اللہ اُٹھ　اس کو کہتے ہیں جہادِ فی سبیل اللہ اُٹھ
خاک وخوں میں کفر کو پھر روندتے اک بار اُٹھ　برق کی صورت عدو پر گوندتے اک بار اُٹھ

اک زمانہ ہو گیا پیاسی تری شمشیر ہے
کُفر کے خوں میں نہانا پھر تیری تقدیر ہے

پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو سیّد مظہر گیلانی نے بھارتی علاقوں سے آنے والے مہاجرین کی آبادکاری کیلئے جس محنت، دیانتداری اور جانسپاری سے کام کیا وہ کچھ انہیں کا حصہ تھا۔ حضرت قائداعظمؒ کی رحلت کے بعد مسلم لیگیوں نے جس طرح اقتدار کیلئے پاپڑ بیلے اور مسلم لیگ کے منشور کی خلاف ورزی کی اس سے آپ بہت پریشان تھے۔ چنانچہ آپ نے 25 دسمبر 1955ء کو قائداعظمؒ کو پکارتے ہوئے کہا!

جو دیا تُو نے کیا روشن خدا کے نام سے　ابتدا جس کی ہوئی قرآن سے اسلام سے
عالم اسلام تھا مسرور جس اقدام سے　آج خوف آتا ہے اُس کے مضمحل انجام سے

اور وہ مضمحل انجام قوم نے 1971ء ہی میں دیکھ لیا۔

آپ کی وفات حسرت آیات 30 جنوری 1973ء / 25 ذوالحجہ 1392ھ بروز منگل پشاور میں ہوئی اور وہیں آخری آرام گاہ بنی۔ 15 اگست 1997ء کو تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ لاہور کی تقریب میں آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے گولڈ میڈل دیا گیا۔ راقم آثم صادق قصوری نے یہ قطعہ تاریخ وصال کہا!

بنا کر آخرت میں اپنی منزل　ہوئے سیّد مظہر دُنیا سے رخصت
کہا صادقؔ نے اُن کا سالِ وصال　ہے ''باغِ عشرت'' تاریخِ رحلت

1973ء

ماخذ:-

1- ''قائداعظمؒ اور سرحد'' از عزیز جاوید، لاہور طبع سوم 1978ء ص 423،424
2- ''تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1990ء ص 252،253
3- ''شخصیاتِ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1990ء ص 629،630
4- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 1108
5- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 16 اگست 1997ء

پیر عبداللہ جان سرہندیؒ
(1888-1973ء)

پیر عبداللہ جان المعروف شاہ آغا بن حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی (ف 1946ء) کی ولادت 8۔ جمادی الاوّل 1305ھ بمطابق 22 جنوری 1888ء بروز اتوار ٹنڈو سائیں داد (سندھ) میں ہوئی۔ دس سال کی عمر تک اپنے جد امجد حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی (ف 1898ء) کے زیر تربیت رہے۔ پھر والد گرامی کے علاوہ مولانا عبدالقیوم بختیار پوری ،مولانا لعل محمد متعلوی (ف 1935ء)، مولانا شیر محمد مگسی، مولانا شیر محمد پاٹائی سابق قاضی القضاۃ ریاست لسبیلہ (بلوچستان) اور مخدوم احسن اللہ خان پاٹائی سے اکتسابِ عالم کیا اور والد گرامی کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سعادتِ بیعت حاصل کی۔

1938ء میں ''تحریک مسجد منزل گاہ سکھر'' میں بڑے جوش وجذبہ کے ساتھ حصہ لیا۔ اس سے پیشتر تحریک خلافت میں بھی نمایاں کام کیا۔ تحریک پاکستان میں اپنے خاندان کے بزرگوں خواجہ محمد حسن جان سرہندی (ف 1946ء)، خواجہ محمد حسین جان سرہندی (ف 1948ء)، پیر غلام مجدد سرہندی (ف 1958ء) اور پیر محمد ہاشم جان سرہندی (ف 1975ء) کے شانہ بشانہ پاکستان کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے دیوانہ وار کام کیا۔ اپنے تمام مریدین کے ساتھ مسلم لیگ کی پوری طرح حمایت کی۔ یہاں تک کہ 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

آپ کی وفاتِ حسرت آیات 3 ربیع الاوّل 1393ھ بمطابق 31 مارچ 1973ء بروز پیر بوقت تہجد ہوئی اور ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدر آباد (سندھ) میں آخری آرام گاہ بنی۔

حضرت طارق سلطانپوری نے قطعۂ تاریخ وفات کہا!

فقر و عرفان و حقِ آگاہی کی تصویرِ حسیں ایک عنوانِ زیب نظر کتابِ معرفت
مردِ حق، جس سے گلستانِ طریقت پُر بہار اک چراغ علم روشن جس سے بابِ معرفت
مجھ سے فرمایا سروشِ غیب نے طارقؔ کہ ہے اُس کا سالِ وصل ''حُسنِ آفتابِ معرفت''

1393ھ

ماخذ:-

1- ''مونس المخلصین'' از شاہ آغا، مطبوعہ کراچی 1366ھ ص 236

2- ''تذکرہ مظہر مسعود'' از پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی 1969ء ص 441

3- ''اُردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر وفا راشدی، مطبوعہ لاہور 1944ء ص 473، 482

4- ''تذکرہ اولیائے سندھ'' از مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، مطبوعہ کراچی 1987ء ص 88

5- ''جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا'' جلد دوم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور 1988ء ص 976

دیوان سیّد آلِ رسول علی خاں اجمیریؒ
(1893-1973ء)

حضرت دیوان سیّد آل رسول علی خاںؒ ابن پیر جی سیّد خورشید علیؒ کی ولادت 1893ء میں موضع دھول کوٹ ضلع گڑگانواں (بھارت) میں ہوئی۔ والد گرامی اور مولانا عبدالمجید سے اکتساب علم کیا۔ والد بزرگوار سے بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ حضرت میاں علی محمد خاں (1881-1975ء)، چشتی نظامی بسّی شریف والوں سے بھی خلافت حاصل تھی۔ 1922ء میں سیّد شرف الدین سجادہ نشین اجمیر شریف کے لاولد فوت ہونے پر سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز سرکار معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے سجادہ نشین قرار پائے۔ علم وفضل اور روحانیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

5-اکتوبر 1945ء کو روزنامہ ''منشور'' دہلی کے صفحۂ اول پر مسلم لیگ کی حمایت میں آپ کا ایک زبردست بیان شائع ہوا۔

''ہر مسلمان دل وجان سے مسلم لیگ کے ساتھ ہو جائے اور اُسکی حمایت کو اپنا دینی فرض تصور کرے۔''

14 اکتوبر 1945ء کو پیر محمد امین الحسنات المعروف پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) نے مانکی شریف ضلع پشاور میں برصغیر کے نامور علماء ومشائخ کی ایک کانفرنس بلائی تاکہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کیا جائے۔ یہ کانفرنس بعد نماز عشاء حضرت پیر معصوم بادشاہ فاروقی نقشبندی (ف 1957ء) آف چورہ شریف ضلع اٹک کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اس کانفرنس میں امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (ف 1951ء) کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ آپ کے علاوہ صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی (ف 1948ء)، مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی (ف 1955ء)، خواجہ غلام سدید الدین تونسوی (ف 1960ء)، خواجہ عبدالرشید پانی پتی (ف 1962ء)، پیر سیّد محمد فضل شاہ جلال پور (ف 1966ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)، پیر محمد عبدللطیف زکوڑی شریف (ف 1978ء) کے علاوہ دیوان سیّد آل رسول علی خان اجمیری جیسے پانچ صد علماء ومشائخ نے قدوم میمنت سے لزوم فرمایا۔ حضرت امیر ملّتؒ نے اپنے رُوح پرور خطاب میں تحریکِ

پاکستان کی زبردست حمایت فرمائی جس پر تمام علماء ومشائخ نے پاکستان کی تائید وحمایت میں تن من دھن کی بازی لگانے کا عہد کیا اور اپنے مریدوں کو مسلم لیگ کی مدد اور حمایت کا حکم جاری کیا۔

17 دسمبر 1945ء کو اخبار ''دبدبۂ سکندری'' رام پور کے صفحہ 22 پر حضرت دیوان سیّد آلِ رسول علی خان کے ایماء پر مفتی آستانہ اجمیر شریف مولوی امتیاز احمد صاحب کا مندرجہ ذیل فتویٰ شائع ہوا!

''مسلمانوں کی بڑی جماعت مسلم لیگ کی پیروی وحمایت فرض ہے اور ضروری ہے۔ حبیبِ خداوند عالم، حکیم وشفیقِ اُمت رسول اکرم ﷺ نے **اتبعو السواد الاعظم** یعنی بوقت اختلافِ آراء بڑی جماعت اور کثرتِ آراء کا اتباع اور اُس سے مواقفت کیا کرو اور اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا دیا کہ **من شذ شذه فی النار** جو شخص کثرت سے مخالف ہو کر جماعت سے نکلا اور اقلیت میں شریک ہو کر اکثریت کی مخالفت کی وہ ناجی نہیں بلکہ ناری اور دوزخی ہے۔''

اپریل 1946ء میں امیرِ ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوریؒ کی زیر صدارت وزیر سرپرستی بنارس (حال انڈیا) میں آل انڈیا سنی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی جس میں سات ہزار مستند علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت فرما کر مطالبۂ پاکستان کی تحریک کو کامرانی کے آخری مراحل میں داخل کر دیا اور اعلان کر دیا کہ!

''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا یہ تاریخی اور عظیم الشان اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے۔''

کانفرنس میں منظور شدہ قراردادوں میں سے دوسری قرارداد کے مطابق اسلامی حکومت کیلئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے جن تیرہ مقتدرہ علماء ومشائخ کی کمیٹی بنائی گئی اُن میں دیوان سیّد آلِ رسول علی خان کا اسم گرامی بھی شامل تھا جس سے آپ کی علمی اور روحانی اور سیاسی وجاہت نمایاں ہے۔

5، 6 رجب 1365ھ/ 7، 8 جون 1946ء کو آپ نے پاکستان کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمت اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر اجمیر میں ''سنی کانفرنس'' منعقد کی۔ یہ کانفرنس آپ کی زیر صدارت مسجد شاہجہانی واقع درگاہ معلیٰ اجمیر شریف میں دو دن جاری رہی۔ اس میں ہزاروں علماء ومشائخ اور ایک لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی۔ اس تاریخی کانفرنس سے خطاب کرنے والوں میں سے چند ایک اسمائے گرامی یہ ہیں!

1- حضرت صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی (ف 1948ء)
2- مبلغ اسلام حضرت شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ف 1954ء)
3- ابوالحامد حضرت سیّد محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (ف 1961ء)
4- فخر اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء)

علماء کرام کی تقاریر کا موضوع بنارس سنی کانفرنس کی منظور کردہ تجاویز پر اعتماد، پاکستان کا حصول، مہا سبھائی تحریک کے مظالم کے خلاف احتجاج اور نفرت، اعراس مقدسہ کیلئے اصلاحی پروگرام وغیرہ امور تھے۔ حضرت محدث کچھوچھویؒ نے ''الخطبہ الاشرفیہ للجمہوریہ الاسلامیہ'' کے نام سے اپنا معرکتہ الآرا خطبہ پڑھا جس کا ایک ایک لفظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس خطبہ نے پاکستان کے حامیوں کو ایک نیا جوش، ولولہ اور عزم بخشا اور اسی جذبہ کے تحت 14 اگست 1947ء کو پاکستان دُنیا کے نقشے پر اُبھرا۔

1946ء کے الیکشن میں مشائخ کرام نے اپنے اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کے حلقوں میں مسلم لیگ کی حمایت کے سلسلے میں اعلانات کیے تو اس موقعہ پر دیوان آل رسول علی خاں نے بھی ایک اہم اعلان فرمایا جو کلکتہ میں علماء کی ایک کانفرنس میں آپ کے نمائندے غازی محی الدین اجمیری نے پڑھ کر سنایا۔

''اس وقت ہندوستان میں سب سے ضروری اور ہم سب کی توجہ کے قابل یہ مسئلہ ہے کہ مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کے دعوے میں ہم پورے اتر جائیں اور قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت قائم و برقرار رہ جائے، اغیار اور معاندینِ اسلام ہماری اس واحد نمائندگی اور قیادت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اُڑا دینا چاہتے ہیں۔ ہم کو بڑے استقلال و پامردی کے ساتھ اس دعوے کو ثابت کرنا ہے اور اس کی قیادت کے قیام و بقا کیلئے کام کرنا ہے۔ میں اپنے اس سلسلہ کی خانقاہوں کے سجادگان سے اپنے جدامجد حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی گدیوں کو چھوڑ کر اس نازک وقت میں اسلام کی خدمت کیلئے نکل پڑیں اور مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنانے کیلئے کمر باندھ کر میدان میں آجائیں۔''

قیامِ پاکستان کے بعد آپ 12 ستمبر 1947ء کو پاکستان تشریف لے آئے۔ اگرچہ بھارتی حکومت نے آپ کو اجمیر شریف قیام فرمار ہنے پر بڑا زور دیا اور منہ مانگی مراعات دینے کی پیشکش کی مگر آپ نے وہاں ٹھہرنا گوارانہ کیا۔ پہلے چک نمبر 12 سرگودھا میں قیام فرمایا اور بعدازاں مستقل طور پر پشاور کو اپنا مسکن بنا کر خلقِ خدا کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔

آپ کی وفات حسرت آیات 8 جمادی الاوّل 1393ھ/ 9 جون 1973ء بروز ہفتہ پشاور میں ہوئی۔ بیری باغ بیرون یکہ توت دروازہ پشاور میں آخری آرام گاہ بنی۔ بعد میں آپ کا تابوت لا کر گلشنِ سلطان الہند تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک میں سپردِ خاک کیا گیا جہاں آپ کے بڑے صاجزادے حضرت دیوان سیّد آل مجتبیٰ علی خاں (1920-2001ء) سجادہ نشین ہوئے جو 28 سال تک رشد و ہدایت کا چراغ روشن کرتے رہے۔ اُن کی رحلت کے بعد اُن کے صاجزادے دیوان سیّد آلِ حبیب علی خاں پیرزادہ مسندِ رشد وہدایت پر جلوہ افروز ہو کر لوگوں کی روحانی تربیت فرما رہے ہیں۔ اللہ کریم اس آستانہ کو قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

راقم الحروف کی درخواست پر وطنِ عزیز کے نامور نعت گو شاعر حضرت طارق سلطان پوری مدظلہ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ رحلت کہا!

وہ زیب و زینت سجادۂ معین الدینؒ — وہ صاحبِ نظر و حشمت و جلال و جمال
کمال و فضل میں روحانیت میں تقویٰ میں — اُس عالی جاہ کی اس دور میں تھی کم ہی مثال
حصولِ خطۂ آزادِ پاک کی خاطر — رہا وہ پیش رو اہلِ شوق ، خوب خصال
فروغ دین نبیؐ اس کا مدعائے حیات — نہ لایا سود و زیاں کا کبھی بھی دل میں خیال
وہ مظہرِ حشم و شانِ فقر و درویشی — نشانِ عظمتِ دیرینہ تھا وہ با اقبال
ہے بعد مرگ بھی وہ ماہِ مہرِ حق روشن — کہ آفتابِ حقیقت ہے بے نیازِ زوال
زرُوئے ''آل'' کہا یہ سروش نے طارق — ''چراغِ بزمِ طریقت'' ہے اُس کا سالِ وصال

1 1972+1=1973ء

ماخذ:-

1- ''قائداعظم اور اُن کا عہد'' از رئیس احمد جعفری، لاہور 1966ء ص 403
2- ''تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ'' از پروفیسر محمد شفیع صابر پشاور 1990ء ص 339 تا 341
3- ''خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس'' از محمد جلال الدین قادری، گجرات 1978ء ص 115، 296
4- ''شخصیاتِ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر پشاور 1990ء 133، 134
5- ''امیر ملّت اور آل انڈیا سنی کانفرنس'' از محمد صادق قصوری، لاہور 1991ء ص 72
6- ''ستر با ادب سوالاتِ دینیہ ایمانیہ'' از مولانا حشمت علی خاں لکھنوی، پیلی بھیت (بھارت)

1946ء ص 19، 58

7- ''پیر صاحب مانکی شریف اور اُن کی سیاسی جدوجہد'' از پروفیسر سیّد وقار علی شاہ، اسلام آباد 1990ء ص 19

8- ''حضرت امیر ملّت اور تحریک پاکستان'' از محمد صادق قصوری، لاہور 1994ء ص 50، 51

9- ''جواہر نقشبندیہ مظاہر چوراہیہ'' از محمد یوسف نقشبندی، فیصل آباد 1979ء ص 333، 334

10- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، اسلام آباد 1990ء ص 6

11- مکتوبِ گرامی حضرت دیوان سیّد آلِ مجتبیٰ علی خاںؒ بنام مؤلف محررہ 3 نومبر 1996ء و 10 فروری 1998ء

12- مکتوبِ گرامی حضرت طارق سلطان پوری بنام مؤلف محررہ 2 اگست 1999ء

13- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی، کراچی 1996ء ص 43، 44

14- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 461، 1096

پیر سیّد غلام محی الدین گولڑویؒ
(1891-1974ء)

حضرت خواجہ پیر سیّد غلام محی الدین المعروف بابوجی بن قبلۂ عالم حضرت پیر سیّد مہر علی گولڑوی (ف 1937ء) کی ولادت باسعادت دسمبر 1891ء/ 1309ھ میں گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں ہوئی۔ والد ماجد نے آپ کی تربیت کیلئے قاری عبدالرحمٰن جونپوری اور مولانا محمد غازی جیسے قابل ترین اساتذہ مقرر کیئے۔ بعد فراغت آپ نے والد گرامی کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے اجازت وخلافت حاصل کی اور پھر خلقِ خدا کی روحانی تربیت فرمانے لگے۔

بابوجی نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ برصغیر میں ایک علیحدہ آزاد مسلمان مملکت کے حصول وقیام کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ کی پُرزور حمایت فرمائی اور اپنے ہر ملنے والے سے یہی فرمایا کہ برصغیر کی بہتری اسی میں ہے کہ مسلم لیگ کی مکمل اور متفقہ حمایت کی جائے۔ پھر آپ نے 1940ء کی قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد اپنے حلقۂ اثر پنجاب اور سرحد میں پُرزور کام کیا۔

نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے مجاہد میاں محمد شفیع المعروف م۔ش (ف 1993ء) آپ کی تحریک پاکستان میں خدمات کا تذکرہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 26 جون 1974ء میں یوں کرتے ہیں:-

''یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ جب اس صدی کی پانچویں دہائی میں برصغیر میں معرکۂ حق و باطل بپا ہوا اور مسلمانوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلام کی سربلندی کیلئے حق خود ارادیت کا علم بلند کیا تو پنجاب کے جن سجادوں نے تن من دھن سے قائداعظمؒ کا ساتھ دیا اُن میں تونسہ شریف (خواجہ غلام سدیدالدین)، سیال شریف (خواجہ محمد قمرالدین)، جلال پور شریف (پیر سیّد فضل شاہ) اور گولڑہ شریف (پیر سیّد غلام محی الدین بابوجی) پیش پیش تھے۔ انہوں نے اپنے لاکھوں مریدوں کو عام انتخابات کے موقع پر یونینسٹ پارٹی کے مقابلہ پر مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنانے کی اپیل کی۔ ان لوگوں کے عظیم کردار کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگرچہ یونینسٹ پارٹی کے اس وقت کے لیڈر ملک سرخضر حیات خاں ٹوانہ اور اُن کے دستِ راست سر اللہ بخش ٹوانہ، گولڑہ شریف اور سیال شریف سے ارادت رکھتے تھے لیکن عظیم تر ملّی مقاصد کے پیش نظر خواجہ محمد قمرالدین صاحب اور خواجہ سیّد غلام محی الدین شاہ

صاحب نے پوری ہمت سے مسلم لیگ کیلئے کام کیا۔''

1946ء کے انتخابات میں نمایاں کامیابی پر قائداعظمؒ کو ٹیلی گرام ارسال کیا کہ ''علماء کرام پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا جائے جو اسلامی آئین مرتب کرے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی ملک میں یہ آئین نافذ کیا جائے۔''

پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو اسے دارلسلام قرار دے کر غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔ یہ انہی کی مساعی کا نتیجہ تھا کہ راولپنڈی ڈویژن کے لاکھوں غیر مسلموں کو بحفاظت تمام مہاجر کیمپوں میں پہنچایا گیا۔ جہاد کشمیر میں پوری سرگرمی سے حصہ لیا اور پھر بقیہ تمام عمر سیاست سے الگ رہ کر یادِ الٰہی اور مسلمانوں کی روحانی تربیت میں صرف کردی۔

آپ کی رحلت 22 جون 1974ء/ یکم جمادی الثانی 1394ھ کو ہوئی اور اگلے روز والد گرامی کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔ حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا:

سنا ہے ہو گئے واصلِ بحق محی الدین — سکونِ قلب تپاں گولڑہ شریف کے پیر
وہ پیر مہر علی شاہ کے تھے لختِ جگر — مشائخین کی جاں گولڑہ شریف کے پیر
ہیں اشکبار ہزاروں مُرید مُرشد کے — رہے ہیں فیض رساں گولڑہ شریف کے پیر
ہر ایک رند ہے اب اپنی تشنگی پہ ملول — کہاں ہیں پیر مغاں گولڑہ شریف کے پیر
سنِ وصال یہی کہیئے اُن کا اے صابر — ''مثال پیر زماں گولڑہ شریف کے پیر''

......1974ء......

ماخذ:-

1- ''مہر منیر'' از مولانا فیض احمد فیضؔ، گولڑہ شریف 1976ء متعدد صفحات

2- ''تاریخ رفتگاں'' جلد اوّل صابر براری، کراچی 1986ء

3- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء

4- ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور، جولائی 1974ء

5- ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی جولائی 1974ء

6- ''شمیمِ ولایت'' از ابو مظہر چشتی، لاہور 1993ء ص 264

7- ''ضیائے مہر'' از مولانا مشتاق احمد چشتی، گولڑہ شریف 2000ء ص 69، 70

میاں علی محمد خاں آف بسّی شریفؒ
(1881-1975ء)

حضرت الحاج میاں علی محمد خاں بن میاں محمد عمر خاںؒ (ف 1916ء) کی ولادت باسعادت بمقام بسی عمر خاں متصل ہریانہ ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں 1299ھ/ 1881ء میں ہوئی۔ اپنے نانا جان حضرت میاں محمد خان المروف بر میاں محمد شاہ چشتی فخری نظامیؒ (ف 1914ء) کی زیر نگرانی درس نظامی، طب اور فنون سپہ گری کی تربیت حاصل کی اور پھر انہیں کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔

نانا جان کے وصال کے بعد مسندِ سجادگی آپ کے سپرد ہوئی اور سچ تو یہ ہے کہ آپ نے جانشینی کا حق ادا کر دیا اور اپنے روحانی فیضان سے لاکھوں انسانوں کو مستفیض فرمایا۔ ملک الشعرا مولانا غلام قادر گرامی (ف 1927ء) نے آپ متعلق کیا خوب کہا ہے!

جانشینِ محمدؐ است علی — محرم نکتۂ خفی و جلی
در خورِ مسندِ ولی است ولی — آفتاب، آفتاب راست دلیل

تحریکِ پاکستان میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے بھرپور کوششیں فرمائیں۔ اپنے عزیز واقارب، دوست احباب اور مریدین کو ہدایت فرمائی کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔ چنانچہ ہفت روزہ ''سعادت'' لائل پور مورخہ 8 اکتوبر 1945ء صفحہ اوّل پر آپ کا ایک بیان شائع ہوا کہ ''پنجاب میں عنقریب انتخابات شروع ہونے والے ہیں۔ بہت سے اصحاب اس سلسلہ میں مجھ سے مشورہ چاہتے ہیں۔ ان سطور کے ذریعے میں تمام اہل محبت سے استدعا کرتا ہوں کہ ان انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنا کر اپنی ملی یکجہتی کا ثبوت دیں۔''

آپکے مرید صادق، اُستاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری (ف 1999ء) راوی ہیں کہ:-

''حضرت میاں صاحب قبلہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے۔ اخبارات میں بیان وغیرہ چھپوانے کو اکثر ناپسند فرماتے لہٰذا تحریک پاکستان میں اپنے نمائندوں کے ذریعے اپنے مریدین کو تحریک پاکستان کی مکمل حمایت کے احکام بھیجتے رہے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف 1945ء میں حضرت گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر حاضر ہو کر مشائخ کرام سے ملے اور

تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے مشورے کرتے رہے۔ حضرت پیر صاحب مانکی شریف نے حضرت میاں صاحب سے بھی ملاقات فرمائی اور تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ تک یہ دونوں بزرگ آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پیر صاحب مانکی شریف کا ایک معتمد نمائندہ بسّی نو پہنچا اور علیحدگی میں بات کر کے فوراً روانہ ہو گیا۔ گفتگو کیا ہوئی؟ اس کا کسی کو علم نہیں، انتخابات بالکل قریب آ گئے تو عقیدتمندوں اور تحریک کے قائدین نے اصرار کیا کہ آپ ایک بیان دیں کہ ووٹ مسلم لیگ کو دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کا وہ بیان روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور میں چھپا تھا۔ مختصر یہ کہ میاں صاحب نے اپنے اصول کے مطابق تحریک پاکستان کی پُرزور مدد فرمائی۔ میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ امرتسر کے دیہاتی حلقہ (تحصیل امرتسر) سے چوہدری نصر اللہ خاں صاحب محض حضرت میاں صاحب قبلہ کی وجہ سے منتخب ہوئے اور ہوشیار پور سے منتخب ہونے والے نصر اللہ خاں تو اُن کے مخلص عقیدتمند تھے، لدھیانہ سے حضرت کے ایک تعلقدار یونینسٹ پارٹی کی طرف سے کھڑے ہو گئے اور انہیں نے ہر چند کوشش کی کہ میاں صاحب حمایت فرمائیں مگر ایسا نہ ہوا اور مسلم لیگی اُمیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گیا۔ انبالہ سے پنجاب اسمبلی کے منتخب ہونے والے اُمیدوار خواجہ غلام صمد انبالوی بھی آپ کے مخلصین اور معتقدین میں سے تھے۔''

تقسیم ملک کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے۔ ڈیڑھ دو ماہ بعد پاکپتن شریف تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔ 28 جنوری 1975ء/15 محرم الحرام 1395ھ بروز منگل بوقت مغرب آپ نے لاہور میں وصال فرمایا اور درگاہ حضرت گنج شکر قدس سرہ، پاکپتن شریف میں دفن ہوئے۔ آپ کے مرید صادق حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے یہ مادے نکالے۔

''سلطانِ کشورِ طریقت'' ''آہ گُل ہوا چراغِ چشت''

1395ھ 1975ء

حضرت ابوالطاہر فدا حسین فداؔ (ف 2006ء) مدیر ''مہر و ماہ'' لاہور نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا!

اُٹھے بزمِ دُنیا سے ہیں قطبِ دوراں انہیں حق نے جنت کی بخشی کلید

وہ گرویدۂ حُسنِ نورِ مجلّٰی تھی مطلوب انہیں ماہِ طیبہ کی دید

نگاہِ علیؓ و محمدؐ کے صدقے! ملی اُن کو عرفانِ حق کی نوید!

یہ فیضان تھا اُن کی نگہِ کرم کا — کہ خوش بخت دیکھے کئی نا سعید
غمِ فرقتِ شیخ والا حشم میں — ہے مغموم و اندوہ گیں ہر مرید
سنِ وصال اُن کا فدؔا قدسیوں نے — کہا "نُورِ درگاہِ خواجہ فرید"

1395ھ

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ (ف2006ء) نے یہ تاریخی کہی:-

افسوس چل بسے ہیں وہ مُرشدِ گرامی
عامل ہیں دینِ حق پر یُوں اُن کے سب مریدیں — تھا اتباعِ شاہ کونینؐ اُن کا مقصد
وہ لیگی رہنما تھے سالارِ کارواں تھے — تحریک پاک میں ہیں خدمات اُن کی بے حد
سالِ وصال اُن کا کہہ دیجئے یہ صابؔر — "نیکو صفت ہیں زیبِ جنت علی محمد"

1395ھ

ماخذ:-

1- "شمیم ولایت" از ابو مظہر چشتی، لاہور 1993ء ص245
2- "مشائخ ہوشیار پور" از میاں عطاء اللہ ساگر وارثی، لاہور 1991ء
3- ماہنامہ "انوار الفرید" ساہیوال "فرید العصر نمبر" بابت نومبر دسمبر 1982ء
4- ہفت روزہ "الہام" بہاولپور بابت 21 فروری 1975ء "مشائخ نمبر"
5- روزنامہ "وفاق" لاہور بابت 6 مارچ 1975ء
6- "معدن التواریخ" از ابو الطاہر فدا حسین فدؔا، لاہور 1992ء ص35
7- "اکابر تحریک پاکستان" جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء ص159 تا 163
8- "تاریخ رفتگاں" جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص100

پیر محمد ہاشم جان سرہندیؒ
(1904-1975ء)

پیر محمد ہاشم جان بن خواجہ محمد حسن جان سرہندی (ف 1946ء) کی ولادت 1322ھ/ 1904ء ٹنڈو سائیں داد تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدر آباد (سندھ) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی سے ملتا ہے۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں داخلہ لے کر حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ (ف 1940ء) سے استفادہ کر کے سندِ تکمیل حاصل کی۔ اجمیر شریف ہی میں حکیم نظام الدین (برادر مولانا معین الدین اجمیری) سے فنِ طب حاصل کیا اور واپس سندھ آ کر تدریس وارشاد اور طبابت میں مصروف ہو گئے۔ والد گرامی کے دست مبارک پر بیعت کی اور اجازت وخلافت حاصل کی۔

خطابت پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ اپنے استاذ گرامی مولانا معین الدین اجمیری (ف 1940ء) کی زیر قیادت ''تحریک خلافت'' میں بھر پور حصہ لیا۔ برصغیر کے طول وعرض میں بے شمار جلسوں سے خطاب کیا۔ صوبہ سندھ میں تحریک خلافت کو پروان چڑھایا۔ تحریک پاکستان کا دور آیا تو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور اپنی تمام تر قوتوں کو مسلم لیگ کے لئے وقف کر دیا۔ سندھ کے دیو بندی علماء بہت بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے اور اُن کی تمام تر ہمدردیاں کانگرس سے وابستہ تھیں۔ آپ نے دیگر علماء ومشائخ اہلسنت کے ساتھ مل کر اُن کے اثر ورسوخ کو زائل کیا۔ والد گرامی اور دیگر خاندانی بزرگوں کی طرح مسلم لیگ کی دامے درمے قدمے قلمے اور سخنے مدد کی۔

یہ علماء ومشائخ اہلسنت کی مساعی جمیلہ ہی تھیں جن کی وجہ سے ایک طرف سندھ کے مسلم عوام بیدار ہوئے اور دوسری طرف سندھ اسمبلی کے ممبران نے اسمبلی میں ''پاکستان ریزولیشن'' کو بالاتفاق منظور کر نے میں پورے ہندوستان میں پہل کر دی۔

1946ء کے الیکشن میں سندھ کے سرہندی خاندان نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ سالارِ قافلۂ سرہندی خاندان پیر غلام مجدد سرہندی (ف 1958ء)، پیر محمد حسن جان سرہندی (ف 1946ء) اور اُن کے صاحبزادوں خصوصاً پیر محمد ہاشم جان سرہندی نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ ان حضرات نے کانگرس اور جی ایم سیّد

(ف1995ء) کے طلسم فریب کو توڑ کر مسلم لیگ کے پیغام کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا جس کے نتیجے میں سندھ میں مسلم لیگ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ ضلع حیدر آباد (سندھ) کے مسلم لیگی اُمیدواروں حسین بخش تالپور، میر بندے علی تالپور، سیّد میراں محمد شاہ اور میر غلام علی خاں تالپور کی کامیابی انہی بزرگوں کی رہین منت ہے۔

پاکستان بننے کے بعد پیر محمد ہاشم جان اسلامی دستور کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کیلئے ساعی رہے۔ سندھو دیش کی مذموم تحریک کے خلاف سینہ سپر رہے۔ آخری چند سالوں میں ٹنڈو سائیں داد سے ناظم آباد کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ 21 رمضان المبارک 1395ھ بمطابق 28 ستمبر 1975ء بروز اتوار بمقام شاہو کلی نزد کوئٹہ (بلوچستان) رحلت ہوئی اور جسدِ اطہر کو ٹنڈو سائیں داد لا کر سپردِ خاک کیا گیا۔

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (ف2005ء) سابق صدر شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سندھ نے آپ کی رحلت پر یوں قطعۂ تاریخ کہا!

آہ بگذشت افتخارِ ایں زماں — آں کزو شانِ مجدد قائم است
حافظ و عالم، ادیب و ہم حکیم — موتِ عالِم آہ موتِ عالَم است
صرف کردہ عمر خود را در قطع کفر — بے گماں مثلِ محمد قاسم است
حُسنِ صورت، حُسنِ سیرت حُسنِ خُلق — ورع و تقویٰ را نشاں دائم است
"جاودانہ جنت الفردوس یافت" — "بے گنہ حافظ محمد ہاشم است"
1395ھ — 1975ھ

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ (ف2006ء) نے بھی تاریخ کہی!

چل دیئے وہ سُوئے جنت چل دیئے — تھے جو لاکھوں اہلِ حق کے پیشوا
آپ کی رُشد و ہدایت کے سبب — خوب پھیلا نقشبندی سلسلہ
واعظِ شیریں بیاں تھے آنجناب — عالم و فاضل تھے مُرشدِ با صفا
کہہ دو صابرؔ اُن کی تاریخِ وصال — "پیر ہاشم جان مقبولِ خدا"
1395ھ

ماخذ:-

1- ''تذکرہ مظہر مسعود'' از ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی 1969ء ص 442
2- ''اُردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر وفا راشدی، لاہور 1994ء ص 548 تا 555
3- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری، لاہور 1979ء ص 316 تا 321
4- ''تذکرہ اولیائے سندھ'' از مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، کراچی 1987ء ص 171
5- ''تاریخ وہابیہ'' از حکیم محمد رمضان علی، لائل پور 1976ء ص 220، 224
6- ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' کراچی بابت 19 نومبر 1975ء
7- ''تاریخ رفتگان'' جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 1998ء ص 74

پیر محمد اسحاق جان سرہندیؒ
(1912-1975ء)

پیر محمد اسحاق سرہندی کی ولادت 1330ھ/1912ء میں حیدرآباد سندھ میں ہوئی۔ والدگرامی پیر محمد اسمٰعیل روشن سرہندی (ف 1942ء) نے یہ تاریخ ولادت کہی!

سنِ تولدِ اُو چوں چراغ دینِ نبیؐ است
'' چراغ دین نبیؐ نام روشنش بنہاد ''
1330ھ

ابتدائی تعلیم جدامجد حضرت پیر محمد حسین سرہندی (ف 1948ء) ج اور والدگرامی سے حاصل کرنے کے بعد ممتاز علماء عصر سے استفادہ کیا۔ بعدازاں اپنے ماموں پیر محمد ہاشم جان سرہندی (ف 1975ء) اور کئی دوسرے سرہندی حضرات کی طرح اجمیر شریف میں مولانا معین الدین اجمیری (ف 1940ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتسابِ علم کیا۔

آپ نے صغرسنی کے باوجود اپنے والدگرامی کے ساتھ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ مسجد منزل گاہ سکھر کی تحریک میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کا غلغلہ بلند ہوا تو آپ نے جدامجد اور والدگرامی کے ساتھ ڈٹ کر کام کیا۔ یہ وہ دور تھا جب کانگرسی مولوی بڑی شدومد سے مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے تھے اور اُن کا دعویٰ تھا کہ وہ سندھ میں کسی قیمت پر بھی مسلم لیگ کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ یہ لوگ روپیہ پیسہ کے زور سے پورے پریس پر چھا چکے تھے۔ ان پُرآشوب حالات میں آپ کے نانا اور مرشد حضرت خواجہ پیر محمد حسن جان سرہندی (ف 1946ء) نے ایک اخبار ''الحنیف '' شکارپور سندھ سے جاری کیا جو ایک طرف تو مسلم لیگ اور مسلم عوام کی ترجمانی کرتا تھا اور دوسری طرف کانگرسی علماء کی بھی خبر لیتا تھا۔ اس اخبار میں آپ کی چند سیاسی نظمیں ''ساقی'' کے نام سے شائع ہو کر مقبول ہوئیں۔

28 جنوری 1940ء کو صوبائی مسلم لیگ سندھ کی جنرل باڈی کا اجلاس حاجی عبداللہ ہارون (ف 1942ء) کی زیرصدارت کراچی میں منعقد ہوا جس میں نئے انتخابات کے تحت مندرجہ ذیل عہدیداران چنے گئے۔ صدر حاجی عبداللہ ہارون، نائب صدر جی ایم سید، نائب صدر محمد ایوب کھوڑو، جنرل سیکرٹری شیخ عبدالمجید سندھی، جوائنٹ سیکرٹری پیر علی محمد راشدی، جوائنٹ سیکرٹری آغا غلام نبی پٹھان، خزانچی

حاجی عبداللہ ہارون۔ 30 ارکان پر مشتمل ورکنگ کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں پیر محمد اسحاق جان سرہندی بھی شامل تھے۔ آپ کے علاوہ سرہندی خاندان کے دو اور بزرگ پیر عبدالستار جان سرہندی اور پیر غلام مرتضیٰ سرہندی بھی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔

تحریک پاکستان کے دوران 1943ء میں جب حضرت قائداعظمؒ میرپورخاص تشریف لائے تو آپ نے استقبال کیلئے نوجوانوں کے گروپ تیار کئے۔ ان گروپوں کے قائد بھی آپ ہی تھے۔ قائداعظمؒ نے ازراہِ محبت آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر اظہار خوشنودی کیا اور آپ کے جوش وولولہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

علماء مشائخ کی کوششوں کی بدولت آزادی کی منزل قریب پہنچ چکی تھی اور وہ سحر طلوع ہونے والی تھی جس کے بعد مسلمان اپنا آزاد وطن حاصل کر کے اپنے مذہب اور رسم ورواج کے مطابق زندگی بسر کرسکیں مگر کانگرسی بچہ جموروں کو یہ بات کسی طرح بھی گوارا نہ تھی۔ انہوں نے اس جذبہ کو ختم کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مسلمانوں میں افتراق واختلاف پھیلانے کی ہر ممکن سعی نامشکور کی اور خوف وہراس پھیلانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علماء ومشائخ نے اُن کے تمام ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

پیر محمد اسحاق جان سرہندی نے ان حالات میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مسلم لیگ ضلع تھرپارکر کے صدر کی حیثیت سے آپ نے سندھ میں ہر محاذ پر مخالفین پاکستان سے ٹکر لی اور انہیں شکست سے دوچار کیا یہاں تک کہ پاکستان منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگیا۔

پاکستان بننے کے بعد ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے تو آپ نے رضاکار دستے تیار کر کے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور قائداعظمؒ کو تار بھیجا کہ ہمارے ضلع کے عوام جہاد کیلئے تیار کھڑے ہیں۔ قائداعظمؒ نے آپ کے اس جذبہ کی بہت تعریف کی۔

تازیست مذہبی، ملّی اور سیاسی خدمات انجام دینے کے علاوہ آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ عربی، فارسی، اردو، سندھی، پشتو، پنجابی، بروہی، بلوچی اور سرائیکی پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے۔ مشکل اشعار کی تشریح کرتے تو سماں باندھ دیتے۔ مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں:

1- یسر العربی (عربی، اردو اور سندھی) حجاج کرام کی رہنمائی وسہولت کیلئے۔

2- سفرنامۂ ایران (اُردو) ایران کا دلچسپ سفرنامہ

3- ضبط تولید (اُردو) ضبطِ تولید کا مسئلہ اسلامی نقطۂ نظر سے

4- بناتِ رسولؐ (اُردو) حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کی سوانح

5- منازل و مراحل (اُردو) سعودی عرب، شام، عراق، اُردن، لبنان، مصر اور ایران کا دلچسپ سفرنامہ ہے۔

آپ کی وفات 3 ذوالحجہ 1395ھ/ 7 دسمبر 1975ء بروز ہفتہ کراچی میں ہوئی۔ جسدِ مبارک کو آبائی قبرستان کوہِ گنجہ (ٹکھڑ) سندھ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (2005-1912ء) سابق صدر شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد (سندھ) نے آپ کی رحلت پر یہ قطعۂ تاریخ کہا!

آہ رفت آں محرمِ اسرارِ حق — آں حبیبِ خلق و خویش و دود ماں
از مجدّد الف ثانی گوہرے — بے گماں فخرِ جہانِ عزّ و شاں
اہلِ ذکر و اہلِ فکر و اہلِ دل — حاجیٔ حرمین و سیاحِ جہاں
در تصانیف عدیدہ ماہرے — ہر زباں را بُود چوں اہلِ زباں
بہرِ دین ہر وقت سیفِ بے نیام — بہرِ حق ہر دم جواں روح و رواں
خوش مزاج وخوش مذاق وخوش کلام — خوبصورت، خوب سیرت، خوب آں
حُسنِ عالم و حسنِ خلق و حسن نفس — ایں ہمہ اوصاف بُودش بے گماں
آہ چوں باور کنم کزما برفت — آہ چو مرہم نہم بر زخمِ جاں
در دمِ حج، مرگ لبیک گفت — پس بپا شد تا قیامت حج کناں
بہرِ اُو باشد ہم انعامِ حق — جنت و رحمت ببا شد تُو اماں
"آں حبیبِ خلق وکل خویش نفس" — "شد حبیبِ خلد پیر اسحٰق جاں"
1975ء — 1395ھ

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے پروفیسر حضرت پیر نثار احمد جان سرہندی آپ کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ کریم اُن کی عمر، صحت اور خدمات میں برکت عطا فرمائے۔

ماخذ:-

1- "مونس المخلصین" از شاہ آغا مطبوعہ کراچی 1366ھ

2- "اُردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ" از ڈاکٹر وفا راشدی، لاہور 1994ء ص 611 تا 668

3- ''تذکرہ مظہر مسعود'' از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی 1969ء ص 443 تا 445

4- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور 1979ء ص 73 تا 78

5- ''خفتگانِ کراچی'' از پروفیسر محمد اسلم، لاہور 1991ء ص 334

6- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مورو (سندھ) 1984ء ص 176

پیر عبداللطیف زکوڑی شریفؒ

(1914-1978ء)

تحریک پاکستان کے نامور مجاہد، قائداعظمؒ کے معتمد رفیق اور ممتاز روحانی پیشوا پیر عبداللطیف کی ولادت 13 ذوالحجہ 1332ھ/ 2 نومبر 1914ء بروز پیر خانقاہ عالیہ زکوڑی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد) میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا فقیر عبدالقادر (ف 1919ء) بن مولانا پیر محمد حسن (ف 1897ء) بن امام المشائخ حضرت فقیر محمد رضا نوحانی زکوڑی (ف 1857ء) تھا۔

میٹرک کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کیلئے زکوڑی شریف، بنوں اور سیپل شریف میں مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ 1932ء میں اپنے بڑے بھائی مولانا پیر عبیداللہ خاں کی رحلت کے بعد سجادہ نشین بنے۔ آپ کو یوں تو شروع ہی سے سیاست سے دلچسپی تھی لیکن مسجد شہید گنج کی تحریک اور صوبہ سرحد کی مقامی تحریکوں ''واقعہ اسلام بی بی بنوں'' اور ''واقعہ قربانی ڈیرہ اسمٰعیل خان'' نے آپ کو عملی سیاست میں لا کھڑا کیا اور آپ ایک کامیاب سیاستدان کی حیثیت سے تاریخ میں اپنا مقام پیدا کر گئے۔ 1935ء میں جبکہ ابھی مسلم لیگ اتنی مستحکم نہیں ہوئی تھی، حضرت پیر صاحب کے میلاناتِ طبع اس کی طرف ملتفت ہوتے گئے اور آپ شد ومد سے اس کی تائید وحمایت کرتے رہے۔

1939ء میں ڈیرہ اسمٰعیل خان میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔ پیر صاحب بھی اپنے دوستوں سمیت مسلم لیگ میں عملی طور پر شریک ہو گئے۔ 1940ء میں جلسۂ قرارداد پاکستان کے موقعہ پر 23 مارچ کو نوجوان پیر صاحب نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی نمائندگی کی اور پھر تحریک پاکستان کو ہر دل کی دھڑکن بنانے کیلئے صوبہ سرحد کے کونے کونے میں دورے کر کے مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں اور جلسے کیے۔ دوسرے صوبوں سے بھی مقررین کو بلایا جن میں نواب بہادر یار جنگ (ف 1944ء) مولانا کرم علی ملیح آبادی (ف 1972ء) اور مولانا عبدالحامد بدایونی (ف 1970ء) بھی شامل تھے۔

لاہور کے تاریخی ریزولیشن کے بعد قائداعظمؒ نے فخر بلوچستان قاضی محمد عیسیٰ (ف 1976ء) کی سرکردگی میں ایک وفد صوبہ سرحد بھیجا تاکہ وہاں کے عوام کے سامنے نظریۂ پاکستان کی وضاحت کی جاسکے۔ یہ وفد تمام صوبہ میں گیا اور جگہ جگہ جلسے کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو پہنچایا۔ اس وفد کو پیر صاحب زکوڑی شریف کا پورا پورا تعاون حاصل رہا۔ پیر صاحب خود بھی ان جلسوں میں ایک کامیاب مقرر کی حیثیت سے

اُبھرے اور اس خداداد صلاحیت سے بعد میں انہوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔

1944-45ء میں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی تنظیم فعال نہیں ہوئی تھی، حالات دگرگوں شکل اختیار کر رہے تھے۔ اس موقعہ پر مسلم لیگ ہائی کمان کی طرف سے نواب محمد اسمٰعیل خاں (ف 1958ء) اور چوہدری خلیق الزمان (ف 1973ء) کو صوبہ سرحد میں بھیجا گیا تاکہ وہاں کے حالات کا مطالعہ کر کے اپنی رپورٹ پیش کریں۔ اس دو رکنی وفد نے صوبہ سرحد کے اہم مسلم لیگی لیڈروں سے ملاقاتیں کر کے حالات کا جائزہ لیا اور ''سنٹرل مسلم لیگی پارلیمنٹری بورڈ'' کے اجلاس منعقدہ 8، 9، 10 اکتوبر 1945ء میں اپنی رپورٹ پیش کی جو شہید ملت خان لیاقت علی خان (ف 1951ء) کی زیر صدارت دہلی میں ہوا۔ وفد کے ممبروں نے اپنی رپورٹ میں صوبہ سرحد کے حالات کی تفصیل بیان کی اور مسلم لیگ کی ایک باضابطہ، منظم اور فعال تنظیم قائم کرنے کی سفارش کی جو آئندہ انتخابات کیلئے احسن طریقے سے کام کر سکے۔

اس موقعہ پر صوبہ سرحد مسلم لیگ کے تین بورڈ قائم کئے گئے۔ ایک کا نام سلیکشن بورڈ تھا جس کا کام آئندہ انتخابات کیلئے موزوں اُمیدواروں کا انتخاب تھا۔ پیر صاحب زکوڑی شریف کو اس بورڈ کا ممبر منتخب کیا گیا۔ اس بورڈ نے تمام سرحد کا دورہ کیا۔ دورہ کی ابتدا پشاور سے کی۔ جب وفد بنوں پہنچا تو پیر صاحب کے دوست اور مخلص مسلم لیگی ملک دمساز خان نے بورڈ کے ممبران کی شاندار دعوت کی۔ بورڈ کے ممبران جہاں بھی جاتے، ہزاروں کی تعداد میں لوگ سبز جھنڈیوں اور نعرۂ تکبیر سے استقبال کرتے اور ممبران پر پھول نچھاور کرتے۔ ''قائداعظمؒ زندہ باد، مسلم لیگ زندہ باد، پیر صاحب زکوڑی شریف زندہ باد'' کے نعروں سے فضا گونج اُٹھتی۔ ہر اجتماع میں پیر صاحب مسلم لیگ کی حمایت میں پُر زور تقریریں کرتے۔

جب بورڈ کے ممبران دورہ کرتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے پندرہ میل شہر سے باہر آ کر استقبال کیا، پھول نچھاور کئے اور پُر جوش نعرے لگائے۔ رات کو پیر صاحب نے بورڈ کے ممبران اور دیگر عمائدین مسلم لیگ کی شاندار دعوت کی۔

تمام صوبہ کا دورہ کرنے کے بعد بورڈ نے اپنے اجلاس میں عام انتخابات کیلئے بالاتفاق ٹکٹ تقسیم کئے۔ پیر صاحب کو حلقہ لکی مغربی سے نامزد کیا گیا۔ جب انتخابی مہم عروج کو پہنچی تو حضرت قائداعظمؒ بنفس نفیس پشاور تشریف لائے، اجتماعات سے خطاب کیا جس سے مسلم لیگ کی انتخابی مہم کو بہت تقویت ملی۔

پیر صاحب کی انتخابی مہم کے دوران سرحد مسلم لیگ نے ایک پوسٹر بنام ''صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو''، ''حضرات صوفیائے کرام کا اعلانِ حق'' شائع کیا۔ اس اشتہار میں 35 مشائخ عظام وارعلمائے کرام

کے مسلم لیگ اور پیر صاحب کی حمایت میں اعلانات و بیانات شائع ہوئے۔ بیان دینے والے حضرات میں چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1- حضرت پیر سیّد مقبول احمد صاحب، سجادہ نشین سرہند شریف (حال بھارت)
2- حضرت دیوان سیّد آلِ رسول علی خاں، سجادہ نشین اجمیر شریف (حال بھارت)
3- حضرت پیر لاڈلے حسین شاہ، سجادہ نشین گلبرگہ شریف (حال بھارت)
4- حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پور سیّداں ضلع سیالکوٹ
5- حضرت خواجہ غلام سدید الدین، سجادہ نشین تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان
6- حضرت پیر سیّد فضل شاہ صاحب، سجادہ نشین جلال پور شریف ضلع جہلم
7- حضرت سلطان محمد حسن، سجادہ نشین سلطان العارفین حضرت باہوؒ، جھنگ
8- حضرت پیر سید منظور احمد شاہ، سجادہ نشین مکان شریف ضلع گورداسپور (حال بھارت)
9- حضرت مولانا سردار احمد شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف (حال بھارت)
10- حضرت میاں علی محمد خاں سجادہ نشیں بسّی شریف ضلع ہوشیار پور (حال بھارت)
11- حضرت حافظ محمد ابراہیم، سجادہ نشین موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسمٰعیل خاں
12- حضرت پیر معصوم بادشاہ، سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک، وغیرہم

جب انتخابات کا نتیجہ نکلا تو 50 کے ایوان میں سے مسلم لیگ کے حصہ میں 17 سیٹیں آئیں جن میں سے دو تین سیٹیں صرف اور صرف پیر صاحب کی وجہ سے جیتی گئیں۔ پیر صاحب اپنی سیٹ سے 5571 ووٹ لے کر جیت گئے جبکہ اُن کے مدمقابل آزاد اُمیدوار خان عبدالستار خان کو 3776 ووٹ ملے۔

اپریل 1946ء میں حضرت قائداعظمؒ نے ہندوستان بھر کے تمام صوبوں کے منتخب مسلم لیگی ممبران کی دہلی میں میٹنگ بلائی۔ سرحد اسمبلی کے ارکان بھی دہلی پہنچے۔ حضرت قائداعظمؒ نے سرحد کے ممبران سے ملاقات کی اور ارشاد فرمایا کہ فرنٹیر میں مسلمانوں کی آبادی 95 فیصد کے قریب ہے لیکن مسلم لیگ کے حصہ میں صرف ایک تہائی نشستوں کا آنا بڑا تعجب انگیز اور مایوس کن واقعہ ہے۔ یہ سن کو تمام ممبران چپ سادھ گئے۔ اس موقعہ پیر صاحب زکوڑی شریف نے کہا کہ بظاہر یہ کامیابی کم نظر آتی ہے، صوبہ سرحد میں کانگرس نواز خان برادران کی حکومت ہے، ہندوستان بھر کے کانگرس نواز علماء حکومت کی حمایت میں ہر جگہ تبلیغ اور پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ انتخابات کے دنوں میں حکومت کے خزانے سے ان لوگوں کو بے پناہ مالی امداد ملتی

سے پرواز کرے گا۔''

آخر میں پیر صاحب اور اُن کے مخلص ساتھیوں کی سعی و کاوش رنگ لائی۔ ریفرنڈم کے دن پولنگ اسٹیشنوں پر پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے والوں کی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں لیکن کانگرس کے پنڈالوں پر ہو کا عالم طاری تھا۔ جب پولنگ کا نتیجہ نکلا تو پاکستان کے حق میں 28 لاکھ 9 ہزار اور ہندوستان کے حق میں صرف 874 ووٹ پڑے۔

ریفرنڈم کا فیصلہ ہونے کے بعد ایجنسیوں کے قبائلی سردار، سربراہِ ریفرنڈم حضرت پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب جبکہ سرحد کے عوام نے پاکستان کے حق میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے آپ براہ کرم حضرت قائداعظمؒ سے مل کر دریافت فرمائیں کہ پاکستان میں اب ہماری پوزیشن کیا ہوگی۔

اس اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے پیر صاحب 2۔اگست 1947ء کو دہلی پہنچے اور قائداعظمؒ سے ملاقات کا وقت مقرر کر کے 3۔اگست 1947 کو اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قائداعظمؒ بڑی محبت اور تپاک سے ملے۔ آپ نے اپنے قائد کے حضور قبائلیوں کی معروضات اور مطالبات پیش کئے۔ اس پر قائداعظمؒ نے فرمایا!

''اب غیریت کا کوئی سوال نہیں رہا۔ اگر قبائلی اپنے علاقے کو پاکستان کا ڈویژن بنانا چاہتے ہیں تو انہیں وہ تمام مراعات حاصل ہوں گی جو دیگر پاکستانیوں کو حاصل ہوں گی۔ اگر وہ بدستور سابقہ حالت میں رہنا چاہیں تو انہیں انگریزی حکومت سے زیادہ مراعات ملیں گی۔ ہاں اگر انہوں نے کابل کے برخود غلط حکمرانوں اور ہندوؤں کی شہ پر کوئی نامناسب قدم اُٹھایا تو اس کا سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔''

پیر صاحب نے حضرت قائداعظمؒ کی خدمت میں مزید عرض کیا کہ پاکستان اور خصوصاً سرحد کے جو آدمی قتل یا ڈاکہ زنی کر کے ملک سے راہِ فرار اختیار کر چکے ہیں اور آج کل فقیر اپی (ف 1961ء) اور دوسرے قبائلی سرداروں کے ہاں پناہ لئے ہوئے ہیں، انہیں واپس آنے کی اجازت دی جائے تاکہ فریقین میں کوشش کر کے صلح کرا دی جائے اور اس طرح وہ پاکستان کے وفادار اور شہری کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں۔ قائداعظمؒ نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

14 اگست 1947ء کو ماہ رمضان المبارک میں پاکستان کی آزاد مملکت وجود میں آئی اور اس طرح

حضرت قائداعظمؒ اور دیگر مسلم رہنماؤں کی انتھک کوششوں اور خدا اور اُس کے رسول ﷺ کے فضل وکرم سے ہمیں سورج سے بھی زیادہ روشن منزل مل گئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد پیر صاحب اس نوزائیدہ مملکت کی فلاح و بہبود کیلئے ہمہ تن مصروف رہے۔ حق گوئی و بیباکی اُن کا شیوہ رہا۔ بدیں سبب کئی بار قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رہے۔ 23 صفرالمظفر 1398ھ/ 2 فروری 1978ء بروز پیر اڑھائی بجے علی الصبح ملتان میں دل کا دورہ پڑنے سے آپ کی رحلت ہوئی۔ جسدِ مبارک کو خانقاہ زکوڑی شریف میں لاکر سپردِ خاک کیا گیا۔

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ (ف 2006ء) نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا!

چل دیئے پیر زکوڑی دہر سے — آپ تھے اک عالمِ دینِ حنیف
جان تھی تحریک پاکستان کی — صوبہ سرحد کی یہ ذاتِ منیف
ریفرنڈم جبکہ سرحد میں ہوا — تھا مجاہد اُس کا یہ مردِ ضعیف
پاک باطن بن کے لوٹا جبّذا — ان کی محفل سے ہر اک قلب کثیف
فکر تھی تاریخ رحلت کی مجھے — غیب سے آئی یہ آواز خفیف
کہئے صابر مصرعۂ سالِ وفات — ''مستعد جنت میں ہیں عبداللطیف''

.....1398ھ.....

جناب مفتی راشد علوی پشاوری نے یوں خراج تحسین پیش کیا!

واضح مسلم لیگ میں ہے پیر زکوڑی کا نام — انہوں نے ازحد کیا تحریکِ پاکستان میں کام
قوم ہی کی برتری کو یہ تھے سرگرمِ عمل — اس کی ہی بہبود کو مصروف رہتے صبح و شام

اپنے سارے معتقدین و مریدوں سے کہا
قائداعظمؒ کو ہے تم سب کو قائد ماننا

اس سے مسلم لیگ میں شامل ہوئے سارے مرید — جھنگ، میانوالی، وزیرستاں و قریب و بعید
آپ کی جدوجہد نے کامیاب اس کو کیا — کانگرس یاں لیگ کے ورنہ مخالف تھی شدید

آپ تھے اک پُر خلوص و اک ولی روشن ضمیر
آپ کی خدمات ہیں سب بے مثال و بے نظیر

آپ رحلت کے بعد آپ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت پیر ڈاکٹر محمد خالد رضا مدظلہ، سجادہ نشین

ہوئے جو مذہب و ملّت کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور اپنی خداداد صلاحیتوں کا بدولت پورے ملک میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اللہ کریم اُن کا سایہ ہما پایہ تادیر سلامت رکھے۔

ماخذ:۔

1- ''تاریخ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1986ء ص 960، 969، 998

2- ''شخصیاتِ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1990ء ص 135

3- ''قائداعظمؒ اور صوبہ سرحد'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1976ء ص 106، 168، 219

4- ''تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ'' از پروفیسر محمد شفیع صابر، پشاور 1990ء ص 105، 129، 169، 213

5- ''قائداعظمؒ اور سرحد'' از عزیز جاوید، لاہور 1978ء ص 97 تا 105، 245، 247، 405

6- ''تذکرہ پیرانِ زکوڑی شریف'' از بشیر احمد نقشبندی، مطبوعہ 1982ء متعدد صفحات

7- ''اشاریہ نوائے وقت'' (1947-1944ء) از سرفراز حسین مرزا، لاہور 1987ء ص 144

8- ''قافلۂ آزادی'' از مفتی راشد علوی، پشاور 1988ء ص 109

9- ماہنامہ ''ترجمان اہلسنت'' کراچی، مارچ 1978ء ص 41، 42

10- ماہنامہ ''فیضان'' فیصل آباد، مارچ 1978ء ص 34

11- متعدد روزنامے

12- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی، کراچی 1996ء ص 43

13- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 693

14- ''مہر صفا'' از پروفیسر فیض اللہ منصور مطبوعہ لاہور 2004ء متعدد صفحات

سیّد محمد حسین ظفر سکھو چکیؒ
(1978- ء)

سیّد محمد حسین ظفر ابن حضرت سیّد محمد غوث (ف 1936ء) سکھو چک تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ادیب، خطیب، شاعر، صوفی اور نامور شیخ طریقت تھے۔ والد ماجد کی آغوشِ تربیت میں رہ کر آپ میں بھی وہ تمام خصوصیات پیدا ہوگئی تھیں۔

آپ نے تحریک پاکستان میں خصوصی دلچسپی لی۔ سکھو چک کی جامع مسجد کے خطیب بھی تھے اور اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین بھی۔ ان دونوں حیثیتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے آپ نے مسلم لیگ کی بھرپور مدد کی۔ 1945ء میں اپنے والد ماجد حضرت سیّد محمد غوثؒ کے سالانہ عرس مبارک پر محدّث پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد لائلپوری (ف 1962ء)، مولانا محمد یوسف سیالکوٹی (ف 1968ء) اور دیگر علمائے کرام و مشائخ عظام کی موجودگی میں آپ نے اپنی تقریر کے دوران اعلان کیا کہ:

''میں آج سے مسلم لیگ میں شامل ہوتا ہوں اور تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہیئے کیونکہ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہی ہے جس کے متعلق حضرت امیر ملّت قبلۂ عالم مولانا الحاج حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پور شریف اور باقی سجادہ نشینانِ ہند بھی اعلان فرما چکے ہیں کہ ہندوستان میں اگر کوئی مسلمانوں کی سیاسی نمائندہ جماعت ہے تو وہ واحد مسلم لیگ ہی ہے لہٰذا اب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے سوا کوئی راہ تجویز نہیں کرنی چاہیئے۔ تمام مسلمانوں نے شملہ کانفرنس میں جو تجاویز کانگریس نے پیش کی تھیں، سن لی ہیں کہ وہ تمام تر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی تھیں اور انہیں ہمارے محبوب قائداعظمؒ نے بڑی اچھی طرح جانچ کر مسلمانوں کو قعرِ مذلّت سے بچایا۔ اب میں تمام غیور مسلمانوں کو بالعموم اور ارادتمندانِ دربار غوثیہ کی خدمت میں بالخصوص اپیل کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔''

1946ء کے صوبائی انتخابات میں حلقہ شکر گڑھ سے مسلم لیگی اُمیدوار عبد الغفور قمر آپ کی کوششوں سے 4516 ووٹ لے کر کامیاب ہوا جبکہ یونینسٹ اُمیدوار چوہدری عبد الرحیم (ف 1988ء)، کانگرسی اُمیدوار محمد خان اور ایک آزاد اُمیدوار بری طرح ناکام ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد آپ مذہبی، علمی، ادبی اور روحانی خدمات انجام دیتے رہے۔ تصنیف و تالیف سے بھی گہری دلچسپی رہی۔ اپنے والد ماجد کے نعتیہ کلام کو ''مُرادالعاشقین'' کے نام سے شائع کروایا۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران لائل پور تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ 1978ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

راقم الحروف صادق قصوری نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا:

سیّد محمد حسین ہوئے ہیں رخصت ملا جنت میں جا کر چین و آرام
کی جو فکر میں نے سالِ رحلت کی کہا ہاتف نے ''باغِ فیض مدام''
1978ء

ماخذ:-

1- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء ص 411
2- ''حضرت امیر ملت اور ان کے خلفاء'' از محمد صادق قصوری، سیالکوٹ 1983ء ص 233
3- ہفتہ وار ''سعادت'' لائل پور بابت 8 اکتوبر 1945ء ص 1

خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ
(1906-1981ء)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین بن خواجہ محمد ضیاء الدین (ف 1929ء) بن خواجہ محمد دین (ف 1909ء) بن شمس العارفین خواجہ شمس الدین (ف 1883ء) کی ولادت باسعادت 15 جمادی الاولیٰ 1324ھ/ 8 جولائی 1906ء کو سیال شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ کے مدرسہ ضیاء شمس العلوم کے اساتذہ اور والدگرامی سے حاصل کی۔ اس کے بعد 1346ھ میں اجمیر شریف پہنچے اور دارالعلوم صوفیہ میں داخل ہو کر مولانا معین الدین اجمیری (ف 1940ء) سے تلمذ حاصل کیا۔ 1346ھ ہی میں چند ماہ کیلئے والد ماجد نے مولانا اجمیری کو سیال شریف بلالیا تو آپ بھی ساتھ آ گئے اور پوری توجہ سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ 1351ھ میں تکمیل درسیات و دورۂ صحاح ستہ کے بعد سندِ فراغت پائی۔ 1356ھ میں حج بیت اللہ کے موقعہ پر علمائے حرمین شریفین سے بھی سندات حاصل کیں۔

1929ء میں والدگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر سجادہ نشین ہوئے اور خلق خدا کی رہنمائی فرمانے لگے۔ تحریک پاکستان میں آپ نے بڑا شاندار کردار ادا کیا۔ 1938ء میں ضلع سرگودھا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی جس کے بانی صدر ملک مولا بخش ایڈووکیٹ (علیگ) تھے۔ انہوں نے 1941ء تک مسلم لیگ کی مقدور بھر خدمت کی۔ 42-1941ء میں نواب محمد حیات قریشی (ف 1948ء) صدر رہے مگر کام نہ چل سکا۔ 1942ء میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالویؒ کو ضلعی صدر منتخب کیا اور آپ 1947ء تک بدستور خدمات احسن انداز سے بجالاتے رہے۔ آپ کے دورِ صدارت میں مسلم لیگ تمام ضلع میں پھیل گئی اور ہر گاؤں میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں۔

انگریز نے آپ کو ہر طرح کے لالچ دے کر کلمۂ حق سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر خواجہ صاحب اُس کے دامِ تزویر میں نہ آ سکے۔ حکومت پنجاب کی سفارش پر ملک معظم نے آپ کو "ہز ہولی نیس" (تقدس مآب) کا اعلیٰ خطاب پیش کیا مگر آپ نے اُس چٹھی ہی کو نذر آتش کر دیا جس میں یہ پیشکش کی گئی تھی اور فرمایا کہ حضور سیّد عالم ﷺ کی غلامی اور پیر پٹھان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے وابستگی میرے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔ اس اعزاز کے ہوتے ہوئے دنیا کا ہر اعزاز میری نظروں میں ہیچ ہے۔

جب حکومت لالچ دے کر خواجہ صاحب کا ایمان نہ خرید سکی تو پھر آپ کو گرفتار کر کے گوبر اور گندے

پانی سے بھری ہوئی ایک ایسی کوٹھڑی میں بند کردیا جس میں بیٹھا جا سکتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھی جا سکتی تھی۔ پھر آپ کی ساڑھے گیارہ مربع اراضی ضبط کرلی گئی۔ جب اس پر بھی مردِ حق نے سر نہ جھکایا تو طرح طرح سے اذیتیں دی گئیں تاکہ آپ تحریک پاکستان کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں لیکن آپ نے انگریز کی ساری کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے فرمایا:

''عزت صرف اللہ کے اختیار میں ہے، اگر میں نے ایک لمحہ کیلئے بھی یہ سوچا کہ مجھے اللہ کے سوا کوئی مٹا سکتا ہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔''

1942ء ہی میں وزیر اعظم پنجاب سر سکندر حیات خاں (ف 1942ء) نے خواجہ صاحب کو خط لکھا کہ آپ مسلم لیگ کی مدد نہ کریں کیونکہ اس کے لیڈر مسٹر جناح، شیعہ ہیں۔ خواجہ صاحب نے جواباً لکھا کہ آپ کے لیڈر سر چھوٹو رام کہاں کے اہل سنت وجماعت ہیں۔ اس پر سر سکندر لاجواب ہوگیا۔

خضر حیات خاں ٹوانہ وزیر اعظم پنجاب (ف 1975ء) نے آپ سے غیر جانبدار رہنے کی درخواست کے ساتھ کئی مربع اراضی اور لاکھوں روپے کی پیشکش کی۔ آپ نے اس پیشکش کو پائے استحقار کے ٹھکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تحریک پاکستان دو قومی نظریہ پر ایمان کا نتیجہ ہے۔ جس میں نہ صرف میری بلکہ حکومت کی بھی شمولیت ضروری ہے۔ اگر حکومت تحریک میں شامل نہیں ہوتی تو مجھ کو جملہ مسلمانوں سمیت روک نہیں سکتی۔ یہ چند مربعے اور لاکھوں روپے تو کجا، پوری کائنات کو بھی اُٹھا کر میرے قدموں میں رکھ دیا جائے تو بھی میرے ایمان کو خریدا نہیں جا سکتا۔''

اپریل 1946ء میں ''آل انڈیا سنّی کانفرنس بنارس'' کے تاریخ ساز اجلاس میں بڑھ چڑھ کر شرکت کی اور اسلامی نظام کیلئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے والی کمیٹی کے رکن منتخب کئے گئے۔

جون 1946ء میں ضلع مسلم لیگ سرگودھا نے ضلعی دورہ کا پروگرام بنایا تو سر خضر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب (ف 1975ء) نے جلسوں پر پابندی لگا دی۔ خواجہ صاحب نے اس پابندی کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر حسب پروگرام تمام جلسے منعقد کئے۔ 3 جون کو میونسپل کمیٹی باغ سرگودھا کے سبزہ زار میں صبح دس بجے خواجہ صاحب کی زیر صدارت شاندار مسلم لیگ کانفرنس ہوئی۔ چوہدری فضل احمد نائب صدر ضلع مسلم لیگ نے نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر صوبہ مسلم لیگ (ف 1969ء)، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (ف 1995ء) جنرل سیکرٹری صوبہ مسلم لیگ اور مسلم لیگ کے مرکزی رہنما راجہ غضنفر علی خاں (ف

1963ء) کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔

ایس پی سرگودھا چوہدری رام سنگھ نے شہر کی چاروں طرف سے ناکہ بندی کرادی تاکہ لوگ کانفرنس میں شرکت نہ کریں مگر اس کے باوجود 40، 50 ہزار افراد نے شرکت کی۔ راجہ غضنفر علی خاں اور نواب افتخار حسین ممدوٹ نے خطاب کیا جس سے عوام میں خاصا جوش وخروش پیدا ہوا۔ رات کا اجلاس بڑا کامیاب اجلاس تھا۔ تقریباً ایک لاکھ عوام نے شرکت کی۔ کمپنی باغ سے لے کر کمیٹی گھر تک اور بسوں کے اڈا سے لے کر غلہ منڈی تک سامعین کا اژدھام تھا۔ اتنا بڑا جلسہ سرگودھا کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ راجہ غضنفر علی خاں رات کے واحد مقرر تھے۔ جلسہ دو بجے رات تک جاری رہا۔ راجہ صاحب کی تقریر بہت کامیاب رہی۔ اخباری رپورٹر سرکاری نقطۂ نظر کے مالک تھے۔ راجہ صاحب نے انہیں للکارتے ہوئے کہا:

''اے رپورٹرو اور صحافیو! حاضرین کو دیکھ لو۔ بیشک پندرہ بیس ہزار کم بتا دینا۔ باقی جو بچے وہ صحیح لکھنا، یہ نہ کہنا کہ جلسے میں دو ہزار آدمی تھے۔''

خواجہ صاحب نے صدارتی تقریر میں تحریک پاکستان کی مخالف قوتوں کو للکارتے ہوئے واشگاف الفاظ میں فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں لیکن ان میں خضر کا نام نہیں ہے۔ پھر تو دھمکی کس منہ سے دیتا ہے۔ پاکستان، اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے نام پر حاصل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ، پاکستان بن کر رہے گا۔''

تحریک پاکستان کے نامور سپاہی میاں محمد شفیع م۔ش (ف 1993ء) اُن دنوں اخبار ''ڈان'' کے رپورٹر تھے۔ انہوں نے اس کانفرنس کی کارروائی کو رپورٹ کیا اور دوسرے دن ''ڈان'' میں یہ شہ سرخی جمائی!

"The Muslim League has brought the battle to the home distric of Malk Khazar Hayat."

جب حضرت قائداعظمؒ کو اس کامیاب کانفرنس کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور خواجہ صاحبؒ کی کوششوں کو بنظرِ استحسان دیکھا۔

دوسرے دن یعنی 4 جون کو خواجہ صاحب کی زیر قیادت یہ قافلہ تحصیل خوشاب کے دورہ پر روانہ ہوا۔ دوپہر کا جلسہ موضع پدھراڑ میں ہوا۔ نواب محمد حیات قریشی بھی ساتھ تھے۔ اس جلسہ میں پندرہ بیس ہزار لوگوں کے ہجوم بخوم نے شرکت کی۔ راجہ غضنفر علی خاں نے خطاب کیا۔ ظہر کی نماز کے بعد وادی سون کے

صدر مقام نوشہرہ کی جامع مسجد میں جلسہ ہوا جس میں تیس چالیس ہزار افراد نے شرکت کی۔ جونہی یہ قافلہ جامع مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو فضا ''نعرۂ تکبیر و رسالت'' کے علاوہ ''پاکستان زندہ باد، قائداعظمؒ زندہ باد'' اور ''مسلم لیگ زندہ باد'' کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ لوگ دیوانہ وار خواجہ صاحب کی دست بوسی کیلئے لپکے اور بعض تو پاؤں پر گر رہے تھے۔

مشہور دانشور اور شاعر جناب احمد ندیم قاسمی (1916-2006ء) نے منظوم خطبۂ استقبالیہ پڑھا۔ خواجہ صاحب اور راجہ غضنفر علی خاں نے خطاب کیا۔ تمام حاضرین نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

5 جون کی دوپہر کو نور پور تھل میں جلسہ ہوا جس میں دس پندرہ ہزار لوگوں نے شرکت کی۔ شام کا جلسہ پھر سرگودھا شہر میں ہوا جس سے میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے پُر جوش خطاب کیا۔ اس کے بعد بھلوال، بھیرہ، خوشاب و دیگر اہم مقامات پر جلسے کروائے گئے۔ تمام جلسوں کی صدارت خواجہ صاحب نے فرمائی۔ ان جلسوں سے مسلم لیگ کے چوٹی کے مقرروں مولانا بشیر احمد اختر (ف 1994ء)، مولانا غلام فرید آف چٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ (ف 1976ء)، سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی آف راولپنڈی (ف 1989ء)، قاضی مرید احمد (ف 1989ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (ف 2001ء) نے خطاب کیا۔ مسلم لیگ کے ان دوروں میں علی گڑھ یونیورسٹی کے چند طالب علم بھی شامل تھے۔ تانگوں پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر دیئے گئے تھے اور یہ لوگ گاؤں گاؤں مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچم لہراتے پھرتے تھے۔

ایک جلسہ ملک خضر حیات ٹوانہ (1975ء) کے گاؤں کالرہ اسٹیٹ میں اُس کی حویلی کے پاس بلایا گیا۔ خواجہ صاحب نے صدارت فرمائی۔ سرگودھا مسلم لیگ کے جانثار ورکر قریشی محمد عبداللہ شاہ ایڈووکیٹ نے اپنی جادو بیانی سے لوگوں کو گرمایا۔ خضر حیات کے چند نوکروں نے گڑبڑ کی کوشش کی مگر خواجہ صاحب کی روحانیت اور مسلم لیگی ورکروں کے عزم و ہمت کے سامنے اُن کی پیش نہ گئی۔

اس سال بھر کی محنت، کوشش اور سعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ضلع بھر میں پرائمری لیگیں قائم ہو گئیں اور بچے بچے کی زبان پر ''مسلم لیگ زندہ باد، قائداعظمؒ زندہ باد'' اور ''پاکستان زندہ باد'' کے نعرے تھے۔ یہ سب کچھ خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ کا صلہ تھا۔

جنوری 1947ء میں خضر حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں آپ نے ڈٹ کر حصہ لیا۔ آپ نے جب اپنے آپ کو گرفتاری کیلئے پیش کیا تو انگریز کے خوشامدیوں اور ٹوڈیوں کے اس ضلع کے عوام کا منجمد خون گرم ہو گیا۔ سوئے ہوئے جذبات بیدار ہو گئے اور آپ کے پروانوں نے سینے تان کر پولیس کا

لاٹھیوں کو لبیک کہا اور اپنے پاک خون سے سرگودھا کی سرزمین کو رنگین کر دیا۔

17 جولائی 1947ء کو آپ نے قائداعظمؒ کو ایک خط لکھا جو قائداعظمؒ اکیڈمی کراچی میں محفوظ ہے۔ خواجہ رضی حیدر، سینئر ریسرچ فیلو و ڈپٹی ڈائریکٹر قائداعظمؒ اکیڈمی کراچی نے اس تاریخی خط کو ماہنامہ ''ساحل'' کراچی ستمبر 1992ء کے صفحہ 25، 26 پر شائع کروا دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان زندہ باد

17 جولائی 1947ء

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بحضور محسن ملّتِ مسلمہ حضرت محمد علی جناح صاحب زادہ اللہ عنا وبین سائر المسلمین احسن الجزا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از ہدیہ تبریک معروض آنکہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مرحومہ پر احسان فرمایا کہ مفترق ومتشتت افراد کو ایک نقطہ اور ایک مرکز پر لانے کیلئے آپ جیسی ہستی کے دل میں اس مقدس ملّت کی ہمدردی اور محبت بھر دی جس کی بدولت دنیا بھر کی ترغیب اور ترهیب، قوم مسلم کی علومنزلت اور شیرازہ بندی اور آزادی جیسے عالی مقصد حاصل کرنے سے اس عالی ہمت کو نہ روک سکی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ اور اُس کے مقدس رسول ﷺ کی برکت سے آج ہم اپنے کو آزاد دیکھ رہے ہیں اور یہودیت ونصرانیت کی لعنت ہی سے نہیں بلکہ مجوسیت سے بھی پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

دیانتداً ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اس دلی ہمدرد کا شکریہ تہہ دل سے ادا کریں لیکن یہ گزارش بے جا نہ ہوگی کہ ہم جس غرض اور جس مقصد کیلئے مسلم لیگ میں شریک ہوئے ہیں اور ہر قسم کی تکالیف، قید و بند کی اذیتیں جس بنا پر برداشت کیں اور جس بلند مقصد کی خاطر جاگیروں اور مربعوں اور بے حساب مال ودولت اور حکومت کے اعزازات اور مراعات کو رد کیا، پرانے، گہرے اور مفید تعلقات کو توڑا۔ اپنے بال بچوں کو ایک کافی عرصہ تک کپڑا اور کھانڈ کیلئے ترسایا اور اُن کے بدن پر پھٹے پرانے کپڑے دیکھنا منظور کئے۔ چینی کے بجائے گڑ کا استعمال کیا جس حال میں کہ ہمارے پڑوسی دنیا کی ہر عزت حاصل کر رہے تھے، دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال ہو رہے تھے اور حکومت کا ہر شعبہ اُن کے ادنیٰ اشاروں پر ناچ رہا تھا۔ اس وقت ہم ہر قسم کی تنگی اور دشواری، قلت دولت، قید و بند کے مصائب جھیل رہے تھے اور اپنے آپ کو ایک بھاری مجرم دیکھ

رہے تھے۔ یہ سب کچھ ہم نے کیا۔ مال و دولت حاصل کرنے کیلئے نہیں، حاکم وافسر بننے کیلئے نہیں، کسی خاص شخصیت کیلئے نہیں، اپنا نام مشہور کرنے کیلئے نہیں کیونکہ اس وقت تو مسلم لیگ میں ہونا دنیا بھر کے مصائب اور ذلت وخواری کو مول لینا تھا۔ یہ سب کچھ فقط اس لئے برداشت کیا کہ قوم مسلم اپنے تمدن و معاشرت، مذہب وتہذیب میں اپنے محسن مطلق ﷺ کے لائے ہوئے مقدس قانون قرآن کے تابع ہوگی اور شرعی احکام کے بجالانے میں اور شرعی قوانین کے نفاذ میں کسی یہودیت، کسی نصرانیت، کسی مجوسیت یا کسی نیچریت کے منحوس اثر سے متاثر نہ ہوسکیں گے اور نہ ہی کوئی مخالف قانون ہماری اسلامی زندگی میں شاہراہِ شریعت پر چلنے سے روک سکے گا یعنی مسلم لیگ ''مسلم لیگ'' ہوگی اور بنی نوع انسان میں سے اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے فرمائے ہوئے آئین پر چلنے والی جماعت آزاد ہوگی۔ ہم مسلم لیگ میں اس لئے شامل ہوئے کہ ہمیں پاکستان حاصل ہوگا یعنی انسان کے پیدا کرنے والے، اس کے دل و دماغ کے خلاف، اس کے نفع ونقصان کی حقیقت سمجھنے والے اللہ کا قانون رائج ہوگا جہاں سے انسان کے ناقص دماغ کے نتائج یہودیت ونصرانیت کی انسانیت سوز تہذیب ودہریت اور نیچریت کے معلون تخیلات، جرم پرور قوانین سے ہمارا ملک پاک ہوگا جس کے بجائے ہر زمانہ میں، ہر حال تمیں ضروری ثابت ہونے والے قوانین جرم اور بدمعاشی کے استیصال کرنے والے آئین، بے غیرتی اور دیوثی کو بیخ وبن سے اکھیڑ پھینکنے والے احکام نافذ یعنی ''پاکستان'' حاصل ہوگا۔ ہم بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کو کبھی نظرانداز نہیں کرسکتے۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے سوا جو لوگ حکم دیتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں وہ لوگ کافر ہیں، فاسق ہیں اور ظالم ہیں۔'' (القرآن)

اسی طرح

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں اُن لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ انہیں کسی زبردست فتنہ یا کسی دردناک عذاب کا سامنا ہوگا۔'' (القرآن)

اب ہم جبکہ اپنی تہذیب اور اپنے تمدن ومعاشرت میں غیرآسمانی قوانین سے سبکدوش ہوچکے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے اور ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ ہم ما انزل اللہ وما امر بہ رسول ﷺ کے مطابق آئین وقوانین اپنے اوپر نافذ کریں۔ وہ قوانین جو قیامت تک ہر قوم کیلئے ہر حالت میں ضروری النفاذ ہیں جس کا دوسری معنی یہ ہے کہ ہمیں اختیار مل چکا ہے کہ ہم اپنے ملک کو پاکستان بنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسے

حالات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول ﷺ کی ناشکری کرتے ہوئے وہی غیر قرآنی احکام اور وہی غیر شرعی قوانین اپنے سر پر اٹھائیں جن سے کہ دنیا بھر کی تکالیف برداشت کر کے سبکدوشی حاصل کی ہے۔ کون شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ پاکستان ایسی صورت میں ہو سکتا ہے اور اس کے بغیرہ وہ پاکستان نہیں۔

میں چیلنج کرتا ہوں کہ شریعت اقدس کے کسی قانون کے مقابلے میں کوئی انسانی قانون کسی حالت میں بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ کے زیرِ نظر درخواست کرتا ہوں اور ساتھ ہی اس بلند شخصیت سے اُمید رکھتا ہوں کہ ایسے علمائے شریعت کی مجلس منعقد کرنے کا حکم دیا جائے کہ جو مجلس آئین ساز کی جزو ہو اور جو قانون نافذ ہو سکتے ہیں اس مجلس کے مشورے سے نافذ ہوں۔ یہ علماء کی جماعت فی الحقیقت ''پاکستانی نظام'' کی حیات و بقاء کی روح رواں ہو گی۔ مخالف کی اکثر سازشوں، پروپیگنڈوں اور کوششوں کی روک تھام نہایت آسانی سے کر سکے گی یعنی شریعت کی آڑ میں ہر مخالف سازش کا استیصال اس جماعت کا اولین فرض ہو گا اور یہی کر سکے گی۔ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ السلام کا آفتاب ساڑھے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے طلوع ہو چکا ہے اور اس لمبے عرصے میں بعض بے بصیرت اور کم نظر لوگوں کی نگاہوں نے اس کی مقدس روشنی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ لیکن حقیقت ہے کہ اس اثناء میں اس کی ضوفشانیاں اور اس کی ضرورت اور اس کا عام فائدہ اور اس کی برکات موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گی۔ اس دوران میں کئی روشنیاں اس آفتاب کو غیر ضروری ثابت کرنے کیلئے پیش کی گئیں جو خود غیر ضروری اور بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتی رہیں اور یہ اس مقدس شریعت کا معجزہ ہے کہ جس شخص نے اس کے کسی پہلو پر غور کیا آخر میں اس کو اس کی صداقت اور اس کی ہمہ گیری اور بنی نوع انسان کیلئے باعث خیر و برکت ہونے کا قول کیا۔ یورپ کے بڑے بڑے سائنس دانوں اور ڈاکٹروں کی رائے اس امر کی دلیل میں پیش کی جا سکتی ہے۔ بعض نے سراحتاً اس شریعتِ اقدس کے اس معجزہ کا اقرار کر لیا اور بعض نے اس کے مقدس قوانین کو انسانی برتری اور انسانی بقاء کیلئے کنایۃً ضروری قرار دیا تو مسلمان بحالتِ خود اختیاری اپنے ملک میں ایسے مقدس قوانین سے کیونکر اجتناب کر سکتا ہے اور اجتناب کرنے کی صورت میں کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے کیونکہ مسلمان اُس انسان کا نام ہے کہ جو اپنے کو شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر چلنا ضروری خیال کرے ورنہ مسلم اور غیر مسلم میں کیا فرق ہے۔ اور پاکستان اور ہندوستان کی حد بندی کی کیا ضرورت ہے۔ وصفِ اسلام کے بغیر نوع انسان میں کوئی خاص رنگ، خاص علاقہ یا خاص زبان پاکستان اور غیر پاکستان کا فرق پیدا نہیں کر سکتا۔ انسان ہونے میں اور انسانی خواص میں کوئی فرق، کوئی تمیز پیدا نہیں

کی جا سکتی مگر مسلم لیگ جب ہو سکتی ہے کہ مسلم افراد پر مشتمل ایک جماعت ہو اور ہر اُس انسان کو مسلم کہا جا سکتا ہو جو وصفِ اسلام کے ساتھ متصف ہو۔ اُمید ہے کہ میری اس مخلصانہ درخواست کو درجۂ قبولیت بخشا جائے گا اور راز دارانِ شریعت اقدس کی راہنمائی میں آئین ساز اسمبلی کو قائم کیا جائے گا۔

والسلام

محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف

ضلع شاہ پور، پنجاب، پاکستان

جواباً قائداعظمؒ نے تحریر فرمایا کہ:

''پاکستان کی تاریخ میں مشائخِ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابلِ قدر ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا۔''

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کا معرکہ ہوا تو پیر صاحب مانکی شریف (ف 1960ء) اور پیر صاحب زکوڑی شریف (ف 1978ء) امیر ملت محدث علی پوری (ف 1951ء) کے علاوہ آپ کی ذاتِ گرامی بھی پیش پیش تھی۔ آپ کی ان خدمات پر حضرت قائداعظمؒ نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

شہید ملّت لیاقت علی خان (ف 1951ء) جب آپ سے ملنے کیلئے سرگودھا آئے تو آپ نے دو گھنٹے تک اُن سے اسلامی آئین کے بارے میں گفتگو کی اور اپنی بات چیت کے دوران اُن سے استفسار کیا کہ اسلامی آئین کے نفاذ میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ اس پر لیاقت علی خان نے کہا:

''مشرقی اور مغربی پاکستان میں رابطہ اور تعلق اسلام ہی سے ہے، دنیا کے تمام مسلمان ایک لڑی میں منسلک ہیں، ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر ہی حاصل کیا ہے اس لئے ہم اسلامی آئین یہاں نافذ کر کے ہی دم لیں گے۔''

لیکن افسوس کہ قائداعظمؒ (ف 1948ء) اور لیاقت علی خان (ف 1951ء) یہ حسرت دل ہی میں لئے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

آپ کی وفات حسرت آیات 17 رمضان المبارک 1401ھ/ 30 جولائی 1981ء بروز پیر ہوئی اور سیال شریف ضلع سرگودھا میں آخری آرام گاہ بنی۔

آپ کے برادرِ اصغر خواجہ غلام فخر الدین سیالویؒ (1911-1998ء) نے عربی میں یہ قطعۂ تاریخ کہا!

موت العالم موت العالم لا شك فيه ورد الخبر

ان الهاتف قال بفخرٍ "جف القلم و خسف القمر"

1401ھ

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے یہ قطعہ تاریخ کہا!

آہ وہ شیخِ طریقت چل دیئے سوئے عدم جن سے تھی چرخِ تصوف پر ضیا افگن شفق

عمر بھر نشر و اشاعت دین کی کرتے رہے آج بھی شاہد ہیں ان کی سب کتابوں کے ورق

وہ کبھی توہینِ حق برداشت کرتے ہی نہ تھے دے گئے دنیا کو تعظیم شہِ دیں کا سبق

اک مجاہد یہ بھی تھے تحریک پاکستان کے کیوں نہ ہو اہلِ وطن کو ان کی فرقت کا قلق

سالِ رحلت کیلئے آئی صدا یہ غیب سے کہئے صابر "خواجہ قمر الدین ہیں مقبول حق"

1401ھ

جناب ابوالطاہر فدا حسین فدآ مدیر "مہر و ماہ" لاہور نے بھی تاریخ کہی!

رواں بسوئے جناں خواجۂ قمر ہیں آج تھے چرخ شرع نبیؐ کے جو بالیقیں شہباز

سنِ وصال فدا اُن کا مجھ سے ہاتف نے کہا کہ "آہ حبیبِ زمن ، غریب نواز"

1401ھ

ماخذ:-

1- "تحریک پاکستان اور سرگودھا کی یادیں" از ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ، سرگودھا 1984ء

2- "تذکرہ علماء اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری، کانپور (بھارت)

3- "شمیم ولایت" از ابومظہر چشتی، لاہور 1993ء ص 260

4- "ہوالحمید" از صاحبزادہ محمد مسعود احمد، کفری (خوشاب) 1992ء

5- ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور دسمبر 1974ء، جنوری 1980ء، اگست، اکتوبر 1981ء

6- ماہنامہ "ساحل" کراچی ستمبر 1992ء

7- پندرہ روزہ "مسلم لیگ نیوز" لاہور 16 مارچ تا 15 اپریل 1993ء

8- ماہنامہ "آئینہ" لاہور بابت نومبر 1970ء

9- ہفت روزہ ''استقلال'' لاہور 10 فروری 1991ء

10- روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور بابت 8 جولائی 1982ء، 7 مارچ 1983ء

11- روزنامہ ''امروز'' لاہور 23 مارچ 1974ء

12- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل، گجرات 1976ء

13- ''معدن التواریخ'' از ابوالطاہر فدا حسین فدا، لاہور 1992ء

14- ''تاریخ رفتگاں'' جلد اوّل از حضرت صابر براری، کراچی 1986ء ص 201

15- ''تحریک پاکستان'' از پروفیسر عبدالنعیم قریشی، کراچی 1996ء ص 42، 43، 88

16- ''انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان'' از اسد سلیم شیخ، لاہور 1999ء ص 848

17- ''پیکر مہر ومحبت'' از ملک محبوب الرسول قادری مطبوعہ جوہر آباد 1998ء ص 87

پیر غلام مرتضٰی سرہندیؒ
(1912-1982ء)

پیر غلام مرتضٰی سرہندی بن پیر حجتہ اللہ سرہندی بن پیر شاہ ضیاء احمد سرہندی کی ولادت باسعادت 5 ذی قعدہ 1330ھ مطابق 16۔ اکتوبر 1912ء بروز بدھ گوٹھ پیر سرہندی تحصیل ملیر ضلع کراچی میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی (ف 1624ء) سے تیرھویں پُشت میں جاملتا ہے۔

14 سال کی عمر میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے لیکن سلسلۂ تعلیم جاری رکھا اور تین چار سال کے اندر درسِ نظامی سے فراغت حاصل کر کے ایک نہایت پرُ شکوہ جلسہ میں دستارِ فضیلت سے نوازے گئے اور مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ ابتدائی زندگی فتویٰ نویسی، لوگوں کے باہمی تنازعات کو ختم کرنے میں گزری۔ مریدوں کی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

پیر صاحب نے تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ 1936ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور اپنی دل پذیر تقریروں سے ضلع ٹھٹھ اور سابق ضلع کراچی کے شہروں اور قصبوں میں طوفان برپا کر دی۔ آپ نے اپنی خداداد لیاقت وصلاحیت کی بدولت اپنے پُرتاثیر اور پُرسوز خطبات سے بہت سے لوگوں کو کانگرس کے دامِ فریب سے نکال کر شاہراہِ مسلم لیگ پر گامزن کر دیا۔

25 فروری 1939ء کو گوٹھ مراد میمن (ملیر، کراچی) میں ضلعی مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس کا تمام انتظام وانصرام پیر صاحب نے کیا تھا۔ 28 جنوری 1940ء کو کراچی میں حاجی عبداللہ ہارون (ف 1942ء) کی زیرِ صدارت سندھ مسلم لیگ کی جنرل باڈی کا اجلاس منعقد ہوا جس میں نئے عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا اور تیس ارکان پر مشتمل ورکنگ کمیٹی بنائی گئی جس میں پیر صاحب بھی شامل تھے۔

1941ء تا 1943ء ضلع مسلم لیگ کراچی کے صدر منتخب ہوتے رہے۔ 1944ء میں ضلع کراچی سے سندھ مسلم لیگ کے صوبائی کونسلر منتخب ہوئے۔ 1945ء میں سندھ مسلم لیگ کے نئے سالانہ انتخابات ہوئے تو دس ارکان پر مشتمل جو ورکنگ کمیٹی بنائی گئی پیر صاحب کو اُس کا ممبر منتخب کیا گیا۔

1946ء کے انتخابات میں آپ نے سندھ بھر کا دورہ کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا کر اک ولولۂ تازہ پیدا کیا۔ جی ایم سیّد (ف 1995ء) جو مسلم لیگ سے بغاوت کر کے مد مقابل آ گئے تھے، کا

ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ نتیجتاً مسلم لیگ کے اُمیدوار قاضی محمد اکبر (ف 1979ء) اکثریت سے کامیاب ہو گئے اور جی ایم سیّد صرف 6641 ووٹ لے کر شکست سے دوچار ہوئے۔

آپ کی کوششوں سے کراچی شہر میں مسلم لیگ کو بہت تقویت ملی۔ کراچی شہر کی چھ کی چھ صوبائی نشستوں پر مسلم لیگ کے اُمیدواران کامیاب ہوئے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

کراچی شہر شمالی سے محمود عبداللہ ہارون مسلم لیگ کے اُمیدوار تھے جو 9054 ووٹ لے کر کامیاب ہوئے۔ کراچی شہر جنوبی سے حاجی محمد ہاشم گزدر 8752، مسلم خواتین، کراچی شہر سے بیگم جینو بائی، غلام علی آلانہ 1768، کراچی شمالی (دیہی) سے میر مقبول خاں جام 3440، کراچی جنوبی (دیہی) سے محمد یوسف خان چانڈیو 3809 اور کراچی مشرقی (دیہی) سے حاجی فضل محمد لغاری 5799 ووٹ لے کر کامیاب و کامران ہوئے۔

آپ آخر عمر تک مسلم لیگ سے وابستہ رہے اور اس کی ترقی وترویج، برتری اور اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ایک زمانہ میں سابق ضلع کراچی کے لوکل بورڈ کے پریذیڈنٹ بھی رہے اور رفاہِ عامہ کے کئی زریں کارنامے سرانجام دیئے۔

آپ کی وفات حسرت آیات 5 شعبان المعظم 1402ھ...... 29 مئی 1982ء بروز ہفتہ کراچی میں ہوئی اور پیر گوٹھ ملیر توسیع کالونی کراچی میں مزار اقدس بنا۔ نماز جنازہ اُن کے چچازاد بھائی صاحبزادہ پیر عبدالکریمؒ بن حضرت پیر غلام اللہ سرہندیؒ نے پڑھائی۔

کئی ایک شعراء نے قطعاتِ تاریخِ وفات کہے۔ حضرت طارقؔ سلطانپوری آف حسن ابدال ضلع اٹک نے یہ قطعہ کہا!

وہ تھا فردِ مسعود اُس خاندان کا
مسلّم زمانے میں ہے جس کی عظمت
خصائص میں اُس خاندانِ جلی کے
جسارت ، حق اندیشی و استقامت
رکھی برقرار اُس حق آگاہ نے بھی
بہر حال ہر خاندانی روایت
چلا وہ بزرگوں کے نقشِ قدم پر
رکھی اُس نے آباد بزم ہدایت
شریعت کی بالاتری کا وہ پیکر
وہ تھا مظہرِ احتشامِ طریقت
وہ بزمِ تصوف کا صدرِ گرامی
سرِ بزم آیا ، پڑی جب ضرورت
وہ بے داغ کردار و سیرت کا مالک
وہ بے لوث اک خادم دین و ملّت

بلاشبہ آزادیٔ قوم کا تھا مؤید زبردست وہ پاک سیرت
طلبگار وہ عظمتِ قوم کا تھا وہ اک رہبرِ کاروانِ حریّت

کہا ہے عقیدت سے طارقؔ نے اُس کا
سنِ وصل ، وہ ''فخر و نازِ حمیّت''
1402ھ

ماخذ:-

1- ''تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ'' از ڈاکٹر محمد لائق زرداری، مطبوعہ مورو (سندھ) 1984ء ص176، 247، 248، 361، 364

2- ''جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار'' از ڈاکٹر عبدالجبار عابدؔ لغاری، مطبوعہ لاہور 1992ء ص348

3- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص417، 419

4- مکاتیب گرامی حضرت پیر آغا محمد ابراہیم جان سرہندی از گلزارِ خلیل تحصیل سامارو ضلع عمرکوٹ (سندھ) بنام محمد صادق قصوری محررہ 13 مئی، 21 جون 1999ء

5- مکتوب گرامی مولانا محمد حفیظ اللہ نقشبندی خطیب درگاہ پیر غائب شاہؒ کیماڑی کراچی بنام محمد صادق قصوری محررہ از کراچی 12 جولائی 1999ء، 24 اگست 1999ء

6- مکتوب گرامی الحاج طارق سلطان پوری از حسن ابدال ضلع اٹک بنام محمد صادق قصوری محررہ 2 اگست 1999ء

مخدوم سیّد شوکت حسین گیلانیؒ

(1914-1982ء)

مخدوم سیّد شوکت حسین گیلانی بن مخدوم سیّد غلام مصطفیٰ شاہ گیلانی (ف 1949ء) بن مخدوم سیّد محمد صدرالدین گیلانی (ف 1946ء) کی ولادت 21 شوال المکرّم 1322ھ بمطابق 12 ستمبر 1914ء بروز ہفتہ ملتان کے مشہور زمانہ گیلانی خاندان میں ہوئی۔ جدِ امجد کی آغوش میں تربیت پائی اور روحانیت کے خزانے لوٹے۔ دینی تعلیم کے علاوہ ایف اے تک کالج کی تعلیم بھی حاصل کی۔ 11 اپریل 1949ء کو والدگرامی کے وصال کے بعد حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مقرر کئے گئے۔

آپ نے اوائل زندگی سے ہی دینی، ملّی اور سیاسی کاموں میں بھرپور دلچسپی لی۔ تحریک مسجد شہید گنج (1935ء)، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت (1953ء، 1974ء) اور تحریک نظام مصطفیٰ (1977ء) میں آپ کی خدمات رہتی دنیا تک نژادِنو کیلئے مشعلِ راہ رہیں گی۔

تحریکِ پاکستان میں ملتان کا تمام گیلانی خاندان مسلم لیگ میں شامل ہو کر بابائے قوم حضرت قائداعظمؒ (ف 1948ء) کی ولولہ انگیز قیادت میں سردھڑ کی بازی لگا چکا تھا۔ مخدوم صدرالدین گیلانی (ف 1946ء)، مخدوم راجن شاہ گیلانی (ف 1936ء)، مخدوم ولایت حسین گیلانی (ف 1954ء)، مخدوم محمد رضا شاہ گیلانی (ف 1949ء) اور سیّد زین العابدین شاہ گیلانی (ف 1960ء) جیسے اعاظم میدان عمل میں کود کر مسلم لیگ کو عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا رہے تھے تو مخدوم سیّد شوکت حسین گیلانی اپنے جدامجد و دیگر بزرگوں کے پیغامات لے کر ضلع ملتان کے مختلف مقامات پر زمینداروں، کاشتکاروں، تاجروں اور دکانداروں وغیرہ تک پہنچاتے جن میں حضرت قائداعظمؒ کی قیادت پر مکمل اعتماد کرنے، مسلم لیگ کی شاخیں قائم کرنے اور انہیں فعال و مستعد بنانے پر زور دیا جاتا تھا۔

پیغام رسانی کے علاوہ مخدوم سیّد شوکت حسین گیلانی، ملتان میں مسلم لیگ کے جلسوں کے انتظام و انصرام کی ذمہ داریاں نبھاتے تھے، اپنے سینے پر مسلم لیگ کا بیج لگائے جلسے جلوسوں میں نمایاں نظر آتے تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے استحکامِ پاکستان کیلئے بھرپور سعی کی اور اپنی تمام زندگی زہد و عبادت اور خدمت خلق میں گزار دی۔ اپنے برادر بزرگ مخدوم سیّد ولایت حسین گیلانی (ف 1954ء) کی رحلت کے بعد انجمن اسلامیہ ملتان کے سربراہ مقرر ہوئے اور اپنے دورِ صدارت میں ولایت حسین اسلامیہ ڈگری

کالج، عملدار حسین اسلامیہ کالج، اسلامیہ لاء کالج اور متعدد تعلیمی ادارے کھولے جس سے پورا پنجاب مستفید ہوا۔

آپ نہایت متقی، پرہیز گار اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ آپ کی وفات 3 شوال 1402ھ مطابق 24 جولائی 1982ء بروز ہفتہ بعد نماز اشراق ہوئی۔ اگلے روز 25 جولائی کو غزالی دوراں علامہ احمد سعید کاظمیؒ (ف 1986ء) نے نصف لاکھ عقیدتمندوں کی آہوں اور سسکیوں کے طوفان میں نماز جنازہ پڑھائی۔ دربار پیر پیران حضرت موسیٰ پاکؒ میں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت صابر براری ثم کراچویؒ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا:

ہیں ملتاں کے لوگ غمگیں بے حد
نہیں اُن کا غمخوار اب اس جہاں میں
وہ دینی ہو ملّی ہو یا ہو سیاسی
ہر اک کی قیادت تھی اسی خانداں میں
یہ بزم تصوف کے بھی تاجور تھے
تھا بے حد اثر اُن کی شیریں زباں میں
کہو اُن کی تاریخِ رحلت یہ صابر
''ہیں اب صدر مخدوم شوکت جناں میں''
1982ء

ماخذ:-

1- ''آئینہ ملتان'' از منشی عبدالرحمٰن خاں، ملتان 1972ء ص 456
2- ''تلخ وشیریں یادیں'' از شیخ ریاض پرویز، ملتان 1977ء ص 461
3- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، اسلام آباد 1990ء ص 111
4- روزنامہ ''آفتاب'' ملتان، 25، 26 جولائی 1982ء
5- مکتوب گرامی خواجہ عبدالکریم قاصف ایڈووکیٹ مرحوم، ملتان بنام محمد صادق قصوری محررہ 15 اگست 1982ء
6- ''تاریخ رفتگاں'' جلد سوم از صابر براری مطبوعہ کراچی 2000ء ص 126

صاحبزادہ ظہور الحق گورداسپوریؒ

(1897-1984ء)

صاحبزادہ ظہور الحق ابن شاہ سراج الحق (ف 1932ء) کی ولادت 1897ء میں خانقاہ سراجیہ گورداسپور میں ہوئی۔ ایف اے تک تعلیم حاصل کی اور ڈی ایس پی بھرتی ہو گئے۔ دینی تعلیم خانقاہ سراجیہ سے حاصل کی۔ بیعت و خلافت والد ماجد سے تھی۔ 1932ء میں والد ماجد کی رحلت پر سجادہ نشین ہوئے اور ہزاروں گم راہوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور دلچسپی لی۔ اپنے مریدوں کو مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ 1945ء میں جب عام انتخابات کی گہما گہمی شروع ہوئی تو آپ نے اپنے سیکرٹری شیخ شریف حسین خان بی اے ایل ایل بی پلیڈر کو حکم دیا کہ وہ اُن کی طرف سے مسلم لیگ کی حمایت میں اعلان جاری کریں۔ چنانچہ سیکرٹری مذکور نے 5۔ اکتوبر 1945ء کو مسلمانانِ گورداسپور و مضافات کے مجمع عام میں اعلان کیا کہ ''آئندہ صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں ہم مسلم لیگ کے اُمیدواروں کی حمایت میں ہر ممکن کوشش کریں گے اور جملہ اصحاب جو کہ دربار سراجیہ سے ارادت و عقیدت رکھتے ہیں، مسلم لیگ کے حلقہ میں شامل ہو کر انتخابات کو کامیاب بنانے کی مساعی کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم نے اپنے خاص مریدوں کے ذریعے مسلم لیگ کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہوا ہے۔''

حاضرین یہ اعلان سن کر بہت خوش ہوئے اور صاحبزادہ صاحب کے ارشاد کے مطابق مسلم لیگ کیلئے تن دہی سے کام کرنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ 1946ء کے اوائل میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں آپ کے حلقہ کے مسلم لیگی اُمیدوار چوہدری غلام فرید 8609 ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے جبکہ یونینسٹ اُمیدوار چوہدری محمد بشیر کو صرف 573 ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہو گئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ لائل پور (حال فیصل آباد) تشریف لے آئے اور خلق خدا کی روحانی خدمت انجام دیتے ہوئے 10 ذوالحجہ 1404ھ/ 7 ستمبر 1984ء بروز جمعۃ المبارک رحلت فرما گئے۔ مرکز سراجیہ پیپلز کالونی نمبر 1 فیصل آباد میں آخری آرام گاہ ہے۔

راقم الحروف صادق قصوری نے یہ قطعۂ تاریخ وصال کہا:

شاہِ ظہورالحق پیرِ زماں گئے دُنیا سے سُوئے دارالبقا
تھی صادقؔ کو فکرِ تاریخِ رحلت تھے "باغِ شرافت"، آئی ندا
1984ء

ماخذ:-

1- "شمیم ولایت" از ابو مظہر چشتی، لاہور 1993ء ص623، 626 تا 629
2- "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء ص412
3- ہفتہ وار "سعادت" لائل پور جلد 8 نمبر 28 مورخہ 8 اکتوبر 1945ء ص1

پیر محمد قاسم مشوریؒ

(1898-1990ء)

پیر محمد قاسم بن الحاج محمد عثمان کی ولادت شب دوشنبہ (پیر کی رات) ماہِ مبارک ربیع الاوّل 1316ھ بمطابق جولائی 1898ء مشوری شریف ضلع لاڑکانہ (سندھ) میں ہوئی۔ آپ کا تعلق رند بلوچ قبیلہ کی شاخ مشوری سے تھا۔

والدین سے ناظرہ قرآن خوانی کے بعد گیارہ برس کی عمر میں سندھ کی مشہور دینی درسگاہ ''دارالفیض'' سونا جتوئی ضلع لاڑکانہ میں داخل ہوکر 1339ھ/ 1921ء میں تمام علومِ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کرلی اور پیر پگارا خاندان کے عظیم روحانی پیشوا حضرت پیر سید امام الدین شاہ راشدی قادری نقشبندیؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ ٹھلا شریف ضلع لاڑکانہ کے دستِ حق پر بیعت فرماکر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

ایک سال تک مدرسہ دارالفیض سونا جتوئی میں تدریس وفتویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دینے کے بعد 1340ھ/ 1922ء میں درگاہِ عالیہ مشوری شریف میں اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا ابوالفیض غلام عمر جتوئی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کا سنگِ بنیاد رکھوایا جہاں سے اب تک بے شمار تشنگانِ علوم ظاہر و باطنی اپنی پیاس بجھا چکے ہیں اور ہزاروں کافر ومشرک اور مُرتد تائب ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے ہیں۔

آپ نے تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ انجمن اسلامیہ لاڑکانہ جو اہلِ سنت و جماعت کی نمائندہ تنظیم تھی کے پلیٹ فارم سے مسلم لیگ کی جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جلسے جلوسوں کے ذریعے تحریکِ پاکستان کی گاڑی کو آگے بڑھانے کی بھرپور سعی کی۔ مسلم لیگ صوبہ سندھ کے زعماء پیر الٰہی بخش (ف 1975ء) اور محمد ایوب کھوڑو (ف 1980ء) وغیرہم اس انجمن کے جلسوں میں حاضر ہوتے اور ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ آپ نے اس انجمن کے پلیٹ فارم سے قیامِ پاکستان کیلئے قراردادیں پاس کرائیں اور لوگوں کو تحریک پاکستان سے روشناس کیا حتیٰ کہ لوگ کانگرس سے بیزار ہوکر مسلم لیگ کے سپاہی بن گئے۔

1946ء کے الیکشن میں آپ نے ضلع لاڑکانہ میں مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ لاڑکانہ سے مسلم لیگی اُمیدواروں محمد ایوب

کھوڑو، نواب امیر علی خان لوہاری اور نواب محمد خان چانڈیو کی کامیابی میں آپ کی کوششوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ مخالف اُمیدواروں کو جو عبرتناک شکست ہوئی اس کی مثال ناپید ہے۔

پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ نے بحیثیت صدر انجمن سلامیہ لاڑکانہ مہاجرین کی آبادکاری کیلئے شب وروز نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ آپ کے معتقدین نے بھی اس سلسلہ میں بھرپور ساتھ دیا۔

آپ جمعیت علماء پاکستان کے ضلعی وصوبائی صدر رہے۔ ایوبی دور میں کراچی میں ''مشائخ کانفرنس'' کے انعقاد اور کامیابی کیلئے فعال کردار ادا کیا۔ 1965ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران لاڑکانہ میں ''آل پارٹیز کانفرنس'' آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی، ''جہاد کمیٹی'' قائم ہوئی اور لاکھوں روپیہ چندہ اکٹھا کر کے دفاعی فنڈ میں دیا۔ مجاہدین کو بھرتی کر کے عسکری تربیت دی۔

جون 1970ء کی ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارلسلام) ''آل پاکستان سنی کانفرنس'' اور جولائی 1970ء کی ''آل سندھ علماء ومشائخ کانفرنس'' سکھر میں قائدانہ کردار ادا کیا اور پورے سندھ کے طوفانی دورے کر کے سوشلزم کے دام فریب کو تار تار کیا۔ 1970ء کے عام انتخابات میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو (ف 1979ء) کے مقابلہ میں لاڑکانہ سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا مگر تھوڑے سے ووٹوں سے ہار گئے۔

آپ کی وفات یکم رمضان المبارک 1410ھ مطابق 28 مارچ 1990ء بروز بدھ ہوئی اور درگاہ مشوری شریف ضلع لاڑکانہ میں آخری آرام گاہ بنی۔

آپ کی رحلت پر جناب محمد حسن خاں میرانی بہاولپوری اور حضرت صابر براری کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعات تاریخ وفات کہے:

چوں محمد قاسم عالی جناب کرد حلت سُوئے ربّ ذُوالجلال
ہاتفِ غیبی حسن را از فلک ''افتخار عابداں'' گفتا وصال

1410ھ

لاڑکانہ کے محدث تھے فقیہ ملت ہو گئے دہر سے فردوس کی جانب عازم
ماہِ رمضاں مبارک کا تھا پہلا روزہ جب ملا آپ کو پیغامِ وصال منعم
صوبہ سندھ کے وہ صدرِ جمعیت بھی رہے اہل سنت و جماعت کے معزز عالم
دینِ اسلام کی تبلیغ کے صدقے صابر ''نیک گو خُلد میں ہیں پیر محمد قاسم''

1410ھ

ماخذ:-

1- ''اکابر تحریک پاکستان'' جلد اوّل از محمد صادق قصوری، گجرات 1976ء ص 261 تا 264

2- ''وفیاتِ مشاہیر پاکستان'' از پروفیسر محمد اسلم، لاہور 1991ء ص 86

3- ''عظیم قائد عظیم تحریک'' جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، ملتان 1983ء ص 418

4- ''یادرفتگاں'' جلد دوم از صابر براری، کراچی 1998ء ص 144

5- ''قندیلِ تواریخ'' از محمد حسن خاں میرانی، بہاولپور 1991ء ص 94

6- ''انوار علمائے اہلسنت سندھ'' از صاحبزادہ سیّد زین العابدین راشدی مطبوعہ لاہور 2006ء صفحہ 794 تا 802

سیّد محمد عباس کرمانی شیر گڑھیؒ

سیّد محمد عباس ابن سیّد محمد حسین کرمانی کی ولادت باسعادت جنوری 1916ء میں سلسلۂ قادریہ کی شہرۂ آفاق خانقاہ شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ (پنجاب) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب انیس پشت اوپر جاکر حضرت سیّد داؤد کرمانی قادری شیر گڑھی (1575ء) سے جاملتا ہے۔

سیّد محمد عباس ایچی سن کالج لاہور سے 1932ء میں ڈپلوما حاصل کرنے کے بعد تین چار سال گورنمنٹ کالج لاہور میں زیر تعلیم رہے مگر بی اے کی ڈگری حاصل نہ کی۔ دینی تعلیم والد گرامی کی زیر نگرانی حاصل کی اور پھر اکتوبر 1953ء میں اپنے والد گرامی کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور مقدور بھر روحانی خدمات انجام دیں۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے آزادیٔ وطن کے سائی رہے اور مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس دہلی 1943ء میں شریک ہو کر لسان الامّت قائد ملّت نواب بہادر یار جنگؒ (1944-1905ء) سے متعارف ہوئے۔

دسمبر 1945ء کے مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی مقبولیت سے بوکھلا کر انگریز حکومت نے ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے مذہب اور اللہ تعالیٰ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم قرار دے دیا گیا اور اس جرم کی سزا تین سال قید اور جرمانہ مقرر کی گئی۔ اس پر لاہور کے ایک جیالے مسلم لیگی چوہدری عبدالکریم (ف 1981ء) آف قلعہ گوجر سنگھ لاہور (جن کے نام پر قلعہ گوجر سنگھ میں ایک سڑک عبدالکریم روڈ واقع ہے) نے 9، 10، 11 جنوری 1946ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کی کانفرنس بلائی جس کی صدارت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (1951-1841ء) نے فرمائی۔ کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اگر آپ نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم ﷺ ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا۔

اس کانفرنس میں مخدوم سیّد محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (1949-1896ء)، پیر محمد امین الحسنات المعروف پیر صاحب مانکی شریف (1960-1922ء)، مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری

(1896-1961ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (1898-1970ء)، خواجہ محمد قمرالدین سیالوی 1906-1981ء)، خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (1891-1974ء)، مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (1910-1970ء)، مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (1915-2001ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی ودیگر علماء ومشائخ کے علاوہ پیر محمد عباس شاہ کرمانی نے بھی شرکت کی جبکہ عوام کی بھاری تعداد نے شریک ہوکر کانفرنس کو کامیاب بنایا۔

فروری 1946ء کے صوبائی انتخابات میں پیر سیّد محمد عباس کرمانی نے مسلم لیگی اُمیدواروں کی کامیابی کیلئے بھرپور دورے کئے اور اپنی تمام تر مساعی بروئے کار لائے۔ اس سلسلہ میں شیر گڑھ میں آپ کی زیرِ صدارت مسلم لیگ کا ایک عظیم الشان جلسہ انعقاد پذیر ہوا جس سے راجہ غضنفر علی خاں (1895-1963ء)، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (1916-1995ء) اور سردار شوکت حیات خاں (1912-1998ء) نے خطاب کیا۔ اس جلسہ کے بعد اس علاقہ میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔ الیکشن کا بازار گرم ہوا تو حلقہ 63 دیپالپور سے مسلم لیگ کے اُمیدوار پنجاب اسمبلی سیّد عاشق حسین کرمانی (ف 1957ء) 6882 ووٹ لے کر کامیاب ہوگئے جبکہ یونینسٹ اُمیدوار خان بہادر نور احمد 3180 ووٹ لے کر شکست دے دوچار ہوئے۔

سیّد محمد عباس کی وفات حسرتِ آیات مختصر علالت کے بعد 18 رمضان المبارک 1421ھ بمطابق 18 دسمبر 2000ء بروز پیر ہوئی۔ نماز جنازہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑہ کے فارغ التحصیل اور جامع مسجد شیر گڑھ کے سابق خطیب مولانا ضیاء الدین نوری نے پڑھائی۔ اپنے جدامجد حضرت داؤد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آخری آرام گاہ بنی۔

راقم الحروف کی درخواست پر حضرت صابرؔ براری آف کراچی اور حضرت طارقؔ سلطانپوری نے مندرجہ ذیل قطعاتِ تاریخ وفات کہے:

(1)

نادرِ ملک پیر محمد عباس سجادہ نشین شیر گڑھ

......2000ء......

ہو گئے ہم سے نہاں آہ وہ سجادہ نشیں　مخلص و نیک بشر پیر محمد عباس
عمر بھر دین کی تبلیغ میں مصروف رہے　صاحبِ علم وہنر پیر محمد عباس
بالیقیں ملکِ خداداد کے قومی رہبر　تھے یونہی گرمِ سفر پیر محمد عباس

سالِ غم اُن کا ہے صابر سنِ ہجری میں یہی "تھے فروزانِ گُہر پیر محمد عباسؒ"

......1421ھ......

(2)

حضرتِ داؤد کرمانی کے سجادہ نشیں ہو گئے دارِ فنا سے عازمِ باغِ ارم

یہ حقیقت ہے کہ مردانِ خدا کی زندگی موت سے کچھ اور بڑھتی ہے نہیں ہوتی ہے کم

اک مجاہد تھے وہ پاکستان کی تحریک کے کام ہے اس ملک کی تشکیل میں اُن کا اہم

چھپ گیا اک نیّرِ تاباں شرقِ معرفت ہیں تمام اہلِ عقیدت وقفِ اندوہ و الم

فکرِ سالِ وصل تھی طارقؔ تو ہاتف نے کہا اُن کا سالِ وصل "زیبِ محفلِ باغِ ارم"

1421ھ

ماخذ:-

1- "تحریکِ پاکستان اور علماء کرام" از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1999ء ص 45، 478، 479

2- "تحریکِ پاکستان اور مشائخ عظام" از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 2000ء ص 78، 79

3- "حضرت امیرِ ملّتؒ اور تحریکِ پاکستان" از محمد صادق قصوری، مطبوعہ لاہور 1994ء ص 57

4- "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم، مطبوعہ اسلام آباد 1990ء ص 128

5- "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اوّل از ولی مظہر ایڈووکیٹ، مطبوعہ ملتان 1983ء ص 414

6- "مقاماتِ داؤدی" از عبدالباقی بن جان محمد (اُردو ترجمہ از ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی) مطبوعہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ 1990ء متعدد صفحات

7- "الشیخ داؤد جھنّی وال" از سیّد محمد حیدر، سن طباعت وجائے طباعت ندارد، متعدد صفحات

8- روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت 19 دسمبر 2000ء

9- مکاتیبِ گرامی سیّد محمد محسن (حقیقی بھانجا پیر محمد عباسؒ) مینجنگ ڈائریکٹر مچلز فروٹ فارم رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ بنام محمد صادق قصوری محررہ 7/18 جنوری، 3 فروری 2001ء

قطعاتِ تاریخ

قیامِ پاکستان

تاریخِ اساس نیک پاکستان

......1947ء......

ہوا قائم جو پاکستان آخر — بھلی قسمت تھی ہندوستان کی واللہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن — جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام — شبِ تاریک میں ہے مشعلِ راہ،
مساوات و اخوت کا علمبردار — سکون و عافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثالِ بے مثالی — سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادری قرآں سے تاریخ — بتاؤں اس کی اک وجہِ مُوجّہ

مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد ''کنتم خیر امہ ''

......1366ھ......

(ازمولانا پروفیسر حامد حسن قادری نقشبندی جماعتیؒ (1964-1887ء) کراچی)

اِک الگ خطہ پئے ترویجِ دین بخشا گیا
یہ مرے اللہ کا کتنا عظیم احسان ہے
امن کی تاریخ ہے تاریخِ دینِ مصطفےٰ
"امن کا اِک معجزہ تخلیقِ پاکستان ہے"

......1947ء......

(از جناب خان شاہد اکبر آبادی (ف 1994ء) کراچی)

''چراغِ بامِ مسرّت''

1947ء

مسلسل برِّ کوچک پر رہی ہے
مسلمانوں کی صدیوں تک حکومت

ہوئی خاتم ہماری تمکنت کی
اٹھارہ سو ستاون کی ہزیمت

جو رزم آرا کبھی تھے اُن کی دلکش
ہوئی بزم طرب کی زیب و زینت

اُنہیں ٹھہرے سرود و رقص مرغوب
جو تھے اولادِ اربابِ شجاعت

جو تھے مردانِ میدان اُن کے اخلاف
ہوئے دلدادگانِ بزمِ عشرت

تن آسانی بنایا مقصدِ زیست
کبھی تھی سخت کوشی جن کی فطرت

بنے ہم دشمنوں کا تر نوالہ
ہوئی جب ختم اپنی مرکزیت

ہوئی کثرت ہمارے دشمنوں کی
رہی موجود جب ہم میں نہ وحدت

فقط اپنی ہی کوتاہی تھی جس سے
زمیں بوس ہو گیا ایوانِ عظمت

بنا ڈالا ہمیں محکوم اُس نے
جو آیا تھا یہاں بہرِ تجارت

کچھ اہلِ حق نے کی بھرپور کوشش
چنی راہ جہاد و استقامت

مگر جو اجتماعی غلطیاں تھیں
سزا سے بچ سکی اُن کی نہ ملّت

ہوا ہم سے وہی برتاؤ آخر
غلط کاروں سے جو کرتی ہے قدرت

ہوئے دوچار جس انجام سے ہم
سبب اس کا ہے کیا صرف اپنی غفلت

ہماری ابتدا جہدِ اوج و اقبال
ہماری انتہا ادبارہ و نکبت

ہماری ابتدا تھی سر بلندی
ہماری انتہا پستی و ذلت

ہماری ابتدا تحسین شاباش
ہماری انتہا افسوس حسرت

ہمارے ساتھ دہلی میں جو بیتی
وہ ہے تاریخ کا اک بابِ عبرت

بساطِ اقتدار اُلٹی جب اپنی
ہوئی قائم نصاریٰ کی حکومت

غلامی کا شکنجہ جب ہوا سخت
تو یاد آنے لگی گُم گشتہ سطوت

پھر احساسِ زیاں اُبھرا دلوں میں
جو تھی سوئی ہوئی جاگی وہ غیرت

پریشاں ملّتِ اسلامیہ کی
جب اہلِ فکر نے دیکھی یہ حالت

ہوئے مائل بہ جدوجہد و تحریک
ہوئی محسوس تنظیمی ضرورت

بنایا ایک نصب العین اپنا
بحال و مجتمع کی بکھری قوت

چُنا تحریک کا پھر ایک قائد
مثالی جس کا تھا رنگِ قیادت

سمجھتا تھا بخوبی وہ نظر ور
دسیسہ کار مغرب کی سیاست

فریب ومکر ابنائے وطن سے
وہ تھا آگاہ مردِ پاک طنیت

کئی اپنے بھی تھے باطل کے ہمدرد
خبردار اُن سے تھا وہ حق جبلت

ہوئی یوں متحد اک منتشر قوم
کہ ہے اہلِ جہاد کو اب بھی حیرت

ہوئی جب قوم سائی صدقِ دل سے
خدائے پاک نے بھی کی عنایت

جب اُمت نے کیا اظہارِ اخلاص
کرم فرما ہوئے سُلطانِ اُمت

مشائخ بھی ہوئے سرگرم و فعال
رہے پیچھے نہ پیرانِ طریقت

مکرّم صاحبانِ علم و تقویٰ
گرامی رہنمایانِ شریعت

تھے اس تحریک آزادی کے حامی
اُنہوں نے اس میں کی بھرپور شرکت

خدا کے اولیاء و صوفیا نے
علی اعلان کی اس کی حمایت

غلامی کی شبِ تیرہ ہوئی ختم
گئے ملّت کے ایّامِ نحوست

بڑی قربانیوں کے بعد نکلا
یہ آزادی کا سورج درحقیقت

شبِ تنزیلِ قرآن تھی وہ جس میں
خدا نے کی عطا ہم کو یہ نعمت

یہ تھا اس بات کی جانب اشارہ
کہ یہ خطہ ہو قرآنی ریاست

خوشا اس سال ہے پنجاہ سالہ
اس ارضِ پاک کا یومِ ولادت

ادا کر شکرِ خدا طارقؔ کریں ہم
ادائے شکر سے بڑھتی ہے نعمت

خدایا یہ رہے تیرے کرم سے
جہاں امروز تا روزِ قیامت

یہ گہوارہ ہو امن و عافیت کا
پھلے پھُولے یہ گلزارِ اخوت

وقار و احتشام اس کا فزوں کر
بڑھا دنیا میں اس کی شان و شوکت

تِیرا اسلام ہے بنیاد اس کی
رہے قائم اسی پر یہ عمارت
عِلم قرآن و سنّت کا اُٹھا کر
کرے اقوامِ عالم کی امامت
سروشِ غیب نے فرمایا مجھ سے
یہ ہے ہنگامِ اظہارِ مسرت
کہو سالِ قیام اس کا کچھ ایسا
جو کیف انگیز ہو اور خوبصورت
عمل پیرا ہوا اس حکم پر میں
یہ ہے میرا شرف میری سعادت
اس ارضِ خوشنما و دلکشا کا
ہے پیدائش کا سن ''ماہِ فضیلت''

1366ھ

ایضاً

بخششِ کبریا ہے میرا وطن
مصطفیٰؐ کی عطا و رحمت ہے
عام انداز کا نہیں یہ مُلک
خاص اس کی اساس و ہیئت ہے
ہے کوئی حکمتِ خداوندی
اس کی تقویم رازِ قدرت ہے
اس کا قرآن سے ہے رشتۂ خاص
اِس کی قرآن اِک ضرورت ہے
اس کا سالِ قیام اے طارقؔ
''لیلتہ القدر کی عنایت'' ہے

1366ھ

(حضرت طارقؔ سُلطان پوری، حسن ابدال ضلع اٹک)

''عنایتِ خالق قیامِ پاکستان''

1947ء

فضلِ رب سے ہوا ہمیں حاصل ملکِ روشن بنامِ پاکستان
ہو یہاں شرعِ دینِ حق کا نفاذ یوں ہیں کوشاں عوامِ پاکستان
جلوہ زا ہو یہ چار سُو یارب ہو فزوں فیضِ عامِ پاکستان
اس کا سالِ قیام ہے صابر
'' فخرِ اعلا قیامِ پاکستان ''

1947ء

(از جناب حضرت صابر براری (1926-2006ء) ۔ کراچی)

''ملکِ رفیع الشان پاکستان''

1366ھ

سخت مشکل میں گھرے تھے جب مسلمانانِ ہند
دور وہ دیکھا تو ہوگا تو نے بھی چرخِ قدیم

پنجۂ اغیار میں جکڑی ہوئی تھی ساری قوم
نہ نظر آتی کوئی منزل نہ ہمدم اور ندیم

تھا فرنگی سامنے تو پیچھے ہندو سامراج
تھا مسلماں کا کوئی ہمدرد و یاور نہ حکیم

غیر تو پھر غیر تھے اپنے بھی دُشمن ہو گئے
درپئے اہلِ صداقت تھے ہزاروں ہی غنیم

دعویٰ اسلام کرتے ساتھ دیتے کُفر کا
بعض تھے بد بخت ایسے جن کے ایماں تھے سقیم

پھر ہوئی ذاتِ خدا ہم پر یکایک مہرباں
کر گئی سیراب سب کو رحمتِ ربِ رحیم

قائدِاعظمؒ سا رہبر کر دیا حق نے عطا
مردِ آہن ذی فراست صاحبِ قلبِ سلیم

اُسکی ہمت تھی قوی اُس کے ارادے تھے جواں
تھا وہ یکتا اک مجاہد اِک مدبر اک فہیم

ولولہ اِک تازہ بخشا اُس نے مردہ قوم کو
اُس کی کاوش سے چھٹی آخر گھٹائے یاس وبیم

خواب دیکھا تھا کبھی اقبالؒ نے جس وطن کا
اُس کو پانے کا بصداقِ دل کیا عزمِ صمیم

حامی اس تحریک کے تھے سب مشائخ اولیاء
شہ جماعتؒ اور خواجہ قمرالدینؒ جیسے زعیم

نقشبندی قادری چشتی نظامی صابری
ساتھ شامل ہو گئے سارے سلاسل مستقیم

عاشقانِ مصطفےٰؐ کا تھا یہ لشکر جری
ٹھہرتا اس کے مقابل کیسے پھر کوئی خصیم

گزر کر بے حد مصائب سے ہوئی منزل نصیب
چھٹ گئے ظلمت کے بادل ہو گیا لطفِ عمیم

غازیانِ دین و ملت کی عزیمت مرحبا
جن کی ٹھوکر سے ہوئی دُشمن کی ہر سازش دونیم

آ گیا لے کر پیامِ جاں فزا چودہ اگست
کٹ گیا دورِ خزاں چلنے لگی بادِ نسیم

پا لیا آزاد خطہ ہم نے پاکستان کا
رہ گیا اپنا سا منہ لے کر ہر اک دُشمن شتیم

اس سے ہی عزت ہے اپنی ہے اسی سے آبرو
ہے ہمارے واسطے یہ گلشنِ خُلدِ نعیم

چاہیئے فیض الامین اس کا اگر سالِ قیام
بر ملا یہ کہہ دو '' اکرامِ خداوندِ عظیم ''

1947ء

(از جناب حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی مونیاں ٹھیکریاں ضلع گجرات)

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مؤلف	مقام طباعت	سن طباعت
-1	عظیم قائد	نوابزادہ محمود علی خاں	لاہور	1982ء
-2	تذکرہ علمائے فرنگی محل	مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی	لکھنؤ	1930ء
-3	تذکرہ علمائے اہلسنت	شاہ محمود احمد قادری	کانپور (بھارت)	1391ھ
-4	حیاتِ شبلی	سیّد سلیمان ندوی	اعظم گڑھ	1943ء
-5	دید شنید	سیّد رئیس احمد جعفری	لاہور	1948ء
-6	اعمالنامہ	سر رضا علی	لاہور	1995ء
-7	داستانِ پاکستان	چوہدری نذیر احمد خاں	لاہور	1976ء
-8	مسلمانوں کا روشن مستقبل	سیّد طفیل احمد منگلوری	بدایوں	1940ء
-9	عظیم قائد عظیم تحریک (جلد اوّل)	ولی مظہر ایڈووکیٹ	ملتان	1983ء
-10	کاروانِ گمگشتہ	سیّد رئیس احمد جعفری	کراچی	1971ء
-11	تاریخِ ہندو پاک	مولانا قاری احمد	کراچی	1974ء
-12	حیاتِ شیخ الہند	سیّد اصغر حسین	لاہور	1977ء
-13	معاصرین	مولانا عبد الماجد دریابادی	کراچی	1980ء
-14	مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ	عبد الوحید خاں	لکھنؤ	1938ء
-15	روح روشن مستقبل	سیّد طفیل احمد منگلوری	بدایوں	1946ء
-16	بیس بڑے مسلمان	عبد الرشید ارشد	لاہور	1975ء
-17	حیاتِ امیر شریعت	جانباز مرزا	لاہور	1976ء
-18	شاہراہ پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	1967ء
-19	کاروانِ شوق	حکیم آفتاب احمد قرشی	لاہور	1984ء
-20	جمعیت علماء ہند (جلد اوّل)	پروین روزینہ	اسلام آباد	1980ء

کتاب	مصنف	مقام	سن
21- تحریکِ خلافت	قاضی محمد عدیل عباسی	دہلی	1978ء
22- مشاہیرِ جنگِ آزادی	مفتی انتظام اللہ شہابی	کراچی	1957ء
23- پاکستان ناگزیر تھا	سیّد حسن ریاض	کراچی	1982ء
24- محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق (حصہ اوّل)	مولانا عبدالماجد دریابادی	اعظم گڑھ	1954ء
25- میرے زمانے کی دلّی	ملّا واحدی	کراچی	طبع دوم
26- دانائے راز	سیّد نذیر نیازی	لاہور	1979ء
27- سفرنامۂ ہند	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	1995ء
28- قائداعظم اور اُن کے سیاسی رفقاء	اقبال احمد صدیقی	کراچی	1990ء
29- تحریک آزادی میں اُردو کا حصہ	ڈاکٹر معین الدین عقیل	کراچی	1976ء
30- اکابر تحریک پاکستان (جلد اوّل)	محمد صادق قصوری	گجرات	1976ء
31- یادِ رفتگاں	سیّد سلیمان ندوی	کراچی	1956ء
32- تاریخ کانپور	سیّد اشتیاق اظہر	کراچی	1990ء
33- ......صرف مسٹر جناح	سیّد شمس الحسن	لاہور	1995ء
34- تذکرۃ الواصلین	مولوی ضیاء الدین بدایونی	بدایوں	1945ء
35- تذکرہ طیبہ	مولانا ضیاء القادری بدایونی	بدایوں	1351ھ
36- اقبال اور علمائے پاک وہند	اعجاز الحق قدوسی	لاہور	1977ء
37- تحریک پاکستان (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں)	سرفراز حسین مرزا	لاہور	1987
38- کتابِ زیست	الحاج محمد زبیر	کراچی	1982ء
39- تاریخ پاکستان	شیخ محمد رفیق	لاہور	1973ء
40- ہمارے محمد علی جوہر	کلیم نشتر	لاہور	سن ندارد
41- جلوۂ خورشید حرم	خان شاہد اکبرآبادی	کراچی	1993ء
42- مولانا محمد علی کی یاد میں	سیّد صباح الدین عبدالرحمن	اعظم گڑھ (انڈیا)	1977ء

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سن
-43	سیدی و ابی (سوانح مولانا داؤد غزنوی)	پروفیسر ابوبکر غزنوی	لاہور	1974ء
-44	حصولِ پاکستان	پروفیسر احمد سعید	لاہور	1975ء
-45	جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین، حصہ سوم	عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی	دہلی	1975ء
-46	عندلیبِ تواریخ	سید مسعود حسن لکھیم پوری	الہ آباد (انڈیا)	1963ء
-47	مقدمات و بیاناتِ اکابر	عبدالرشید ارشد	لاہور	1975ء
-48	مولانا محمد علی جوہر	ثناء الحق صدیقی	کراچی	1975ء
-49	خطباتِ محمد علی	رئیس احمد جعفری	کراچی	1950ء
-50	حیاتِ جوہر	سید آزاد محمود	لاہور	1978ء
-51	مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر	پروفیسر محمد سرور	لاہور	1941ء
-52	مقدمۂ کراچی	-	لاہور	سن ندارد
-53	علی برادران اور اُن کا زمانہ	سید محمد ہادی	دہلی	1978ء
-54	انجمن خدامِ کعبہ	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	کراچی	1988ء
-55	علی برادران	رئیس احمد جعفری	لاہور	1963ء
-56	سیرتِ محمد علی	رئیس احمد جعفری	دہلی	1932ء
-57	تذکرہ کاملانِ رامپور	حافظ احمد علی خاں شوق	دہلی	1929ء
-58	فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا	فیروز سنز	لاہور	1987ء
-59	اکابرِ تحریک پاکستان (جلد دوم)	محمد صادق قصوری	لاہور	1979ء
-60	تاریخِ نظریۂ پاکستان	پیام شاہجہانپوری	لاہور	1970ء
-61	قائد اعظمؒ اور اُن کا عہد	رئیس احمد جعفری	لاہور	1966ء
-62	آہنگِ بازگشت	محمد سعید	لاہور	1979ء
-63	خطباتِ قائد اعظمؒ	رئیس احمد جعفری	لاہور	1966ء
-64	طالب علم کی ڈائری	سید الطاف علی بریلوی	کراچی	طبع دوم
-65	ہماری قومی جدوجہد	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	لاہور	1966
-66	بے تیغ سپاہی	نواب صدیق علی خاں	کراچی	1971ء

نمبر	کتاب	مصنف / ناشر	مقام	سال
-67	شخصیاتِ سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	1990ء
-68	تاریخ سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	1986ء
-69	عظمتِ رفتہ	سید آل احمد رضوی	ایبٹ آباد	1994ء
-70	چمنستان	مولانا ظفر علی خاں	لاہور	1944ء
-71	سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	کراچی	1978ء
-72	جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا (جلد اوّل)	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	لاہور	1987ء
-73	جامع اُردو انسائیکلو پیڈیا (جلد دوم)	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	لاہور	1988ء
-74	یادوں کے چراغ	واحد ندوی جام پوری	ڈیرہ غازی خان	1967ء
-75	کاروانِ احرار (جلد دوم)	جانباز مرزا	لاہور	1977ء
-76	سیرتِ امیر ملتؒ	سید اختر حسین علی پوری پروفیسر محمد طاہر فاروقی	علی پور سیداں	1975ء
-77	مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی	پروفیسر احمد سعید	راولپنڈی	1972ء
-78	فروغِ صحافت میں اہلسنت کا کردار	شاہ حسین گردیزی	کراچی	1983ء
-79	صحافت ہند و پاکستان میں	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	لاہور	1982ء
-80	وادیٔ جمنا سے وادیٔ ہکڑہ تک	سیّد شہاب دہلوی	بہاولپور	1987ء
-81	پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	لاہور	1989
82	نمودِ سحر	محکمہ قومی تعمیرِ نو حکومت مغربی پاکستان	لاہور	1970ء
83	شاہراہِ پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	1967ء
84	اقبالؔ کا آخری معرکہ	سیّد نور محمد قادری	لاہور	1979ء
85	قائد اعظمؒ میری نظر میں (شاہکار ایڈیشن)	مرزا ابوالحسن اصفہانی	لاہور	1976ء
86	سیاستِ ملّیہ	محمد امین زبیری	لاہور	1991ء
87	مولانا ظفر علی خاں	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	لاہور	1993ء

88	جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	لاہور	1991ء
89	حیات بہادر یار جنگ	مولانا غلام محمد	کراچی	1974
90	بہادر یار جنگ مشاہیر کی نظر میں	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	1976ء
91	نواب بہادر یار جنگ	سیّد احمد اللہ نصرت نوشاہی	لاہور	1971ء
92	مکاتیب بہادر یار جنگ	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	1967ء
93	تذکرہ شہ جماعت	سیّد حیدر حسین علی پوری	لاہور	1973ء
94	مشہور لیگی نظمیں	میاں بشیر احمد	لاہور	1972ء
95	نواب بہادر یار جنگ	پروفیسر محمد خلیل اللہ	کراچی	1983ء
96	بلوچستان میں فارسی شاعری	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1968ء
97	جوئے کوثر	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1976ء
98	نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان میں	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	لاہور	1983ء
99	پشتو میں سیرت نگاری	پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ	کوئٹہ	1987ء
100	سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک بلوچستان میں	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1997ء
101	تقویم ہجری و عیسوی	ابوالنصر خالدی، محمود احمد خاں	کراچی	1974ء
102	بلوچستان آزادی کے بعد	پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1997ء
103	انگریز کا ایجنٹ کون؟	پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی	جوہر آباد	طبع اوّل
104	حیاتِ اُستاذ العلماء	مولانا غلام رسول سعیدی	بندیال شریف (سرگودھا)	1389ھ
105	وفیاتِ مشاہیر پاکستان	پروفیسر محمد اسلم	اسلام آباد	1990ء
106	تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	لاہور	1966ء
107	تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	1990ء
108	حیاتِ صدر الافاضل	حکیم غلام معین الدین نعیمی	لاہور	طبع دوم

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سن
109	مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی	پروفیسر اشتیاق طالب	لاہور	سن ندارد
110	حضرت امیر ملّتؒ اور تحریک پاکستان	محمد صادق قصوری	لاہور	1994ء
111	امیر ملّتؒ اور آل انڈیا سنی کانفرنس	محمد صادق قصوری	لاہور	1991ء
112	تاریخ ساز شخصیات	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	1992ء
113	تحریک آزادیٔ ہند اور السواد اعظم	پروفیسر محمد مسعود احمد	لاہور	1979ء
114	تاریخ رفتگاں (جلد اوّل)	حضرت صابر براری	کراچی	1984ء
115	تاریخ رفتگاں (جلد دوم)	حضرت صابر براری	کراچی	1998ء
116	خفتگانِ خاکِ لاہور	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	1993ء
117	قائداعظم، مہد سے لحد تک	قمر تسکین	لاہور	1989ء
118	اقبال کا سیاسی کارنامہ	محمد احمد خاں	کراچی	1977ء
119	فدایانِ امیر ملّتؒ	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	1981ء
120	تحریک پاکستان	منصور احمد بٹ	لاہور	1997ء
121	جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	لاہور	1996ء
122	خفتگانِ کراچی	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	1991ء
123	نامۂ اعمال (جلد اوّل)	محمد یامین خاں	لاہور	1970ء
124	ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلم خواتین کا حصہ	ڈاکٹر عابدہ سمیع الدین	پٹنہ (بھارت)	1990ء
125	پلین مسٹر جناح	سید شمس الحسن	کراچی	1976ء
126	تحریکِ پاکستان	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	1995ء
127	تخلیقِ پاکستان	فاروق ملک	لاہور	1993ء
128	تاریخِ پاکستان	محمد بشیر احمد	لاہور	1978ء
129	آزادی کی کہانی، میری زبانی	سردار عبدالرب نشتر (مرتبہ آغا مسعود حسین)	کراچی	1979ء
130	اقبال کے حضور	سیّد نذیر نیازی	لاہور	971ء

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سال
131	پاکستان گولڈن کوئز	پروفیسر ہارون الرشید تبسم	لاہور	1997ء
132	بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں کا تقابلی مطالعہ	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	اسلام آباد	1991ء
133	قرارداد پاکستان صحافی محاذ پر	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1990ء
134	وے صورتیں الٰہی	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	لاہور	1976ء
135	مقرر بنیئے	رائے محمد کمال	لاہور	1986ء
136	یارانِ کہن	عبدالمجید سالک	لاہور	1967ء
137	قائداعظمؒ اور صحافت	سیّد اشتیاق اظہر	کراچی	1986ء
138	غازی علم الدین شہید	رائے محمد کمال	لاہور	1986ء
139	نورتن	شورش کاشمیری	لاہور	1967ء
140	انجمن اسلامیہ امرتسر	پروفیسر احمد سعید	لاہور	1986ء
141	گجرات میں اُردو شاعری	پروفیسر کلیم احسان بٹ	گجرات	1996ء
142	تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار	ایم جے اعوان	اسلام آباد	1993ء
143	رازدانِ حیات (مولانا حسرتؔ موہانی)	اسلم ہندی	کانپور (بھارت)	1975ء
144	مولانا حسرتؔ موہانی	پروفیسر شفقت رضوی	کراچی	1988ء
145	حسرتؔ کی سیاسی زندگی	عبدالقوی دسنوی	بمبئی (بھارت)	1956ء
146	کاروانِ گم گشتہ	سیّد رئیس احمد جعفری	کراچی	1971ء
147	سیّد الاحرار	سیّد اشتیاق اظہر	بہاولپور	1978ء
148	سیّد الاحرار	سیّد اشتیاق اظہر	کراچی	1988ء
149	قید فرنگ	مولانا حسرتؔ موہانی	فیصل آباد	1978ء
150	حسرتؔ کی شاعری	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	دہلی	1973ء
151	حسرتؔ موہانی	پرنسپل عبدالشکور	لکھنو	1975ء
152	حسرتؔ کی کہانی نعیمہ کی زبانی	نعیمہ بیگم	کراچی	1990ء
153	گلہائے عقیدت	سیّد اشتیاق اظہر	کراچی	1994ء

154	مقالاتِ حسرت	سیّد اشتیاق اظہر	کراچی	1985ء
155	حالاتِ حسرت	مولانا عارف ہسوی	کراچی	1993ء
156	کلیاتِ حسرت موہانی	مولانا حسرت موہانی	لاہور	1976ء
157	سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ	محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ	لاہور	1979ء
158	تحریک پاکستان (شاہکار ایڈیشن)	شمیم احمد	لاہور	1975ء
159	صحافت اور جمہوریت	ڈوان بریڈلے	کراچی	1968ء
160	اولیائے چشت	محمد دین کلیم	لاہور	1968ء
161	چند محسن چند دوست	سیّد الطاف علی بریلوی	کراچی	1969ء
162	چند یادیں چند تاثرات	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	لاہور	1969ء
163	کلامِ نیرنگ	میر غلام بھیک نیرنگ	لاہور، کراچی	1923ء 1983ء
164	حیاتِ اقبال کی چند گمشدہ کڑیاں	محمد عبداللہ قریشی	لاہور	1982ء
165	معاصرین، اقبال کی نظر میں	محمد عبداللہ قریشی	لاہور	1967ء
166	سی پی میں کانگرس کا راج	حکیم اسرار احمد کریوی	ناگپور (انڈیا)	1941ء
167	تحریک پاکستان میں سندھی مسلمانوں کا کردار	ڈاکٹر اکرام الحق پرویز	سندھ یونیورسٹی	1984
168	جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار	ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری	لاہور	1992ء
169	تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ	ڈاکٹر محمد لائق زرداری	مورو (سندھ)	1984ء
170	تذکرہ مشاہیر برار	انجمن یادرفتگاں امراؤتی (بھارت)	امراؤتی (برار)	1987ء
171	قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان	سیّد شریف الدین پیرزادہ	اسلام آباد	1989ء
172	آزادی کے مجاہد	جنگ پبلشرز	لاہور	1989ء
173	ریزولیشنز آف دی آل انڈیا مسلم لیگ فرام اکتوبر 1937ء تا دسمبر 1938ء	سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ	دہلی	1938ء
174	شاہ عبدالعلیم صدیقی	خلیل احمد رانا	کراچی	1994ء

175	تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت بریلوی	محمد صادق قصوری	کراچی	1992ء
176	اجمل انوارِ رضا	مولانا حشمت علی خاں	پیلی بھیت	1945ء
177	ستر سوالاتِ دینیہ ایمانیہ	مولانا حشمت علی خاں	پیلی بھیت	1945ء
178	مولانا غلام یحییٰ ہزاروی	سیّد اشتیاق اظہر	کراچی	1977ء
179	دس پھول ایک کانٹا	خواجہ افتخار	لاہور	1985ء
180	ذکرِ آزاد	عبدالرزاق ملیح آبادی	کلکتہ	1960ء
181	شب چراغ	حکیم نثار احمد علوی	کراچی	1982ء
182	اعجازِ نطق	چوہدری غلام نبی حیرت جالپوری	لاہور	1983ء
183	تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی	منشی عبدالرحمٰن خاں	لاہور	1956ء
184	مولانا آزاد سبحانی	ڈاکٹر نبی بخش بلوچ	لاہور	1989ء
185	ماثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	1964ء
186	شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری	پروفیسر محمد سلیم چوہدری	لاہور	1996ء
187	مولانا غلام محمد ترنم	حکیم محمد موسیٰ امرتسری	لاہور	1971ء
188	جب امرتسر جل رہا تھا	خواجہ افتخار	لاہور	1982ء
189	معدن التواریخ	ابوالطاہر فدا حسین فدا	لاہور	1992ء
190	سات ستارے	حکیم محمد حسین بدر	لاہور	1976ء
191	رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء	ہائی کورٹ لاہور	لاہور	1953ء
192	کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشاں تذکرے	اشرف عطا	لاہور	1966ء
193	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	مولانا اللہ وسایا	ملتان	1990ء
194	پاکستان کا مطلب کیا؟	تہمینہ شیر درّانی	لاہور	1998ء
195	شمیم ولایت	ابو مظہر چشتی	لاہور	1993ء
196	تذکرہ صمدیہ	محی الدین قادری	کراچی	1977ء
197	تعارف علمائے اہلسنت	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	1979ء

198 حاجی امداداللہ مہاجر مکی اوران کے خلفاء	قاری فیوض الرحمٰن	کراچی	1984ء
199 نزہتہ الخواطر (جلد ہشتم)	حکیم سیّد عبدالحی لکھنوی	کراچی	1976ء
200 علامہ اقبالؔ اوراُن کی پہلی بیوی	سیّد حامد جلالی	کراچی	1996ء
201 تاریخِ جلیلہ	پیر غلام دستگیر نامیؔ	لاہور	1960ء
202 دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن	سرفراز حسین مرزا	لاہور	1978ء
203 مجاہد ملّت (جلداوّل)	محمد صادق قصوری	لاہور	1996ء
204 لاہور کے چشتی خاندان کی اُردو خدمات	ڈاکٹر گوہرؔ نوشاہی	لاہور	1993ء
205 یارانِ مکتب (جلداوّل)	بیدار ملک	لاہور	1986ء
206 تحریک پاکستان اور صحافت	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1997ء
207 مسجد نبویؐ اور مآثر مبارکہ کے بقاو تحفظ کا مطالبہ	مولانا محمد محسن شافعی	کراچی	1952ء
208 اکابرینِ تحریک پاکستان	محمد علی چراغ	لاہور	1990ء
209 تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار	خواجہ محمد طفیل	سیالکوٹ	1987ء
210 تحریکِ پاکستان میں خطہ پوٹھوہار کا کردار	صفدر شاہد	لاہور	1997ء
211 تحریک پاکستان کا ایک اہم باب	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	1998ء
212 حضرت شیخ القرآنؒ	رانا منظور احمد خاں	وزیر آباد	1971ء
213 خفتگانِ خاکِ گجرات	ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ	گجرات	1996ء
214 سفرنامہ پاکستان	خواجہ حسن نظامی	دہلی	1953ء
215 تحریک پاکستان گولڈ میڈل اعزاز یافتگان تعارف خدمات	محکمہ اطلاعات حکومت پنجاب	لاہور	1991ء
216 تاریخ جھنگ	بلال زبیری	جھنگ	1976ء
217 تلخ وشیریں یادیں	شیخ ریاض پرویز	ملتان	1977ء
218 ذکرِ ذاکر	نصرت علی اثیر جُچہ	جھنگ	1997ء
219 مشکلاتِ لالہ	شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ	جھنگ	1981ء
220 تحریک جامع محمدی شریف	مولانا محمد متین ہاشمی	جھنگ	1973ء

221	افکارراولپنڈی ڈائریکٹری	سیّدغلام مصطفیٰ خالد گیلانی	راولپنڈی	1962ء
222	اذکارِحبیب رضا	شاہ عارف اللہ میرٹھی	لاہور	1976ء
223	انوار قطب مدینہ	خلیل احمد رانا	لاہور	1987ء
224	تذکرہ علماء ومشائخ سرحد (جلد دوم)	سیّد محمد امیر شاہ قادری	لاہور	1972ء
225	اکرامِ امامِ احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق جبلپوری	لاہور	1981ء
226	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	بنارس (بھارت)	1989ء
227	بُرہانِ ملّت	مولانا محمد شہاب الدین رضوی	لاہور	سن ندارد
228	تحریک پاکستان کی اہم دستاویز	مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی	لاہور	1986ء
229	معمار پاکستان	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	حیدرآباد (سندھ)	1996ء
230	مقالاتِ سعیدی	مولانا غلام رسول سعیدی	لاہور	1982ء
231	مقالاتِ کاظمی (جلد اوّل)	سیّد احمد سعید کاظمی	لاہور	1977ء
232	تاریخ ملتان (جلد دوم)	مولانا نور احمد خاں فریدی	ملتان	1973ء
233	آئینۂ ملتان	منشی عبدالرحمٰن خاں	ملتان	1972ء
234	قندیلِ تواریخ	محمد حسن میرانی	بہاولپور	1991ء
235	شیدایانِ امیر ملّتؒ	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	1997ء
236	تذکرہ شاہ ولایت	محمد نواز شاہدؔ	گجرات	1980ء
237	حیاتِ شاہ ولایت	محمد یونس شاہ کاظمی	گجرات	1392ھ
238	نقشِ حیات	پروفیسر وقار حسین طاہر	گجرات	1978ء
239	ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا	ڈاکٹر محمد الیاس مسعود	لاہور	1963ء
240	اولیائے سیالکوٹ	رشید نیاز	سیالکوٹ	1992ء
241	تحریک پاکستان اور سرگودھا کی یادیں	ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ	سرگودھا	1984ء
242	تاریخ ہزارہ	ڈاکٹر شیر بہادر پنّی	لاہور	1969ء
243	قائداعظمؒ اور لائل پور	ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن	لاہور	1977ء
244	مسلم لیگ کا دورِ حکومت	ڈاکٹر صفدر محمود	لاہور	1974ء

245	مجاہد ملت اور قائد اعظمؒ	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	1994ء
246	مکاتیب مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	1995ء
247	نگارشاتِ مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	1997ء
248	خطباتِ مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	1998ء
249	حکایتِ صادق	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	1990ء
250	قائد اعظمؒ اور راولپنڈی	پروفیسر منظور الحق صدیقی	اسلام آباد	1983ء
251	تحریکِ ختم نبوت	شورش کاشمیری	لاہور	1976ء
252	قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت	مولانا اللہ وسایا	ملتان	1990ء
253	چالیس چہرے	رفیق ڈوگر	لاہور	1977ء
254	دو نامور مجاہد	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	1978ء
255	کل پاکستان سنی کانفرنس	سید عالم	کراچی	1979ء
256	قائد اعظمؒ خطوط کے آئینے میں	خواجہ رضی حیدر	کراچی	1986ء
257	بازگشت	ڈاکٹر محمد اجمل نیازی	لاہور	1989ء
258	تحریک پاکستان میں اسلامیہ کا کردار	محمد حنیف شاہد	ریاض (سعودیہ)	1992ء
259	اشاریہ نوائے وقت	ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا	لاہور	1987ء
260	مرتضیٰ احمد خاں میکش کی ادبی خدمات	ڈاکٹر محمد صالح طاہر	لاہور	2001ء
261	انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان	اسد سلیم شیخ	لاہور	1999ء
262	شعر و حکمت	حکیم نیر واسطی	لاہور	1959ء
263	اُردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ	ڈاکٹر وفا راشدی	لاہور	1994ء
264	اسلام اور قائد اعظمؒ	محمد حنیف شاہد	لاہور	1976ء
265	امیر حزب اللہ	ڈاکٹر عبد الغنی	لاہور	1966ء
266	المقبول	ڈاکٹر محمد شریف	لاہور	1951ء
267	انوار امیر ملت	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	1979ء

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سن
268	اولیائے بہاولپور	شہاب دہلوی	بہاولپور	1976ء
269	اوراقِ گم گشتہ	رئیس احمد جعفری	کراچی	1968ء
270	آئینۂ ولایت	سیّد عبدالمعبود اجمیری	لاہور	1393ھ
271	آئینۂ ملتان	منشی عبدالرحمٰن خاں	لاہور	1972ء
272	دیوانِ روشن	پیر محمد اسمٰعیل روشن سرہندی	میرپورخاص (سندھ)	1961ء
273	قافلۂ آزادی	مفتی راشد علوی	پشاور	1988ء
274	تذکرہ شعرائے ٹھٹھ	پروفیسر سیّد محمد اسد اللہ شاہ	کراچی	1951ء
275	سندھ کی سیاسی جدوجہد	ڈاکٹر محمد لائق زرداری	مورو (سندھ)	1984ء
276	مونس المخلصین	شاہ آغا سرہندی	کراچی	1366ھ
277	تذکرہ مظہر مسعود	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	1969ء
278	تذکرہ اولیائے سندھ	مولانا محمد اقبال حسین نعیمی	کراچی	1987ء
279	خیابانِ سرہندی	پیر محمد حسین جان سرہندی	کراچی	سن ندارد
280	غوث الاعظم	قاضی برخوردار ملتانی	ملتان	1915ء
281	حضور جی	حافظ افروغ احسن	لاہور	1991ء
282	تذکرہ شہ جماعت	فیاض بلگوڈومی	میسور (انڈیا)	1954ء
283	قائداعظمؒ اور سرحد	عزیز جاوید	لاہور	1978ء
284	انوارِ عمر	پروفیسر غلام عابد خاں	لاہور	1998ء
285	قرارداد پاکستان	لطیف احمد خاں شروانی	کراچی	1985ء
286	قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ	محمد حنیف شاہد	لاہور	1976ء
287	قائداعظمؒ پر قاتلانہ حملہ	ایک بیرسٹر کے قلم سے	لاہور	1985ء
288	مشائخ ہوشیارپور	میاں عطاء اللہ ساگر وارثی	لاہور	1991ء
289	مٹی کی محبت	پیرزادہ محمد انور عزیز چشتی	لاہور	1988ء
290	خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس	محمد جلال الدین قادری	لاہور	1978ء

291	فیضانِ امیر ملت	مرزا ذوالفقار علی بیگ جماعتی	حیدر آباد (سندھ)	1959ء
292	تذکرہ خواجگان چشت، بیکر شریف	حکیم محمد حسین بدر	بہاولپور	1989ء
293	تذکرہ اولیائے نقشبند	محمد امین شرقپوری	لاہور	1988ء
294	انقلاب الحقیقت	صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی	لاہور	1967ء
295	جواہر نقشبندیہ مظاہر چوراہیہ	محمد یوسف نقشبندی	فیصل آباد	1979ء
296	پیر صاحب مانکی شریف اور ان کی سیاسی جدوجہد	پروفیسر سیّد وقار علی شاہ	اسلام آباد	1990ء
297	لذۃ الارواح	پیر غلام نبی سرہندی	حیدر آباد (سندھ)	1975ء
298	تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان	ڈاکٹر عبدالرشید	کراچی	1991ء
299	غازی پیر	حاجی میر احمد خاں صوفی	پبی (سرحد)	1987ء
300	تذکرہ صوفیائے سرحد	اعجاز الحق قدوسی	لاہور	1966ء
301	تاریخ مشائخ چشت (جلد چہارم)	پروفیسر خلیق احمد نظامی	اسلام آباد	1975ء
302	تذکرہ خواجگان تونسوی (جلد اول)	پروفیسر افتخار احمد چشتی	فیصل آباد	1985ء
303	ڈیرہ غازی خاں کی شخصیات (جلد دوم)	اے ڈی تبسم قریشی	ملتان	1974ء
304	حیاتِ سروری	صاحبزادہ عبدالحمید سروری قادری	کلاچی (ڈی آئی خان)	1990ء
305	عباد الرحمٰن	سیّد مغفور القادری	لاہور	1969ء
306	حضرت سراج الملت اور ان کے خلفاء	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	1994ء
307	محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور تحریک پاکستان	محمد اعظم نورانی	لاہور	1988ء
308	تذکرہ کریمیہ	پروفیسر کرم شاہ قادری مجددی	ملتان	1966ء
309	مشاہیر اٹک	ضلع کونسل اٹک	اٹک	1990ء
310	تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی	پروفیسر سیّد خورشید حسین بخاری	لاہور	1976ء
311	فتاویٰ مظہری	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	1970ء
312	حیاتِ مظہری	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	کراچی	1975ء

نمبر	کتاب	مصنف	مقام	سن
3	فاضل بریلوی اور ترکِ موالات	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	لاہور	1971ء
3	مہرِ منیر	مولانا فیض احمد فیض	گولڑہ شریف	1976ء
3-	تاریخ وہابیہ	حکیم محمد رمضان علی	لائل پور	1976ء
31	تذکرہ پیرانِ زکوڑی شریف	بشیر احمد بیگ نقشبندی	زکوڑی شریف	982ء
31	حضرت امیر ملت اور ان کے خلفاء	محمد صادق قصوری	سیالکوٹ	1983ء
31	ہُوالحمید	صاحبزادہ محمد مسعود احمد	خوشاب	1992ء
315	تذکرہ اولیاء علی پور سیّداں	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	1999ء
320	تاریخ آل انڈیا سنّی کانفرنس	محمد جلال الدین قادری	کھاریاں (گجرات)	1999ء
321	آفتاب تازہ	ڈاکٹر سید محبوب شاہ اشرفی	کراچی	1999ء
322	تحریک پاکستان	پروفیسر عبدالنعیم قریشی	کراچی	1996ء
323	قیام پاکستان کی غرض وغایت	عبدالعزیز عرفی	کراچی	1997ء
324	تاریخ مشائخ نقشبندیہ	صاحبزادہ پروفیسر عبدالرسول	لاہور	2000ء
325	مجلّہ "تحقیق"	شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی	حیدرآباد (سندھ)	1996-97ء
326	مقاماتِ داؤدی	عبدالباقی بن جان محمد ترجمہ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی	رینالہ خورد (اوکاڑہ)	1990ء
327	الشیخ داؤد جھنی وال	سیّد محمد حیدر	-	سن ندارد
328	تذکرہ اعلیٰ حضرت للّٰہی	مولوی امام الدین کھوتکوی	لاہور	1986ء
329	ضیائے مہر	مولانا مشتاق احمد چشتی	گولڑہ شریف	2000ء
330	اُجالوں کا سفر	عمران حسین چوہدری	لاہور	1998ء
331	قائداعظمؒ اور بلوچستان	پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	2001ء
332	قائداعظمؒ تحریک پاکستان اور صحافتی محاذ	پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	2001ء
333	قائداعظمؒ علی گڑھ تحریک اور بلوچستان	پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	2001ء
334	خطباتِ آزاد	ابوالکلام آزاد	میرپور (آزاد کشمیر)	سن ندارد
335	مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی	محمد صادق قصوری	لاہور	2002ء

336 حسرت موہانی (حیات اور کارنامے)	ڈاکٹر احمد لاری	لاہور	1999ء
337 تجلیاتِ سیرت النبیؐ	پروفیسر سیّد شبیر حسین زاہد	لاہور	2002ء
338 مہر صفا	پروفیسر فیض اللہ منصور	لاہور	2004ء
339 انوار علمائے اہلسنت سندھ	صاحبزادہ سیّد زین العابدین راشدی	لاہور	2006ء
340 وفیاتِ ناموران پاکستان	ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ	لاہور	2006ء
341 متعدد ماہنامے، پندرہ روزے ہفت روزے اور روزنامے			

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعۂ سالِ تکمیل

کتاب مستطاب ''تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار'' تالیف محمد صادق قصوری

از

حضرت صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی ایم اے، مونیاں ٹھیکریاں ضلع گجرات

''تالیفِ صادق ذی شعور''

2002ء

''زہے مجمع التواریخ''

1423ھ

صاحبِ فہم و ذکاء صادق قصوری مرحبا
آپ ہیں اقلیمِ قرطاس و قلم کے اِک رئیس

آپ کی تالیف ہے یہ خوب یکتا بہتریں
دلنشیں تحریر ہے اس کی زبان اس کی سلیس

گم شدہ گوشے ہوئے سفرِ حریّت کے عیاں
یہ بنے گی طالبانِ علم و دانش کی انیس

ذکر ہے یہ اُن نفوسِ قدسیہ کا بے مثال
دل سے تھے آزادیٔ قوم و وطن پر جو حریص

اپنے مال و جان سے کیا قومِ انگلش سے جہاد
قائداعظمؒ کے تھے وہ معتمد مخلص جلیس

وہ کبھی خاطر میں لائے نہ کسی فرعون کو
اُن کی خدمت میں کریں گے اہلِ حق دائم اسیس

شاد ہوں گے دیکھ کر اس کو محبانِ وطن
دشمنانِ دین و ملّت کے پڑے گی دل میں ٹیس

آپ کو ہو حق تعالیٰ سے عطا عمرِ خضر
آپ ہیں تاریخِ ملّی کے عظیم اصدق نویس

جستجو فیض الامین کو تھی سنِ تدوین کی
ہاتفِ غیبی پکارا ''واہ تاریخِ نفیس''

1423ھ

محمد علی جناحؒ

(از میاں بشیر احمد، بیرسٹرایٹ لاء، لاہور)

ملّت کا پاسبان ہے محمد علی جناح
ملّت ہے جسم ، جاں ہے محمد علی جناح
صد شکر پھر ہے گرم سفر اپنا کارواں
اور میرِ کارواں ہے محمد علی جناح
بیدار مغز، ناظمِ اسلامیان ہند
ہے کون ؟ بے گماں ہے محمد علی جناح
تصویرِ عزم ، جانِ وفا ، روحِ حُریّت
ہے کون ؟ بے گماں ہے محمد علی جناح
رکھتا ہے دل میں تاب وتواں نو کروڑ کی
کہنے کو ناتواں ہے محمد علی جناح
رگ رگ میں اس کی ولولہ ہے حُبِّ قوم کا
پیری میں بھی جواں ہے محمد علی جناح
لگتا ہے ٹھیک جا کے نشانے پہ جس کا تیر
ایسی کڑی کماں ہے محمد علی جناح
ملّت ہوئی ہے زندہ پھر سے اُس کی پُکار سے
تقدیر کی اذاں ہے محمد علی جناح
غیروں کے دل بھی سینے کے اندر دہل گئے
مظلوم کی فغاں ہے محمد علی جناح
اے قوم! اپنے قائداعظم کی قدر کر
اسلام کا نشاں ہے محمد علی جناح
عمر دراز پائے مسلمان کی ہے دُعا
ملّت کا ترجماں ہے محمد علی جناح

آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ اقبال پارک لاہور میں بتاریخ 22 مارچ 1940ء کو پڑھی گئی۔

(''مشہور لیگی نظمیں'' المعروف بہ ''نغماتِ آزادی'' از میاں بشیر احمد (بیرسٹرایٹ لاء) مطبوعہ لاہور 1972ء صفحہ 3)

تحریکِ پاکستان ورکرز ٹرسٹ

(سوسائیٹز رجسٹریشن ایکٹ 1860-XXI ء کے تحت رجسٹرڈ)

اغراض ومقاصد

☆ کارکنانِ تحریکِ پاکستان کے مصدقہ کوائف مرتب کرنا اوراس کی بناء پر کارکنوں کو گولڈ میڈل کے اعزاز سے نوازنا۔

☆ ضرورت منداور نادار کارکنوں کو مالی امداد فراہم کرنا۔

☆ قومی دنوں پر تقریبات کا انعاقد کرنا اوران مواقع پر لوگوں اور خاص طور پر نوجوانوں کو حصولِ پاکستان کے مقاصد اور تحریکِ پاکستان کے دوران دی گئی قربانیوں سے آگاہ کرنا۔

☆ تحریکِ پاکستان کے کارکنوں کے اعزاز میں تقریب اوراتقبالیہ کا اہتمام کرنا۔

☆ تحرکِ پاکستان اور کارکنوں کے بارے میں تحقیق وجستجو کے بعد تمام مواد بشمول پمفلٹس، بروشرز، پوسٹرز اور کتب کو اکٹھا کرنا اوران کا ریکارڈ رکھنا۔

☆ مندرجہ بالا مقاصد کی ترویج کیلئے فنڈ قائم کرنا۔

PAKISTAN MOVEMENT WORKERS TRUST

تحریکِ پاکستان ورکرز ٹرسٹ

تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ

ایوان کارکنان تحریک پاکستان، مادرِ ملت پارک، شاہراہ قائداعظمؒ لاہور
فون: 9201216-9201216 فیکس: 9203502